

الصحیح من سیرة النبی الاعظم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم

دوسری جلد

مؤلف: جناب حجة الاسلام والمسلمین سید جعفر مرتضی عاملی (ادام اللہ توفیقاتہ)

مترجم:

معارف اسلام پبلشرز

مؤلف: علامہ محقق جناب حجة الاسلام والمسلمین سید جعفر مرتضی عاملی (ادام اللہ توفیقاتہ)

مترجم:معارف اسلام پبلشرز

ناشر:نور مطاف

جلد: دوسری

اشاعت:دوم

تاریخ اشاعت:شوال المکرم 1425 ھ \_ق

تعداد: 2000

Web : www.maaref-foundation.com

E-mail: info@maaref-foundation.com

جملہ حقوق طبع بحق معارف اسلام پبلشرز محفوظ ہیں \_

بسم الله الرحمن الرحیم

و صلی الله علی محمد و آله الطاهرین و لعنة الله علی اعدائهم اجمعین

و لکم فی رسول الله اسوة حسنة

مقدمہ

عالم خلقت میں برترین اور کامل ترین طرز زندگی کا نمونہ بوستان زندگی کے وہ گل ہیں جن کی سیرت پورے عالم کیلئے پیروی کابہترین نمونہ ہے \_ اس گلستان میں سیرت کے اعتبار سے سب سے ممتاز اور درخشندہ ہستی پیغمبر اکرم حضرت محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی ذات مبارکہ ہے کہ پیروی اور اطاعت کیلئے ان سے زیادہ بہتر ہستی پوری کائنات میں نہیں مل سکتی \_

یہ کتاب'' الصحیح من سیرة النبی الاعظم '' ، علامہ محقق جناب حجة الاسلام والمسلمین سید جعفر مرتضی عاملی (ادام اللہ توفیقاتہ) کی قیمتی اور گراں بہا تالیف ہے جس میں ختمی مرتبت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی سیرت طیبہ کو بیان کیا گیاہے\_

اس کتاب میں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی سیرت طیبہ کے تمام پہلوؤںپر تحقیقی گفتگو کی گئی ہے اور انہیں دقیق و منصفانہ تجزیہ و تحلیل کے ذریعہ خود غرضی، تنگ نظری اور محدود فکری کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نکال کر تحقیق کے روشن و منور مقام پر لاکر منظر عام میں پیش کیا گیا ہے \_ علامہ موصوف کی یہ کتاب اہل تحقیق حضرات کیلئے باعث حیرت و دلچسپی واقع ہوئی ہے اور ان کی جانب سے علامہ کی اس کاوش کی تعریف و توصیف کی گئی ہے اور یہ کتاب عالم اسلام میں بہت مقبول ہوئی ہے \_

معارف اسلام پبلشرز خداوند متعال کا شکرگزار ہے کہ اپنے اصل فرائض (یعنی اردو زبان جاننے والوں کی ضروریات کے مطابق،اخلاق ، عقائد، فقہ، تفسیر، تاریخ اور سیرت جیسے اہم اور ضروری موضوعات پر مختلف کتابوں کے ترجمہ اور نشرو اشاعت کے فرائض)کو انجام دیتے ہوئے، ایک طولانی انتظار کے بعد اللہ تعالی کی توفیق سے اس کتاب '' الصحیح من سیرة النبی الاعظم'' کی دوسری جلد کو اہل تحقیق و مطالعہ اور حق کے متلاشی افراد کی خدمت میں پیش کررہاہے \_ امید ہے کہ یہ کوشش خداوند متعال کی بارگاہ اور ولی خدا امام زمانہ حضرت حجة ابن الحسن العسکری (عج) کے نزدیک مقبول قرار پائے\_

آخر میں اس نکتہ کا ذکر بھی فائدہ سے خالی نہیں ہے کہ یہ ترجمہ عربی متن کی آخری چاپ کے ساتھ کاملا مطابقت رکھتاہے اور اس کے مطالب وموضوعات کی ترتیب میں جو تبدیلیاں ہوئی ہیں اور منابع کی تکمیل کی گئی ہے اس ترجمہ میں ان کا مکمل خیال رکھا گیا ہے لہذا ہم ان تمام فاضل شخصیات اور محققین محترم کے تہ دل سے شکرگزار ہیں جنہوں نے اسکے ترجمے، تصحیح ، نظر ثانی اور بالخصوص مطابقت والے طاقت فرسا کام کو انجام دیا ہم خداوند عالم سے اپنے اور ان کے لئے مزید توفیقات اور امداد کے طالب ہیں\_

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

معارف اسلام پبلشرز

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمدلله رب العالمین، الرحمن الرحیم، مالک یوم الدین، ایاک نعبد

و ایاک نستعین، اهدنا الصراط المستقیم

والصلاة والسلام علی محمد المصطفی، خاتم الأنبیاء والمرسلین،

وآله الکرام البرزة الطیبین الطاهرین

واللعنة علی أعدائهم أجمعین، من الأولین والآخرین ، الی یوم الدین و بعد

چند اہم نکات

ہم اپنی اس تحقیق و تالیف کو محترم قارئین کی خدمت میں پیش کررہے ہیں لہذا چند اہم نکات کی جانب اشارہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں\_

1 \_ اکثر و بیشتر ، بنیادی طور پر ہم نے اپنی اس کتاب میں قدماء کی تالیفات کو پیش نظر رکھا اور ان کی جانب رجوع کیا ہے\_ ہم عصر مؤلفین کی کتابوں کی جانب کم رجوع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے زیادہ تر کتابیںصرف مطالب اور ابواب کی ترتیب میں فرق کے ساتھ عموماً اسلاف کے مطالب کا تکرار ہیں ، اور پھر اسلاف کے مطالب ہی کی توجیہ اور اس پر گفتگو کی گئی ہے \_ انہوں نے اپنی ساری کوششوں کو اس بات میں صرف کیا ہے کہ حسین عبارتوں اور پر کشش کلمات کے ذریعہ اسلاف کے لکھے ہوئے مطالب کی تایید اور اسی پر تاکید کی جائے اور ان مطالب کے صحیح یا غلط ہونے کے بارے میں انہوں نے کوئی غور و فکر ہی نہیں کیا اور اس سلسلہ میں کسی قسم کی کوئی تحقیق انجام نہیں دی \_یہاں تک کہ انہوں نے اپنی کتاب کے قارئین کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ گویا اسلاف کے یہ مطالب جو انہوں نے حسین اور عمدہ عبارتوں میں بیان کئے ہیں وحی الہی ہیں جن میں شک و شبہ کی کوئی گنجائشے نہیں \_

چاہے یہ مطالب جتنا بھی آپس میں متضاد و متناقض ہوں پھر بھی ان سب کو جمع کرنا انہوں نے ضروری سمجھا اور اس کیلئے ایسی توجیہات تراشی ہیں جنہیں عقل سلیم تسلیم نہیں کرتی اور نہ ہی انسان کا ضمیر اسے قبول کرتاہے \_ اس کے علاوہ اسلاف کے جن مطالب کی وہ توجیہ نہیں کر سکے یا کسی طرح ان کی متضاد باتوں کو جمع کرنے میں ناکام رہے ہیں وہاں انہوں نے خاموشی اختیار کی اور یہ اعتراف کیا ہے کہ یہاں حقیقت حال کو سمجھنے سے وہ عاجز و قاصر ہیں اور یہ ایمان کی انتہائی کمزوری ہے \_

2 \_اس کتاب میں ہماری یہ کوشش رہی ہے کہ ان تمام مطالب کے صحیح یا غلط ہونے کے بارے میں تحقیق کریں جن کے تاریخ اسلام اور سیرت نبوی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ہونے کا دعوی کیا گیا ہے لیکن یہ تحقیق ہماری اس مختصر تصنیف کے مطابق کی گئی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ بقدر امکان قارئین کو اس تاریخی دور کے حقائق سے تقریباً نزدیک کردیا جائے جو انتہائی نازک اور حساس واقعات سے پر نظر آتاہے\_ یہ وہ دور ہے جو بنیادی طور پر ہمیشہ اہل دنیا، نفس پرست و منفعت طلب افراد اور متعصب لوگوں کی نظر میں بڑی اہمیت کا حامل رہاہے \_

بلکہ اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ یہ تاریخ انسانیت کا سب سے اہم ترین اور خطرناک ترین دور گزرا ہے کیونکہ اس دور نے نہ فقط انسانی معاشرے کی غلط بنیادوں اور تمام انسانوں کی جاہلانہ اقدار و رسومات کی اصلاح کی بلکہ بنی نوع انسان کی تاریخ کو یکسر بدل کر ایک نئے مرحلے میں داخل کردیا\_ اگر چہ اس دور کی تاریخ کو رقم کرنے کیلئے حقیقتاً انتہائی زحمت و مشقت کی ضرورت ہے لیکن اس کی ضرورت اور اہمیت کے پیش نظر (خصوصاً اس صورت میں کہ تمام جوانب سے بحث کامل نہیں )ہم نے اس کام کو انجام دینے کی سعی و کوشش کی ہے اگر چہ ناقص ہی سہی البتہ\_ ہماری یہ کوشش و کاوش ، اہم تاریخی و اقعات اور حوادث کو گہرائی کے ساتھمکمل طور پر تحقیقی انداز میں سمجھنے کی جانب پہلا قدم اور سنگ میل ہے \_

3 \_ اس کتاب میں مکمل طور پر تمام پہلوں سے بحث کرنے کی روش میں ممکن ہے کبھی قارئین نقائص پائیں اور نشیب و فراز کا مشاہدہ کریں جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کتاب ایک طولانی عرصہ میں ترتیب دی گئی ہے اور اس اثناء میں انسان کی بہت ساری مصروفیات مانع ہوجاتی ہیں کہ وہ اپنے وقت سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے کام کو کامل ، افضل اور بے مثال طریقہ سے انجام دے سکے \_ طبیعی ہے، کہ طولانی مدت میں انسان پر عارض ہونے والے مختلف حالات واضح طور پر انسان کی تحریر پر اثر انداز ہونے کا باعث بنتے ہیں اور نتیجتاً اس کی جانب سے پیش کئے جانے والے مطالب اور ان کے بیان کرنے کی روش میں تھوڑا سا تفاوت پایا جائے \_

4 \_ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ تاریخ اسلام نے بہت سے ایسے واقعات نقل کئے ہیں جنہیں ہوا و ہوس کی پیروی کرنے والوں اور سیاسی و مذہبی مفاد پرستوں نے اپنا کھلونا بنالیا \_ اہل کتاب اور دیگر افراد کی جانب سے بھی بعض جھوٹے ، باطل اور من گھرٹ قصے شامل کردئے گئے اور پھر گناہ گار اور دشمن عناصر کی جانب سے تاریخ میں تحریف اور تبدیلی کی کوششیں کی گئی ہیں جن کی بناپر بعض اوقات حقائق تک پہنچنا،ناممکن نہ سہی تو حد درجہ دشوار ضرور ہوجاتاہے \_ لہذا ہم نے مندرجہ ذیل نکات اور اصولوں کو اپنانا ضروری سمجھا\_

الف: خاص قسم کی تالیفات اور مؤلفین پر انحصار کرنا کبھی کبھی سبب بنتاہے کہ قارئین ان نصوص کے بارے میں مطلع نہ ہوسکیں جو یہاں وہاں مختلف منابع میں پھیلی ہوئی ہیں اور حقائق سے پردہ اٹھاسکتی ہیں اور ایک حد تک تحریف سے بچ کر ہم تک پہنچی ہیں \_کیونکہ تحریف گر سیاست دانوں نے ان میں کوئی خطرہ محسوس نہیں کیا اور مذہبی تعصب رکھنے والوں کو اس میں کوئی نقصان نظر نہ آیا اور وہ روایات ہم تک پہنچ گئیں اور حقیقت کے متلاشی اور حق شناسی کے عاشق( جو اگر چہ بہت کم ہیں لیکن وہ )متعصبین کے شر و سازش او رپیشہ ور بلوائیوں کے غضب و شرارت سے محفوظ و مامون رہ کر ان روایات سے استفادہ کرسکتے ہیں \_

ب : ان حالات میںہم نے یہ مشاہدہ کیا کہ روایتوں کی اسناد سے بحث اور نتیجتاً ان کو قبول یا رد کرنے کے سلسلہ میں ایک خاص معیار پر اعتماد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بہت ہی کم روایات پر اکتفا کیا جائے جو بہت کلی اور اجمالی مطالب اور پیغمبر اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی اجمالی سیرت مبارکہ کے تصور کیلئے بھی ناکافی ہیں چہ جائیکہ وہ اسلام کے ابتدائی دور کے واقعات کی تفصیلات کو بیان کرسکیں \_ جبکہ ہم بہت سی ایسی نصوص دیکھتے ہیں جو صحیح ہیں لیکن وہ سند قبول کرنے کی بیان کردہ شرائط پہ پوری نہیں اترتیں\_

اس کے علاوہ تحقیق کرنے والا شخص اگر ان محدود روایات پر اکتفاء کرے تو آزادانہ تحقیق نہیں کرسکتا اور نہ ہی آزادی کے ساتھ کسی نتیجے تک پہنچ سکتاہے \_اس کے (زمانے ، حالات اور مختلف سیاسی اور فکری خطوط کو سمجھنے کے لئے طویل مشقوں کے بعد حاصل ہونے والے ) عمیق ادراک و فہم کو ہر قسم کی مؤثر فعالیت سے کنارہ کشی کرنا پڑے گی جو تاریخی حقائق کو سمجھنے اور منکشف کرنے کیلئے ضروری ہے تا کہ وہ حقائق ،ابہام کے سیاہ پردوں میں چھپ نہ جائیں\_ اس کے علاوہ رجالی بحث کرنے کیلئے ایک شخص کو ایسی بہت ساری مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا اور اس کیلئے ضروری ہوجائے گا کہ وہ ان پر غلبہ پائے تب وہ سندی بحث کرسکتا ہے کہ کون سی بحث و سند ارباب فکر اور اساطین علم کے نزدیک مقبول و معقول ہے \_

ان مشکلات میں سے ایک بڑی مشکل وہ معیار و ضوابط ہیں جنہیں قبول یا رد کرنے کے میزان کے طور پر پیش

کیا گیا ہے جن میں سے بعض کی بنیاد ان کے اپنے محدود عقائد ہیں \_ان میں بہت ساری ابحاث ایسی ہیں جو اگر انسان کے کسی نتیجے تک پہنچنے سے مانع نہ بھی ہوں تو کم از کم انسان کیلئے بے انتہا مشقت اور طویل وقت کے صرف کرنے کا باعث بنتی ہیں\_

بعض لوگوں کی طرف سے تو یہ اصرار ہوتاہے کہ بس ان کے محدود نظریات کے مطابق راہ اختیار کی جائے (خصوصاً عقائد کے مسئلہ میں )چاہے ان کے نظریات حقیقت کے ساتھ ہم آہنگ نہ بھی ہوں \_ اس قسم کے افراد کے بارے میں ہم صرف یہی کہتے ہیں کہ خداوند متعال ہوا پرستی ، تعصب اور شخصی و گروہی منافع کے پیچھے دوڑنے کی صفت سے نجات عطا فرمائے\_

اسی وجہ سے ہم نے یہاں اگر سندی بحث کی بھی ہے تو وہ اس مقبول و معروف قاعدہ کی بناپر ہے : '' الزموہم بما الزموا بہ انفسہم'' یعنی مد مقابل کو اسی چیز کے ذریعہ قائل کرو جس کا وہ خود پابند و قائل ہے \_ یا پھر ان بعض طریقوں کے ذریعہ بحث کی ہے جنہیں تمام نہیں تو اکثر فرقے اور گروہ قبول کرتے ہیں اور ان کے ذریعہ انسان ایسے نتائج تک پہنچ جاتاہے جو سب کے نزدیک قابل قبول ہیں، چاہے ان کو قبول کرنے کی دلیل میں مختلف زمانوں میں ان کے درمیان اختلاف پایا جاتا رہاہو\_

ج: ہم نے اسلام کے بنیادی اصولوں ، قرآن کریم اور پیغمبر اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے اخلاق حسنہ اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی شخصیت سے کچھ ایسے اصولوں کو حاصل کیا ہے جو روایات کے قبول اور رد کرنے کا معیار ہیں اور انہی کے ذریعہ نقل کی جانے والی اکثر روایات کی حیثیت واضح ہوجاتی ہے کہ یہ کس قدر ان مسلم اور بنیادی اصولوں کے ساتھ ہم آہنگ ہیں اور یہی وہ طریقہ ہے جس کے ذریعہ تمام شخصیات کی سیرت، ان کے اخلاق ، ان کے نظریات اور ان کے موقف کو سمجھا جاسکتاہے\_

د: اس کے علاوہ ہم نے تاریخی بحث کے مختلف وسائل اور طریقوں سے استفادہ کیا ہے جن کیلئے بہت تمرین و ممارست کی ضرورت ہوتی ہے جیسے نصوص کے تعارض میں بحث کرنا \_ یا دقیق تاریخی محاسبات کی روشنی میں تاریخی اعتبار سے کسی واقعہ کے ممکن ہونے کی بحث کرنا اور دیگر وہ طریقے جن سے ہم نے تاریخی ابحاث میں استفادہ کیا ہے اور ہمارے قارئین مطالعہ کے دوران ان کی طرف متوجہ ہوجائیں گے\_

5\_ مجموعی طور پر مسلمانوں نے تاریخ اسلام کی تدوین میں بہت اہتمام کیا ہے اور دیگر اقوام وامتوں میں اس کی نظیر نہیں ملتی \_ بہر حال تمام نقائص اور وارد ہونے والے اعتراضات کے باوجود حق یہ ہے کہ انہوں نے امت اسلامیہ کی تاریخ کو رقم کیا اور اسے مستغنی کردیا ہے \_

تاریخی واقعات کے تمام جوانب اور پہلوؤں سے بحث کرنا ایک مشکل کام ہی نہیں بلکہ ہمارے لئے ناممکن تھا،

لہذا ہم نے تاریخ کو رقم کرنے میں ان جوانب سے بحث کی ہے جس کے ذریعہ انسان پیغمبر اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌ کی حیات طیبہ کو تقریباً سمجھ سکتاہے اور اس بارے میں حقائق سے آشنا ہوسکتاہے\_

6 \_ قارئین محترم کیلئے یہ واضح ہوجائے گا کہ ہم نے اپنی اس کتاب میں جتنے کم سے کم حوالوں ،شواہد ،دلائل اور ان کے منابع کی ضرورت تھی اسی پر اکتفا کیا ہے اگر چہ کتاب کے مطالب و حقائق کی تایید اور ان پر تاکید کیلئے اور بھی زیادہ حوالوں اور شواہد کا اضافہ کیا جاسکتا تھا\_

7\_ ہم نے جس نکتہ سے استفادہ کیا یا جس دلیل سے استدلال کیا اسے اس کے قائل ، لکھنے والے یا نقل کرنے والے کی طرف منسوب کیا ہے اس کے علاوہ وہ نکات یا افکار جن کے کوئی منابع ذکر نہیں کئے گئے وہ ہماری اپنی فکر اور ہمارے اپنے نکات ہیں \_

8\_ آخر میں ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ بعض مواقع پر جب فکری نشاط حاصل رہی تو ہم نے فرصت سے استفادہ کرتے ہوئے بعض واقعات میں ان کی تفسیر یا ان پر تنقید و اعتراضات سے گریز نہیں کیا ، اگر چہ اکثر اوقات ہماری بحث اس جہت سے کامل نہ رہی کیونکہ اکثر اوقات اختصار کے ساتھ اس بحث کو سمیٹ لیا گیا لیکن پھر بھی وہمقامات جہاں اس جہت سے کچھ گفتگو کی گئی ہے قارئین محترم کیلئے باعث تسکین و رضایت ہوں گے جیسا کہ خود لکھنے والے کیلئے ثابت ہوئے ہیں\_ اب کتاب کے قاری کو حق حاصل ہے کہ ان استدلالی ابحاث کو پڑھنے کے بعد چاہے اس کی حمایت میں اور چاہے تو اس کی مخالفت میں قضاوت کرے اور اگر اس کا فیصلہ ہمارے حق میں ہوگا تب بھی اسے یہ اختیار حاصل ہے کہ اس کتاب کی گہرائی، دقت اور خوبصورتی میں مزید اضافہ کرے \_

ہمارے ان عرائض کے اختتام پر قارئین محترم سے ہماری گزارش ہے کہ وہ اپنی آراء و مشوروں اور تنقید و اعتراضات سے آگاہ کرکے شکریہ کا موقع دیں گے\_

والحمد لله والصلاة والسلام علی عباده الذین

اصطفی محمد و آله الطیبین الطاهرین

والسلام

جعفر مرتضی حسینی عاملی

تیسرا باب

اعلان نبوت سے لے کر وفات ابوطالب تک

پہلی فصل : ہجرت حبشہ تک

دوسری فصل : ہجرت حبشہ اور اس سے مربوط امور

تیسری فصل : شعب ابوطالب تک کے حالات

چوتھی فصل : شعب ابوطالب میں

پانچویں فصل : ابوطالب مؤمن قریش

پہلی فصل

ہجرت حبشہ تک

مقدمہ:

اسلام قبول کرنے والوں کا تذکرہ اور بعثت کے بعد کے حالات کو بیان کرنے سے پہلے دو اہم باتوں کی طرف اشارہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں\_

پہلی بات تو یہ کہ اسلام کے اہداف اوردنیاوی زندگی کے حوالے سے اس کے مقاصد کیا ہیں، اور دوسری یہ کہ کسی بھی دعوت کا طبیعی طریقہ کار کیسا ہونا چاہیئے اور اس کی ابتدا کہاں سے ہونی چاہیئے؟

اسلام کے اہداف و مقاصد

سب سے پہلے یہ عرض کرتا چلوں کہ اسلام کا اصل مقصد فقط قیام عدل (اگرچہ اس کے وسیع تر مفہوم کے تناظر میں ہی سہی) نہیں\_ کیونکہ اگر مقصد صرف یہی ہو\_ تو پھر دین و عقیدے کی راہ میں جہاد کرنے اور جان کی قربانی دینے کا حکم بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے اور یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیوں ایک انسان تو اپنی جان گنوائے جبکہ دوسرے لوگ زندگی اور اس کی لذتوں سے لطف اندوز ہوتے رہیں\_ علاوہ ازیں خدا کے نزدیک ایثار اور ایثار کرنے والے کے محبوب اور پسندیدہ ہونے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی \_ جس طرح ارشاد خداوندی ہے: (و یؤثرون علی انفسهم و لو کان بهم خصاصة) (1)

کیونکہ اگر فقط عدل مقصود و مطلوب ہو تو پھر ایثار کی کوئی گنجائشے نہیں رہتی \_نیز کینہ و حسد سے پرہیز کا حکم

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ حشر آیت 9\_

بھی غیرمعقول ہو کر رہ جائے گا \_ اس کے علاوہ بھی کئی اور مثالیں ہیں جن کے ذکر کی یہاں گنجائشے نہیں\_ خلاصہ یہ کہ مذکورہ و غیرمذکورہ احکام اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ اسلام کا ہدف صرف قیام عدل میں محدود نہیں بلکہ اس سے بھی اعلی ،اہم اور مقدس ہدف ہے\_

اسلام کا حقیقی ہدف انسان کی انسانیت کو پروان چڑھانا اور اس کی پوشیدہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر اسے اس قابل بنانا ہے کہ وہ زمین پر خلافت الہی کے منصب کی اہلیت پیدا کرے تا کہ خدا اس کے متعلق یہ دعوی کرسکے\_

(و اذ قال ربک للملائکة انی جاعل فی الارض خلیفة) (1)

واضح ہو کہ عدل اور دیگر معنوی مقامات اور کمالات اس اعلی اور مقدس ترین ہدف تک پہنچنے کے وسائل اور مراحل میں سے ہیں، یہ ہدف حقیقی عدل سمیت تمام انسانی کمالات و فضائل اور مکمل خوش بختی و کامرانی کا حامل ہے\_

یہ ہے اسلام کا بنیادی ہدف جس کے حصول کی تگ و دو کی جاتی ہے\_

اس بات کی واضح ترین دلیل درج ذیل آیت ہے جو رسول خدا صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی ذمہ داریوں میں پیام الہی کو لوگوں تک پہنچانے کے ساتھ ساتھ لوگوں کو حکمت کی تعلیم دینے اور ان کے تزکیہ و تطہیر کی ذمہ داریوں کو بیان کرتی ہے:(هو الذی بعث فی الامیین رسولاً منهم، یتلو علیهم آیاته، و یزکیهم، و یعلمهم الکتاب و الحکمة، و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین) (2)

یہ ارشاد بھی قابل غور ہے:

(ما یرید الله لیجعل علیکم من حرج، و لکن یرید لیطهرکم، و لیتم نعمته علیکم، لعلکم تشکرون) (3)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ بقرہ آیت 30\_

2\_سورہ جمعہ، آیت 2\_

3\_سورہ مائدہ، آیت 6\_

خدا تمہیں کسی بے جا سختی میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا وہ تو یہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک و پاکیزہ کرے اور تم لوگوں پر اپنی نعمتوں کو کامل کرے تاکہ تم شکرگزار بنو\_

آیات قرآنی کی طرف رجوع کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ بہت ساری آیات مذکورہ حقیقت پر واضح طور پر دلالت کرتی ہیں\_ بنابرایں مزید دلائل و شواہد اور توضیح و تشریح کی ضرورت باقی نہیں رہتی\_

وزیر اور وصی کی ضرورت

جب ہمیں اسلام کے اصلی مقصد کا علم ہوگیا ہے تو ہم یہ بھی جان سکتے ہیں کہ یہ مقصد نہایت ہی مشکل اور کٹھن ہے\_ اس لئے کہ ابتداء ہی میں یہ ہدف اشخاص کی ذات سے ہی متصادم ہے \_ کیونکہ اس مقصد کے تحقق کے لئے افراد کے عزائز اور نفسانی خواہشات پر غلبہ پانا ضروری ہے تاکہ مثالی انسان کی شخصیت تعمیر ہوسکے\_ اسی طرح معاشرے کی معاشرتی ، سیاسی اور دیگر اصولوں کی بنیادی تبدیلیوں کا ہدف ہے\_ تا کہ شرکی جڑیں اکھاڑ پھینکے اور انحراف کے تمام عوامل و اسباب کو ختم کرڈالے \_ اور اس کے بدلے میں خیر ، برکت ، نیکی اور خوشبختی کے تناور درخت اگائے\_

جی ہاں یہی تو نہایت مشکل ہدف ہے اور اس سے بڑھ کر مشکل کوئی چیز نہیں \_ اس لئے کہ اس کے تحقق اور دوام کے لئے اس وقت تک سخت اور مسلسل جد و جہد کی ضرورت ہے جب تک انسان اپنے اندر وہ تبدیلیاں نہ پالے جس کے لئے خدا نے اسے خلق کیا ہے تا کہ یہ تبدیلیاں اس کی بقاء ، سعادت اور سکون کی عامل بنیں\_اور خدا نے بھی انسان کو ان خواہشات پر قابو پانے اور انہیں ہدف مند کرنے کے وسائل فراہم کئے ہیں\_ لیکن بسا اوقات یہ وسائل ان خواہشات پر قابو پانے میں ناکام ہوجاتے ہیںاور جب تک ان کے درمیان جنگ جاری ہے انحراف کے خطرات منڈلاتے رہتے ہیں\_ اور چونکہ طول زمانہ میں انسان کے وجود کے ساتھ جنگ بھی جاری رہے گی \_ اس لئے انحراف اور بھٹکنے کا خطرہ بھی دائمی رہے گا پس انبیاء کو عقل کو مسحور کردینے والی آیتوں کی تلاوت اور اسلامی احکام کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت اور تزکیہ کی مہم پر توجہ دینے ،

انسانی اور اخلاقی فضائل کو انسان کی ذات میں کوٹ کوٹ کر بھرنے اور پھر اس کی تطبیق اور اس دائمی کشمکش کی نگرانی کرنے کی ضرورت رہے گی \_انہی باتوں سے نبی کے وزیر ، وصی ، مددگار ، بھائی اور حامی کی ضرورت واضح ہوتی ہے \_ پس رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کریم کی جانب سے خلافت پر حضرت علی عليه‌السلام کی تنصیب ،راہ جہاد اور دعوت الی اللہ کے سلسلے میں ایک عقلمندانہ فیصلہ تھا \_ پس دعوت ذوالعشیرة اور اس میں حضرت رسول اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے وصی ، وزیر اور خلیفہ کے عنوان سے حضرت علی عليه‌السلام کی تنصیب کا واقعہ ان بہت زیادہ واقعات میں سے ایک ہے جن میں اس امر خلافت پر قوت اور شدت کے ساتھ تاکید کی گئی ہے\_ دعوت ذوالعشیرة کا واقعہ کچھ یوں ہے:

دعوت ذوالعشیرہ

بعثت کے ابتدائی تین سالوں کے بعد ایک اہم، جدید اورکٹھنمرحلہ کا آغاز ہوا اور وہ تھا اسلام کی طرف اعلانیہ دعوت کا مرحلہ\_

پہلے پہل نسبتاً ایک محدود دائرے سے اس کی ابتدا ہوئی کیونکہ خدا کی جانب سے یہ آیت نازل ہوئی\_ (وانذر عشیرتک الاقربین) (1) یعنی اپنے نزدیکی رشتہ داروں کو (کفر و گمراہی کے عذاب سے) ڈراؤ\_

مؤرخین کے بقول ( الفاظ تاریخ طبری کے ہیں) جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے حضرت علیعليه‌السلام کو بلاکر کھانا تیار کرنے اور بنی عبدالمطلب کو دعوت دینے کا حکم دیا تاکہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ان کے ساتھ گفتگو کرکے حکم الہی کو ان تک پہنچاسکیں\_

پس حضرت علیعليه‌السلام نے ایک صاع (تقریباً تین کلو) آٹے کی روٹیاں تیار کرائیں اور بکرے کی ایک ران بھی پکالی نیز دودھ کا کاسہ بھی بھر کر رکھ دیا\_ بعدازاں انہیں دعوت دی حالانکہ اس وقت ان کی تعداد چالیس کے لگ بھگ تھی جن میں آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے چچا ابوطالب، حمزہ، عباس اور ابولہب بھی شامل تھے\_ حضرت علی عليه‌السلام کا

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ شعرائ، آیت 214\_

بیان ہے کہ انہوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا لیکن کھانا جوں کا توں رہا صرف انگلیوں کے نشان دکھائی دے رہے تھے\_ قسم ہے اس خدا کی جس کے ہاتھ میں علی کی جان ہے وہ کھانا جو میں نے ان کیلئے تیار کیا وہ سارے کا سارا ان میں سے ایک آدمی کھا سکتا تھا\_ اس کے بعد آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے انہیں دودھ پلانے کا حکم دیا\_ میں دودھ کا برتن لیکر ان کے پاس آیا انہوں نے جی بھر کر پیا\_ خدا کی قسم وہ سارا دودھ ان میں سے اکیلا آدمی پی سکتا تھا\_ اس کے بعد جب پیغمبر اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ان سے گفتگو کرنی چاہی تو ابولہب نے پہل کرتے ہوئے کہا کہ تمہارے ساتھی نے تم پر کیسا سخت جادو کردیا\_ یہ سن کر وہ لوگ متفرق ہوگئے اور رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا ان سے گفتگو نہ کرسکے\_

دوسرے دن آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے حضرت علی عليه‌السلام کو حسب سابق دعوت دینے کا حکم دیا\_ چنانچہ جب لوگ کھا پی کر فارغ ہوگئے تو حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ان سے فرمایا:'' اے آل عبدالمطلب خدا کی قسم جہاں تک مجھے علم ہے عرب کا کوئی جوان آج تک اپنی قوم کیلئے کوئی ایسا تحفہ لیکر نہیں آیا جس قسم کا تحفہ میں لایا ہوں\_ میں تمہارے لئے دنیا و آخرت کی سعادت کا تحفہ لیکر آیا ہوں خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہیں اس کی طرف دعوت دوں\_ اب تم میں سے کوئی ہے جو اس امر میں میرا ہاتھ بٹائے تاکہ وہ میرا بھائی، میرا وصی اور تمہارے درمیان میرا جانشین قرار پائے''\_ یہ سن کر سب چپ ہوگئے حضرت علی عليه‌السلام نے عرض کیا: ''اے اللہ کے نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم میں اس امر میں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا ہاتھ بٹاؤں گا''\_ (حضرت علی عليه‌السلام کہتے ہیں کہ) یہ سن کر حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: ''بے شک یہ میرا بھائی، میرا وصی اور تمہارے درمیان میرا جانشین ہے، پس اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو''\_

حضرت علی عليه‌السلام کا کہنا ہے کہ وہ لوگ ہنستے ہوئے اور جناب ابوطالب سے یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ لو اب اس نے تجھے حکم دیا ہے کہ اپنے بیٹے کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو\_ بعض روایات میں صریحاً بیان ہوا ہے کہ جب حضرت علیعليه‌السلام نے اٹھ کر جواب دیا تو آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے آپ کو بٹھا دیا اور اپنی بات کا تکرار کیا\_ حضرت علیعليه‌السلام نے بھی دوبارہ وہی جواب دیا\_ پیغمبر اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے پھر آپ کو بٹھا دیا اور حاضرین کے سامنے تیسری بار اپنی بات دہرائی\_ لیکن سوائے علیعليه‌السلام کے کسی نے بھی جواب نہ دیا\_ اس وقت آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے مذکورہ کلمات ارشاد فرمائے\_

اسکافی کی تصریح کے مطابق آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا: ''یہ ہے میرا بھائی، میرا وصی اور میرے بعد میرا جانشین''\_ یہ سن کر حاضرین نے ابوطالب سے کہا:'' لو اب اپنے بیٹے کی اطاعت کرو محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے تو اسے تمہارے اوپر حاکم بنادیا ہے''\_ (1)

اندھا تعصّب

یہاں اس بات کا تذکرہ ضروری ہے کہ طبری نے اپنی تاریخ میں تو اس حدیث کو مذکورہ بالا انداز میں بیان کیا ہے\_ لیکن معلوم یہی ہوتا ہے کہ بعد میں وہ پشیمان ہوا کیونکہ اس نے اپنی تفسیر میں مذکورہ حدیث کو متن و سند کی رو سے مکمل طور پر اور حرف بہ حرف نقل کیا ہے البتہ ایک عبارت میں تحریف کی ہے اور اسے یوں ذکر کیا ہے:

(فایکم یوازرنی علی هذا الامر، علی ان یکون اخی، وکذاوکذا ...) (2)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ اس واقعہ کے سلسلہ میں مراجعہ ہو، تاریخ طبری ج 2 ص 63، مختصر التاریخ ابوالفدء ج 2 ص 14 (دار الفکر بیروت)، شواہد التنزیل ج 1 ص 372 و ص 421 و کنز العمال طبع دوم ج 15 ص 116\_117 و 113 و 130 از ابن اسحاق و ابن جریرجبکہ احمد، ابن ابوحاتم، ابن مردویہ، ابونعیم اور بیہقی نے الدلائل میں اور تاریخ ابن عساکر میں اسے صحیح ہے ،تاریخ ابن عساکر نیز زندگی نامہ امام علی (بتحقیق محمودی) ج1، ص 87\_88، شرح نہج البلاغة (معتزلی) ج 13 ص 244 از اسکافی، حیات محمد ( ھیکل) طبع اول ص 286 و کامل ابن اثیر ج 2 ص 62،63، السیرة الحلبیة ج 1 ص 286، مسند احمد ج 1 ص 159 نیز رجوع کریں کفایة الطالب ص 205 از ثعلبی، منھاج السنة ج 3 ص 80 از بغوی و ابن ابی حاتم و واحدی و ثعلبی و ابن جریر نیز مسند احمد ج 1 ص 111 و فرائد السمطین بہ تحقیق محمودی ج 1 ص 86 و اثبات الوصیة (از مسعودی) ص 115 و ص 116 والسیرة النبویة ابن کثیر ج 1 ص 460،459، الغدیر ج 2 ص 278،284 بعض مذکورہ کتب سے اور انباء نجباء الابناء ص 46،47 سے نیز شرح الشفا\_ (خفاجی) ج 3 ص 37 و تفسیر خازن ج ص 390 و کتاب سلیم بن قیس وغیرہ اور خصائص نسائی ص 86 حدیث 63 نیز رجوع کریں بحارالانوار ج 38 و درمنثور ج 5 ص 97 از منابع کنز العمال لیکن اس نے اس میں تحریف کی ہے نیز مجمع الزوائد ج 8 ص 302 کچھ کمی کے ساتھ و ینابیع المودة ص 105 و غایت المرام ص 320 ابن بطریق کی کتاب و العمدة و تفسیر ثعالبی و تفسیر طبری ج 19 ص 75 و البدایة و النہایة ج 3 ص 40 و تفسیر ابن کثیر ج 3 ص 350و351\_

2\_تفسیر طبری ج 19 ص 75 \_

''تم میں سے کون اس امر میں میرا مددگار ہوگا تاکہ وہ میرا بھائی اوروغیرہ وغیرہ ہو ... یہاں تک کہ فرما یا یہ میرا بھائی ... وغیرہ وغیرہ ہے''\_\*

ابن کثیر شامی نے بھی یہاں طبری کی تقلید کی ہے چنانچہ اس نے اس حدیث کو تاریخ طبری کی بجائے تفسیر طبری سے نقل کیا ہے حالانکہ تاریخ لکھتے وقت اس نے تاریخ طبری پر اعتماد کرتے ہوئے اسے اپنی تاریخ کا ماخذ قرار دیا ہے\_ (1)

اسی طرح محمد حسین ھیکل (مصری) نے بھی ''حیات محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم '' نامی کتاب کے پہلے ایڈیشن کے صفحہ 104 پر تاریخ طبری سے مذکورہ حدیث نقل کی ہے لیکن دوسرے ایڈیشن مطبوعہ (1354 ھ) کے صفحہ 139 میں ''و خلیفتی فیکم'' کے الفاظ حذف کردیئے اور ''و یکون اخی و وصیی'' لکھنے پر اکتفا کیا ہے\_ یہ کام اس نے پانچ سو جنیة (مصری کرنسی) کی وصولی یا اس کتاب کے ایک ہزار نسخوں کی خریداری کے عوض انجام دیا\_ (2)

ابن تیمیہ اور حدیث الدار (3)

ادھر ابن تیمیہ نے بھی سید الاوصیاء امیرالمومنین حضرت علیعليه‌السلام کے فضائل کو جھٹلانے کے سلسلے میں اپنی عادت کے مطابق حدیث دار کو قبول کرنے سے انکار کیا ہے\_ ابن تیمیہ نے اس حدیث پر جو اعتراضات کئے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ تفسیر ابن کثیر ج 3 ص 351 نیز البدایة و النہایة ج 3 ص 40 والسیرة النبویة از ابن کثیر ج 1 ص 459\_

خلاصہ یہ کہ طبری نے اپنی تفسیر میں ''وصیی وخلیفتی فیکم'' کے الفاظ کو حذف کر کے انکی جگہ کذا وکذا کے مبہم الفاظ لکھ کر تحریف میں اپنی مہارت کا ثبوت دیا ہے\_ (مترجم)

2\_ رجوع کریں: فلسفة التوحید و الولایة ص 179 و ص 132 و سیرة المصطفی ص 131 و130\_

3\_ دعوت ذوالعشیرہ والی روایتیں حدیث الدار اور حدیث انذار کے نام سے بھی معروف ہیں لیکن اردو میں یہ واقعہ دعوت ذوالعشیرہ سے ہی معروف ہے (مترجم)\_

1) طبری کی روایت کے سلسلہ سند میں ابومریم کوفی بھی ہے جس کے متروک ہونے پر سب کا اتفاق ہے\_ احمد نے کہا ہے کہ ''وہ ثقہ نہیں''\_ ابن مدینی نے اس پر حدیث گھڑنے کا الزام لگایا ہے\_

2) روایت کے مطابق حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے عبدالمطلب کی اولاد کو جمع کیا جس کی تعداد چالیس تھی حالانکہ یہ بات واضح ہے کہ اس آیت کے نزول کے وقت آل عبدالمطلب کے مردوں کی تعداد اس قدر زیادہ نہ تھی\_

3) روایت کا یہ بیان کہ ان میں سے ایک شخص اکیلا ہی ایک پورا بکرا کھا جاتا اور اکیلا ہی ایک فُرق (1) دودھ پی جاتا تھا جھوٹ پر مبنی ہے کیونکہ بنی ہاشم میں کوئی شخص ایک بکرا ہڑپ کرنے یا ایک فرق دودھ پی جانے میں معروف نہ تھا\_

4) آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی حمایت میں مثبت جواب دینے کا مطلب یہ نہ تھا کہ جواب دینے والا آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا وصی اور خلیفہ بن جاتا کیونکہ تمام مومنین نے اسلام کی دعوت پر لبیک کہی اس امر میں آپ کی مدد کی نیز اسلام کی راہ میں جان و مال کی قربانی بھی دی علاوہ براں اگر چالیس یا ان میں سے کچھ افراد اکٹھے مثبت جواب دیتے تو کیا وہ سب کے سب آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے خلیفہ بن جاتے؟

5) جناب حمزہ، جعفر اور عبیدہ ابن حرث نے بھی حضرت علی عليه‌السلام کی طرح مثبت جواب دیا تھا بلکہ جناب حمزہ نے تو مومنین کی تعداد چالیس ہونے سے پہلے اسلام قبول کیا تھا\_ (2)

ابن تیمیہ کے اعتراضات کا جواب

ابن تیمیہ کے اعتراضات حقیقت سے دور اور سب کے سب بے بنیاد ہیں کیونکہ ...

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ فرق ایک پیمانہ ہے تین صاع یعنی تقریباً نوکلو\_

2\_ منہاج السنة ج 4 ص 81،83\_

پہلے اعتراض کا جواب

ابومریم کے بارے میں اس کے اعتراض کا جواب ابن عدی کا یہ قول ہے کہ ''میں نے ابن عقدہ کو ابومریم کی تعریف و تمجید کرتے سنا اور اس نے اس کی انتہا درجے کی تعریف بیان کی ہے''\_ (1) شعبہ نے بھی اس کو سراہا ہے\_ (2) ذہبی کا اس بارے میں کہنا ہے کہ وہ صاحب علم تھا اور علم رجال میں دسترس رکھتا تھا\_ (3) ان باتوں کے علاوہ بعض حضرات نے تو صاف صاف کہہ دیا ہے کہ ابومریم کو غیرمعتبر قرار دینے کی وجہ اس کا شیعہ ہونا ہے جبکہ واضح ہے کہ یہ بات اس کے خلاف نہیں جاتی کیونکہ اصحاب صحاح خصوصاً بخاری اور مسلم نے دسیوں اہل تشیع (شیعوں) سے احادیث نقل کی ہیں\_ (4)ان تمام چیزوں سے قطع نظر ، متقی ہندی نے طبری سے نقل کیا ہے کہ اس نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے\_(5) اسی طرح اسکافی معتزلی نے بھی اسے صحیح جانا ہے\_ (6) اور خفاجی نے بھی شرح الشفا میں اس حدیث کی صحت کو قبول کیا ہے\_ (7) احمد بن حنبل نے اس حدیث کو اس سند کے ساتھ نقل کیا ہے جس کے تمام افراد صحاح ستہ کے غیرمتنازعہ افراد ہیںاس سند کے راوی یہ ہیں: شریک، اعمش، منہال، عباد اور حضرت علی عليه‌السلام \_ (8) اگر مذکورہ اعتراض کو تسلیم کر بھی لیں پھر بھی اس حدیث کی اسناد مستفیضہ ہیں (9)اور یہ اسناد ایک

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ الغدیر ج 2 ص 280 و لسان المیزان ج 4 ص 43 کی طرف رجوع کریں\_

2\_ لسان المیزان ج 4 ص 42\_

3،4\_ میزان الاعتدال ذہبی ج 2 ص 640،641 و لسان المیزان ج 3 ص 42 \_

5\_ کنز العمال ج 15 ص 113\_

6\_ شرح نہج البلاغة (معتزلی) ج 13 ص 244 کی جانب رجوع کریں\_

7\_ الغدیر ج 2 ص 28 کی طرف رجوع کریں\_

8\_ الغدیر و نیز مسند احمد ج 1 ص 111 کی طرف رجوع کریں\_

9\_ علم حدیث میں مستفیض اور استفاضہ ایک اصطلاح ہے جس کا معنی راویوں کی ایسی کثرت ہے (یعنی روایت کو کثیر راویوں نے نقل کیا ہو) جس سے یہ اطمینان ہوجائے کہ روایت سچی ہے ، لیکن اس کا درجہ حدیث متواتر سے قدرے کم ہے \_ (مترجم)

دوسرے کی تقویت کرتی ہیں\_ بنابریں کسی ایک سند میں کسی راوی کے ضعف سے حدیث کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا\_

اس سے بھی زیادہ عجیب بات بعض لوگوں کا یہ دعوی ہے کہ کتب حدیث میں اس واقعہ کے بعد مسئلہ خلافت کا تذکرہ نہیں ہوا ہے، کیونکہ جو شخص مذکورہ بالا مآخذ کی طرف رجوع کرے گا وہ جان لے گا کہ مسئلہ خلافت کا تذکرہ دسیوں منابع اور مسانید میں ہوچکا ہے\_

رہی ابوحاتم کی روایت تو اسکے سلسلہ سند پر اس وجہ سے اعتراض ہوا ہے کہ اس میں عبداللہ بن عبدالقدوس موجود ہے جسے دار قطنی نے ضعیف قرار دیا ہے نسائی کا کہنا ہے ''وہ ثقہ نہیں ہے'' اور ابن معین کہتا ہے کہ اس کی کوئی حیثیت نہیں وہ تو خبیث رافضی ہے\_

ان باتوں کے جواب میں شیخ مظفر فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عبدالقدوس پر ان لوگوں کا اعتراض غلط ہے اور تقریب نامی کتاب میں ابن حجر کے اس قول '' انہ صدوق ( وہ راستگو ہیں ) '' سے متصادم ہے ادھر تہذیب التھذیب میں محمدبن عیسی کا قول درج ہے کہ وہ ثقہ ہیں\_ نیز ابن حبان نے بھی اسے ثقات میں شمار کیا ہے\_بخاری کا کہنا ہے'' حقیقت میں وہ راستگو ضرور ہے لیکن ضعیف القول افراد سے حدیث نقل کرتا ہے''\_ علاوہ ازیں وہ سنن ترمذی کے راویوں میں بھی شامل ہے\_

پس انہی مذکورہ افراد کی تعریف ہی مقدم ہے کیونکہ اختلاف مذہب کی بنا پر ایک دوسرے کی مخالفت قابل اعتبار نہیں\_ ہاں اگر ایک مخالف دوسرے کی تعریف کرے تو مقبول ہے\_ ظاہر ہے ان لوگوں نے تشیع کے جرم میں اس پر مذکورہ الزامات لگائے ہیں\_ اگرچہ ہم اسے شیعہ راویوں میں سے شمار نہیں کرتے\_

لیکن ابن عدی کا بیان ہے کہ عموماً اہلسنت حضرات فضائل اہلبیتعليه‌السلام کے بارے میں احادیث نقل نہیں کیاکرتے اور شاید اس (عبداللہ بن عبدالقدوس) پر ان کے الزامات کا راز بھی یہی ہو\_ (1)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ دلائل الصدق ج 2 ص 234\_

دوسرے اعتراض کا جواب

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لفظ ''عبد'' کا اضافہ راویوں نے کیا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ بعض روایات میں صریحاً بیان ہوا ہے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے بنی ہاشم کو دعوت دی\_ (1) کچھ اور روایات میں یوں ذکر ہوا ہے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے تمام بنی عبدالمطلب کو اور بنی مطلب کے بعض افراد کو دعوت دی (2) بنابرایں شاید راوی نے غلط فہمی سے مطلب کی جگہ عبدالمطلب لکھ دیا ہے\_ اس قسم کی غلطیاں اکثردیکھنے میں آتی ہیں\_ اس بیان کی روشنی میں واضح ہوا کہ مذکورہ اعتراض اصل واقعہ (جو متفق علیہ ہے) کے جھٹلانے کا باعث نہیں بن سکتا\_ جب حضرت عبدالمطلب کے دس بیٹے تھے اور اس وقت ان کے سب سے چھوٹے بیٹے کی عمر بھی ساٹھ سال کے قریب تھی پھر جب ان کی اولاد کو بھی ساتھ ملالیں تو کیسے چالیس تک نہیں پہنچیںگے ؟ بلکہ وہ تو اس سے بھی بہت زیادہ ہوجائیں گے پس اس تعداد کو بعید جاننے کی کیا وجہ ہے؟

تیسرے اعتراض کا جواب

شیخ مظفر نے اس کا جواب یوں دیا ہے\_ ''کھانے پینے میں ان کا مشہور نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ حقیقت میں بھی وہ ایسے نہ تھے بلکہ ان کا ایسا ہونا عین ممکن ہے اور اگر ہم تسلیم کرلیں کہ وہ اس حد تک نہ کھاتے تھے تو پھر مذکورہ بات سے یہی مطلب نکلتا ہے کہ راوی نے پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے اس معجزے کو بیان کرنے میں مبالغہ سے کام لیا ہے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے بھیڑ کی ایک ران سے ان سب کو سیر کیا اور دودھ کے ایک برتن سے انہیں سیراب کیا''\_ (3)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ السیرة النبویة از ابن کثیر ج 1 ص 459 از ابن ابی حاتم نیز البدایة و النہایة ج 3 ص 40 اور رجوع کریں کنز العمال ج 15 ص 113، مسند احمد ج 1 ص 113، تفسیر ابن کثیر ج 3 ص 350، ابن عساکر، زندگی نامہ امام علی بہ تحقیق المحمودی ج 1 ص 87 و اثبات الوصیة (مسعودی) ص 115 تاریخ یعقوبی ج 2 ص 27 اور مسند البزار خطی نسخہ در کتابخانہ مراد نمبر 578\_

2\_ الکامل ابن اثیر ج 2 ص 62\_

3\_ دلائل الصدق ج 2 ص 235 \_

چوتھے اعتراض کا جواب

شیخ مظفر فرماتے ہیں کہ یہ اعتراض بھی درست نہیں کیونکہ حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا مذکورہ بیان استحقاق خلافت کیلئے علت تامہ کی حیثیت نہیں رکھتا تھا اور نہ ہی پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے اس بات کا دعوی کیا تھا\_ اگر ایسی بات ہوتی تو پھر آپ کے رشتہ داروں کے علاوہ دیگر لوگ بھی اس کے مستحق ٹھہرتے\_ بلکہ آپ کو حکم ہوا تھا کہ اپنے رشتہ داروں کو خبردار کریں کیونکہ آپ کی حمایت و نصرت کیلئے یہی لوگ زیادہ مناسب تھے\_ بنابرایں یہ مقام فقط انہی کیلئے مختص ہوا\_

نیز آپ کا مقصد ابتدا میں ہی یہ بتا دینا تھا کہ یہ مقام علیعليه‌السلام کے ساتھ مختص ہے کیونکہ اللہ اور اس کے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو بخوبی علم تھا کہ نبی کی دعوت پر لبیک کہنے اور آپ کی مدد کرنے والا علیعليه‌السلام کے سوا کوئی نہ ہوگا\_ بنابرایں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کا یہ طرز عمل لوگوں کے اوپر اتمام حجت کرتے ہوئے حضرت علیعليه‌السلام کی امامت کے اثبات کےلئے تھا\_ اگر بالفرض آپ کی دعوت پر دوسرے افراد بھی لبیک کہتے تو آپ ان لوگوں کے درمیان میں سے زیادہ مناسب فرد کا انتخاب فرماتے\_ (1)

محقق جلیل سید مہدی روحانی نے شیخ مظفر کے مذکورہ بیان کی یوں وضاحت کی ہے کہ حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا خطاب سب کیلئے تھا لیکن آپ ان لوگوں کی فطری عادتوں، خصلتوں اور طبیعتوں کے پیش نظر جانتے تھے کہ سوائے علیعليه‌السلام کے ان میں سے کوئی بھی ہامی نہیں بھرے گا\_ مزید یہ کہ خدا نے بھی آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو اس امر کی اطلاع دی تھی\_ قول مصنف: اس حقیقت کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جسے ہم سید ابن طاؤوس کی زبانی بحارالانوار سے نقل کریں گے\_ بحار میں''ماذا قال النبی یوم الانذار'' (نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے دعوت ذوالعشیرہ کے دن کیا فرمایا) کے عنوان سے اس کا تذکرہ ہوا ہے\_

وہاں پر ہم نے یہ عرض کیا ہے کہ یہی روایت قرآن کی آیت سے ہم آہنگ ہے\_ کیونکہ اسحدیث میں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا: ''خدا نے کسی بھی نبی کو مبعوث نہیں کیا مگر یہ کہ اس کے قریبوںمیں سے کسی کو اس کا بھائی وزیر، وصی اور وارث قرار دیا ہے\_ یقینا اس نے گذشتہ انبیا کی طرح میرے لئے بھی ایک وزیر مقرر کیا ہے''\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ دلائل الصدق ج 2 ص 236\_

پھرفرمایا:'' اللہ کی قسم اس نے مجھے اس بات کی خبر دی ہے اور اس کا نام بھی مجھے بتادیا ہے لیکن اس اللہ کا حکم یہ ہے کہ میں تمہیں دعوت دے کر نصیحت کروں اور اس مسئلے کو تمہارے سامنے پیش کروں تاکہ آئندہ تمہارے پاس کوئی بہانہ نہ رہے اور حجت تمام ہوجائے''\_(1)

محقق روحانی نے اس بات کا بھی احتمال دیا ہے کہ شاید حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا مقصد یہ ہو کہ اس خطاب کے نتیجے میں کوئی ایک فرد جواب دیدے\_ اسی لئے ان سے فرمایا ''تم میں کون ہے جو میرا ہاتھ بٹائے'' بنابرایں سب سے پہلے لبیک کہنے والا ہی آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے وعدے کا مستحق ٹھہرتا\_ ایک سے زیادہ افراد کا جواب دینا بہت بعید ہے اور عرف عام میں اس احتمال کی کوئی وقعت نہیں\_ بالخصوص یہ اعتراض اس وقت ہوسکتا ہے جب ایک سے زیادہ افراد باہم جواب دیتے حالانکہ یہ تو اور بھی بعید تھا\_

اس پر مزید یہ کہ حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو علم تھا کہ ان میں سے سوائے ایک فرد کے کوئی بھی مدد کرنے کیلئے تیار نہیں ہوگا\_

البتہ بعض بزرگان کا کہنا ہے کہ رسول کی مدد سے مراد چند امور میں ہاتھ بٹانا ہوہی نہیں سکتا \_ کیونکہ تمام اصحاب اپنے مرتبے کے اختلاف کے باوجود بھی رسول اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا ہاتھ بٹایا کرتے تھے پس یہاں پر نصرت سے مراد تمام امور اور حالات میں مدد کرنا ہے\_ اور دین میں مکمل مدد صبر اور علم کے بلند مرتبہ اور درجہ عصمت تک بلندی روح کی متقاضی ہے \_ جس کا مطلب یہ ہے کہ صرف مذکورہ صفات کا حامل ہی امامت کا مستحق ہوسکتا ہے \_ کوئی اور شخص مثلا ظالم آدمی نہیں ہوسکتا کیونکہ خدا فرماتا ہے '' لا ینال عہدی الظالمین'' میرا عہدہ ظالموں کو نہیں مل سکتا\_ اور ایسا شخص صرف علی عليه‌السلام ہی ہوسکتا ہے\_

قول مصنف : حضرت علی عليه‌السلام کی امامت اور خلافت نبی کی طر ف سے بھی نہیں بلکہ خدا کی طرف سے عطا کردہ ہے تا کہ مانگی گئی اور ترغیب دی گئی مدد کا نتیجہ بنے\_ حالانکہ نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم جانتے تھے کہ علی عليه‌السلام کے سوا اور کوئی جواب دینے والا نہیں ہے\_ پس دعوت ذوالعشیرہ کا ماجرا ا تمام حجت کے لئے تھا تا کہ کوئی بہانہ بھی باقی نہ رہے پس جناب مظفر صاحب کی بات ہی بہتر اور حقیقت کے قریب ہے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ بحارالانوار ج 18 ص 215،216 نے سعد السعود ص 106 سے نقل کیا ہے\_

پانچویں اور آخری اعتراض کا جواب

یہ آخری اعتراض تو کسی صورت میں بھی درست نہیں کیونکہ اولاً: جناب حمزہعليه‌السلام کا قبول اسلام اس وقت مانع بن سکتا ہے جب یہ آیہ انذار کے نزول سے قبل واقع ہوا ہو اور ہم تو اس کا احتمال بھی نہیں دے سکتے چہ جائیکہ اس کا یقین کریں\_

کیونکہ جناب حمزہعليه‌السلام کے قبول اسلام کی کیفیت میں منقول روایات کی رو سے صریحاً نہیں تو بظاہر یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آپ اعلانیہ دعوت اسلام کے بعد اس وقت مسلمان ہوئے جب قریش کھل کر حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی مخالفت پر اتر آئےتھے اور حضرت ابوطالب کے ساتھ ان کے مذاکرات بھی ہوچکے تھے\_

ثانیاً: اگر ہم مذکورہ بات کو تسلیم بھی کرلیں (1)تو ممکن ہے دعوت ذوالعشیرہ کا واقعہ خفیہ دعوت کے دوران اورجناب حمزہ کے قبول اسلام سے پہلے پیش آیا ہو\_ البتہ یہ اس صورت میں ممکن ہے جب حضرت حمزہ کا قبول اسلام بعثت کے دوسرے سال واقع ہوا ہو اورجناب حمزہ اور ابوجہل کے درمیان پیش آنے والا واقعہ ایک حد تک دعوت اسلام کو آشکار کرنے کا باعث بنا ہو\_ اور قریش نے خفیہ دعوت کے دوران ہی نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو تنگ کرنے کا سلسلہ شروع کردیا ہو\_ رہا مسئلہ دوسرے مسلمانوں کا تو ان کے ساتھ آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے روابط مخصوص طرز پر تھے اور ان کے قبول اسلام کے بارے میں رازداری برتی جاتی تھی\_ ہماری بات کی تائید اس آیت (فاصدع بما تو مر) سے ہوتی ہےکیونکہ اسی آیت کے باعث اسلام کی خفیہ دعوت نے اعلانیہ دعوت کی شکل اختیار کرلی اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ دعوت ذوالعشیرہ کا واقعہ اس سے پہلے کا ہے\_

ثالثاً: اگر حضرت حمزہ اس وقت اسلام لابھی چکے ہوتے تو ان کی مثال حضرت ابوطالب جیسی تھی اور ان دونوں نے اپنے آپ کو اس دعوت کا مطلوب و مقصود ہی نہ سمجھا تھا (یعنی ان دونوں کو علم تھا کہ اس دعوت سے ہم مراد نہیں ہیں) خصوصاً جب وہ دیکھ رہے تھے کہ پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے بعد ان کا زندہ رہنا نہایت مشکل ہے\_ کیونکہ حضرت حمزہ تقریباً حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ہم عمر تھے اور حضرت ابوطالبعليه‌السلام تو نہایت عمر رسیدہ تھے اور حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی وفات تک

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ کہ جناب حمزہ عليه‌السلام نے خفیہ دعوت اسلام کے موقع پر اسلام قبول کیا تھا \_ (مترجم)

ان کے زندہ رہنے کی توقع نہ تھی\_ بنابرایں اس بات کی گنجائشے نہ تھی کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی اپنے آپ کو پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے بعد آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا جانشین بننے کیلئے پیش کرتا\_

خلاصہ یہ کہ ابن تیمیہ کے سارے اعتراضات بے حقیقت سراب کی مانند ہیں یا اس راکھ کی طرح ہیں جسے تند و تیز ہوا اڑا کر لے جائے\_

واقعہ انذار اور چند اہم نکات

الف\_ غیر معتبر روایتیں

ابن تیمیہ نے اس قسم کی احادیث کو تقویت دینے کی کوشش کی ہے جو نہ صرف حضرت علی عليه‌السلام اور اہل بیت کو منظر سے ہٹا دیتی ہیں بلکہ عمومی طور پر بنی ہاشم کو بھی نظروں سے اوجھل کردیتی ہیں\_ مثال کے طور پر بخاری اور مسلم و غیرہ کی وہ روایات جو کہتی ہیں کہ جب آیہ (و انذر عشیرتک الاقربین) اتری تو رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے قریش کو جمع کیا، جب سب جمع ہوگئے تو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے عمومی اور خصوصی دعوت دے کر فرمایا:'' اے بنی کعب بن لوی اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ، اے بنی مرة بن کعب اپنے آپ کو عذاب آتش سے بچاؤ، اے بنی ہاشم آتش الہی سے بچو، اے بنی عبدالمطلب عذاب آتش سے بچو\_ اور اے فاطمہ بنت محمد آتش الہی سے اپنے آپ کو بچاؤ''\_ (1)آخر روایت تک\_

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے بنی ہاشم کو جمع کیا، مردوں کو دروازے کے سامنے بٹھایا اور عورتوں کو گھر کے اندر بٹھایا پھر بنی ہاشم سے بات چیت کی\_ اس کے بعد اپنے گھر والوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:'' اے عائشہ بنت ابوبکر اے حفصہ بنت عمر اے ام سلمہ اے فاطمہ بنت محمد اے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی چچی ام

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ رجوع کریں: منھاج السنة ج 4 ص 83 و درالمنثور ج 5 ص 95 اور 96 از احمد، عبد بن حمید، بخاری، مسلم، ترمذی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت عائشہ ، انس، عروہ بن زبیر، براء اور قتادہ سے نقل کیا ہے نیز تاریخ الخمیس ج 1 ص 287\_

زبیر رضائے الہی کے بدلے اپنی جانوں کا سودا کرواور اپنی نجات کیلئے جدوجہد کرو\_ میں خدا کی جانب سے تمہارے لئے کچھ بھی نہیں کرسکتا''\_ یہ سن کر حضرت عائشہ رو پڑی اور کہا ... (اس کے بعد رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ اور حضرت عائشہ کے درمیان گفتگو کا تذکرہ ہے)\_ (1)

ان کے علاوہ دیگر روایات بھی منقول ہیں جن میں آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی جانب سے قریش کو دعوت دینے اور ان کو ڈرانے کا تذکرہ موجود ہے\_ حقیقت یہ ہے کہ یہ روایات درست نہیں ہوسکتیں کیونکہ:\_

1) جیساکہ پہلے ذکر ہوچکا ہے کہ اس وقت تک حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی ولادت بھی نہیں ہوئی تھی \_

2) حضرت عائشےہ، (2) حضرت حفصہ اور ام سلمہ سے اس وقت تک رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی شادی ہی نہیں ہوئی تھی اور نہ وہ آپ کے اہل میں شامل تھیں ان تینوں سے آپ کی شادی کئی سال بعد مدینے میں ہوئی\_

3) یہ روایات ان احادیث کے منافی ہیں جن کے مطابق آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے قریش کو اس وقت دعوت اسلام دی جب (فاصدع بما تو مر ...) والی آیت نازل ہوئی\_ اور '' و انذر عشیرتک الاقربین'' والی آیت کے نزول پر قریش کو دعوت نہیں دی تھی\_

4) یہ روایات خود قرآن کی آیت (انذر عشیرتک الاقربین) کی بھی مخالف ہیں کیونکہ یہ آیت آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو نہ تو تمام قبیلہ والوں کو دعوت کا حکم دیتی ہے اور نہ ہی تمام لوگوں کو بلکہ صرف اپنے قریبی رشتہ داروں کو اسلام کی دعوت دینے کا حکم دیتی ہے \_ظاہر ہے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے قریبی رشتہ دار یا تو بنی ہاشم ہوسکتے ہیں یا بنی عبدالمطلب اور بنی مطلب\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ درالمنثور ج5 ص 96 از طبرانی و ابن مردویہ از ابی امامہ\_ یہ روایات دیگر متعدد منابع میں بھی موجود ہیں خصوصاً جن مآخذ کا ذکر ہم نے اس بحث کی ابتدا میں کیا تھا\_

2\_ عجیب بات تو یہ ہے کہ ان کے عقیدے کی رو سے حضرت عائشہ بعثت کے پانچویں سال پیدا ہوئیں اور دعوت ذوالعشیرہ کا واقعہ بھی اسی سال کی بات ہے یوں وہ صریحاً تضاد گوئی کے شکار ہوئے ہیں\_ اگرچہ ہمارا نظریہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ بعثت سے کئی سال قبل پیدا ہوئیں جس کی طرف اشارہ ہوگا\_ انشاء اللہ تعالی\_

واقعہ انذار کے کئی بار واقع ہونے کا قول بھی اس ا شکال کو دور نہیں کرسکتا\_ کیونکہ روایات صریحاً کہتی ہیں کہ یہ واقعہ مذکورہ آیت کے نزول کے ساتھ ہی پیش آیا\_

ان باتوں کے علاوہ یہ روایات اسناد کے لحاظ سے بھی قابل اعتراض ہیں کیونکہ ان احادیث کے راویوں میں سے کوئی بھی مورخین کے بقول دعوت ذوالعشیرہ کے وقت موجود نہ تھا\_

ب\_ '' خلیفتی فی اھلی ''سے کیا مراد ہے؟

شیخ مظفر کے بقول یہ بات واضح ہے کہ حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ''خلیفتی فیکم'' یا ''خلیفتی فی اهلی'' فرمانے پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا کیونکہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے بیک وقت دو ایسے خلیفے نہیں ہوسکتے جن میں سے ایک خاص ہو دوسرا عام بلکہ جو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا خلیفہ خاص ہوگا وہی آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا خلیفہ عام بھی ہوگا\_

یہاں پر صحیح ترین عبارت ''من بعدی'' ہی ہوسکتی ہے (جیساکہ دیگر روایات میں بھی موجود ہے) یا پھر پیغمبر اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ''فیکم'' پر مشتمل ارشاد میں آپ کے حقیقی مخاطب ایمان لانے والے لوگ تھے\_

رہا بعض لوگوں کا یہ دعوی کہ ''خلیفتی فی اهلی'' یا ''فیکم'' سے مراد وہ شخص ہے جو ان کے دنیاوی امور کا ذمہ دار ہو تو یہ بات تاریخی حقیقت نہیںرکھتی\_ کیونکہ واضح ہے کہ حضرت علیعليه‌السلام کسی ہاشمی کے دنیاوی امور کے ذمہ دار نہیں تھے\_ اگر کوئی یہ کہے کہ مراد فقط حضرت حسنینعليه‌السلام اور حضرت فاطمہعليه‌السلام ہیں تو اس کا جواب بھی واضح ہے\_ کیونکہ جناب حسنینعليه‌السلام ( حتی کہ ان کی والدہ بھی )اس وقت پیدا نہیں ہوئے تھے مزید یہ کہ وہ خلافت کی بنیاد پر ان کے کفیل نہیں تھے بلکہ وہ ویسے ہی ان تینوں کے نفقہکے ذمہ دار تھے\_ ان کے علاوہ دیگر لوگوں کے اخراجات آپ کے ذمہ نہ تھے اور نہ ہی آپ نے عملاً اس کام کو انجام دیا\_ (1)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ دلائل الصدق ج 2 ص 239 کی طرف رجوع کریں \_

ج\_ فقط رشتہ داروں کی دعوت کیوں؟

واضح سی بات ہے کہ نزدیکی رشتہ داروں کی دعوت آپ کے مشن کی بنیادوں کو مضبوط کرنے اور آپ کے پیغام کو پھیلانے کا بہترین ذریعہ تھی\_ کیونکہ اصلاح کی ابتدا ہمیشہ اندر سے ہونی چاہیئے تاکہ اپنے اہل خاندان اور قبیلہ کی حمایت حاصل کرنے کے بعد دوسروں کی جانب اطمینان، ثابت قدمی اور عزم راسخ کے ساتھ رخ کیا جا ئے\_

علاوہ ازیں ان کو دعوت دیکر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم باہمی روابط اور جذبوںکے حوالے سے قوت و ضعف کے اندرونی عوامل کو پرکھ سکتے تھے اور مستقبل میں حاصل ہونے والی حمایت کا اندازہ لگا کر اس کی روشنی میں اپنے اقدامات اور پالیسیوں کی حدود کو معین فرما سکتے تھے\_

یہ بھی بتاتے چلیں کہ جب آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے قریبی رشتہ داروں سے دعوت اسلام کا آغاز کیا اور اس مرحلہ میں بھی کسی کو کوئی امتیاز اور خصوصیت دینے پر تیار نہیں تھے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کو بھی جان لینا چاہئے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اعتماد بہ نفس رکھتے ہیں اور اپنے دعوے کے صحیح ہونے پر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو پورا یقین ہے \_ کیونکہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اپنے سب سے پیارے افراد کے لئے یہ بھلائی چاہتے ہیں کہ وہ ان مؤمنین کی صف میں شامل ہوجائیں جو اس دین کی راہ میں سب سے بڑی قربانی دینے پر بھی تیار ہیں\_ اور ہم نے دیکھا کہ واقعہ مباہلہ میں نصاری اس بات کا ادراک کرتے ہوئے مباہلہ کئے بنا واپس لوٹ گئےیہ بھی پیش نظر رہے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ ایک ایسے معاشرے میں زندگی گزار رہے تھے جس میں باہمی تعلقات کی بنیاد ''قبیلہ'' تھی\_ بنابریں چونکہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم بنیادی اور تقدیرساز اقدامات کرنا چاہتے تھے اور اس بات پر بھی ذاتی طور پر راضی نہ تھے کہ اپنے موقف کی حمایت یا اپنے اہداف کے حصول میں قبیلہ پرستی شامل ہو جائے، لہذا اس بات کی ضرورت تھی کہ آپ رشتہ داروں کے معاملے میں ایک واضح موقف اپناتے اور انہیں مکمل آزادی اور صدق دل کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو واضح طور پر سمجھنے کا موقع فراہم کرتے\_ تاکہ اس سلسلے میں معاشرے میں رائج کسی بھی قسم کے خاندانی و قبائلی تعلقات کے دباؤ سے کام نہ لیا جائے کیونکہ یہ اسلام کی نظر میں صحیح نہیں تھا\_

یہیں سے یہ حقیقت بھی کھل کر سامنے آتی ہے کہ مختلف حالات کا سامنا کرنے اور ان کاحل پیش کرنے کے بارے میں اسلام کی روش کیا ہے\_ اسلام نہیں چاہتا کہ اپنے مقاصد اور مفادات کے حصول کیلئے لوگوں کی سادگی اور جہالت سے فائدہ اٹھائے\_ یہاں تک کہ ان غلط رسوم و عادات سے بھی جنہیں لوگوں نے اپنی مرضی سے اپنایا ہو\_

اسلام وسیلے کو ہدف کا ایک حصہ سمجھتا ہے\_ بنابرایں وسیلے کو ہدف سے ہم آہنگ ہونا چاہیئے\_ جس طرح ہدف مقدس ہے اسی طرح وسیلہ کا بھی مقدس اور پاک ہونا ضروری ہے\_ خدا ہمیں اسلام کی ہدایت پر چلنے اور اس کی تعلیمات سے متمسک رہنے کی توفیق عنایت فرمائے\_

خدا ہی امیدوں کا بہترین مرکز ہے اور طلب حوائج کیلئے سب سے زیادہ صاحب بخشش ہستی ہے\_ بہرحال شیخ بطحاء ابوطالب کی طرف سے تعاون اور مدد کے بھرپور وعدے کے بعد پیغمبر اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اس جلسہ سے نکلے\_ کیونکہ ابوطالبعليه‌السلام نے جب ابولہب کے نامعقول اور غیرانسانی موقف کو دیکھا تو فرمایا: ''اے پست انسان ،اللہ کی قسم ہم ضرور ان کی مدد کریں گے\_ (پھر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ سے کہا) اے بھتیجے جب تم اپنے رب کی طرف دعوت دینا چاہو تو ہمیں پکارو ہم مسلح ہو کر تمہاری مدد کریں گے''\_ (1)

د\_ علی عليه‌السلام اور واقعہ انذار

ہم نے مشاہدہ کیا کہ نبی اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے دعوت ذوالعشیرہ کے دن چالیس افراد کی میزبانی کے فرائض سنبھالنے کیلئے حضرت علی عليه‌السلام کا انتخاب کیا اور حکم دیا کہ کھانا تیار کر کے انہیں بلائیں اس لئے کہ حضرت علی عليه‌السلام آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ہی کے گھر میں اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ہی کے ساتھ ہوتے تھے\_حالانکہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم جناب خدیجہ سے بھی کھانا تیار کرنے کو کہہ سکتے تھے کیونکہ بظاہر یہ دعوت رسول کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے گھر میں ہوئی نیز اس کام کیلئے دیگر لوگ بھی موجود تھے جو حضرت علی عليه‌السلام سے زیادہ مشہور تھے، مثلاً حضرت ابوطالبعليه‌السلام یا حضرت جعفر جو عمر کے لحاظ سے حضرت علی عليه‌السلام سے بڑے تھے اور ان کے علاوہ دوسرے افراد جن کی شخصیت اور نفوذ سے استفادہ کرسکتے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ تاریخ یعقوبی، ج 2 ص 27،28\_

جی ہاں حضرت علی عليه‌السلام کا انتخاب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے بذات خود فرمایا تھا\_کیونکہ حضرت علی عليه‌السلام اس وقت عمر کے لحاظ سے اگر چہ چھوٹے تھے، لیکن درحقیقت عقل کے لحاظ سے بڑے تھے\_ آپ عظیم خصوصیات اور لیاقتوں کے مالک، نیز روحانی و معنوی بزرگی کے حامل تھے\_ آپ کے اہداف و مقاصد عظیم تھے\_ اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ حاضرین میں آپ ہی واحد فرد تھے جس نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی دعوت پر لبیک کہا اور آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی مدد و نصرت کا اعلان کیا\_ ساتھ ساتھ نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اکرم نے بھی اس دن علی عليه‌السلام کے کردار کی بناء پر آپ کو اپنا بھائی، وصی اور خلیفہ ہونے کا اہل سمجھا \_یہ وہ مقام تھا جس تک کوئی رسائی حاصل نہ کرسکتا تھا بلکہ ایک دن کے لئے بھی اس کے حصول کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتا تھا \_

لیکن حضرت علی عليه‌السلام نے کمسنی کے باوجود اس مقام کوپالیا اور باقی سب کو پیچھے چھوڑ دیا\_ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی آغوش میں پرورش پائی\_ حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے آپ کی کفالت و تربیت کی تھی\_ وہ آپ کو کھانا ٹھنڈا کر کے کھلاتے اور علی عليه‌السلام آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی خوشبو سونگھتے تھے\_ حضرت علی عليه‌السلام حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے نقش قدم پر اس طرح چلتے جس طرح اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے پیچھے ہوتا ہے\_ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ آپ کو بیٹے کی طرح چاہتے تھے\_ (1)

( و ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء و الله ذوالفضل العظیم )\_

ھ\_ ابولہب کا موقف

ابولہب نے دعوت اسلام کی حقیقت کو سمجھ لیا تھا اور اندازہ کرلیا تھا کہ اب یہ تحریک سنجیدگی کے مرحلے میں داخل ہوچکی ہے \_ وہ ایک نیا معجزہ اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہا تھا\_ اس سے قبل بھی وہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا سے

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی جانب سے حضرت علیعليه‌السلام کی کفالت کے باعث شیخ الابطح ابوطالبعليه‌السلام پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا( جیساکہ بعض لوگ گمان کرتے ہیں )کیونکہ جناب عبداللہ اور جناب ابوطالب اپنے باقی بھائیوں کے برخلاف ایک ہی ماں سے پیدا ہوئے تھے\_ ادھر نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی پرورش ابوطالبعليه‌السلام نے کی تھی\_ حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم فاطمہ بنت اسد کو ماں کہہ کر پکارتے تھے حضرت ابوطالب اور ان کی زوجہ حضرت فاطمہ بنت اسد رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کا بڑا خیال رکھتے تھے اسی طرح رسول اللہ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اور حضرت علی عليه‌السلام کی عمروں میں تفاوت کو مدنظر رکھتے ہوئے ( یہ کہا جاسکتاہے کہ ) حضرت علی عليه‌السلام بھی رسول اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے لئے بیٹے کی حیثیت رکھتے تھے\_

متعدد معجزات و کرامات کا مشاہدہ کرچکا تھا اور آج بھی اس نے دیکھا کہ کس طرح گوشت کی ایک ران اور دودھ کا ایک برتن چالیس افراد کیلئے کافی ثابت ہوا\_

ابولہب اس دین کی حقیقت اور اہداف کو سمجھ رہا تھا جس کی جانب حضرت محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ہدایت فرمارہے تھے اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ حضرت محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے نزدیک ان امتیازات کی کوئی حیثیت نہیں جو طاقت، ظلم و عدوان اور ناجائز طریقوں سے حاصل ہوئے ہوں\_ بنابرایں وہ اپنی غیرمعقول سوچ کے مطابق یہ ضروری سمجھتا تھا کہ اس دین کے مقابلے پر اتر آئے اور ہر ممکنہ طریقے سے اس دین کو اس کے اہداف تک پہنچنے سے روکے اور آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو موقع سے فائدہ اٹھانے کی مہلت نہ دے تاکہ یوں ایک طرف سے وہ اپنے مفادات کو بچائے، اور دوسری جانب سے اپنے سینے میںکینے اور حسد کی بھڑکتی ہوئی آگ کو ٹھنڈا کرسکے\_ اس کینے کی کوئی وجہ اور بنیاد نہ تھی سوائے اس کے کہ وہ نبی اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی ذات میں صفات جمیلہ اور اخلاق کریمہ کا مشاہدہ کرتا تھا\_ ظاہر ہے اس کی نظر میں اس سے بڑا جرم اور کیا ہوسکتا تھا\_

ابولہب نے عملی طور پر اس کینہ و حسد کا ثبوت دیا\_ اس نے کھانے والے معجزے کو (جسے سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا) غلط رنگ دیا اور رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ پر جادو کا الزام لگاتے ہوئے کہا: ''تمہارے ساتھی نے تم پر بڑا سخت جادو کر دکھایا''\_ یہ سن کر وہ لوگ اس دن چلے گئے اور رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ اپنے دل کی بات نہ کرسکے\_ یہاں تک کہ دوسرا دن آیا اور حضور اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم حکم الہی کو ان تک پہنچانے اور اتمام حجت کرنے میں کامیاب ہوئے جیساکہ پہلے ذکر ہوچکا ہے\_

و\_ پہلے انذار پھر ...

واقعہ انذار کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ بتانا ضروری ہے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کو خدا کی جانب سے حکم ہوا تھا کہ آپ پہلے اپنے نزدیکی رشتہ داروں کو ڈرائیں چنانچہ ارشاد ہوا: (وانذر عشیرتک الاقربین) (1)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ شعرائ، آیت 214\_

اوردوسرے لوگوں کے معاملے میں بھی یہی صورت حال تھی\_ چنانچہ سورہ مدثر میں (جو بعثت کے اوائل میں نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے) اللہ نے اپنے پیارے نبی سے فرمایا: (قم فانذر) اے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اٹھو اور لوگوں کو (عذاب الہی سے) ڈراؤ\_ (1)\_

ایسا کیوں ہے ؟ حالانکہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ لوگوں کیلئے مبشر و نذیر (خوشخبری دینے اور ڈرانے والے) کی حیثیت سے مبعوث ہوئے تھے جس طرح خود قرآن ، ہدایت بھی ہے اور بشارت بھی\_ اس کی علت واضح ہے کیونکہ لوگ ابتدائے بعثت میں کافر تھے اور ظلم و انحراف کی آخری حدوں کو چھو رہے تھے\_ بنابریں پہلے ان کو ڈرانے کی ضرورت تھی تاکہ وہ اس خطرناک صورتحال کی طرف متوجہ ہوں جس میں وہ زندگی گزار رہے تھے اور ان خوفناک و تباہ کن نتائج سے باخبر ہوں جو مذکورہ صورتحال کے نتیجے میں پیش آتے ہیں\_ عذاب کی جانب ان کی توجہ ، غفلت سے بیدار ہونے اور اس خطرناک صورتحال سے نکلنے کے لئے عملی قدم اٹھانے کے لئے مؤثر ہوسکتی تھی\_

اس کے بعد انفرادی و اجتماعی سطح پر معاشرے کو غلط آداب و رسوم اور خرابیوں سے نجات دلانے اور اجنبی اوربے سور افراد سے پاک کرنے کا مرحلہ آتا\_ اس کے ساتھ ساتھ صحیح انسانی جذبات، باہمی روابط اور سب سے بڑھ کر فکری و تہذیبی سطح پر اسلامی معاشرے کو صاف اور مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے کی باری آتی\_ پھر اس اسلامی معاشرے کو کائنات، زندگی اور طاقتور ہوتے ہوئے بھی کمزور انسان کے حقیقی مفہوم سے آگاہ کرنے کا موقع ملتا اور انسان کی باطنی تعلیم و تربیت و اصلاح کیلئے قدم اٹھایا جاسکتا،جو نبی، امام اور مبلغین حق کی ذمہ داری ہے،چنانچہ کتاب کے اس حصّہ کے شروع میں ہم نے اس آیت قرآنی کی طرف اشارہ کیا: (هو الذی بعث فی الامیین رسولاً منهم یتلوعلیهم آیاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة) یعنی اللہ ہی نے مکہ والوں میں ،انہی میں سے ایک رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتا اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی باتیں سکھاتا ہے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ مدثر/2\_

اسلام کے طریقہ تبلیغ کے بارے میں جو کچھ ہم نے عرض کیا وہ درحقیقت ہر اس دعوت یا تحریک کا فطری تقاضا ہے جو بنیادی اصلاح اور مشکلات زندگی کو حل کرنے کی طالب ہو\_

ز\_روز انذار رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کا فرمان :

بعض کتابوں میں مذکور ہے کہ حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا: ''اے اولاد عبدالمطلب میں خدا کی جانب سے تمہیں ڈرانے آیا ہوں میں وہ چیز لے کر آیا ہوں جسے اب تک کوئی عرب لیکر نہیں آیا اگر میری اطاعت کرو گے تو ہدایت، فلاح اور نجات پاؤگے آج کے اس کھانے کے بارے میں مجھے خدا کی جانب سے حکم ہوا تھا\_ پس میں نے اسے تمہارے لئے تیار کیا جیساکہ حضرت عیسی عليه‌السلام نے اپنی قوم کیلئے کھانے کا بندوبست کیا تھا \_اس کے بعد اگر تم میں سے کسی نے کفران کیا تو خداوند عالم اس کو ایسے شدید عذاب میں مبتلاکرے گا کہ پورے عالم میں کسی اور کو مبتلا نہ کیا ہوگا پس خدا سے ڈرو اور میری بات سنو\_

اے بنی عبدالمطلب جان لو کہ خدا نے کسی نبی کو بغیر کسی بھائی، وزیر، وصی اور وارث کے مبعوث نہیں کیا\_ بتحقیق اس نے میرے لئے بھی کسی کو وصی قرار دیا ہے جس طرح مجھ سے پہلے والے انبیاء کیلئے قرار دیا تھا\_ بے شک اللہ نے مجھے تمام لوگوں کی طرف بھیجا ہے اور مجھ پر یہ حکم نازل کیا ہے (وانذر عشیرتک الاقربین) یعنی اپنے قریبی رشتہ داروں اور مخلص لوگوں کو خدا کا خوف دلاؤ\_

خدا کی قسم اس نے مجھے اپنے وصی اور وزیر کی خبر دی ہے اور اس فرد کا نام بھی بتا دیا ہے لیکن میں تمہیں دعوت دیتا ہوں اور نصیحت کرتا ہوں\_ نیز تمہیں اس عہدے کی پیشکشکرتا ہوں تاکہ بعد میں تمہارے لئے کوئی بہانہ نہ ر ہے، تم لوگ میرے رشتہ دار اور میرے قبیلہ والے ہو \_پس تم میں سے کون ہے جو اس امرکی طرف پیش قدمی کرے تاکہ وہ خدا کی راہ میں میرا بھائی میرا وزیر اور مددگار بنے''\_ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کا یہ کلام کتاب کی اس فصل کی ابتدا میں مذکور عبارت سے ہم آہنگ ہے\_ (1) اور یہ تصریح شاید اس جیسے عظیم موقف

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ بحار الانوار ج18ص 215،216 نے ابن طاووس کی کتاب سعد السعود ص 106 سے نقل کیا ہے\_

سے بھی مکمل ہم آہنگ ہے\_ اسی طرح یہ الفاظ آیت میں حکم انذارسے بھی پوری طرح مرتبط ہیںکیونکہ ہر تحریک کا پہلا قدم ''انذار'' ہی ہوتا ہے جس طرح کہ ہم نے یہ بات پہلے بھی کئی مرتبہ ذکر کی ہے\_

ح\_ بشارت و انذار

عظیم محقق شہید شیخ مرتضی مطہری کہتے ہیں: ''جو شخص یہ چاہتا ہو کہ کسی فرد کو کسی کام پر آمادہ کرے تو اس کے دو طریقے ہیں ایک بشارت و حوصلہ افزائی اور اس کام کے فوائد کو بیان کرنا اور دوسرا اس کام کے ترک کرنے پر جو برے نتائج ہیں ان سے ڈرانا''\_

اسی لئے کہا گیا ہے کہ انذار پیچھے سے حیوان کو ہانکنے کی طرح اور بشارت و تشویق آگے سے کھینچنے کی طرح ہے\_

قرآن و اسلام کی نظر میں انسان ان دونوں باتوں کا ایک ساتھ محتاج ہے\_ ان میں سے فقط ایک کافی نہیں بلکہ اسلام کا نظریہ یہ ہے کہ بشارت اور تشویق کے پلڑے کو انذاز و تخویف کے پلڑے پر بھاری ہونا چاہئے اسی لئے قرآن کی اکثر آیات میں بشارت کو انذار پر مقدم کیاگیا ہے\_

چنانچہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے بھی معاذ بن جبل کو یمن بھیجتے وقت فرمایا ''یسر ولاتعسر وبشر ولاتنفر'' (آسانی پیدا کرنے کی کوشش کرو نہ کہ کاموں کو مشکل بنانے کی نیز لوگوں کو راضی رکھنے کی کوشش کرو نہ کہ دور کرنے کی)\_

آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے یہاں انذار و تخویف کی نفی نہیں کی بلکہ یہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی حکمت عملی کا حصہ تھا \_ہاں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے تشویق کے پہلو کو زیادہ اہمیت دی کیونکہ اس پہلو سے اسلام کی معنویت اور خوبیوں کا بہتر ادراک ہوسکتا تھا\_

علاوہ بریں اس طرح لوگوں کا قبول اسلام مکمل رضا و رغبت کے ساتھ عمل میں آتا\_ رہا آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا ''لاتنفر'' فرمانا تو اس کی وجہ واضح ہے کیونکہ انسان کی روح نہایت لطیفہے اور بہت جلد ردعمل کا اظہار کرتی ہے\_ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ پیغمبر اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ہمیں اس وقت عبادت کرنے کا حکم دیا ہے جب دلی رغبت موجود ہو\_

دباؤ یا ناقابل برداشت امور پر زبردستی کی صورت میں نفس اس چیز کو قبول نہیں کرتا\_ سہولت اور آسانی پر مبنی اسلامی شریعت میں اس کی بہت ساری مثالیں مل سکتی ہیں\_ (1)

مذکورہ بیانات کی روشنی میں ہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے اپنے رشتہ داروں کو جو دعوت دی تھی اس میں آپ نے ہر چند ابتدا تخویف و انذار سے کی تھی لیکن کیوں تشویق کے پہلوکو بھی مدنظر رکھا اور فرمایا :'' جو میری کی مدد کرے گا وہ میرےبعد میرا خلیفہ ہوگا'' اور یہ ذکرکیاکہ میں دنیا و آخرت کی جملہ خوبیاں لے کر ان کے پاس آیا ہوں\_ اس لئے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا یہ طرز عمل ان لوگوں کی اندرونی خواہشات اور رغبتوں سے ہم آہنگ تھا\_ اور یہ پیشکش اس ذات کی جانب سے تھی جسے کسی بھی صورت میں مورد الزام نہیں ٹھہرایا جاسکتا\_

ط\_ میرا بھائی اور میرا وصی

یہاں پر حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا یہ ارشاد کہ وہ شخص میرا بھائی، میرا وصی اور میرا خلیفہ ہوگا، بھی قابل توجہ ہے کیونکہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے یہ الفاظ اس الفت و محبت کی شدت کو خوب واضح کرتے ہیں جو آپ کی حمایت ونصرت کرنے والے فرد سے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو تھی \_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے اسے اپنا بھائی قرار دیا گویا آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھ اس شخص کی نسبت حاکم و محکوم اور بڑے اور چھوٹے مرتبے والے کی سی نہ تھی بلکہ ان دونوں کا باہمی تعلق دو ہم مرتبہ انسانوں کا اور تعمیری مقاصد میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون پر مبنی تھا\_ جس طرح ایک بھائی کا تعلق دوسرے بھائی سے ہوتا ہے محبت اعتماد اور خلوص سے لبریز\_

فاصدع بما تؤمر

جب آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اپنے قریبی رشتہ داروں پر اتمام حجت کرچکے اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی نبوت کا مسئلہ مکہ میں معروف ہوچکا تو قریش نے مسئلے کی سنگینی اور اس کے جوانب کا ادراک کرتے ہوئے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا مذاق اڑانے اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ رجوع کریں: روزنامہ جمہوری اسلامی (فارسی) شمارہ 254سال 1359 ہجری شمسی\_ مقالات مطہریا\_

کے اوپر تہمتیں لگانے کا سلسلہ شروع کر دیا\_ تا کہ عام لوگوں کے سامنے حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے مرتبے کو گھٹائیں اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی شخصیت کو مخدوش کریں، حالانکہ ابھی تک رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے انہیں اپنی تعلیمات پر ایمان لانے کی دعوت نہیں دی تھی قریش کے اس رویے کی وجہ حسد، کینہ اور مستقبل میں پیش آنے والے ممکنہ خطرات کے علاوہ اورکچھ نہ تھا\_

قریش کے تمسخرنے طبیعی طور پر اورخاص کر قبول اسلام کی جانب عوامی رغبت پر اپنا زبردست اثر دکھایا\_ حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اس امر سے سخت فکرمند ہوئے\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے اسے اپنی دعوت کے پھیلاؤ اور اپنے مشن کی راہ میں زبردست رکاوٹ سمجھا \_چنانچہ خدا نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو حکم دیا کہ اپنی دعوت کو ظاہر کریں اور کھل کر قریش سے خداپر ایمان لانے کا مطالبہ کریں\_ اس کی ساتھ ہی آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے پکا وعدہ کیا کہ وہ مذاق اڑانے والوں کے مقابلے میں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی پوری مدد کرے گا\_ بنابریں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پر ضروری تھا کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم انہیں اہمیت نہ دیتے اور انہیں نظر انداز کردیتے ،حکم خدا یہ تھا: (فاصدع بما تؤمر و اعرض عن المشرکین انا کفیناک المستهزئین) (1) یعنی اے رسول جس چیزکا آپ کو حکم ہوا ہے اس کا بر ملا اظہار کریں اور مشرکین کو نظر انداز کردیں ہم مسخرہ کرنے والوں کے شرسے آ پ کو بچائیں گے\_

اللہ تعالی نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کیلئے واضح کیا کہ مستقبل میں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا لائحہ عمل کیا ہوگا چنانچہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو حکم ہوا کہ حسن سلوک کو اپنائیں ،مشرکین کے معاملے کواہمیت نہ دیں، پریشان نہ ہوں اور ان کی باتوں سے دل گیر بھی نہ ہوں\_ ان کا انجام اس خدا کے ہاتھ میں ہے جو ہر چھوٹی بڑی چیز سے آگاہ ہے\_

رسول اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے حکم خداوندی کی تعمیل کی ، اپنی تبلیغ کو آشکار کیا اور سارے لوگوں کو خدا پر ایمان لانے کی دعوت دی\_ کہتے ہیں کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ایک پتھر پرکھڑے ہوکر فرمایا: ''اے گروہ قریش و عرب میں تمہیں اس بات کی گواہی دینے کی دعوت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ہوں میں تمہیں مصنوعی خداؤں اور بتوں کے چھوڑنے کا حکم دیتا ہوں \_میری بات مانو ،اگر ایسا کرو گے تو پورے عرب کے

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ حجر، آیت 94،95\_

مالک بن جاؤ گے اور عجم بھی تمہارے مطیع ہونگے نیز جنت میں بھی تمہاری بادشاہی ہوگی''\_ لیکن قریش نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا مذاق اڑایا اور وہ کہنے لگے کہ محمد بن عبداللہ مجنون ہوگیا ہے البتہ حضرت ابوطالب کی سماجی حیثیت کے پیش نظر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے خلاف کوئی عملی کاروائی نہ کرسکے\_(1)

یہ بھی منقول ہے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم صفاکی پہاڑی پر کھڑے ہو کر قریش کو پکارا جب وہ جمع ہوگئے تو فرمایا:''اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے ایک لشکر تمہارا منتظر ہے تو کیاتم میری تصدیق کرو گے؟''\_ وہ بولے:'' کیوں نہیں ہم نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم میں کوئی بدی نہیں دیکھی اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے کبھی کوئی جھوٹ نہیں سنا تب آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا: ''میں تمہیں شدید عذاب سے ڈراتا ہوں ...'' اس پر ابولہب نے کھڑے ہوکر بلند آواز سے کہا ''تیرا سارا دن بربادی میں گزرے، کیا اتنی سی بات کیلئے لوگوں کو اکٹھا کیا تھا؟'' یہ سن کر سارے لوگ متفرق ہوگئے اور اس پر سورہ (تبت یدا ابی لهب) نازل ہوئی\_ (2)

ناکام مذاکرات

ابن اسحاق وغیرہ کا بیان ہے کہ جب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے بحکم خدا اپنی قوم کے سامنے علی الاعلان ًاسلام کو پیش کیا تو اس وقت لوگ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے دور ہوئے نہ آپ کی مخالفت کی\_ لیکنجب آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ان کے معبودوں کی برائی بیان کی تو اس وقت انہوں نے شدید ردعمل کا اظہار کیا اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے خلاف متحد ہوگئے سوائے ان لوگوں کے کہ جن کواللہ تعالی نے اسلام کے ذریعے ان سے بچایا\_ یہ لوگ کم بھی تھے اور بے بس بھی\_

رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے چچا حضرت ابوطالب نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی حمایت کرتے ہوئے دشمنوں کے مقابلے میں آپ کا دفاع کیا اور پیغمبراکرم بلاروک ٹوک اعلانیہ حکم الہی بجالاتے رہے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ تفسیر نور الثقلین ج3ص34کہ تفسیر قمی سے نقل کیا ہے\_

2\_ اس حدیث کو مفسرین نے نقل کیا ہے اور سیوطی نے در منثور میں، نیز غیر شیعہ مورخین نے بھی واقعہ انذار کے ضمن میں نقل کیا ہے لیکن ہم واضح کرچکے ہیں کہ آیہ انذار میں سارے رشتہ دار مراد نہیں بلکہ فقط قریبی رشتہ دار ہی منظور ہیں\_ بنابریں یہ روایت مذکورہ ارشاد الہی (فاصدع بما تو مر) کے ساتھ ہی سازگار معلوم ہوتی ہے\_

جب قریش نے یہ دیکھا کہ حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ان کی مخالفت کے باوجود باز نہیں آتے، ان کے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے نہیں رکتے اور آپ کے چچا حضرت ابوطالب بھی آپ کی حمایت کرتے ہوئے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو قریش کے حوالے کرنے سے گریزاں ہیں تو انہوں نے حضرت ابوطالب کے ساتھ مذاکرات کی کوشش کی\_ یہ مذاکرات (ا بن اسحاق وغیرہ کے خیال میں) تین مراحل سے گزرے اور سب کے سب بری طرح ناکامی سے دوچار ہوئے\_

پہلا مرحلہ:

قریش کے چند سر کردہ افراد (جن کے ناموں کا مورخین نے ذکر کیا ہے) حضرت ابوطالب کے پاس گئے اور کہا :''اے ابوطالب آپ کے بھتیجے نے ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہا ہے ہمارے دین کی برائی بیان کی ہے\_ ہمارے نظریات کو باطل اور ہمارے آباء و اجداد کو گمراہ قرار دیا ہے پس یاتو آپ خود اس کو روکیں یا ہمارے اور اس کے درمیان حائل نہ ہوں کیونکہ آپ بھی ہماری طرح ( نظریاتیلحاظ سے) اس کے مخالف ہیں\_ یوں ہم اس سے آپ کو بھی بچائیں گے''\_ حضرت ابوطالبعليه‌السلام نے ان سے نرم گفتگو کی اور اچھے طریقے سے انہیں ٹال دیا چنانچہ وہ چلے گئے\_

دوسرا مرحلہ:

جب مشرکین نے دیکھا کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ اپنے مشن پر ڈٹے ہوئے ہیں اور اپنے دین کی ترویج وتبلیغ میں مصروف ہیں یہاں تک کہ ان کے درمیان معاملہ بگڑنے لگا ہے\_ لوگوں میں دشمنی اور اختلاف پیدا ہوچکا ہے اور قریش کے در میان کثرت سے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کا ذکر ہونے لگا ہے تو وہ حضرت ابوطالب کے پاس گئے اور دھمکی دی کہ اگر وہ اپنے بھتیجے کو ان کے آباء و اجداد کو برا بھلا کہنے ، ان کے نظریات کو باطل ٹھہرانے اور ان کے خداؤں کو بُرا کہنے سے نہیں روکیں گے تو وہ ان دونوں کے مقابلے پر اترآئیں گے اور ان سے جنگ

کریں گے یہاں تک کہ کوئی ایک فریق ہلاک ہوجائے\_ اس دھمکی کے بعد وہ چلے گئے\_

حضرت ابوطالب نے حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو اس بات کی اطلاع دی اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اپنے اور ان کے اوپر رحم کھائیں اور ناقابل برداشت بوجھ نہ ڈالیں حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے سوچاکہ چچا کا ارادہ بدل چکا ہے اور وہ آپ کی نصرت و حمایت کی طاقت نہیں رکھتے چنانچہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا:'' اے چچا خدا کی قسم اگر وہ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں تاکہ میں اس امر سے دست بردار ہوجاؤں پھر بھی میں ہرگز باز نہیں آؤں گا یہاں تک کہ خدا اپنے دین کوغالب کر دے یا میں اس دین کی راہ میں قتل ہوجاؤں'' یہ دیکھ کر حضرت ابوطالب نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی حمایت کا وعدہ کیا\_

تیسرا مرحلہ:

اس دفعہ قریش نے حضرت ابوطالب کویہ پیشکش کی کہ وہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی جگہ عمارة بن ولید کو اپنا بیٹا بنالیں اور نبی اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو( جن کے بارے میں قریش کا خیال تھا کہ انہوں نے ابوطالب اور ان کے آباء و اجداد کے دین کی مخالفت کی تھی، مشرکین میں اختلاف ڈالا تھا اور ان کی آرزوؤں کو پامال کیا تھا) ان کے حوالے کر دیں تاکہ وہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو قتل کریں\_ تو اس طرح سے آدمی کا بدلہ آدمی سے ہوجائے گا \_

حضرت ابوطالب نے کہا:'' خدا کی قسم تم نے میرے ساتھ نہایت برا سودا کرنے کا ارادہ کیا ہے\_ تم چاہتے ہو کہ اپنا بیٹاپلنے کے لئے میرے حوالے کرو اوراس کے بدلے میں میں اپنا بیٹا قتل ہونے کے لئے تمہارے حوالے کردوں \_خدا کی قسم ایسا کبھی نہیں ہوسکتا''\_

یہ سن کر مطعم بن عدی نے کہا:'' اے ابوطالب اللہ کی قسم تیری قوم نے تیرے ساتھ انصاف کیا ہے انہوں نے اس چیز (افتراق و انتشار) سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کی ہے جوتجھے بھی نا پسند ہے لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تو ان کی کوئی بات قبول نہیں کرنا چاہتا''\_ حضرت ابوطالب نے کہا:'' واللہ انہوں نے تومیرے ساتھ نا انصافی کی ہے لیکن تونے مجھے بے یار ومددگار بنانے اور لوگوں کو میرے مقابلے میں لاکھڑا

کرنے کا ارادہ کیا ہے\_ پس تیری جو مرضی ہو وہ کر کے دیکھ لے''\_ حضرت ابوطالب کی اس بات کے بعد معاملہ بگڑ گیا مخالفت کا بازار گرم ہوگیا اور لوگوں نے کھلم کھلا دشمنی شروع کردی\_

ممکن ہے کہ یہ مراحل اسی ترتیب سے واقع ہوئے ہوں اور ممکن ہے کہ یہ ترتیب نہ رہی ہو\_ بہرحال ہم نے جو کچھ کہا وہ ہمارے نزدیک بلا کم و کاست حالات و واقعات کے (1) طبیعی سفر کی ایک تصویر کشی تھی البتہ اس گفتگو کے سلسلے کو جاری رکھنے سے قبل درج ذیل نکات کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں\_

الف: اس ناکامی کے بعد

ہم نے ملاحظہ کیا کہ مشرکین مکہ نے شروع شروع میں یہ کوشش کی کہ وہ حضرت ابوطالب اور بنی ہاشم کے ساتھ نہ الجھیں\_ چنانچہ انہوں نے خود حضرت ابوطالب کو اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ وہ رسول اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو اپنے موقف سے ہٹائیں اور اس چیز کا خاتمہ کریں جسے وہ اپنے لئے مشکلات اور خطرات کا سرچشمہ سمجھتے تھے\_ انہوں نے ابوطالب کو بھڑکانے اور انہیں اپنے بھتیجے کے خلاف یہ سمجھاکر اکسانے کی کوشش کی کہ حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا پیغام ان کے مفادات کے منافی اور دیگر لوگوں کے علاوہ خود حضرت ابوطالب کی ہمدردی و شفقت کو زک پہنچانے کے مترادف ہے\_

اس بناپر طبیعی تھا کہ خود حضرت ابوطالب اپنے بھتیجے کی سرگرمیاں محدود کرتے\_ اور قریش کو اس مسئلے سے نجات دلاتے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت ابوطالب نے ان کی بے سروپا باتوں کو تسلیم نہیں کیا اور ان کی ذات اور مفادات کو درپیش خطرات کی روک تھام کیلئے کوئی قدم نہیں اٹھایا تو وہ دھمکی دینے پر اترآئے \_ اس کے بعد انہوں نے مکروفریب اور دھوکے کی سیاست اپنائی( جیساکہ نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو برائے قتل ان کے حوالے کرنے اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے بدلے عمارة بن ولید کو بطورفرزند، حضرت ابوطالب کے حوالے کرنے کی کوشش سے ظاہر ہوتا ہے)اس واقعے نے ان کے دلوں میں پوشیدہ مقصد کو بھی ظاہر کر دیا \_ نیز حضرت ابوطالب اور

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ رجوع کریں: سیرت ابن ہشام ج1 ص282،286نیز البدء والتاریخ ج4ص 47،149 نیز تاریخ طبری ج 2 ص 65،68\_

دیگر لوگوں کیلئے واضح ہوا کہ ان کا مقصد دین حق کومٹانے اور نورالہی کو بجھانے کے علاوہ کچھ بھی نہیں\_ اس امرنے حضرت ابوطالب کو دین حق اور پیغمبراسلام کی حمایت پر مزید کمربستہ کر دیا\_

ب: قریش کی ہٹ دھرمی کا راز

مشرکین مکہ کی ہٹ دھرمی اور نور الہی کو بجھانے کی کوششوں کا راز درج ذیل امور میں مضمر معلوم ہوتا ہے:

1)قریش ،مکہ اور دوسرے مقامات کے غریبوں، غلاموں اور کمزوروں سے اپنے مفادات کے حصول کیلئے کام لیتے تھے\_ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا نے آکران بیچارے لوگوں کے اندر ایک تازہ روح پھونکی\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے انسانی عظمت اور حریت کے تصور کو واضح کرنے کی کوشش شروع کی اورساتھ ساتھ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ان کی دستگیری کرتے اور مسائل و مشکلات زندگی میں ان کے مددگار ہوتے تھے\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ان کی حقیقت خودان کیلئے آشکارکرتے تھے اور اسلامی تعلیمات سے ان کو بہرہ ور فرماتے تھے \_ان تعلیمات کی ابتدائی باتوں میں سے ایک، ان ظالموں کے تسلط اور ظلم سے رہائی کی ضرورت کا مسئلہ بھی تھا\_

2)کفار مکہ، رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی تبلیغ اور اس کے مقاصد کو دیکھ کر یہ اندازہ کرچکے تھے کہ وہ اس دین کے زیر سایہ اپنے ناجائز امتیازات کو برقرار نہیں رکھ سکتے جنہیں ان ظالموں نے اپنے لئے مخصوص کررکھا تھا اور رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ انہیں رد کر ر ہے تھے\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم تاکید فرماتے تھے کہ خدا کی عدالت میں سب لوگ مساوی ہیں اس کے علاوہ یہ مشرکین، دین اسلام کے سائے تلے اپنی غیراخلاقی اور غیر انسانی اطوار کو برقرار نہیں رکھ سکتے تھے کیونکہ اسلام مکارم اخلاق کی تکمیل کیلئے آیا تھا اور یہ لوگ اپنے رسوم کے زبردست پابند تھے حتی کہ اپنے ان معبودوں کی عبادت سے بھی زیادہ پابند رسوم تھے جن کی نگہبانی کے وہ دعویدار تھے\_ چنانچہ ایک دفعہ ایک عرب نے بھوک لگنے پر اپنے اس خدا کو کھالیا جسے اس نے کھجوروں سے تیار کیاہوا تھا\_

3)تیسرے سبب کی طرف قرآن نے یوں اشارہ کیا ہے (وقالوا ان نتبع الهدی معک نتخطف من ارضنا) (1) یعنی اگر ہم تمہارے ساتھ ایمان لے آئیں تو اپنی سرزمین سے اچک لئے جائیں گے،

بالفاظ دیگر انہوں نے اسلام قبول نہ کرنے کیلئے یہ بہانہ تراشا کہ اگر وہ ایمان لے آئے تو مشرکین عرب ان کے ایمان لانے اور بتوں کو ٹھکرانے کی وجہ سے ناراض ہوجائیں گے\_

قرآن نے اس کا جواب یوں دیا ہے (اولم نمکن لهم حرما آمنا يُجبی الیه ثمرات کل شی رزقا من لدنا) (2) کیا ہم نے انہیں امن کے مقام حرم مکہ میں جگہ نہیں دی جہاں ہر قسم کے پھل ہماری دی ہوئی روزی کی بناپر چلے آر ہے ہیں\_

بنابرایں اس خوف کی کوئی وجہ نہ تھی نیز اس خوف کے بہانے شرک پر باقی رہنے سے بھی خطرہ ٹل نہیں سکتا تھا کیونکہ کتنی ہی بستیوں کو خدانے ہلاک کرڈالا تھا جن کے مکین نعمتوں کی کثرت کے باعث بہک گئے پھر ان گھروں میں رہنے والا کوئی نہ رہا بلکہ یہی بات دنیا میں ان کی ہلاکت کی وجہ بنی کیونکہ اگر ان تمام امکانات اور مادی وسائل کو صحیح راہوں پر چلانے والے اور حال و مستقبل کے لحاظ سے انفرادی اور اجتماعی طور پر فائدہ مند بنانے والے کوئی قواعد و ضوابط موجود نہ ہوں تو یہی چیزیں باہمی اختلافات، ظلم و استبداد اور معاشرتی و قومی بربادی والے دیگر انحرافات کا باعث بنتی ہیں\_

ہر چیز کا اختیار خداکے دست قدرت میں ہے\_ جو کوئی بھی اس کی نافرمانی کرتاہے وہ اپنی ذات کو دنیوی اور اخروی ہلاکت میں ڈال دیتا ہے پھر خدانے ان کیلئے قارون کی مثال بھی دی جس کے پاس اس قدر خزانے تھے جن کی چابیاں اٹھانے سے ایک طاقتورجماعت بھی عاجز تھی\_ لیکن جب اس نے ہٹ دھرمی تکبر اور نافرمانی کا مظاہرہ کیا اور احکام الہی کی مخالفت کی تو خدانے اسے گھر سمیت زمین کے اندر دھنسا دیا\_

متعلقہ سورہ کی آیات میں عجیب نکتے اور لطیف معانی پوشیدہ ہیں جو مستقل اور عمیق مطالعے کے محتاج ہیں لیکن یہاں اس کی گنجائشے نہیں یہاں ہم اسی اجمال اور اشارے پر اکتفا کرتے ہیں، خداوند عالم توفیق عطا کرنے اور مدد کرنے والا ہے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1 و 2 \_سورہ قصص، آیت 57\_

مذاکرات کی ناکامی کے بعد

مذاکرات کی ناکامی کے بعدحضرت ابوطالب سمجھ گئے تھےکہ اب معاملہ سنگین صورت اختیار کرچکا ہے اور مشرکین سے کھلی جنگ کا مرحلہ قریب ہے لہذا حضرت ابوطالب نے حفظ ماتقدم کے طورپر بنی ہاشم اور بنی مطلّب سب کو جمع کیا اور ان کو رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی حمایت و حفاظت کرنے کی دعوت دی تو ابولہب ملعون کے سوا انہوں نے مثبت جواب دیااور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی حمایت کیلئے آمادہ ہوگئے \_

خدانے بھی اپنے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی حفاظت کی اور مشرکین آپ کا بال بھی بیکا نہ کرسکے ہاں وہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو مجنون، ساحر، کاہن، اور شاعر کہہ کرپکارتے ر ہے لیکن قرآن ان لوگوں کو جھٹلاتا رہا اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم راہ حق پرقائم ر ہے مشرکین کی افتراپردازیاں آپ کو خفیہ و اعلانیہ دعوت حق دینے سے کبھی نہ روک سکیں\_

درحقیقت جب مشرکین نے دیکھا کہ حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی ذات کو ضرر پہنچانے کا نتیجہ مسلح جھڑپ ہوگا جس کیلئے وہ آمادہ نہ تھے اور خاص کر بنی ہاشم کے روابط اور قبائل کے ساتھ ان کے معاہدوں مثلاً مطیبین کے معاہدہ اور جناب عبدالمطلب کے ساتھ مکہ کے نواح میں رہنے والے قبیلہ خزاعہ کے معاہدے کو دیکھتے ہوئے انہیں یہ بھی یقیننہ تھا کہ اس جھڑپ کا نتیجہ ان کے حق میں نکلے گا\_ بلکہ اگر یہ جنگ چھڑتی تو ممکن تھا کہ اس سے حضرت محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو تیز کرنے کا موقع ملتا\_(1) توان تمام باتوں کے پیش نظر مشرکین نے بہتر یہ سمجھا کہ جنگ سے بچا جائے اور محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو کمزور بنانے اور اس کی تبلیغ کا مقابلہ کرنے کیلئے دیگر طریقوں سے کام لیا جائے\_

چنانچہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ مشرکین:

الف : لوگوں کو نبی اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے ملنے اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی زبانی آیات قرآن سننے سے منع کرتے تھے جیساکہ

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ بعض محققین کا خیال ہے کہ شاید حضرت ابوطالب نے کبھی نرمی اور کبھی سختی برتنے کی روش اسلئے اختیار کی تاکہ اس قسم کی ایک جنگ چھڑ جائے جس سے نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو اپنا پیغام پھیلانے کا بہتر موقع مل جائے\_

ارشاد الہی ہے: (وهم ینهون عنه وینا وْنَ عنه) (1) یعنی وہ قرآن سے دوسروں کو منع کرتے تھے اور خود بھی دوری اختیار کرتے تھے\_ نیزفرمایا: (وقال الذین کفروا لا تسمعوا لهذا القرآن و الغوافیه لعلکم تغلبون) (2) یعنی کافروں نے کہا اس قرآن کو نہ سنو اور اس کی تلاوت کے وقت شور مچاؤ شاید اس طرح ان پر غالب آسکو\_

ب: حضور کا مذاق اڑانے اور آپ پر بے بنیاد تہمتیں لگانے کی روش اختیار کئے ہوئے تھے تاکہ وہ:

1\_ نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی ذات پر دباؤ ڈال سکیں کیونکہ ان کے گمان باطل میں شاید آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نفسیاتی طورپر شکست کھاجائیں گے اور احساس کمتری و حقارت کاشکار ہوکر اپنے مشن سے ہاتھ اٹھا لیں گے\_

2\_نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے مرتبے کو گھٹاکر نیز آپ کی شخصیت کو مسخ کر کے کمزور ارادے کے مالک افراد کو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی پیروی اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے دین میں داخل ہونے سے روکیں \_اسی مقصد کے پیش نظر ہم دیکھتے ہیں کہ وہ بیوقوف لوگوں کو اس بات پر اکساتے تھے کہ وہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اسلام کواذیت پہنچائیں اورآپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو جھٹلائیں \_بسا اوقات قریش کے رو سا بھی اس قسم کے کاموں کا ارتکاب کرتے تھے یہاں تک کہ ایک دفعہ انہوں نے اپنے کسی غلام کو حکم دیا کہ وہ حیوان کی اوجھڑی اور گوبر حالت نماز میں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے اوپر ڈال دے چنانچہ غلام نے اسے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے کاندھوں پر پھینک دیا \_اس بات سے حضرت ابوطالب غضبناک ہوئے اور آ کر وہ گندگی مشرکین کی مونچھوں پر مل دی \_اس طرح خدا نے ان کے اوپر رعب طاری کر دیا\_ مشرکین آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے اوپر مٹی اور بکری کی بچہ دانی وغیرہ بھی ڈالتے تھے\_

ان باتوں نے لوگوں کو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے دور رکھنے اور انہیں قبول اسلام سے روکنے میں کچھ حد تک اپنا اثردکھایا یہاں تک کہ عروة بن زبیر اور دوسروں کاکہنا ہے کہ مشرکین حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی باتوں کو ناپسند کرتے تھے، وہ اپنے زیر دست افراد کو آپ کے خلاف اکساتے تھے یوں عام لوگ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے دوری اختیار کرگئے\_ (3)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_سورہ انعام، آیت 26\_

2\_ سورہ فصلت، آیت 26\_

3\_تاریخ طبری، ج 2 ص 68\_

مکہ کے ستم دیدہ مسلمان

مذکورہ باتوں کے علاوہ مشرکین نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ان اصحاب سے انتقام لینے کی ٹھانی جو مختلف قبائل میں زندگی گزارتے تھے \_چنانچہ ہر قبیلے نے اپنے اندر موجود مسلمانوں کو ستانے، انہیں اپنے دین سے دوبارہ پلٹانے، قیدکرنے، مارنے پیٹنے، بھوکا رکھنے، مکہ کی تپتی زمینوں پر سزا دینے، نیزدیگر ظالمانہ اور وحشیانہ طریقوں سے ان کو اذیت دینے کا سلسلہ شروع کیا\_

ذکر مظلوم :

مشرکین نے کئی مسلمانوں پر ستم کیا \_ عمر بن خطاب نے بھی قبیلہ بنی عدی کی شاخ بنی مؤمل کی ایک مسلمان لڑکی پر تشدد کیا\_ وہ اسے مارتا رہا اور جب وہ مار مار ہلکان ہوگیا تو بولا '' میں تمہیں صرف تھکاوٹ سے تنگ آکر چھوڑ رہا ہوں'' (1)\_ شاید قبیلہ بنی مؤمل نے عمر بن خطاب کو اپنے قبیلے کی لڑکی پر تشدد کرنے کی اجازت دے رکھی تھی وگرنہ معاشرے میں اس کی اتنی حیثیت ہی نہیں تھی کہ اسے اس جیسے کام کی کھل چھٹی دے دی جاتی \_ اسی طرح مشرکین نے خباب بن الارت ، ام شریک ، مصعب بن عمیر اور دیگر لوگوں پر بھی تشدد کیا جن کے نام اور واقعات کے ذکر کی یہاں گنجائشے نہیں ہے\_

انہی لوگوں نے ہمارے لئے توحید اور عقیدے کی خاطر استقامت اور جہاد کی عمدہ مثال پیش کی ہے\_ حالانکہ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ارادہ الہی کے علاوہ ان کے پاس اور کوئی ایسی طاقت نہیں ہے جو مشرکوں کو اس تشدد سے باز رکھ سکے \_ پھر بھی انہوں نے اپنے اسلام کے بل بوتے پر اس پوری دنیا کو چیلنج کیا ہوا تھا جو اپنی تمام تر توانائیوں سمیت ان کے مقابلے پر اتر آئی تھی \_ اور اسی چیز میں ہی ان کی عظمت اور خصوصیت پوشیدہ تھی \_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سیرہ ابن ہشام ج1 ص 341 ، سیرہ حلبیہ ج1 ص 300 اور ملاحظہ ہو: السیرة النبویہ ابن کثیر ج1 ص 493 اور المحبر ص 184\_

حضرت ابوبکر نے کن کو آزاد کیا؟

راہ خدامیں اذیت پانے والوں میں بلال حبشی اور عامر بن فہیرہ بھی تھے، کہتے ہیں کہ ان کو حضرت ابوبکر نے خرید کر آزاد کیا اور انہیں حضرت ابوبکر کی وجہ سے نجات حاصل ہوئی\_ لیکن یہ بات ہمارے نزدیک مشکوک ہے کیونکہ:

اولا: اسکافی نے کہا ہے'' بلال اور عامربن فہیرہ کو خود رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے آزاد کیاہے''\_ اور اسے واقدی اور ابن اسحاق نے بھی نقل کیا ہے\_ (1)

علاوہ ازیں ابن شہر آشوب نے بلال کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں آزاد شدگان میں شمار کیا ہے\_ (2)

ثانیا: اس بارے میں وہ خود متضاد روایتیں ذکر کرتے ہیں جن کا ایک دوسرے سے کوئی ربط ہی نہیں بنتا\_

اس سلسلے میں اتنا ہی کافی ہے کہ ہم حضرت ابوبکر کی طرف سے اداکی جانے والی قیمت میں اختلاف کا ہی ذکر کریں چنانچہ ایک روایت کہتی ہے حضرت ابوبکر نے اس کی قیمت میں اپنا ایک غلام دے دیا جو (بلال) سے زیادہ مضبوط تھا\_

دوسری روایت کہتی ہے کہ اس کی قیمت کے طورپر ایک غلام، اس کی بیوی اور بیٹی کے علاوہ دو سو دینار بھی دیئے\_

تیسری روایت کی رو سے سات اوقیہ (3) سونے میں خریدا\_

چوتھی روایت کے مطابق نو اوقیہ میں\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ شرح نہج البلاغة (معتزلی) ج 13 ص 273 اور قاموس الرجال ج 5 ص 196 و ج 2 ص 238 کی طرف رجوع کریں\_

2\_المناقب ابن شہر آشوب ج 1 ص 171\_

3\_ اوقیہ رطل کا بارہواں حصہ جو چو تھائی چھٹانک تک ہوتا ہے\_ (المنجد، مترجم)\_

پانچویں روایت کے مطابق پانچ اوقیہ کے بدلے اور چھٹی روایت کے مطابق ایک رطل (1) سونے کے عوض خریدا\_

ساتویں روایت کا کہنا ہے کہ حضرت ابوبکر نے اسے اپنے غلام قسطاس کے بدلے خریدا جو دس ہزار دینار کے علاوہ کنیزوں، غلاموں اور مویشیوں کا مالک تھا\_

آٹھویں روایت کی رو سے اس کی قیمت ایک کمبل اور دس اوقیہ چاندی تھی علاوہ بریں اس مسئلے میں مزید اختلاف موجود ہے(2)\_

ثالثا :کہتے ہیں کہ اسی مناسبت سے (فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی فسنیسره للیسری)(3) والی آیات حضرت ابوبکر کے حق میں نازل ہو ئیں (4) حالانکہ:

1\_ اسکافی نے اسے رد کیا ہے اور کہا ہے کہ ایک قول کے مطابق یہ آیات مصعب ابن عمیر کے بارے میں اتری ہیں\_ (5)

2\_ علاوہ برآں ابن عباس وغیرہ بلکہ خودرسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ سے مروی احادیث میں اس آیت کی تفسیر کو عام قرار دیا گیا ہے اور اسے کسی فردسے مختص نہیں سمجھا گیا، شیعوں کی روایت ہے کہ یہ آیت حضرت علی عليه‌السلام کے حق میں نازل ہوئی، حلبی نے ان پر اعتراض کیا ہے کہ حضرت علی عليه‌السلام کا رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے احسان چکا دیا تھا اور وہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے ہاں آپ کا تربیت پانا تھا جبکہ آیات یہ کہتی ہیں کہ اس پرکسی کاکوئی احسان نہیں جس کا چکانا ضروری ہو\_ رازی نے بھی یہی اعتراض کیا ہے\_ (6)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ رطل، ایک وزن مساوی 12 اوقیہ کے ہے\_ (المنجد، مترجم)\_

2\_ گذشتہ اختلافات کے معاملہ میں مراجعہ ہو: سیرہ حلبیہ ج1 ص 298 و 299 ، قاموس الرجال ج 1 ص 216 ، سیر اعلام النبلاء ج1 ص 353، سیرہ نبویہ ابن ہشام ج1 ص 340 ، حلیة الاولیاء ج1 ص 148 اور بہت سے دیگر منابع

3\_ سورہ لیل، آیت 5،7\_

4\_ درمنثور ء 6 ص 358،390 کئی کتب سے ماخوذ نیز السیرة الحلبیة ہ ج 1 ص 299 اور شرح نہج البلاغة (معتزلی) ج 13 ص 273 بہ نقل از جاحظ اور عثمانیہ ص 25 \_

5\_ شرح نہج البلاغہ ج 13 ص 273\_

6\_ السیرة الحلبیة ج 1 ص 299\_

لیکن رازی اور حلبی یہ نہیں جانتے کہ یہاںمرادکچھ اورہے یعنی خدا اس صاحب تقوی شخص کی صفت بیان نہیں کررہا بلکہ مراد یہ ہے کہ یہ مال جو وہ خرچ کررہا ہے اسلئے خرچ نہیں کر رہا کہ کسی شخص کی طرف سے اس کی جزا ملے بلکہ وہ فقط اور فقط خدا کی مرضی کیلئے خرچ کررہا ہے \_

3\_ ابن حاتم کے بیان کے مطابق یہ سورہ سمرة بن جندب کے بارے میں نازل ہوئی جو ایک درخت کھجور کا مالک تھا اس درخت کی شاخ ایک نادار شخص کے گھر میں تھی\_ جب سمرة کھجور چننے درخت پر چڑھتا تو گاہے کچھ دانے گرپڑتے اور نادار شخص کے بچے وہ اٹھالیتے \_یہ دیکھ کر سمرة درخت سے اترتا اور ان کے ہاتھوں سے دانے چھین لیتا اوراگر وہ منہ میں ڈال لیتے تو اپنی انگلی ڈال کر کھجور باہر نکال لیتا \_پس نادار شخص نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے پاس اس کی شکایت کی \_اس کے بعد رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی سمرة سے ملاقات ہوئی ،آپ نے اس سے کہا کہ وہ اس درخت کو جنت کے ایک درخت کے بدلے فروخت کر دے\_ سمرة بولامجھے بہت کچھ ملا ہوا ہے میں خرما کے بہت سارے درختوں کا مالک ہوں ان میں سے کسی کا پھل اس درخت کے پھل سے زیادہ مجھے پسند نہیں\_

ایک اورشخص جس نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ اور سمرة کے درمیان ہونے والی گفتگو سنی تھی وہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے پاس آیا اورعرض کیا کہ اگر میں اس درخت کو حاصل کروں توآپ مجھے وہی چیز عنایت کریں گے جس کا آپ نے سمرة سے وعدہ فرمایا تھا\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے یہ سن کر وہ چلا گیا اور درخت کے مالک سے ملا \_پھر خرما کے چالیس درختوں کے بدلے اس نے سمرة سے وہ درخت خرید لیا\_ پھر نبی اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے پاس گیا اور درخت آپ کو ہدیہ کر دیا\_ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ مالک مکان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا اب یہ درخت تمہارا اور تمہارے گھروالوں کا ہے، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: (واللیل اذا یغشی ...) (1)

اسی لئے سیوطی نے سورہ اللیل کے بارے میں کہا ہے کہ قول معروف کے مطابق یہ سورہ مکی ہے نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ مدنی ہے کیونکہ اس کے سبب نزول میں خرما کے درخت کا واقعہ منقول ہے جیساکہ ہم نے اسباب نزول کے بارے میں ذکر کیا ہے\_ (2)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ درالمنثور ج 6 ص 357 از ابن ابی حاتم از ابن عباس اور تفسیر برہان ج 4 ص 470 از علی ابن ابراہیم ، در منشور سے منقول بات سے کچھ اختلاف کے ساتھ\_

2\_ الاتقان ج 1 ص 14\_

یہاں ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ یہ منقول واقعہ ان آیات کے ساتھ متناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ آیت کہتی ہے، کسی نے راہ خدا میں مال دیکر تقوی اختیار کیا لیکن کسی نے بخل سے کام لیا اور لاپروائی اختیار کی\_

ہاں اگر ان کا عقیدہ یہ ہو کہ بخل کرنے والے سے مراد (نعوذ باللہ ) رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ تھے تو اور بات ہے جبکہ یہ بات بھی درست نہیں کیونکہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے پاس مال کے فقدان کی صورت میں آپ پر بخل صادق نہیں آتا، نیز خود یہ لوگ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ اگر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے پاس مال ہوتا تو بلال کو خرید لیتے\_ یا پھر بخلکرنے والے سے مراد جناب عباس تھے جن کے بارے میں روایات کہتی ہیں کہ اس نے جاکر بلال کو خریدا اور ابوبکر کے پاس بھیجا پھر انہوں نے بلال کو آزاد کیا\_

4\_ حدیث غار میں ہم حضرت عائشہ کا یہ قول نقل کریں گے کہ قرآن میں آل ابوبکر کے بارے میں کوئی آیت نازل ہی نہیں ہوئی\_ ہاں حضرت عائشہ کا عذر نازل ہوا یعنی سورہ نور میں حدیث افک (تہمت) سے متعلق آیات اور حضرت عائشہ کی اپنے متعلق صفائی بھی نازل ہوئی\_ لیکن درحقیقت وہ آیت بھی حضرت عائشہ کے متعلق نازل نہیں ہوئی جیساکہ ہم نے اپنی کتاب حدیث الافک میں اس کا تذکرہ کیا ہے\_

رابعاً: یہ بات بھی ہماری سمجھ میں نہیں آسکی کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے یہ کیونکر فرمایا کہ اگر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے پاس مال ہوتا تو بلال کو خرید لیتے کیونکہ ایک طرف تو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا یہ قول ہے اور دوسری طرف ان لوگوں کا یہ قول بھی ہے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے حضرت ابوبکر سے بلال کو مشترکہ طور پر خریدنے کا تقاضا کیا تو ابوبکر نے بتایا کہ اس نے بلال کو آزاد کر دیا ہے\_ (1) وہ ان دو اقوال کے درمیان کیسے ہماہنگی پیدا کرسکتے ہیں؟ علاوہ برایں کیا حضرت خدیجہ (س) کے اموال آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے اختیار میں نہ تھے؟ کیا آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم مکہ کے مسلمانوں پر یہ اموال خرچ نہ کرتے تھے؟ جیساکہ اسماء بنت عمیس کو حضرت عمرنے ہجرت کے شرف سے محروم رہنے کا طعنہ دیا تو اس نے جواب میں کہا: ''بے شک وہ اور اس کے دیگر مسلمان ساتھی رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے ساتھ تھے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم بھوکوں کو سیر کراتے اور جاہلوں کو علم سکھاتے تھے'' اس واقعے کا تفصیلی ذکر انشاء اللہ اپنے مقام پرہوگا\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ طبقات ابن سعد ج 3 ص 165\_

رہا اس بات کا احتمال کہ بلال والا واقعہ ہجرت سے قبل کے آخری سالوں میں واقع ہوا ہے تو اسے مورخین قبول نہیں کرتے کیونکہ نووی کہتے ہیں '' وہ اعلان نبوت کی ابتدا میں مسلمان ہوئے وہ سب سے پہلے اسلام کا اظہار کرنے والوں میں سے تھے''\_ (1)مگر یہ کہا جائے کہ بلال مسلمان تو بہت پہلے ہوگئے تھے لیکن کچھ سال بعد انہیں خرید کر آزاد کیا گیا تھا\_

ان ساری باتوں کے علاوہ یہ بھی روایت ہوئی ہے کہ حضرت بلال کو حضرت عباس نے خرید کر حضرت ابوبکر کے پاس بھیجا اور انہوں نے اسے آزاد کیا\_ (2) بعض دیگر روایات کہتی ہیں کہ حضرت بلال کو حضرت ابوبکر نے بذات خود خرید کر آزاد کیا\_ نیز ایسی روایات بھی ملتی ہیں جو کہتی کہ جب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی وفات ہوئی تو حضرت بلال نے ابوبکر سے کہا ''اگر تم نے مجھے اپنے لئے خریدا تھا تو اپنا غلام بنائے رکھو اور اگر رضائے الہی کیلئے خریدا تھا تو پھر مجھے آزاد کردو''\_

اس روایت کی رو سے تو وفات رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم تک حضرت ابوبکر نے حضرت بلال کو آزاد نہیں کیا تھا\_ رہی حضرت عباس کے حضرت بلال کو خریدنے کی بات تو یہاں ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ حضرت عباس نے اگر بلال کو اپنے لئے خریدا تھا تو انہوں نے خود حضرت بلال کو آزاد کیوں نہیں کیا؟ اور اگرحضرت عباس نے حضرت ابوبکر کے لئے خریدا تھا تو وہ حضرت ابوبکر کے وکیل کب بنے تھے؟ اور اس قسم کے کاموں میں کب سے دلچسپی لینے لگے تھے؟ جبکہ انہی لوگوں کے بقول حضرت عباس نے فتح مکہ کے سال یا جنگ بدر میں اسلام قبول کیا تھا\_

بعض لوگوں کا یہ دعوی ہے کہ حضرت عباس نے امیة بن خلف سے بات کی پھر حضرت ابوبکرنے آکر حضرت بلال کو خریدلیا\_ (3) یہ تو نہایت ہی تعجب انگیز بات ہے \_ زمانے کا دستور نرالا ہوتاہے\_

گذشتہ نکات کے علاوہ اس بات کی طرف اشارہ کرنابھی ضروری ہے کہ خود حضرت ابوبکر کے معاشی

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_تہذیب الاسماء و اللغات ج 1 ص 136\_

2\_سیرت نبویہ از دحلان ج 1 ص 126 و السیرة الحلبیة ج 1 ص 299 نیز رجوع کریں المصنف ج 1 ص 234 کی طرف\_

3\_ سیرت نبویہ از دحلان ج 1 ص 126 و السیرة الحلبیة ج 1 ص 299 نیز رجوع کریں المصنف ج 1 ص 234 کی طرف\_

حالات اس بات کی اجازت کب دیتے تھے کہ وہ کئی سو دینار دے سکتے؟ چہ جائیکہ ان کاایک غلام دس ہزار دینار کے علاوہ کنیزوں اور مویشیوں وغیرہ کا بھی مالک ہو( اگرچہ ہم فرض بھی کرلیں کہ اس دور میں عربوں کے غلام مال و دولت کے مالک بھی بن سکتے تھے) کیونکہ حضرت ابوبکر تاجر نہ تھے بلکہ چھوٹے بچوں کے استاد تھے پس ان کے پاس ہزاروں یاکم از کم سینکڑوں درہم و دینار کہاں سے آگئے تھے کہ جس سے سات یا نو افرادکو خرید کر آزاد کرتے\_ غار والے واقعہ پر بحث کے دوران ہم انشاء اللہ حضرت ابوبکر کی مال و دولت کے بارے میں بھی اشارہ کریں گے\_

بعض لوگوں نے تو حضرت ابوبکر سے منسوب غلاموں میں سے کئی ایک کے وجود میں ہی شک کیا ہے بالخصوص زنیرہ وغیرہ کے بارے میں\_ جس کے متعلق سہیلی نے کہا ہے کہ عورتوں میں زنیرہ کا نام و نشان تک نہیں ملتا\_ (1)

سید حسنی کہتے ہیں: ''قریش ایمان لانے والوں کو سزائیں دیتے تھے تاکہ اسلام نہ پھیلے \_وہ حضرت محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو ہرقسم کا قیمتی اور نفیس مال دینے پر آمادہ تھے تاکہ وہ اپنے مشن سے دست بردار ہوجائیں \_اس صورت میں قریش حضرت ابوبکر کے حق میں اپنے غلاموں سے کیسے دست بردار ہوسکتے تھے؟ اور ان کو سزا دیئے بغیر اتنی آسانی سے کیسے چھوڑ سکتے تھے'' (2) مگریہ کہاجائے کہ مال و دولت سے قریش کی محبت اور ساتھ ساتھ حضرت محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے ان کی مایوسی کے سبب انہوں نے ایسا کیا (جیساکہ بعض لوگوں کا کہنا ہے)\_

کیا حضرت ابوبکر نے بھی تکلیفیں برداشت کیں؟

مؤرخین کہتے ہیں کہ اسلام کی راہ میں حضرت ابوبکر نے بھی تکلیفیں برداشت کی ہیں\_ کیونکہ جب ابوبکر اور طلحہ بن عبداللہ تیمی نے اسلام قبول کیا تو عمر بن عثمان نے دونوں کو پکڑکر ایک رسی میں ایک ساتھ باندھ دیا اور نوفل بن خویلد نے ان پر تشدد کرکے انہیں دین سے پھیرنے کی کوشش کی\_ اسی لئے ابوبکر اور طلحہ کو'' قرینین ''

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ الروض الانف ج 2 ص 78\_

2\_سیرة المصطفی ص 149\_

کہا جاتا ہے \_ البتہ بعض مؤرخین کے مطابق انہیں باندھ کر ان پر تشدد کرنے والا صرف نوفل ہی ہے جبکہ اس دوران عمر بن عثمان کا کہیں ذکر ہی نہیں ملتا (1) اس کے باوجود بھی ہم دیکھتے ہیں کہ :

1\_ وہ خود ہی کہتے ہیں'' خدانے حضرت ابوبکر کی حفاظت اس کی قوم کے ذریعہ سے کی '' (2) اور یہ ان کے اس قول '' حضرت ابوبکر نے بھی تکلیفیں اٹھائیں'' کے بالکل متضاد ہے\_ اسی طرح ابن دغنہ کے اس قول ''اسے قوم سے نکال دیا گیا'' سے بھی متناقض ہے\_

2\_ سیرت کی کتابوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جس قبیلہ سے بھی کوئی شخص اسلام لاتا تو صرف وہی قبیلہ اس پر تشدد کرتا تھا\_ دوسرے قبیلہ والوں کو اس پر تشدد کرنے کی جرات نہیں ہوتی تھی\_

3\_ اسکافی نے بھی یہی کہا ہے کہ ہمیں تو صرف یہ معلوم ہے کہ یہ تشدد صرف غلاموں یا کرائے کے غنڈوں کے ذریعہ سے ہوتا اور اس شخص پر ہوتا جس کی حمایت کرنے والا کوئی خاندان نہیں ہوتا تھا\_(3) اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جناب ابوبکر بڑے قابل اطاعت سردار اور بزرگ تھے\_(4)جس کے منتظر بزرگان قریش بھی رہتے تھے اور اس کی عدم موجودگی میں کوئی بھی فیصلہ نہیں کرتے تھے\_ حتی کہ حضرت محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے معاملے میں بھی (جیسا کہ ابوبکر کے اسلام لانے والے واقعہ میں گذر چکا ہے) اسی کے پاس کوئی قطعی فیصلہ کرنے آئے تھے\_ ان کی تعریفوں کے مطابق وہ بلند پایہ شخصیت ، بزرگ سردار اور قریش کے محترم رئیس تھے\_(5) پھر جناب ابوبکر اس گروہ سے کیسے ستائے گئے جو ان کے قبیلے سے بھی

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ اس بارے میں ملاحضہ ہو : العثمانیہ جاحظ ص 27و 28 ، شرح نہج البلاغہ معتزلی ج 13 ص 253، سیرة ابن ہشام ج 1 ص 301، نسب قریش مصعب زبیری ص 230، البدایہ و النہایہ ج 2 ص 29 ، بیہقی اور مستدرک حاکم ج 3 ص 369 اور البدء و التاریخ ج 5 ص 82\_

2\_ البدایہ و النہایہ ج 3 ص 28 ، مستدرک حاکم ج 3 ص 284 حاکم نے بھی اور ذہبی نے بھی اس کی تلخیص کے حاشیہ میں اس قول کو صحیح جانا ہے ، حلیة الاولیاء ج 1 ص 149، استیعاب ج 1 ص 141، سنن احمد ، سنن ابن ماجہ ، سیرہ نبویہ دحلان ج 1 ص 126، سیرہ نبویہ ابن کثیر ج 1 ص 436از کنز العمال ج 7 ص 14از ابن ابی شیبہ اور طبقات الکبری ابن سعد مطبوعہ صادر ج 3 ص 233\_

3\_ شرح نہج البلاغہ معتزلی ج 13 ص 255\_ 4\_ ملاحظہ ہو : شرح نہج البلاغہ معتزلی ج 13 ص 255، سیرہ نبویہ دحلان ج 1 ص 123 اور سیرہ حلبیہ ج 1 ص 273\_ 5\_ سیرہ نبویہ ابن کثیر ج 1 ص 433 اور البدایہ و النہایہ ج 3 ص 26\_

نہ تھے؟ اور اس کی قوم نے اپنے سردار اور بلند پایہ شخصیت کو ایسے کیسے چھوڑدیا کہ وہ لوگ اس کی توہین کرتے رہیں؟اور ابن ہشام و غیرہ کے مطابق :'' اپنی قوم کا مونس ، محبت کرنے والا اور نرم خو تھا '' حتی کہ وہ کہتا ہے ''اس کی قوم کے افراد اس کے پاس جاکر کئی ایک امور کے لئے اس کی حمایت حاصل کرتے (1) اور ابن دغنہ کے زعم میں : '' ایسے شخص کو کیونکر نکالا جاسکتا ہے؟ کیا تم ایسے شخص کو نکال باہر کر رہے جو گمنامی کا طالب ہے ، صلہ رحمی کرتاہے ، دوسروں کا بوجھ اٹھاتا ہے ، مہمان نوا ز اور زمانے کی مصیبتوں پر دوسروں کا مدد گار ہے؟''(2)\_

توجہ : یہ ا لفاظ تقریباً وہی الفاظ ہیں جو وقت بعثت حضرت خدیجہ نے حضور کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی دلجوئی کے لئے کہے تھے\_ ان الفاظ کو ابن دغنہ نے جناب ابوبکر کے ہجرت حبشہ کے وقت اس کے حق میں کہے ہیں جن کا سقم آئندہ معلوم ہوگا \_یہاں بس پڑھتے جائیں ، سنتے جائیں اور پیش آیند پر تعجب بھی کرتے جائیں\_ سنتا جاشرماتاجا \_

پہلانکتہ : کیا حضرت ابوبکر قبیلہ کے سردار تھے؟

گذشتہ تمام باتیں ہم نے صرف ان کی باتوں کے اختلاف اور تناقض کو بیان کرنے کے لئے ذکر کی ہیں\_ کیونکہ اگر ایک بات صحیح ہے تو دوسری صحیح نہیں ہے\_ وگرنہ ہمیں ابوبکر کے عظیم سردار اور قابل اطاعت بزرگ ہونے میں شک ہے ، کیونکہ :

1\_ حضرت ابوبکر جب ابوسفیان کے ساتھ حج کوگئے تو (وقت تلبیہ) اس نے اپنی آواز ابوسفیان کی آواز سے اونچی رکھی ، ابوقحافہ نے اس سے کہا :'' ابوبکر اپنی آواز ابن حرب کی آواز سے دھیمی رکھو'' جس پر ابوبکر نے کہا :'' اے ابوقحافہ خدا نے اسلام میں وہ گھر بنائے ہیں جو پہلے نہیں بنے تھے اور وہ گھر ڈھادیئےیں جو زمانہ جاہلیت میں بنے ہوئے تھے\_ اور ابوسفیان کا گھر بھی ڈھائے جانے والے گھروں میں سے ہے''\_(3)

2\_ جب ابوبکر کی بیعت کی جا رہی تھی تو ابوسفیان چلا اٹھا: '' امر خلافت کے لئے قریش کا سب سے پست

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سیرہ ابن ہشام ج 1 ص 367 اور سیرہ نبویہ ابن کثیر ص 437\_

2\_ سیرہ حلبیہ ج 1 ص 103 اور اس بارے میں مزید منابع کا ذکر ہجرت ابوبکر کی بحث کی دوران ہوگا ان شاء اللہ \_

3\_ ملاحظہ ہو : النزاع و التخاصم مقریزی ص 19 اور اسی ماخذ سے ذکر کرتے ہوئے الغدیر ج 3 ص 353\_

گھرانہ تم پر غالب آگیا ہے'' اور حاکم کی عبارت میںیوں آبا ہے '' اس امر خلافت کا کیا ہوگا جو قریش کے سب سے کم مرتبہ اور ذلیل شخص یعنی ابوبکر کے پاس آیا ہے'' (1) جبکہ بلاذری کی عبارت یوں ہے: ''ابوسفیان نے حضرت علی عليه‌السلام کے پاس آکر کہا ہے '' یا علی عليه‌السلام تم لوگوں نے قریش کے ذلیل ترین قبیلے کے آدمی کی بیعت کی ہے'' (2)

3\_ شاعر عوف بن عطیہ کا کہنا ہے:

و اما الا لامان بنوعدی ---- و تیم حین تزد حم الامور

فلا تشهد بهم فتیان حرب ---- و لکن ادن من حلیب و عیر

اذا رهنوا رماحهم بزبد ---- فان رماح تیم لا تضیر (3)

اور قبیلہ بنی عدی اور تیم تو مشکلات کی بھیڑ میں واویلا کرنے والے پست اور بے صبرے ہیں\_ انہیں کوئی جنگجو نہیں کہہ سکتا کیونکہ یہ ایک جماعت اور قافلے سے بھی مغلوب ہونے والے ہیں\_ انہیں مکھن (چکنی چپڑی باتوں) کے بدلے میں نیزے گروی رکھ لینے چاہئیں کیونکہ اب ان کے نیزے کسی کام کے نہیں ہیں\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ ملاحظہ ہو : المصنف عبدالرزاق ج 5 ص 451 ، مستدرک حاکم ج 3 ص 78 از ابن عساکرو ابواحمد دہقان ، الکامل ابن اثیر ج 2 ص 326، تاریخ طبری ج 2 ص 944، النزاع و التخاصم ص 19 اور کنز العمال ج 5 ص 383و 385از ابن عساکروابواحمد دہقان\_

2\_ انساب الاشراف بلاذری (حصہ حیات طیبہ) ص 588 \_(اسی طرح منہاج الراعہ شرح نہج البلاغہ حبیب اللہ خوئی کے ترجمہ اردو ج 3 ص 50 پر جناب ابوبکر کے خاندانی پس منظر کے ذکر کے بعد آیا ہے کہ جب حضرت ابوبکر مسند اقتدار پر فائز ہوئے تو ابوسفیان نے ان کا خاندانی پس منظر یاد کرکے حضرت علی عليه‌السلام سے کہا: '' ارضیتم یا بنی عبد مناف ان یلی علیکم تیمی رذل'' اے بنی عبد مناف کیا تم ایک رذیل تیمی کی حکومت پر راضی ہوچکے ہو؟ ''حاکم نیشاپوری اور ان حجر نے لکھا ہے کہ جب ابوقحافہ نے اپنے بیٹے کی حکومت کا سناتو کہا : '' کیا بنی عبدمناف اور بنی مغیرہ میرے بیٹے کی حکومت پر راضی ہوگئے؟ '' لوگوں نے بتایا : '' جی ہاں'' تو اس وقت اس نے کہا تھا : '' اللهم لا واضع لما رفعت و لا رافع لما وضعت '' خدایا جسے تو بلند کرے اسے کوئی پست نہیں کرسکتا اور جسے تو پست کرے اسے کوئی بلندی نہیں دے سکتا\_ اگر چہ کہ ابوسفیان کی باتیں نیک نیتی کی بناپر نہیں تھیں لیکن اس سے دو باتوں کا علم ہوتا ہے : 1\_ حضرت ابوبکر نہ صرف قبیلہ کے رئیس نہیں تھے بلکہ ان کا خاندانی پس منظر بھی کچھ قابل ذکر نہیں ہے اس لئے تعجب تو اس بات پر ہوتا ہے کہ پھر بھی کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ نے حضرت ابوبکر کی دولت سے اپنے نبی کو مالامال کردیا تھا\_2\_ حضرت علیعليه‌السلام ہر لحاظ سے خلافت پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے زیادہ حقدار تھے \_ اسی لئے ابوسفیان صرف حضرت علی عليه‌السلام کے پاس آیا تا کہ وہ حق دار ہونے کی بنا پر اٹھ کھڑے ہوں گے اور اس موقع سے فائدہ اٹھاکر ابوسفیان اپنے مقاصد حاصل کرے گا لیکن حضرت علی عليه‌السلام نے اس کے ارادے بھانپ لئے تھے اور مناسب جواب دیا تھا \_ از مترجم)\_ 3\_ طبقات الشعراء ابن سلام ص 38\_

دوسرا نکتہ :

دوسری بات یہ ہے کہ یہ لوگ جو کہتے ہیں :'' ابوبکر اظہار اسلام کرنے والا پہلا شخص ہے جس کی قوم نے اس کی حمایت کی'' یا'' جس پر اسے اتنا ماراگیا کہ وہ مرنے کے قریب ہوگیا '' (1) تو ان لوگوں کی مذکور باتوں کو بہت ساری گذشتہ باتیں بھی جھٹلاتی ہیں اور یہاں پر بھی ہم یہ کہتے ہیں کہ دعوت اسلام کے اعلان کرنے والی سب سے پہلی شخصیت رسول کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی ذات والا صفات تھی جناب ابوبکر نہیں تھے\_ اور مذکورہ بات تو ان متضاد باتوں کے علاوہ ہے جو یہ لوگ کبھی تو کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود نے سب سے پہلے اظہار اسلام کیا تھا ، کبھی کہتے ہیں کہ عمر بن خطاب نے کیا تھا اور یہاں پر وہ یہ کہتے ہیں کہ ابوبکر نے ایسا کیا تھا؟ (حافظہ کہاںگیا؟)

اسی طرح ایک روایت یہ بتاتی ہے کہ ابوبکر کا اظہار اسلام اس وقت تھا جب مسلمانوں کی تعداد 38 افراد تک پہنچ گئی تھی اور حضور کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ارقم کے گھر میں تشریف فرماتھے\_ جبکہ ہم پہلے یہ بتاچکے ہیں کہ ابوبکر تو اس وقت تک بھی اسلام نہیں لائے تھے کیونکہ وہ پچاس سے زیادہ افراد کے اسلام لانے کے بعد مسلمان ہوئے تھے\_ مگر یہ کہا جائے کہ اس روایت کا مقصد یہ ہے کہ ہجرت حبشہ کے بعد اسلام لانے والوں کی تعداد 38 افراد تک پہنچنے کے بعد ابوبکر مسلمان ہوا تھا\_ لیکن یہ بات بھی روایت کی اس تصریح کے ساتھ جوڑ نہیں کھاتی جس میں آیاہے کہ ابوبکر کا مسلمان ہونا جناب حمزہ کے اسلام لانے کے دن تھا جس وقت نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ارقم کے گھر میں تشریف فرما تھے\_

اسلام میں سب سے پہلی شہادت

قریش کے ہاتھوں آل یاسرکو سخت ترین سزائیں دی گئیں نتیجتاً حضرت عمار کی ماں حضرت سمیہ، فرعون قریش ابوجہل (لعنة اللہ علیہ) کے ہاتھوں شہید ہوگئیں وہ اسلام کی راہ میں شہید ہونے والی سب سے پہلی

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سیرہ نبویہ ابن کثیر ج 1 ص 439 تا 449 ، البدایہ و النہایة ج 3 ص 30 ، تاریخ الخمیس ج 1 ص 294 اور الغدیر ج 7 ص 322 از تاریخ الخمیس و الریاض النضرہ ج 1 ص 46\_

ہستی ہیں\_ (1) حضرت سمیہ کے بعد حضرت یاسر (رحمة اللہ علیہ) شہید ہوئے\_البتہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اسلام کے پہلے شہید حضرت حارث ابن ابوہالہ ہیں\_ وہ اس طرح کہ جب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کو اعلانیہ تبلیغ کا حکم ہوا تو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے مسجد الحرام میں کھڑے ہو کر فرمایا: '' اے لوگو لا الہ الا اللہ کہو تاکہ نجات پاؤ ''یہ سن کر قریش آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پر ٹوٹ پڑے، سب سے پہلے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی فریاد رسی کیلئے پہنچنے والا یہی حارث تھا اس نے قریش پر حملہ کرکے انہیں آپ کے پاس سے ہٹایا جبکہ قریش نے حارث کارخ کیا اور اسے قتل کر دیا\_ (2)

لیکن یہ واقعہ درست نہیں کیونکہ (جیساکہ پہلے ذکر ہوچکا) خدانے حضرت ابوطالب اور بنی ہاشم کے ذریعے اپنے نبی کی حفاظت کی، چنانچہ قریش آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا بال بھی بیکا کرنے کی جر ات نہ کرسکے\_اسی طرح بنی ہاشم کے دوسرے ایمان لانے والوں کی حالت ہے کیونکہ وہ لوگ حضرت جعفر (رض) حضرت علی عليه‌السلام اور دیگر افراد پر بھی حضرت ابوطالب کے مقام کی وجہ سے تشدد نہیں کرسکے\_

علاوہ برایں مورخین کا تقریبا ًاتفاق ہے کہ اسلام کی راہ میں سب سے پہلی شہادت حضرت سمیہ اور اس کے شوہر حضرت یاسر کو نصیب ہوئی مزید یہ کہ اعلانیہ تبلیغ کی کیفیت کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ مذکورہ باتوں کے صریحاً منافی ہے (عنوان '' فاصدع بما تؤمر'' کا مطالعہ فرمائیں)\_

یہاں ہمارے خیال کے مطابق اس واقعے کو گھڑنے کا مقصد یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہ ثابت کریں کہ حضرت خدیجہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شادی کرنے سے قبل ایک یا ایک سے زیادہ بار شادی کی تھی اور ان دونوں سے ان کی اولاد ہوئی لیکن قبل ازیں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ سے ان کی شادی کی بحث میں اس کا ذکر ہوچکا ہے جو مذکورہ بالا بات کو مشکوک ظاہر کرتی ہے\_

عمار بن یاسر

بنی مخزوم نے عمار بن یاسر کوبھی زبردست اذیتیں پہنچائیں یہاں تک کہ وہ قریش کی من پسند بات کہنے پر

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1 \_ الاستیعاب حاشیہ الاصابہ ج 4 ص 330 و 331 و 333 ، الاصابہ ج4 ص 334 و 335، سیرہ نبویہ ابن کثیر ج1 ص 495، اسد الغابہ ج5 ص 481 اور تاریخ یعقوبی ج2 ص 28\_

2\_ نور القبس ص 275 از شرقی ابن قطامی، الاصابة ج 1 ص 293 از کلبی، ابن حزم اور عسکری نیز الاوائل ج 1 ص 311،312\_

مجبور ہوئے اور یوں انہوں نے عمار کو چھوڑ دیا\_ اس کے بعد وہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے پاس روتے ہوئے آئے اور عرض کیا '' یا رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ جب تک میں نے مجبور ہوکر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو برا بھلا نہیں کہا اور ان کے معبودوں کی تعریف نہیں کی تب تک انہوں نے مجھے نہیں چھوڑا'' \_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا: ''اے عمار تیری قلبی کیفیت کیسی ہے؟'' عرض کیا ''یا رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ میرا دل تو ایمان سے لبریز ہے''\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا: ''پس کوئی حرج نہیں بلکہ اگر وہ دوبارہ تمہیں مجبور کریں توتم پھر وہی کہو جو وہ چاہیں\_ بے شک خدانے تیرے بارے میں یہ آیت نازل کی ہے (الا من اکره وقلبه مطمئن بالایمان) مگرجس پر جبر کیا جائے جبکہ اس کا دل ایمان سے لبریز ہو\_ (1)

تقیہ کتاب وسنت کی روشنی میں

1\_حضرت عمار کا قصہ اور اس کے بارے میں آیات کا نزول، جان ومال کا خوف در پیش ہونے کی صورت میں تقیہ کے جواز کی دلیل ہے\_

2\_علاوہ ازیں خدا کا یہ ارشاد بھی جواز تقیہ کی دلیل ہے (ومن یفعل ذلک فلیس من الله فی شی الا ان تتقوا منهم تقاة) (2) یعنی جو بھی ایسا کرے (یعنی کفار کو اپنا ولی بنائے) اس کاخدا سے کوئی تعلق نہ ہوگا مگر یہ کہ تمہیں کفار سے خوف ہو تو کوئی حرج نہیں\_(3)

3\_نیز یہ آیت بھی تقیہ کو ثابت کرتی ہے (قال رجل مؤمن من آل فرعون یکتم ایمانه اتقتلون رجلا ان یقول ربی الله ) (4) یعنی آل فرعون کے ایک شخص نے جو اپنے ایمان کو چھپائے رکھتا تھا کہا: ''کیا تم ایک شخص کو اس جرم میں قتل کرتے ہو کہ وہ خدائے واحد کا اقرار کرتا ہے''\_ اس آیت کو منسوخ قرار دینا غلط اور بے دلیل ہے بلکہ اس کا منسوخ نہ ہونا ثابت ہے، جیساکہ جناب

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ نحل، آیت 106 ، رجوع کریں: حلیة الاولیاء ج 1 ص 140، تفسیر طبری ج 4 ص 112 اور حاشیہ پر تفسیر نیشاپوری اور بہت سی دیگر کتب\_

2\_ سورہ آل عمران، آیت 28\_ 3\_ تقیہ کے متعلق مزید مطالعہ کے لئے: احکام القرآن جصاص ج2 ص 9 ، تقویة الایمان ص 38 ، صحیح بخاری مطبوعہ میمنہ ج 4 ص 128 اور دیگر متعلقہ کتب 4\_ سورہ غافر، آیت 28\_

یعقوب کلینی نے عبداللہ بن سلیمان سے نقل کیا ہے کہ سلیمان نے کہا:'' میں نے ابوجعفر (امام باقرعليه‌السلام ) سے سنا جبکہ آپ کے پاس عثمان اعمی نامی ایک بصری بیٹھا تھا ، جب اس نے کہا کہ حسن بصری کا قول ہے ''جو لوگ علم کو چھپاتے ہیں ان کے شکم کی ہوا سے اہل جہنم کواذیت ہوگی''\_ تو آپ نے فرمایا:''اس صورت میں تو مومن آل فرعون تباہ ہوجائے گا، جب سے خدانے حضرت نوحعليه‌السلام کو مبعوث کیا علم مستور چلا آرہا ہے \_حسن دائیں بائیں جس قدر چاہے پھرے خدا کی قسم علم سوائے یہاں کے کہیں اور پایا نہ جائے گا''\_ (1) مذکورہ آیت سے امامعليه‌السلام کا استدلال اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے منسوخ نہ ہونے پرعلماء کا اتفاق تھا\_رہی سنت نبوی تو اس سے ہم درج ذیل دلائل کا ذکر کریں گے\_

سنت رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم میں تقیہ

1\_ جناب ابوذر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے مروی ہے کہ حضور کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا :'' عنقریب تمہارے اوپر ایسے حاکم مسلط ہوں گے جو نماز کا حلیہ بگاڑدیں گے\_ اگر تم ان کے زمانے میں رہے تو تم اپنی نماز وقت پر پڑھتے رہو لیکن ان کے ساتھ بھی بطور نافلہ نماز پڑھ لیا کرو ...'' (2) اور اس سے ملتی جلتی دیگر احادیث(3)

2) مسیلمہ کذاب کے پاس دو آدمی لائے گئے اس نے ایک سے کہا :''کیاتم جانتے ہو کہ میں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا ہوں''\_ اس نے جواب دیا: '' اللہ کے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم تو حضرت محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ہیں ''\_مسیلمہ نے اسے قتل کردیا پھر دوسرے سے کہا تو اس نے جواب دیا:'' تم اور محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم دونوں اللہ کے نبی ہو ''\_یہ سن کر مسلیمہ نے اسے چھوڑ دیا\_ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی تو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا:'' پہلا شخص اپنے عزم ویقین پر قائم رہا لیکن دوسرے نے اس راہ کو اختیار کیا جس کی خدا نے اجازت دی ہے پس اس پر کوئی عقاب نہیں''\_ (4)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ اصول کافی ص 40،41 (منشورات المکتبة الاسلامیة )نیز وسائل جلد 18ص 8\_

2\_ مسند احمد ج 5 ص 159\_

3\_ مسند احمد ج 5 ص 160، 168\_

4\_ محاضرات الادباء ، راغب اصفہانی ج 4ص 408اور 409 ، احکام القرآن جصاص ج2 ص 10 اور سعد السعود ص 137\_

3) سہمی نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ سے روایت کی ہے ''لا دین لمن لا ثقة له'' (1)بظاہر یہاں لفظ ثقہ کی بجائے لفظ تقیہ مناسب اور درست ہے یعنی جو تقیہ نہیں کرتا وہ دین نہیں رکھتا جیساکہ شیعوں کی اہل بیت عليه‌السلام سے مروی روایات اس امر پر دلالت کرتی ہیں(2)\_

4) حضرت عمار یاسر کا معروف واقعہ اور حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا عمار سے فرمانا کہ اگر وہ دوبارہ ایسا کریں تو تم بھی گذشتہ عمل کا تکرار کرو یہ بات احادیث وتفسیر کی مختلف کتابوں میں مذکور ہے اور اسی مناسبت سے آیت ( من کفر بالله بعد ایمانه ، الاّ من اکره و قلبه مطمئن بالایمان) (3)نازل ہوئی تھی\_

5) نبی اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا بذات خود تقیہ فرمانا کیونکہ آپ تین یا پانچ سالوں تک خفیہ تبلیغ کرتے رہے جو سب کے نزدیک مسلمہ اور اجماعی ہے اور کسی کیلئے شک کی گنجائشے نہیں اگر چہ کہ ہم نے وہاں بتایا تھا کہ حقیقت امر صرف یہی نہیں تھا\_

6) اسلام کفار کو بعض حالات میں اجازت دیتا ہے کہ وہ اسلام قبول کریں یا جزیہ دیں یا قتل ہونے کیلئے تیار ہوجائیں\_ واضح ہے کہ یہ بھی تقیہ کی ترغیب ہے کیونکہ اس قسم کے حالات میں قبول اسلام جان کی حفاظت کیلئے ہی ہوسکتا ہے پختہ عقیدہ کی بناپر نہیں\_اسلامی معاشرے میں اس امید کے ساتھ منافقین کو رہنے کی اجازت دینا اور ان کے ساتھ اسلامی بھائی چارے کے مطابق سلوک کرنا کہ وہ اسلام کے ساتھ تعاون کریں گے اور ان کے دلوں میں ایمان مستحکم ہوجائے گا بھی اسی طرح ہے \_

7) فتح خیبر کے موقع پر حجاج بن علاط نے نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے عرض کیا :'' مکہ میں میرا کچھ مال اور رشتہ دار ہیں اور میں انہیں وہاں سے لے آنا چاہتا ہوں \_ پس اگر مجھے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو برا بھلا کہنا بھی پڑا تو کیا آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی اجازت ہوگی؟'' تو رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدانے اجازت دے دی کہ جو کچھ کہے کہہ سکتا ہے(4)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ تاریخ جرجان ص 201 \_

2\_ ملاحظہ ہو : کافی (اصول) ج2 ص 217 مطبوعہ آخندی، وسائل الشیعہ ج11 ص 465اور میزان الحکمت ج10 ص 666 و 667\_

3\_ سورہ نمل آیت 106اور ملاحظہ ہو فتح الباری ج12 ص 277 و 278\_

4\_ دراسات فی الکافی و الصحیح ص 338 از سیرہ حلبیہ\_

تاریخ سے مثالیں

1) ایک شخص نے ابن عمر سے پوچھا: ''کیا میں حکام کو زکوة دوں''؟ ابن عمر نے کہا : ''اسے فقراء اورمساکین کے حوالے کرو'' راوی کہتا ہے کہ پس حسن نے مجھ سے کہا : ''کیا میں نے تجھ سے کہا نہیں تھا کہ جب ابن عمر خوف محسوس نہیں کرتا، تو کہتا ہے زکوة فقیروں اور مسکینوں کو دو''\_ (1)

2) علماء نے دعوی کیا ہے کہ انس بن مالک نے رکوع سے قبل قنوت والی حدیث کو اپنے زمانے کے بعض حکام سے تقیہ کی بناپر روایت کیا ہے (2)

3) عباس بن حسن نے اپنے محرروں اور خاص ندیموں سے مکتفی کے مرنے کے بعد خلافت کے اہل آدمی کے متعلق مشورہ لیا تو ابن فرات نے اسے یہ مشورہ دیا کہ وہ ہر کسی سے علیحدگی میں مشورہ کرے تا کہ اس کی صحیح رائے معلوم ہوسکے دوسرے لوگوں کی موجودگی میں ہوسکتا ہے تقیہ کرتے ہوئے وہ اپنی رائے پیش نہ کرسکا ہو اور دوسروں کا ساتھ دیا ہو اس بات پر اس نے کہا : ''سچ کہتے ہو'' \_ پھر اس نے ویسا ہی کیا جیسا ابن فرات نے کہا تھا (3)

4) بیعت عقبہ میں جناب رسول خدا اور جناب حمزہ نے تقیہ فرمایا تھا جس کے متعلق روایتیں علیحدہ فصل میں بیان ہوں گی\_

5) ایوب سے مروی ہے کہ میں جب بھی حسن سے زکوة کے بارے میں سوال کرتاتو کبھی وہ یہ کہتا حکام کو دے دو اور کبھی کہتا ان کو نہ دو\_ مگر یہ کہا جائے کہ حسن کی جانب سے یہ تردید اس بارے میں شرعی مسئلہ کے واضح نہ ہونے کی وجہ سے تھی(4)

6) محمد بن حنفیہ کے ایک خطبے میں یوں بیان ہوا ہے، امت سے جدا نہ ہونا ان لوگوں (بنی امیہ) سے تقیہ کے ذریعے سے بچتے رہو ، اور ان سے جنگ نہ کرو،راوی نے کہا :''ان سے تقیہ کرنے سے کیا مراد ہے؟'' کہا :''جب وہ بلائیں تو ان کے پاس حاضری دینا\_یوں خدا تجھ سے نیز تیرے خون اور تیرے دین سے ان

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ المصنف عبدالرزاق ج 4ص 48 \_

2\_ ملاحظہ ہو : المحلی ج4 ص 141\_ 3\_ الوزراء صابی ص 130\_

4\_ مصدر سابق\_

کے شر کو دور رکھے گا اور تجھے خدا کے مال سے حصہ بھی ملے گا جس کے تم زیادہ حقدار ہو ''\_(1)

7) مالک سے محمد بن عبداللہ بن حسن کے ساتھ خروج کرنے کے بارے میں سوال ہوا، ساتھ ہی یہ بھی بتایا گیا کہ ہم نے ابوجعفر المنصور کی بیعت بھی کررکھی ہے مالک نے کہا :'' تم نے مجبوراً بیعت کی تھی اور جسے مجبور کیا جائے اسکی قسم (بیعت) کی کوئی حیثیت نہیں'' (2)

8) قرطبی نے شافعی اور کوفیوں سے نقل کیا ہے کہ قتل کا خطرہ ہونے کی صورت میں تقیہ جائزہے\_ ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے\_ (3)

9) حذیفہ کی روایت ہے کہ ہم رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی خدمت میں تھے\_ انہوں نے فرمایا: '' مجھے گن کربتاؤ اسلام کے کتنے ارکان ہیں؟'' حذیفہ کا کہنا ہے کہ ہم نے عرض کیا :'' یا رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کیا آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو ہماری طرف سے کوئی پریشانی لاحق ہے؟ جبکہ ہم ابھی بھی چھ سوسے سات سو کے درمیان ہیں'' تب آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا:'' تمہیں کیا خبر کل کلاں تم آزمائشے میں مبتلا ہوجاؤ'' حذیفہ کہتا ہے کہ بعد میں ہم ایسی سخت آزمائشے میں مبتلا ہوئے کہ حتی کہ ہم میں سے ہر کوئی چھپ کر نماز پڑھتا تھا\_(4) یہی حذیفہ حضرت علی عليه‌السلام کی بیعت کے صرف چالیس دن بعد فوت ہوا اور یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس بیعت سے قبل پچھلے دور میں مؤمنین سخت دباؤ کا شکار تھے\_ جو لوگ شرعی حکومت پر قابض تھے وہ دین اور دینداروں کے خلاف اپنے دل میں پرانا کینہ رکھتے تھے اور جس چیز کا تھوڑا سا تعلق بھی دین کے ساتھ ہوتا تھا اس کا مذاق اڑایا کرتے اور اس کے خلاف محاذ آرائی کرتے تھے\_

10) تمام اہل حدیث اور ان کے بڑے بڑے علماء نے تقیہ کرتے ہوئے قرآن کے مخلوق ہونے کی تصدیق کی حالانکہ وہ اس کے قدیم ہونے کے قائل تھے فقط امام احمد بن حنبل اور محمد بن نوح نے انکار کیا(5) بلکہ امام احمد نے بھی تقیہ کیا چنانچہ جب وہ پھندے کے پاس پہنچا تو کہا : ''میں کوئی بات زبان پر نہ

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ طبقات ابن سعد ج 5ص 70 \_ 2\_ مقاتل الطالبین ص 283نیز طبری ج 3ص 200 مطبوعہ یورپ\_

3\_ تفسیر قرطبی ج 10ص 181 \_ 4\_ صحیح مسلم ج 1 ص 91 \_ صحیح بخاری مطبوعہ 1309ھ ج 2 ص 116و مسند احمد ج 5 ص 384\_

5\_ تجارب الامم مطبوعہ ہمراہ العیون و الحدائق ص 465 \_

لاؤںگا'' نیز جب حاکم وقت نے اس سے کہا:'' قرآن کے بارے میں کیا کہتے ہو'' تو جواب دیا: '' قرآن کلام الہی ہے'' پوچھا گیا ''کیا قرآن مخلوق ہے''؟ جواب دیا: ''میں بس اتنا کہتا ہوں کہ اللہ کا کلام ہے''\_ (1)بلکہ یعقوبی نے تو یہاں تک کہا ہے کہ جب امام احمد سے اس بارے میں پوچھا گیا تو بولے : '' میں ایک انسان ہوں جس نے کچھ علم حاصل تو کیا ہے لیکن اس بارے میں مجھے کچھ علم نہیں ہے '' \_اس مناظرے اور چند کوڑے کھانے کے بعد اسحق بن ابراہیم مناظرے کے لئے دوبارہ آیا اور اس سے کہا : '' اب کچھ باقی رہ گیا ہے جسے تو نہ جانتاہو؟''کہا : '' ہاں باقی ہے'' \_ کہا : ' ' پس یہ مسئلہ بھی ان مسائل میں سے ہے جنہیں تو نہیں جانتا\_ حالانکہ امیر المؤمنین (حاکم وقت) نے تجھے اچھی طرح سکھا دیا ہے '' \_ کہا : '' پھر میں بھی امیرالمؤمنین کے فرمان کا قائل ہوگیا ہوں '' پوچھا: '' قرآ ن کے مخلوق ہونے کے متعلق ؟'' کہا : '' جی ہاں خلق قرآن کے متعلق '' کہا : ''پھر یا د رکھنا'' پھر اسے آزاد کرکے گھر کو جانے دیا(2)\_

حالانکہ امام احمد خودکہتے ہیں کہ جو فقط یہ کہے کہ قرآن کلام اللہ ہے اور مزید کچھ نہ کہے تو وہ واقفی اور ملعون ہے\_ (3)

خوارج کے مقابلے میں ابن زبیر نے بھی تقیہ سے کام لیا (4) اسی طرح شعبی اور مطرف بن عبداللہ نے حجاج سے تقیہ کیا اور عرباض بن ساریہ اور مؤمن الطاق نے بھی خوارج سے اور صعصعہ بن صوحان نے معاویہ سے تقیہ کیا (5)

خلق قرآن کے مسئلے میں اسماعیل بن حماد اور ابن مدینی نے بھی تقیہ کیا، ابن مدینی قاضی ابو داؤد معتزلی کی مجلس میں حاضر رہتا اور اس کے پیچھے نماز پڑھتا تھا\_ نیز احمد بن حنبل اور اس کے اصحاب کی حمایت کرتا تھا\_(6)

11\_ مدینہ پر بسربن ابی ارطاة کے غارتگرانہ حملہ کے موقع پر جابربن عبداللہ انصاری نے ام المومنین

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ تاریخ طبری ج 7ص 201نیز آثار جاحظ ص 274و مذکرات الرمانی ص 47\_

2\_ تاریخ یعقوبی ج2 ص 472\_ 3\_ بحوث مع اھل السنة و السلفیہ ص 122،123 از الرد علی الجھمیة (ابن حنبل) در کتاب الدومی ص28 \_

4\_ ملاحظہ ہو العقد الفرید ابن عبدربہ ج2 ص 393\_ 5\_ العقد الفرید ج 2 ص 464 و ص 465 اور ملاحظہ ہو : بہج الصباغہ ج 7 ص 121\_

6\_ رجوع کریں لسان المیزان ج 1ص 339اور 400متن اور حاشیہ ملاحظہ ہو\_

حضرت ام سلمہ کی خدمت میں شکایت کی :'' مجھے قتل ہونے کا خوف ہے اور یہ بیعت ایک گمراہ شخص کی بیعت ہے اس موقع پر میں کیا کروں''؟ تو انہوں نے فرمایا : '' اس صورت میں تم اس کی بیعت کرلو کیونکہ اصحاب کہف کو بھی اسی تقیہ نے صلیب پہننے اور دوسرے شہریوں کے ساتھ عید کی محفلوں میں شریک ہونے پر مجبور کردیا تھا'' (1)

12\_ حضرت امام حسن عليه‌السلام کے مسموم ہونے کے بعد جب اہل کوفہ نے حضرت امام حسین عليه‌السلام سے معاویہ کے خلاف قیام کرنے کا مطالبہ کیا تو آپ عليه‌السلام نے ان کا مطالبہ مسترد کردیا\_ البتہ اس معاملے میں آپ کے اور بھی اہداف تھے جو معاویہ کے خلاف پوری زندگی قیام نہ کرنے کے اپنے شہید بھائی کے موقف کے ہماہنگ تھے\_ اس بارے میں ملاحظہ فرمائیں اخبار الطوال ص 220تا222\_

13\_ حسن بصری کا قول ہے کہ تقیہ روز قیامت تک ہے\_(2)

14\_ بخاری کا کہنا ہے:'' جب کسی آدی کو اپنے ساتھی کے قتل و غیرہ کا ڈر ہو اور اس کے متعلق یہ قسم کھائے کہ یہ میرا بھائی ہے \_ تو اس پر کوئی بھی حد یا قصاص و غیرہ نہیں ہے کیونکہ اس سے ظالم کے مقابلے میں اس کی حمایت کر رہا ہو تا ہے\_ ظالم شخص اسے چھوڑکر قسم کھانے والے کے ساتھ جھگڑتا ہے جبکہ اسے کچھ نہیں کہتا\_ اسی طرح اگر اس سے یہ کہا جائے کہ یا تو تم شراب پیو ، مردار کھاؤ ، اپنا غلام بیچو، قرض کا اقرار کرو یا کوئی چیز تحفہ دویا کوئی معاملہ ختم کردو و گر نہ تمہارے باپ یا تمہارے مسلمان بھائی کو قتل کردیں گے تو اسے ان چیزوں کے ارتکاب کی اجازت ہے ... ...'' یہاں تک کہ وہ کہتا ہے :'' نخعی کا قول ہے کہ اگر قسم لینے والا ظالم ہے تو قسم اٹھانے والے کی نیت پر منحصر ہے اور اگر قسم لینے والا مظلوم ہے تو پھر اس کی نیت پر منحصر ہوگا ''(3)

15\_ یہاں تک کہ مغیرہ بن شعبہ کا حضرت علی عليه‌السلام کے متعلق عیب جوئی کے بارے میں یہ دعوی ہے کہ وہ تقیہ پر عمل کرتا تھا کیونکہ صعصعہ سے کہتا ہے:'' یہ بادشاہ ہمارے سروں پر مسلط ہوچکا ہے اور ہمیں لوگوں کے سامنے آپ عليه‌السلام کی عیب جوئی کرنے پر مجبور کرتا ہے ، ہمیں بھی اکثر اوقات اس کی پیروی کرتے ہوئے ان لوگوں

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1) تاریخ یعقوبی ج2 ص 198\_ 2) صحیح بخاری ج 4 ص 128 مطبوعہ المیمنیہ\_

3) صحیح بخاری ج 4 ص 128 ، صحیح بخاری کی '' کتاب الاکراہ'' کا مطالعہ بہت مفید ہوگا کیونکہ اس میں تقیہ کے متعلق بہت مفید معلومات ہیں\_

کے شر سے دور رہنے کے لئے بطور تقیہ ایسی بات کہنی پڑتی ہے \_ اگر تم حضرت عليه‌السلام کی فضیلت بیان کرنا بھی چاہتے ہو تو اپنے ساتھیوں کے درمیان اور اپنے گھروں میں چھپ کر کرو ...''(1)

16\_ ابن سلام کہتا ہے :'' رسول کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے مجھے نماز کو وقت پر پڑھنے کا اور پھر بطور نافلہ ان حکام کے ساتھ پڑھنے کا حکم دیا جو نماز کو تاخیر کے ساتھ پڑھتے ہیں'' (2)

17\_ خدری نے یہ تصریح کی ہے کہ حضرت علی عليه‌السلام کے متعلق اپنے موقف میں وہ تقیہ سے کام لیتا تھا\_ تا کہ بنی امیہ سے اس کی جان بچی رہے اور اس نے آیت ( ادفع بالتی هی احسن السیئة) سے استدلال کیا ہے(3) اسی طرح بیاضی کی '' الصراط المستقیم'' ج 3 ص 27 تا 73 میں ایسے کوئی واقعات ذکر ہوئے ہیں وہ بھی ملاحظہ فرمائیں\_

بہرحال اس مسئلے کی تحقیق کیلئے کافی وقت کی ضرورت ہے یہاں جتنا عرض کیا گیا ہے شاید کافی ہو\_

تقیہ ایک فطری، عقلی، دینی اور اخلاقی ضرورت

تقیہ کا جواز اس بات کی بہترین دلیل ہے کہ اسلام ایک جامع اور لچک دار دین ہے اور ہر قسم کے حالات سے عہدہ برا ہوسکتا ہے\_ اگر اسلام خشک اور غیرلچک دار ہوتا یااس میں نئے حالات وواقعات سے ہم آہنگ ہونے کی گنجائشے نہ ہوتی تو لازمی طورپر نت نئے واقعات سے ٹکراکر پاش پاش ہوجاتا \_بنابریں خدانے تقیہ کو جائز قرار دیکر مشکل اور سنگین حالات میں اپنے مشن کی حفاظت اس مشن کے پاسبان (رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ) کی حفاظت کے ذریعے کی\_ اس کی بہترین مثال خفیہ تبلیغ کا وہ دور ہے جس میں حضور اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے اصحاب، بعثت کے ابتدائی دور سے گزرے\_

جب دین کے لئے قربانی دینے کا نہ صرف کوئی فائدہ نہ ہو بلکہ دین کے ایک وفادار سپاہی کو ضائع کرنے

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ تاریخ الامم و الملوک ج 4 ص 12\_

2\_ تہذیب تاریخ دمش ج 6 ص 205\_

3\_ سلیم بن قیس ص 53 مطبوعہ مؤسسہ البعثة قم ایران\_

کی وجہ سے الٹا دین کا نقصان بھی ہو تو تب دین اسلام کے پاسبانوں کی حفاظت کے لئے دین میں لچک کی سخت ضرورت محسوس ہوتی ہے \_ یوں بہت سے موقعوں پر اسلام کی حفاظت اس کے ان وفادار اور نیک سپاہیوں کی حفاظت کے زیر سایہ ہوتی ہے جوبوقت ضرورت اس کی راہ میں قربانی دینے کیلئے آمادہ رہتے ہیں پس تقیہ کا اصول انہی لوگوں کی حفاظت کیلئے وضع ہوا ہے\_

رہے دوسرے لوگ جنہیں اپنے سواکسی چیزکی فکر ہی نہیں ہوتی تو، تقیہ کے قانون کی موجودگی یا عدم موجودگی ان کیلئے مساوی ہے تقیہ اسلام کے محافظین کی حفاظت کیلئے ہے تاکہ اس طریقے سے خود اسلام کی حفاظت ہوسکے تقیہ نفاق یا شکست کا نام نہیں کیونکہ اسلام کے یہ محافظین تو ہمیشہ قربانی دینے کیلئے آمادہ رہتے ہیںاور اس بات کی دلیل یہ ہے کہ معاویہ کے دورمیں خاموش رہنے والے حسین عليه‌السلام وہی حسینعليه‌السلام تھے جنہوں نے یزید کے خلاف اس نعرے کے ساتھ قیام کیا:

ان کان دین محمد لم یستقم

الا بقتلی فیا سیوف خذینی

یعنی اگر دین محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی اصلاح میرے خون کے بغیر نہیں ہوسکتی ، تو اے تلوارو آؤ اور مجھے چھلنی کر دو\_

پس جس طرح یہاں ان کا قیام دین اور حق کی حفاظت کے لئے تھا بالکل اسی طرح وہاں ان کی خاموشی بھی فقط دین اور حق کی حفاظت کے لئے تھی\_ اس نکتے کے بارے میں ہم نے حلف الفضول کے واقعے میں گفتگو کی ہے\_

یوں واضح ہوا کہ جب حق کی حفاظت کیلئے قربانی کی ضرورت ہوتو اسلام اس کو لازم قراردیتا ہے اوراس سے پہلوتہی کرنے والوں سے کوئی رو رعایت نہیں برتتا\_

علاوہ برایں اگر اسلام کے قوانین خشک اورغیر لچک دار ہوں توبہت سے لوگ اس کو خیر باد کہہ دیں گے بلکہ اس کی طرف بالکل رخ ہی نہیں کریں گے\_ وحشی وغیرہ کے قبول اسلام کے بارے میں ہم بیان کریں گے کہ بعض لوگ اسلئے مسلمان ہوتے تھے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کو قتل نہیں کرتے \_

بنابریں واضح ہے کہ اسلام کے اندر موجود اس نرمی اور لچک کی یہتوجیہ صحیح نہیں ہے کہ یہ قانون دین میں

دی گئی ایک سہولت ہے تاکہ بعض لوگوں کیلئے قبول اسلام کوآسان بنایاجاسکے بلکہ اسے تو اسلام ومسلمین کی حفاظت کا باعث سمجھنا چاہئے بشرطیکہ اس سے اسلام کے اصولوں کو نقصان نہ پہنچتا ہو بلکہ ترک تقیہ کی صورت میں قوت اور وسائل کابے جا ضیاع ہوتا ہو اور یہی امر تقیہ اور نفاق کے درمیان فرق کا معیار ہے لیکن بعض لوگ تقیہ کو جائز سمجھنے والوں پر نفاق جیسے ناجائزاور ظالمانہ الزام لگانے میں لطف محسوس کرتے ہیں\_

ایک دفعہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے پاس قبیلہ ثقیف کے افراد آئے اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے درخواست کی کہ کچھ مدت کیلئے ان کو بتوں کی پوجا کرنے کی اجازت دی جائے نیز ان پر نماز فرض نہ کی جائے (کیونکہ وہ اسے اپنے لئے گراں سمجھتے تھے) اس کے علاوہ انہیں اپنے ہاتھوں سے بت توڑنے کا حکم نہ دیاجائے تو اسی معیار کی بناپریہاں ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ حضورنے آخری بات تو مان لی لیکن پہلی دو باتوں کو رد کردیا\_ (1) اسی طرح انہوں نے یہ درخواست بھی کی تھی کہ انہیں زنا، شراب سود اور ترک نماز کی اجازت دی جائے (2) انہیں بھی رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا نے رد کردیااور اس بات کا لحاظ نہ کیا کہ یہ قبیلہ اسلام قبول کرنے کا ارادہ رکھتا ہے جس سے اسلام کو تقویت ملے گی اور دشمن کمزور ہوں گے\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ان لوگوں کو جنہوں نے سال ہا سال بتوں کی پوجا کی تھی مزید ایک سال تک بت پرستی کی مہلت کیوں نہ دی؟ جس کے نتیجے میں وہ اسلام سے آشنا اور قریب ترہوجاتے\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ان کا مطالبہ ٹھکرادیا حتی کہ ایک لمحے کیلئے بھی آپ نے ان کو اس بات کی اجازت نہ دی، کیونکہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ہر جائز وناجائز وسیلے سے اپنے اہداف تک پہنچنے کے قائل نہ تھے، آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم وسیلے کو بھی ہدف کاایک حصہ سمجھتے تھے جیساکہ ہم ذکر کرچکے ہیں\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ یہاں سے پتہ چلا کہ ''جبلہ ابن ایھم'' سے قصاص لینے پر اصرار میں عمر کی پالیسی کامیاب نہ تھی\_ کیونکہ وہ تازہ مسلمان ہوا تھا اور اپنی قوم کا حاکم تھا\_ اس نے ابھی اسلام کی عظمت اور ممتاز خوبیوں کو نہیں سمجھا تھا\_ حضرت عمر کو چاہئے تھا کہ وہ صورت حال کی نزاکت کے پیش نظر اس مسئلے کو کسی آسان تر طریقے سے حل کرتے\_

2\_ سیرہ نبویہ دحلان ( حاشیہ سیرہ حلبیہ پر مطبوع) ج3 ص 11 ، المواہب اللدنیہ ج1 ص 236 ، تاریخ الخمیس ج 2 ص 135 تا 137 اور ترک نماز کے متعلق ملاحظہ ہو : الکامل فی التاریخ ج 2 ص 284 ، اسی طرح سیرہ نبویہ ابن ہشام ج 4 ص 185 ، سیرہ نبویہ ابن کثیر ج4 ص 56 اور البدایہ والنہایہ ج5 ص 30\_

لیکن اس کے مقابل اگر کوئی بالفرض آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی بے حرمتی کرتا تو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم معاف کردیتے تھے بشرطیکہ اسے یہ احساس ہوجاتا کہ اس نے گناہ کیا ہے اور رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا نے اس سے درگذر کیاہے\_ لیکن اگر وہ شخص اپنے غلط عمل کو صحیح سمجھتا تو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کسی صورت میں بھی اسے معاف نہیں فرماتے\_

خلاصہ (1)یہ کہ جب مسلمان کمزور ہوں تو پھر انہیں دشمنوں کے ساتھ سخت لڑائی لڑنے کاحق نہیں جس میں وہ خود ہلاک ہوجائیں یاان کے ختم ہونے سے عقیدہحق بھی ختم ہوجائے کیونکہ دین اور نظریات وعقائد کو اس قسم کے مقابلے سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ کبھی کبھی الٹا نقصان پہنچتا ہے \_ نیز اگرحق کا دفاع ایسی قربانی دینے سے پرہیز پر موقوف ہو جو حق کے مٹنے کا باعث ہو، عقل وفکر سے بیگانہ ہو یا وحشیانہ طرز عمل کے ساتھ ہو، نیز ایک نظریاتی جنگ کیلئے مطلوبہ شرائط سے خالی ہو تو پھر اس قربانی سے احتراز کرنا چاہیئے\_

یہ بات اسلام کی عظمت، جامعیت اور حقائق زندگی کے ساتھ اس کی ہماہنگی کی ایک اور دلیل ہے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ یہ خلاصہ علامہ سید محمد حسین فضل اللہ کے فرمودات سے ماخوذ ہے \_ مراجعہ ہو: مفاہیم الاسلامیہ عامہ حصہ 8 ص 127\_

دوسری فصل

ہجرت حبشہ اور اس سے متعلقہ بحث

راہ حل کی تلاش:

قریش نے ان مسلمانوں کو ستانے کا سلسلہ جاری رکھا جن کی حمایت کرنے والا کوئی قبیلہ نہ تھا\_ مسلمانوں کیلئے یونہی بیٹھے رہنا ممکن نہ تھا\_ان ستم زدہ لوگوں کیلئے ایک ایسی سرزمین کی ضرورت تھی جو ان کی امیدوں کا مرکزہوتی، ان کو مشکلات کامقابلہ کرنے میں مدد دیتی اور جہاں وہ مشرکین کی طرف سے قسم قسم کے دباؤ کا مقابلہ کرنے کے زیادہ قابل بن سکتے\_ یوں وہ ان مشرکین کا مقابلہ کرسکتے تھے جنہوں نے اپنے خداؤں سے ما فوق خدا اور اپنی حاکمیت سے برتر حاکمیت کو تسلیم کرنے سے انکار کیا تھا\_ نیز اطاعت وتسلیم کے بجائے ہٹ دھرمی اور عناد کی روش اپنائی تھی\_

دوسری طرف سے اس پر مشقت و پرآلام صورتحال پر باقی رہنے کی صورت میں قبول اسلام کی جانب لوگوں کی رغبت میں کمی آجاتی کیونکہ اسلام قبول کرنے کا نتیجہ خوف، دہشت اور تکالیف وآلام میں مبتلا ہونے کے علاوہ کچھ نہیں دکھائی دیتا تھا\_

تیسرا پہلو یہ کہ قریش کے تکبر اور ان کی خود پسندانہ طاقت پر کم از کم نفسیاتی طور پر ایسی کاری ضرب لگانے کی ضرورت تھی ، کہ وہ سمجھ جا ئیں کہ دین کا مسئلہ ان کے تصورات اور ان کی طاقت کی حدود سے مافوق چیز ہے اور ان کو زیادہ سنجیدہ ہوکر سوچنے کی ضرورت ہے\_

ان حقائق کے پیش نظر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا\_ ہجرت حبشہ بعثت کے پانچویں سال ہوئی لیکن حاکم نیشابوری کے مطابق ہجرت حبشہ جناب ابوطالب کی وفات کے بعد ہوئی (1)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ مستدرک حاکم ج2ص 622\_

حالانکہ جناب ابوطالب کی وفات بعثت کے دسویں سال ہوئی \_ شاید وہ ایک اور ہجرت کے متعلق بتانا چاہتے ہوں جسے کچھ مسلمانوں نے اس موقع پر انجام دیا یا شاید کچھ لوگ صلح کے متعلق سن کر واپس پلٹے ہوں اور اچانک برعکس صورت حال دیکھ کر دوبارہ ہجرت کرگئے ہوں \_ لیکن ہمارے پاس ایسے کوئی قرائن بھی نہیں ہیں جو اس بات کی تائید کرتے ہوں کہ یہ واقعہ وفات جناب ابوطالب کے بعد پیش آیا\_

حبشہ کے انتخاب کی وجہ

ہجرت کیلئے حبشہ کا انتخاب کیوں ہوا؟ اس رازکی طرف رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے یوں اشارہ فرمایا ''یقینا وہاں ایک ایسا بادشاہ موجود ہے جس کی حکومت کے زیر سایہ کسی پر ظلم نہیں ہوتا''\_ حبشہ سچائی کی سرزمین ہے اور وہ (بادشاہ) مانگنے والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے\_ اس انتخاب کی علت بالفاظ دیگر یہ تھی کہ:

1) اس صورت میں قریش پر ضروری ہوجاتا کہ وہ اپنے اقتدار، بت پرستی اور انحرافی افکار کے لئے خطرہ سمجھنے والے دین پر اول و آخر اپنے مکمل تسلط اور اختیار کو باقی رکھنے کے لئے مسلمانوں کو واپس لانے کی پوری کوشش کریں\_

2) قریش کو تجارتی اور اقتصادی روابط کے سبب روم اور شام میں اثر و رسوخ حاصل تھا ،بنابریں ان سرزمینوں کی طرف ہجرت کرنے کی صورت میں قریش کیلئے مسلمانوں کو لوٹانا یاکم از کم آزار پہنچانا آسان ہوجاتا\_ خصوصا اس حالت میں جب ان ملکوں کے حکمران کسی قسم کے اخلاقی یا انسانی اصولوں کے پابند نہ تھے اور ان کو ظلم وستم سے روکنے والی کوئی چیز موجود نہ تھی خاص کر ان مسلمانوں کے اوپر جن کا دین ان کے ذاتی مفادات اور اقتدار کیلئے خطرہ اور چیلنج تھا\_

رہا یمن یا دوسرے عرب قبائل کا مسئلہ تو وہ ظالم اور جابر ایرانی بادشاہوں کے زیر تسلط تھے\_ کہتے ہیں کہ جب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے بعض قبائل کی طرف پیغام بھیجا اور ان سے حمایت چاہی تو انہوں نے قبول کیا لیکن کسری نے قبول نہ کیا\_واضح رہے کہ کسری کے ہاں پناہ تلاش کرناملک روم میں پناہ ڈھونڈنے سے کم خطر ناک نہ تھا\_ بالخصوص اس حالت میں جب کہ کسری دیکھ رہا تھا کہ یہ عرب شخص جلدہی اس کے ملک سے قریب علاقے میں خروج کرے گا اور اس کی دعوت اس کے ملک میں بھی سرایت کرجائے گی\_

نیز یہ دعوت اپنے لئے تراشے گئے ناجائز امتیازی حقوق پر اثر انداز ہوگی( جیساکہ نبی اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے مشن اوراہداف سے ظاہر تھا) \_اس کے علاوہ وہ طبیعة عربوں کو حقیر سمجھتا تھا اور ان کیلئے کسی عزت واحترام کا قائل نہ تھا\_

3) قریش کو مختلف عرب قبائل کے اندر کافی اثر و نفوذ حاصل تھا حتی ان قبائل کے درمیان بھی جو ایران وروم کے زیر اثر تھے جیساکہ اس کتاب کے اوائل میں مذکوربعض معروضات سے واضح ہے\_

4)مذکورہ باتوں کے علاوہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ حبشہ میں کسی پر ظلم نہیں ہوتا\_ ان حقائق کے پیش نظر ہم ہجرت کیلئے حبشہ کے انتخاب کی وجہ سمجھ سکتے ہیں\_ حبشہ کا علاقہ ایران، روم اور قریش کے اثر و رسوخ سے خارج تھا \_قریش وہاں گھوڑوں یا اونٹوں پر سوار ہوکر نہیں پہنچ سکتے تھے قریش بحری جنگ سے بھی نا آشنا تھے\_ بنابریں مسلمانوں نے (جو قریش کی طاقت و جبروت کے سامنے کمزور تھے ) ہجرت کیلئے حبشہ کی راہ لی ...

آخر میں ہم ارض حبشہ کے بارے میں پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اسلام کے ارشاد (حبشہ صدق وصفا کی سرزمین ہے) سے یہ سمجھ سکتے ہیں کہ حبشہ میں بعض قبیلے فطرت کے مطابق زندگی بسر کرتے تھے اور صدق وخلوص سے میل جول رکھتے تھے\_ پس اس مسلمان مہاجر گروہ کا وہاں ان لوگوں کے ساتھ آسودگی کے ساتھ رہنا اور میل جول رکھنا ممکن تھا، خاص طور پر جب یہ بات مدنظر رکھی جائے کہ اس مملکت میں وہ انحرافات اور غلط افکار وعقائدنہیں پائے جاتے تھے جو روم اور ایران میں پائے جاتے تھے کیونکہ یہ ممالک غیر انسانی نظریات وافکار اور منحرف عقائد وادیان سے کافی حد تک آلودہ ہوچکے تھے لیکن حبشہ کی سرزمین ان آلودگیوں سے دور تھی \_

اس لئے کہ وہاں نت نئے دین نہیں ابھرتے تھے اور نہ ہی وہاں روم اور ایران کی مقدار میں دانشمند اور فلاسفر تھے اس لئے وہ دوسرے ممالک کی بہ نسبت فطرت اور حق سے زیادہ قریب تھی لیکن فطرت کی بالادستی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ ممالک کسی بھی انحراف سے خالی ہیں \_ کیونکہ وہاں انحرافات کا وجود بھی طبیعی امر ہے جبکہ یہ کہنا کہ وہاں فطرت کا راج ہے بالکل اس طرح ہے جیسے یہ کہا جائے کہ فلاں شہر کے لوگ مؤمن ہیں ،

بہادر ہیں یا سخی ہیں \_ کیونکہ یہ بات اس شہر میں کافروں، منافقوں ، بزدلوں یابخیلوں کے وجود سے مانع نہیں ہے \_ اور واضح سی بات ہے کہ اگر مسلمان کسی ایسے ملک کی طرف ہجرت کرتے جہاں فطرت کی بالادستی نہ ہوتی اور وہاں کا فرمانروا ظلم سے پرہیز نہ کرتا تو وہاں بھی ان کے لئے زندگی مشکل ہوجاتی اور ان کی ہجرت کا کوئی زیادہ فائدہ اور بہتر اثر نہ ہوتا\_

حبشہ کا سفر

مسلمانوں نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے حکم سے حبشہ کی طرف ہجرت کی، حضرت ام سلمہ سے منقول ایک روایت کے مطابق وہ مختلف گروہوں کی شکل میں وہاں گئے (1) کہتے ہیں کہ پہلے دس مردوں اور چارعورتوں نے عثمان بن مظعون کی سرکردگی میں ہجرت کی (2) اس کے بعد دیگر مسلمان بھی چلے گئے یہاں تک کہ بچوں کے علاوہ کل بیاسی مرداور اگر حضرت عمار یاسر بھی ان میں شامل ہوں تو تراسی مرد اور انیس عورتیں حبشہ پہنچ گئے\_

لیکن ہم صرف ایک ہی مرتبہ کی ہجرت کے قائل ہیں جس میںسب نے حضرت جعفر بن ابوطالب کی سرکردگی میں حبشہ کی طرف ایک ساتھ ہجرت کی تھی \_اس قافلے میں حضرت جعفر طیارعليه‌السلام کے علاوہ بنی ہاشم میں سے کوئی نہ تھا \_البتہ ممکن ہے کہ مکہ سے نکلتے وقت احتیاط کے پیش نظر افراد مختلف گروہوں کی شکل میں خارج ہوئے ہوں لیکن ہجرت ایک ہی مرتبہ ہوئی تھی کیونکہ شاہ حبشہ کے نام رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کاخط بھی اسی بات کی گواہی دیتا ہے جسے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے عمروبن امیہ الضمری کے ساتھ روانہ کیا تھا ، اس خط میں مکتوب ہے:

'' البتہ میں نے آپ کی طرف اپنے چچا زاد بھائی جعفر بن ابوطالب کو مسلمانوں کے ایک گروہ کے

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ السیرة النبویة (ابن کثیر) ج 2ص 17، البدایة و النہایة ج 3ص 72 تاریخ الخمیس ج 1ص 290 ازالصفوة و المنتہی\_

2\_ سیرة ابن ہشام ج 1ص 345، سیرة النبویة (ابن کثیر) ج 2ص 5، البدایہ و النہایة ج 3ص 67، السیرة الحلبیة ہ ج 1ص 324 (جس میں کہا گیا ہے کہ ابن محدث نے بھی اپنی کتاب میں اس بات کی تصریح کی ہے) نیز تاریخ الخمیس ج 1ص 288\_

ساتھ بھیجا ہے، جب وہ پہنچ جائیں تو ان کو وہاں ٹھہرانا ...'' (1)

یہی بات ابوموسی سے مروی روایت سے بھی ظاہر ہوتی ہے جس میں اس نے کہا ہے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم جعفربن ابوطالب کے ہمراہ نجاشی کے ملک کی طرف چلے جائیں\_(2) اگرچہ خود ابو موسی کی ہجرت مشکوک ہے جس کا تذکرہ آئندہ ہوگا\_

جعفر سردار مہاجرین :

ہمارا نظریہ یہ ہے کہ حضرت جعفر طیار کی حبشہ کی طرف ہجرت قریش کی جانب سے سختیوں اور مشکلات سے چھٹکارا پانے کے لئے نہیں تھی\_ کیونکہ قریش حضرت ابوطالب عليه‌السلام کی شان و شوکت سے ڈرتے تھے اور بنی ہاشم اور خاص کر ان کا لحاظ کرتے تھے\_ حضرت جعفر کو رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا نے صرف مہاجرین کا سردار اور ان کا سرپرست بنا کر بھیجاتھا تا کہ وہ انہیں اس نئے معاشرے میں جذب ہوجانے سے بچاسکے، جس طرح کہ ابن جحش کی صورتحال تھی کہ وہ حبشہ میں نصرانی ہوگیا تھا\_

حبشہ کا پہلا مہاجر

کہتے ہیں کہ عثمان بن عفان نے اپنے اہل وعیال کے ساتھ سب سے پہلے حبشہ کی جانب ہجرت کی اور نبی اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے اس بارے میں فرمایاکہ وہ حضرت لوطعليه‌السلام کے بعد پہلا شخص ہے جس نے اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہجرت کی\_ (3) یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ سب سے پہلے خارج ہوئے\_ (4)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ البدایة و النہایة ج 3ص 83، بحارالانوار ج 18ص 418، اعلام الوری ص 45\_46از قصص الانبیاء\_

2\_ البدایة و النہایة ج 3ص 70 نے ابو نعیم کی الدلائل سے نقل کیا ہے اور سیرت نبویہ (ابن کثیر) ج 2ص 11 \_

3\_ البدایة و النہایة ج 3ص 66از ابن اسحاق، السیرة الحلبیة ج 1ص 323اور تاریخ الخمیس ج 1 ص289 \_

4\_ سیرة ابن ہشام ج 1ص 344، نیز البدایة و النہایة ج 3ص 66از بیہقی نیر السیرة الحلبیة ج 1 ص223 \_

لیکن ہمیں اس بارے میں شک ہے کیونکہ اگر مراد یہ ہو کہ وہ گھروالوں کے ساتھ ہجرت کرنے والے پہلے آدمی تھے تویہ بات واضح رہے کہ سب سے پہلے اپنے گھروالوں کے ساتھ ابوسلمہ نے ہجرت کی تھی جیساکہ نقل ہوا ہے\_ (1) اور اگر مراد یہ ہو کہ وہ بذات خود سب سے پہلے خارج ہوئے تو عرض ہے کہ خود انہی نقل کرنے والوںکے بقول سب سے پہلے خارج ہونے والے شخص حاطب بن عمر تھے (2) یا سلیط بن عمرو (3) نیز ابوسلمہ کے بارے میں بھی اسی قسم کا قول موجود ہے\_

ابوموسی نے حبشہ کی جانب ہجرت نہیں کی

امام احمد نے (حسن و غیرہ کی سند کے ساتھ) اوردوسروں نے بھی روایت کی ہے کہ ابوموسی اشعری حبشہ کی طرف پہلی بار ہجرت کرنے والوں میں شامل ہے\_ (4) لیکن بظاہر یہ بات یا تو غلط فہمی کا نتیجہ ہے یا راوی نے عمداً غلط بیانی کی ہے کیونکہ ابوموسی ہجرت کے ساتویں سال مدینے میں مسلمان ہوا تھا\_ کہتے ہیں کہ وہ پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اسلام کے پاس جانے کیلئے نکلے لیکن ان کی کشتی نے انہیں حبشہ پہنچادیا اور وہ حبشہ کے مہاجرین کے ساتھ ساتویں ہجری میں مدینہ آئے (5) اس سے ظاہر ہوتاہے کہ یہ ہجرت مدینہ کے بعد کا واقعہ ہے کیونکہ یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے پاس مکہ آنے کیلئے چلتے اور پندرہ سال حبشہ میں ٹھہرتے بظاہر ابوموسی اشعری مہاجرین حبشہ کے ساتھ واپسی کے راستے میںآن ملے تھے کیونکہ عسقلانی نے کہا ہے : '' اس کی کشتی جناب

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ الاصابة ج 2ص 335نیز رجوع کریں ج 4ص 459اور 458نیز الاستیعاب (حاشیہ الاصابہ پر) ج 2ص 338از مصعب الزبیری و تہذیب الاسماء و اللغات ج 2ص 362واسد الغابة ج 3ص 196از ابی عمر و ابن منزہ اور السیرة الحلبیہ ج 1ص 323 \_

2\_ الاصابة ج 1 ص 301 اور السیرة الحلبیة ج 2 ص 323\_

3\_ السیرة الحلبیة ج 1ص 323 \_

4\_ رجوع کریں: سیرة ابن ہشام ج 1ص 347، البدایة و النہایة ج 3ص 67، 69، 70 نے ابن اسحاق، احمد اور ابونعیم کی الدلائل سے نقل کیا ہے\_ السیرة النبویة( ابن کثیر) ج 2ص 7اور ص 9، فتح الباری ج7ص 143، مجمع الزوائد ج 6ص 24 از طبرانی اور نیز حلیة الاولیاء ج 1 ص114 \_

5\_ رجوع کریں السیرة النبویة (ابن کثیر) ج 2ص 14اور البدایة و النہایة ج 3ص 71\_

جعفر بن ابوطالب کی کشتی سے ملی اور وہ سب اکٹھے آئے''(1)

مہاجرین کے ساتھ عمر کا رویہ

کہتے ہیں کہ جب مسلمان ہجرت حبشہ کی تیاری میں مصروف تھے تو حضرت عمر نے ان کو دیکھا یوں ان کا دل پسیجا اور وہ محزون ہوئے (2) لیکن یہ بات درست نہیں کیونکہ وہ لوگ تو خاموشی سے چھپ کر نکلے تھے\_ ان میں سے بعض پیدل تھے اور بعض سواریہاں تک کہ ساحل سمندر تک پہنچ گئے، وہاں انہوں نے ایک کشتی دیکھی اور جلدی سے اس میں سوار ہوگئے\_ ادھر قریش ان کے تعاقب میں ساحل تک پہنچے لیکن وہاں کسی کو نہیں پایا\_ (3) اس کے علاوہ حضرت عمرکی وہ سخت گیری اور قساوت بھی ملحوظ رہے جس کی نسبت (ہجرت حبشہ سے قبل اور ہجرت حبشہ کے بعد) ان کی طرف دی جاتی ہے اور یہ بات مذکورہ بالاقول کے ساتھ ہماہنگ نہیں ہے\_

حضرت ابوبکر نے ہجرت نہیں کی

کہتے ہیں کہ جب مکے میں بچے ہوئے مسلمانوں پر سختیوں میں اضافہ ہوا اور حضرت ابوبکر کیلئے مکے میں زیادہ تکالیف کے سبب جینا دوبھر ہوگیا، تو وہ وہاں سے نکل گئے اور حبشہ کی راہ لی اس وقت بنی ہاشم شعب ابوطالب میں محصور تھے\_ جب وہ ''برک الغماد'' کے مقام پر پہنچے (جو مکہ سے پانچ دن کے فاصلے پر یمن کی جانب واقع ہے) تو قبیلہ قارہ کے سردار ابن دغنہ کی ان سے ملاقات ہوگئی ،یہ لوگ قریش کے قبیلہ بنی زہرہ

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ الاصابہ ج2 ص 359\_

2\_ البدایة و النہایة ج 3ص 79از ابن اسحاق، مجمع الزوائد ج 6ص 24، مستدرک الحاکم ج 3ص 58، الطبرانی اور السیرة الحلبیہج 1ص 323اور 324 \_

3\_ السیرة الحلبیة ج 1ص 324، تاریخ الخمیس ج1ص 288اور 289از المنتقی، الطبری ج 2ص 69البدء و التاریخ ج 4ص 149و اعلام الوری ص 43 ویعقوبی ج 2ص 29اور ابن قیم کی زاد المعاد ج 2ص 44\_

کے حلیف تھے\_ ابن دغنہ نے کہا:'' اے ابوبکر کہاں کا ارادہ ہے؟'' وہ بولے :''میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے چنانچہ میرا ارادہ ہے کہ میں دنیا میں پھروں اور اپنے رب کی عبادت کروں''\_ ابن دغنہ نے کہا:'' اے ابوبکر تم جیسوں کو نکالانہیں کرتے، تم محروموں کی مدد کرتے ہو''\_ یہاں تک کہ کہا:'' اب لوٹ جاؤ میں تمہیں پناہ دیتا ہوں'' یوں حضرت ابوبکر ابن دغنہ کے ساتھ واپس ہوئے، ابن دغنہ نے رات کو قریش کے بزرگوں کے ہاں جاکر بتایا کہ اس نے حضرت ابوبکر کو پناہ دی ہے قریش نے اس شرط کے ساتھ اسے قبول کیا کہ وہ اپنے رب کی اعلانیہ عبادت نہ کریں بلکہ اپنے گھر میں عبادت کیا کریں\_

لیکن حضرت ابوبکر نے کچھ عرصے بعد بنی جمح کے ہاں اپنے پڑوس میں ایک مسجد تعمیر کی وہاں وہ نمازیں پڑھتے اور قرآن کی تلاوت کرتے تھے، مشرکین کی عورتیں اور بچے ان کی تلاوت سننے کیلئے جمع ہوتے تھے حتی کہ ازدحام کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کے اوپر گر پڑتے تھے\_ حضرت ابوبکر کی آواز سریلی اور ان کا چہرہ خوبصورت تھا\_مشرکین نے ابن دغنہ سے اس مسئلے میں استفسار کیا چنانچہ ابن دغنہ حضرت ابوبکر کے پاس آیا اور امان کی شرائط کو نبھانے کا مطالبہ کیا لیکن حضرت ابوبکر نے اس کی امان سے نکلنے کا فیصلہ کرلیا\_ (1)

ہمارے نزدیک یہ بات مشکوک ہے کیونکہ اس سے قطع نظر کہ :

ا\_ جناب ابوبکر کو قوم سے نکال دیئے جانے کا مطلب ان کی ہجرت نہیں ہے لیکن ان کے الفاظ سے یہی ظاہر ہوتاہے\_

2\_ یہ روایت فقط حضرت عائشہ سے مروی ہے اور خود یہ ایک عجیب بات ہے اسلئے کہ وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس وقت وہ بہت چھوٹی تھیں لہذا ان امور کی تمام جزئیات کو درک نہیں کرسکتی تھیں لیکن اگر ہم فرض

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ رجوع کریں السیرة النبویة (دحلان) ج 1ص 127،128، و سیرت ابن ہشام ج2ص 12،13، شرح نہج البلاغہ ج 13ص 267، المصنف ج 5ص 385،386، البدایة و النہایة ج 3ص 94،95 اور تاریخ الخمیس ج 1ص 319و 320میں مذکور ہے کہ یہ بعثت کے تیرہویں سال کا واقعہ ہے\_ نیز رجوع کریں حیات الصحابہ جلد 1ص 276،277نے بخاری ص 552سے نقل کیا ہے\_

بھی کرلیں کہ ان کی عمر ان کی بیان کردہ مقدار سے کافی زیادہ تھی (جیساکہ ہم آگے چل کر اشارہ کریں گے) لیکن یہ بھی معلوم نہیں کہ انہوں نے کس سے حدیث نقل کی ہے \_ اور یہ دعوی کہ کسی صحابی کی مرسل روایت اس کے کمزور ہونے کا سبب نہیں ہے کیونکہ ایک صحابی دوسرے صحابی سے نقل کرتاہے اور تمام صحابہ عادل ہیں بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ ان سب کی عدالت کے متعلق ہم نے اپنی کتاب '' دراسات و بحوث فی التاریخ والاسلام '' کی دوسری جلد میں '' صحابہ کتاب و سنت کی نظر میں'' کے تحت عنوان ثابت کیا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے اور یہ دعوی بھی صحیح نہیں ہے کہ ایک صحابی دوسرے صحابی سے ہی نقل کرتاہے کیونکہ ہوسکتاہے کہ ایک صحابی کسی غیر صحابی سے بھی روایت نقل کرے ، جس طرح کہ ابوہریرہ نے کعب الاحبار سے نقل کیا ہے (1)

بہر حال اگر ان تمام چیزوں سے چشم پوشی کر بھی لیں تو پھر بھی درج ذیل نکات قابل غور ہیں:

پہلانکتہ: روایت صریحاً کہتی ہے کہ ابن دغنہ قریش کے قبیلہ بنی زہرہ کا حلیف تھا اس صورت میں اس نے حضرت ابوبکر کو قریش کی مخالفت میں پناہ دی جبکہ کوئی حلیف اس قسم کی پناہ نہیں دیتا جیساکہ ان لوگوںکے بقول اخنس بن شریق نے ایسا کرنے سے انکار کیا تھا جب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے مکہ میں داخل ہونے کیلئے اس سے پناہ مانگی تھی\_ (2)

دوسرانکتہ: ابن دغنہ کی امان کو رد کرنے کے بعد قریش نے حضرت ابوبکر کو اذیت کیوں نہیں دی یا مکہ سے کیوں نہیں نکالا \_اگر کوئی یہ کہے کہ اس کے قبیلے والوں کی حمایت کے سبب ایسا نہیں ہوسکا تھا تو سوال یہ ہے کہ یہ حمایت پہلے کیوں نہیں ہوئی اور اگر حضرت ابوبکر سے تعرض نہ کرنے کی وجہ یہ ہوتی کہ ابن دغنہ نے قریش کو ہجرت ابوبکر کی تعریف کر کے رام کرلیا تھا ، تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس سے قبل ہی تعریف

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ ملاحظہ ہو : شیخ محمود ابوریہ کی کتاب شیخ المضیرہ، سید شرف الدین کی کتاب ابوہریرہ اور ملاحظہ ہو کعب الاحبار کا تعارف سیر اعلام النبلاء ج 3 ص 490 و غیرہ میں\_

2\_ اعلام الوری ص 55، البحار ج 19ص 7از قمی، سیرة ابن ہشام ج 2ص 20، البدایة و النہایة ج 3 ص 137، السیرة الحلبیة ج 1ص 360، السیرة النبویة (دحلان) ج 1ص 142اور بہجة المحافل ج 1 ص126 \_

کے ذریعہ ایسا کیوں نہ ہوا؟ تاکہ حضرت ابوبکر کو پناہ ڈھونڈنے کی ضرورت بھی پیش نہ آتی\_

تیسرانکتہ: اسکافی نے اس واقعے کے دعویدار جاحظ کے دعوی کو یہ کہہ کر رد کیا ہے کہ بنی جمح عثمان بن مظعون کو کیسے ستا سکتے تھے؟ حالانکہ وہ ان کے ہاں صاحب سطوت وجلالت تھے\_ اور ابوبکر کو کیسے آزاد چھوڑ سکتے تھے تاکہ وہ مسجد بنائے اور اس میں وہ امور انجام دے جن کاتم لوگوں نے ذکر کیا ہے، جبکہ خود تم ہی لوگوں نے ابن مسعود سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا ہم نے اس وقت تک اعلانیہ نماز نہیں پڑھی جب تک حضرت عمرنے اسلام قبول نہ کیا اور یہ جو تعمیر مسجد کی بات کرتے ہو وہ حضرت عمر کے مسلمان ہونے سے پہلے کی ہے\_

رہا حضرت ابوبکر کی خوش الحانی اور خوبروئی کے بارے میں تمہارا بیان تو یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ واقدی اور دوسروں نے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ نے ایک عرب کو دیکھا جس کی داڑھی کم تھی اس کا چہرہ پچکا ہوا تھا آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں پشت کا کبڑا تھااور اپنی تہبند سنبھال نہیں سکتا تھا اسے دیکھ کر حضرت عائشہ نے کہا میں نے اس شخص سے زیادہ حضرت ابوبکر کے مشابہ کسی کو نہیں دیکھا \_میرے خیال میں یہاں حضرت عائشہ نے حضرت ابوبکر کی کوئی اچھی صفت بیان نہیں کی\_(1)

اسکافی کے بیان کی تصدیق مقدسی کی اس بات سے ہوتی ہے، وہ کہتا ہے کہ انہیں چہرے کی وجاہت کے باعث عتیق کہتے تھے\_ اس کے بعد وہ کہتا ہے کہ اس کی رنگت سفید تھی، لب سرخ تھے بدن کمزور تھاداڑھی ہلکی تھی چہرے کی ہڈیاں ابھری ہوئی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی پیشانی اور ہاتھ کی رگیں ابھری ہوئی اور کمر جھکی ہوئی تھی اپنا تہبند نہیں سنبھال سکتے تھے اور اسے ڈھیلا چھوڑتے تھے جبکہ وہ مالدار لوگوں میں سے تھے حضرت ابوبکر کے بارے میں اسی قسم کی باتیں اور لوگوں نے بھی نقل کی ہیں\_ (2) اور یہ بات تو ان کے اس قول کے علاوہ ہے کہ ابوبکر کو عتیق کا لقب رسول اللہ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے اس فرمان '' ہذا عتیق من النار'' ( یہ جہنم سے

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ شرح نہج البلاغہ (معتزلی) ج 13ص 268از اسکافی\_

2\_ البدء و التاریخ ج 5ص 76،77، تاریخ الخمیس ج 2ص 199اور تاریخ طبری ج 2ص 615

آزاد شدہ ہے) کی وجہ سے ملا \_ جبکہ اس سے پہلے ان کا نام عبداللہ بن عثمان تھا (1) اور یہ بات خوبصورتی کی وجہ سے عتیق کہلانے والی بات کی منافی ہے\_

چوتھانکتہ: روایت نے صریحا کہا ہے کہ حضرت ابوبکر نے بنی جمح میں ایک مسجد تیار کی لیکن انہی روایت کرنے والے افراد کا کہنا ہے کہ اسلام کی سب سے پہلی مسجد، مسجد قبا ہے\_ (2) وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ عمار نے اسلام کی سب سے پہلی مسجد بنائی\_ (3)

بعض لوگوں نے اس کا جواب یوں دینے کی کوشش کی ہے کہ قبا مدینے میں بننے والی پہلی مسجدہے اور عمار نے سب سے پہلے ایک عام مسجد بنائی (4) لیکن جواب دینے والا یہ بھول گیا کہ مذکورہ قول ( مسجد قبا کے اسلام کی پہلی مسجد ہونے) سے پہلی بات (حضرت ابوبکر کے نبی جمع میں مسجد بنانے )کی نفی ہوتی ہے اور اس قول سے کہ سب سے پہلی مسجد عمار نے بنائی دوسری بات (مسجد قبا کے اسلام کی پہلی مسجد ہونے) کی نفی ہوتی ہے جیساکہ وہاں صریحا کہا گیا ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے اپنے گھر میں ایک مسجد بنائی جس میں وہ عبادت کیا کرتے تھے\_ (5)

پانچواں نکتہ: حضرت ابوبکر کو بنی جمح میں مسجد بنانے کی کھلی چھٹی کیسے ملی؟ بنی جمح والوں نے اس خطرے پر اعتراض کیوں نہیں کیا؟ تیمیوںنے حضرت ابوبکر کی ان عظیم خصوصیات کا کیونکر ادراک نہ کیا اور انہیں (ان کے بقول) ابن دغنہ نے سمجھ لیا تھا؟ کیا صرف ابن دغنہ نے ان صفات کا ادراک کیا؟ نیز قریش نے حضرت ابوبکر کی ان صفات کا لحاظ کیوں نہیں کیا جن کا انہوں نے بعد میں اعتراف کیا اور کیوں حضرت ابوبکر کو نکل جانے دیا؟ بلکہ ان کو اذیتیں ہی کیوں دیں\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ کشف الاستار عن مسند البزار ج 3 ص 163 در مجمع الزوائد ج 9 ص 40\_

2\_ وفاء الوفاء ج 1ص 250اورالسیرة الحلبیة ج 2ص 55 \_

3\_ السیرة الحلبیة ج 2ص 55، طبقات ابن سعد ج 3ص 178،179، تاریخ ابن کثیر ج 7ص 311اور الغدیر ج 9ص 20 \_

4\_ سیرة الحلبیہ ج 2ص 55، وفاء الوفاء ج 1ص 250 \_

5\_ طبقات ابن سعد ج 3 ص 178اور البدایة و النہایة ج 7ص 311 اور ملاحظہ ہو سیرہ حلبیہ ج 2 ص 55 کیونکہ اس میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ یہ مسجد، بنانے والے کے ساتھ مخصوص تھی\_

عثمان بن مظعون کی فضیلت کی چوری

ہمیں ظن قوی حاصل ہے کہ بعض لوگوں نے عثمان بن مظعون کی فضیلت کو حضرت ابوبکر کیلئے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کیونکہ مورخین کے بقول جب عثمان بن مظعون ہجرت حبشہ کے دوماہ بعد وہاں سے لوٹنے والوں کے ساتھ لوٹے تو خلاف توقع یہ مشاہدہ کیا کہ مشرکین اوررسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کا مسئلہ جوں کاتوں ہے تو وہ ولیدبن مغیرہ کی امان میں داخل مکہ ہوئے\_

لیکن جب انہوں نے مسلمانوں کو مصائب وتکالیف میں مبتلا دیکھاجبکہ خود انہیں امان حاصل تھی تو یہ بات ان پر شاق گزری \_بنابریں وہ ولید کے پاس گئے اور اس کی امان میں رہنے سے انکار کردیا\_ ولید نے کہا:''اے بھتیجے کیا تجھے میری قوم کے کسی فردنے ستایا ہے؟ ''بولے:'' نہیں بلکہ میں ترجیح دیتا ہوں کہ خدا کی پناہ میں رہوں اور اس کے سوا کسی سے پناہ نہ مانگوں ''\_ولیدنے کہا پس مسجدجاؤ اور میری پناہ سے نکلنے کا اعلانیہ اظہار کرو جس طرح میں نے تجھے اعلانیہ پناہ دی ہے''\_چنانچہ وہ اس کے ساتھ مسجد گئے اور مسجد میں اس کی امان سے نکل جانے کا اعلان کیا\_ (1)

قریش کی مایوسانہ کوشش

جب قریش ہجرت حبشہ کے سبب لگنے والے اچانک دھچکے سے کچھ سنبھل گئے اور دیکھا کہ مسلمان حبشہ میں بس گئے ہیں اور وہاں امن و سکون سے زندگی گزار رہے ہیں،(2) تو انہوں نے سازش کی اور یہ فیصلہ کیا کہ دو آدمی مہاجرین کو لوٹانے کیلئے روانہ کئے جائیں \_اس سلسلے میں ان کی نظر انتخاب عمرو بن عاص پرپڑی اور بقولے عمارہ بن ولیدبھی منتخب ہوا \_چنانچہ قریش نے ان دونوں کو نجاشی اور اس کے سرداروں کیلئے تحائف کے ساتھ حبشہ بھیجا (راستے میں عمارہ اور عمرو کے درمیان ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا جو عمرو بن عاص کی بیوی

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ البدایة و النہایة ج 3ص 92اس واقعے کا ذکر تاریخ کی متعدد بنیادی کتابوں میں ہوا ہے بنابرین تعداد کے ذکر کی ضرورت نہیں ہے\_

2\_ سیرت مغلطای ص 22 \_

اور عمارہ کے درمیان عاشقی سے مربوط ہے عمرو نے مناسب موقع پر عمارہ کو پھنسانے کیلئے وقتی طور پر چشم پوشی کرلی) ان دونوں نے نجاشی کے پاس یہ دعوی کیا کہ ہمارے کچھ سر پھرے جوانوں نے تمہاری سرزمین میں پناہ لی ہے انہوں نے اپنے آبائی دین کو خیر باد کہہ دیا ہے اور تمہارے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے ہیں \_وہ ایک جدید اور خودساختہ دین کے پیرو بن گئے ہیں جو تمہارے دین کے مطابق ہے نہ ہمارے\_ ہمیں ان کی قوم کے بزرگوں نے (جن میں ان کے باپ، چچے اور اہل قبیلہ شامل ہیں) تمہاری خدمت میں بھیجا ہے تاکہ تم ان لوگوں کو واپس بھیج دو\_

نجاشی نے عمرو اور عمارہ کے مدعا کے بارے میں تحقیق کرنے سے پہلے مسلمانوں کو ان کے حوالے کرنے سے انکار کردیا \_چنانچہ مسلمان حاضر کئے گئے اور نجاشی نے ان سے سوالات کئے\_ اس کے جواب میں جناب جعفر بن ابوطالبعليه‌السلام نے فرمایا:''اے بادشاہ ہم جاہل اور بت پرست تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاریوں میں مشغول رہتے تھے، قطع رحم کرتے تھے، ہمسایوں کے ساتھ بدسلوکی کرتے تھے، اور کمزوروں کے حقوق کو پامال کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ نے ہم میں سے ایک شخص کورسول بناکر بھیجا \_ہم اس کے نسب، اس کی صداقت، امانت اور پاکدامنی سے خوب آگاہ ہیں\_اس نے ہمیں خدا کی طرف بلایا تاکہ ہم اس کی وحدانیت کا اقرار کریں، اس کی عبادت کریں، اس کے سوا کسی کی پرستش نہ کریں اور جن پتھروں اور بتوں کی پوجا ہم اور ہمارے آباء واجداد کرتے تھے انہیں ترک کریں\_

اس نے ہمیں سچ بولنے، امانت کو ادا کرنے، صلہ رحمی کرنے، ہمسائے کے ساتھ نیکی کرنے اور حرام چیزوں اور خونریزی سے اجتناب کرنے کا حکم دیا \_اس نے ہمیں بدکاری کرنے، جھوٹ بولنے ، یتیموں کا مال کھانے اور پاکدامن عورتوں پر ناروا الزام لگانے سے منع کیا اور حکم دیاکہ ہم خدائے واحد کی عبادت کریں، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور نماز، زکواة اور روزہ کا بھی حکم دیا ... ''\_ (1)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ مختلف منابع میں زکوة اور روزے کا ذکر ہوا ہے\_ رجوع کریں سیرت ابن ہشام ج 1ص 360 و السیرة النبویة (ابن کثیر) ج 2 ص 21، الکامل ابن کثیر ج 2ص 80 (اس نے زکوة کا ذکر نہیں کیا)، نیز اعلام الوری ص 44 (روزہ کے ذکر کے بغیر)، البدایة و النہایة ج 3ص 74، تاریخ الخمیس ج1ص 290، السیرة الحلبیة ج1 ص 340 (بقیہ مآخذ کا ذکر نماز اور زکوة کے مدینے میں واجب ہونے کی بحث کے دوران ہوگا\_ غزوہ بدر کے ذکر سے پہلے)\_

اس کے بعد حضرت جعفر عليه‌السلام نے نجاشی کے دربار میں سورہ کہف کی بعض آیات کی تلاوت کی جنہیں سن کر نجاشی روپڑا یہاں تک کہ اس کی داڑھی بھیگ گئی \_نیز وہاں موجود پادری بھی روئے ،اس کے بعد نجاشی نے کہا:'' بے شکیہ کلام اور وہ کلام جوعیسی عليه‌السلام لے آئے دونوں ایک ہی نورانی سرچشمہ سے پھوٹے ہیں\_ تم دونوں چلے جاؤ خدا کی قسم میں انہیں تمہارے حوالے نہیں کروں گا''\_

دوسرے دن عمرو نجاشی کے پاس یہ بتانے گیا کہ مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق عیسیعليه‌السلام بن مریم انسان ہیں\_ نجاشی نے مسلمانوں کو بلاکر پوچھا تو حضرت جعفرعليه‌السلام نے اس سے کہا: '' ہم عیسی عليه‌السلام کے بارے میں وہی کہتے ہیں جو ہمارے نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے کہا ہے ،وہ بندہ خدا ہیں اس کے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ، اس کی روح اور اس کا وہ کلمہ ہیں جسے خدانے پاکدامن مریم کو عطاکیا''\_ یہ سن کر نجاشی نے کہا خدا کی قسم عیسیعليه‌السلام کا مقام اس سے زیادہ نہ تھا جو تم نے بیان کیا ... بادشاہ کی بات کو درباریوں اور امراء نے نا پسند کیا،لیکن نجاشی نے کہا :''اگرچہ یہ بات تم لوگوں کو پسند نہ آئے''\_ پھر (مسلمانوں سے) کہا :'' ... جاؤ تمہیں امان حاصل ہے جس نے تمہاری برائی بیان کی وہ خسارے میں رہا''\_ یہ بات اس نے تین بار دہرائی پھر بولا :''میں سونے کے ایک پہاڑ کے بدلے بھی تم میں سے کسی ایک کو ستانا قبول نہیں کروں گا''\_ اس کے بعد نجاشی نے قریش کے تحائف واپس کردیئے\_

نوٹ: کچھ لوگ اس روایت کے جعلی ہونے کا احتمال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں روزے کا ذکرہے حالانکہ روزہ مدینہ میں واجب ہوا\_ (1)

لیکن یہ احتمال باطل ہے کیونکہ روزہ، اور زکواة وغیرہ کا حکم مکہ میں ہی نازل ہوا انشاء اللہ ہجرت کے بعد کے واقعات میں اس مسئلے پر روشنی ڈالیں گے اور ثابت کریں گے کہ مذکورہ نظریہ (کہ روزہ کا حکم مدینہ میں نازل ہوا) باطل ہے لہذا فی الحال اس مسئلے پر بحث نہیں چھیڑتے کیونکہ مورخین اس کا تذکرہ وہاں کرتے ہیں\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ فجر الاسلام( احمد امین) ص 76\_

محقق محترم روحانی صاحب کانظریہ ہے کہ احمد امین اور اس کے ہم خیال افراد کی بے بنیاد تحقیقات کا اصلی مقصداس پہلو کو مشکوک کرنا ہے جس سے حضرت جعفرعليه‌السلام کی مردانگی، جرا ت، حکمت، عقل اور ہوش کا اظہار ہوتا ہے\_

اس قسم کی نا انصافی حضرت جعفرعليه‌السلام کے بارے میں دوسرے مقام پر بھی ہوئی ہے یعنی جنگ موتہ میں سپہ سالار ہونے کے بارے میں \_کچھ لوگوں کو اس بات سے نہایت دلچسپی ہے کہ حضرت جعفر کی بجائے زید بن حارثہ کو لشکر اسلام کا پہلا سپہ سالار ثابت کرسکیں\_

وجہ صرف یہ ہے کہ حضرت جعفرعليه‌السلام حضرت علیعليه‌السلام کے بھائی ہیں، اس سلسلے میں ہماری کتاب ''دراسات وبحوث فی التاریخ والاسلام''کی جلداول میں اس مقالے کی طرف رجوع کریں جس کا موضوع ہے جنگ موتہ کا پہلا سپہ سالار کون تھا؟\_

قریش اور مستقبل کے منصوبے

حقیقت یہ ہے کہ ہجرت حبشہ قریش کیلئے ایک کاری ضرب ثابت ہوئی جس نے ان کے اوسان خطا کردیئے اور ان کے وجود کو ہلاکر رکھ دیا\_ لہذا انہوں نے خطرات کی روک تھام کیلئے کوششیں کیں، چنانچہ قریش نے مسلمانوں کا پیچھا کیا تاکہ انہیں حبشہ سے لوٹاکر اپنے زیر تسلط رکھیں، لیکن پانی سر سے گزرچکا تھا\_ جب قریش نے محسوس کیا کہ حالات ان کے قابوسے باہر ہو رہے ہیں تو ان کواپنی پالیسیوں پر نظرثانی کی ضرورت محسوس ہوئی\_ اس کی وجوہات درج ذیل تھیں:

1) انہوں نے دیکھا کہ مختلف قبائل میں موجود مسلمانوں کو سزائیں دینے کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکل رہا بلکہ اس سے الٹا اندرونی اختلافات اور خانہ جنگی کو ہوا لگنے کا احتمال ہے\_

یہ بات قریش کی شہرت وعزت کیلئے سخت خطرناک تھی\_ نیز ہر قبیلہ اس بات پر بھی راضی نہ تھا کہ وہ اپنے اندر موجود مسلمانوں کاصفایا کرے کیونکہ وہ قبائلی طرزفکر رکھتے تھے اور اس کے مطابق فیصلے کرتے چلے

آرہے تھے،یہاں تک کہ حضرت محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اور آپ کے مشن کی مخالفت پر اتفاق کے باوجود بھی قبائلی طرزفکر مذکورہ امرکی راہ میں رکاوٹ بنا رہا\_ اس قبائلی طرز تفکر کی یہی مثال کافی ہے کہ انہوں نے فیصلہ کیا تھا کہ ہر قبیلے کے مسلمانوں کو وہی قبیلہ سزادے گا ،کوئی دوسرا قبیلہ مداخلت نہیں کرے گا\_

2) قریش دیکھ رہے تھے کہ حضرت محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی دعوت ایک عالم گیر پیغام بن کر اُبھر رہی ہے جو مکہ وحجاز کے لوگوں سے مختص نہیں اور مسلمانوں کی حبشہ کی طرف ہجرت فقط سزاؤں سے فرار کرنے کی غرض سے نہ تھی کیونکہ ہجرت کرنے والوں میں بہت سے افراد ایسے تھے جن کو اذیتیں نہیں دی گئی تھیں اور ایک خاص بات یہ تھی کہ مہاجرین مکہ کے مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے\_اس لئے وہ خاص طور پر اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے حاصل ہونے والے کسی مناسب موقع کی تلاش میں تھے کیونکہ ہر ایک کے لئے واضح ہوگیا تھا کہ مکہ کے مسلمانوں کا مرجانا اسلام کے خاتمہ کی نشانی نہیں ہے\_

3) قریش یہ بھی مشاہدہ کررہے تھے کہ مسلمانوں کے اس طرح ہجرت کرنے اور انکے تسلط سے خارج ہونے کے نتیجے میں ان کو مستقبل قریب میں ایک ہمہ گیر مخالفت کا سامنا کرنا پڑے گا اوران کے مفادات کو سخت خطرہ لاحق ہوگا\_ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ابوذر نے تن تنہا قریش کا ناطقہ بندکردیا تھا جب وہ عسفان نامی مقام پر قافلوں کی گزرگاہ پر بیٹھے رہتے اور وہاں سے گزرنے والے کاروانوں کوروکے رکھتے (اور سمجھاتے تھے) یہاں تک کہ وہ لاالہ الا اللہ محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم رسول اللہ نہ کہہ دیتے\_ حضرت ابوذر جنگ احد کے بعد تک اسی روش پر قائم رہے جب حضرت ابوذر نے قریش کے ساتھ اس قدر سختی کی جبکہ وہ جانتے تھے کہ قریش کیلئے ان سے نپٹنا آسان تر تھا کیونکہ وہ قریش کی سرزمین کے اندر موجود تھے \_نیز حضرت ابوذر کی جلد گرفتاری اور ان کی سرگرمیوں پر پابندی بھی آسان تھی اسلئے کہ وہ قریش کے دوستوں اور تابعداروں کے درمیان موجود تھے\_ علاوہ برایں حضرت ابوذر ان لوگوں کی نظر میں ایک اجنبی اور انتہا پسند شخص تھے \_خلاصہ یہ کہ جب ایک حضرت ابوذر کے سامنے ان کی یہ حالت تھی تو پھر ان مسلمانوں کا (جن کا تعلق خود قریش سے تھا) ان کے تسلط اور اثر ونفوذ سے دور حبشہ میں امن وسکون کے ساتھ رہنا قریش اور ان کے مفادات کیلئے

نہایت خطرناک تھا\_ یہ حقیقت قریش کو صبر وحوصلے اور بہتر منصوبہ بندی کے ساتھ کام کرنے پر مجبور کرتی تھی، خصوصاً ان حالات میں جبکہ شیخ الابطح حضرت ابوطالب عليه‌السلام کی حمایت اور ابولہب ملعون کے علاوہ دیگر ہاشمیوں کی حمایت کی بنا پر وہ حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کاخاتمہ کرنے یا ان کو خاموش کرنے کی تدبیر نہ کرپاتے تھے\_

لہذا انہوں نے نجاشی کے پاس اپنے دو نمائندے بھیجے تاکہ وہ مہاجرین کو واپس بھیج دے لیکن انہیں ناکامی اور سیہ روئی کے ساتھ واپس ہونا پڑا \_اس کے بعد قریش نے باقی ماندہ مسلمانوں پر نئے سرے سے مظالم ڈھانے کا سلسلہ شروع کیا\_انہوں نے نبی اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو ستانے اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا مذاق اڑانے کیلئے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پر ساحر ومجنون اور کاہن ہونے کی تہمت لگائی نیز مختلف قسم کے نفسیاتی حربوں سے کام لینے لگے\_

نجاشی کے خلاف بغاوت

حبشہ میں مسلمانوں کی موجودگی نجاشی کیلئے کئی ایک مشکلات کا سبب بنی، کیونکہ اہل حبشہ نے اس پریہ الزام لگایا کہ وہ ان کے دین سے خارج ہوگیا ہے\_ یوں اس کے خلاف بغاوت ہوئی لیکن نجاشی اپنی فہم وفراست کے باعث بغاوت کی آگ بجھانے میں کامیاب رہا اور مسلمان اس کے پاس نہایت امن وسکون کی زندگی گزارتے رہے ،یہاں تک کہ وہ نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ہجرت مدینہ کے بعد مدینہ چلے گئے (جس کا آگے چل کر تذکرہ ہوگا)\_

محمد بن اسحاق نے امام جعفر صادقعليه‌السلام سے اور انہوں نے اپنے والد گرامیعليه‌السلام سے نقل کیا ہے کہ حبشہ والوں نے مل کر نجاشی سے کہا کہ تم ہمارے دین سے نکل گئے ہو اس طرح انہوں نے اس کے خلاف بغاوت کی\_ نجاشی نے حضرت جعفر اور دیگر مہاجرین کیلئے کشتیوں کا بندوبست کیا اور کہا :'' ان میں سوار ہوجاؤ اور بدستور یہیں رہو اگر مجھے شکست ہوئی تو جہاں چاہو چلے جاؤ لیکن اگر مجھے کامیابی ہوئی تو یہیں رہو'' اس کے بعد وہ باغیوں کے پاس گیا اور ان سے بحث کی ،نتیجتاً وہ متفرق ہوکر چلے گئے\_ (1)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سیرت ابن ہشام ج 1ص 365و البدایة و النہایة ج3ص 77و سیرت حلبی ج 2ص 202\_

یہ واقعہ قریش کی طرف سے عمرو اور عمارہ کو حبشہ بھیجنے سے پہلے کا ہے کیونکہ نجاشی نے ان دونوں سے کہا تھا، خداکی قسم اس (اللہ ) نے مجھے حکومت واپس کردی لیکن مجھ سے اس کے بدلے کچھ نہیں لیا\_ اس نے میرے بارے میں لوگوں کی بات نہیں مانی پس میں اس کے بارے میں لوگوں کی بات کیونکرمانوں؟ ان کے تحائف واپس کردو مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں اور تم دونوں میری سرزمین سے نکل جاؤ پس وہ دونوں بے آبرو اور ناکام ہوکر واپس لوٹے\_ (1)

بعض مہاجرین کی واپسی

حبشہ میں مسلمانوں کو خبر ملی کہ مکہ میں وقتی طورپر صلح ہوگئی ہے \_ادھر مسلمانوں نے یہ بھی دیکھاکہ ان کے باعث نجاشی کو کیا کیا پاپڑ بیلنے پڑے\_ چنانچہ بعض مسلمانوں نے دو یا تین ماہ بعد مکہ واپسی کی ٹھانی اورتیس سے زیادہ افراد واپس ہوئے جنمیں سے عثمان بن مظعون کو ولید بن مغیرہ نے پناہ دی \_ حضرت عثمان کی طرف سے ولید کی پناہ سے نکل جانے اور امان الہی پر اکتفا کرنے کا واقعہ گزرچکا ہے\_

حبشہ سے بعض مسلمانوں کی واپسی کی وجہ صرف یہی تھی نہ افسانہ غرانیق جسے اسلام دشمنوں نے گھڑا ہے اورہم اس پر بحث کرنے والے ہیں\_

غرانیق کا افسانہ (2)

اس خودساختہ کہانی کا خلاصہ یہ ہے کہ ہجرت حبشہ کے دوماہ بعد رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدانے مشرکین کے ساتھ ایک نشست رکھی\_ اتنے میں خداکی طرف سے سورہ نجم نازل ہوئی ،آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے اس کی تلاوت شروع کی یہاں

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ البدایة و النہایة ج 3ص 75از ابن اسحاق اور سیرت ابن ہشام ج 1ص 362 \_

2\_ غرانیق غرنوق کی جمع ہے یعنی آبی پرندے چونکہ پرندے بہت بلندی پر پرواز کرتے ہیں اسلئے بتوں کو ان سے تشبیہہ دی گئی ہے تاکہ بتوں کی عظمت ظاہر ہو نیز غرنوق سفید اور خوبصورت جوانوں کو بھی کہتے ہیں\_

تک کہ جب آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اس آیت پر پہنچے (افرا یتم اللات والعزی ومناة الثالثة الاخری) تو شیطان نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے دل میں دوباتیں ڈالیں اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ان دونوں باتوں کو وحی الہی سمجھتے ہوئے زبان پر جاری کردیا\_وہ دو جملے یہ ہیں (تلک الغرانیق العلی وان شفاعتهن لترتجی) یعنی یہ بلند مرتبہ غرانیق ہیں جن کی شفاعت مقبول ہے\_ اس کے بعد آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے بقیہ آیات پڑھیں جب سجدے والی آیت پر پہنچے توآپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے سجدہ کیا، آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھ مسلمانوں اور مشرکین نے بھی سجدہ کیا لیکن ولیدبن مغیرہ نے بڑھاپے یا بقولے تکبر کی بناء پر سجدہ نہ کیا\_ اس نے کچھ مٹی اٹھاکر اپنی پیشانی کے قریب کی اور اس پر سجدہ کیا\_ ایک قول کی بنا پر یہ شخص سعید بن عاص تھا نیز کہا گیا ہے کہ وہ دونوں تھے،ایک اور قول کی رو سے وہ شخص امیہ بن خلف تھا ،ابولہب اور مطلّب کے بارے میں بھی اقوال موجود ہیں\_

بخاری نے مسلمانوں کے ساتھ جنوں اور انسانوں کے سجدے کا بھی ذکر کیا ہے\_جب یہ خبر مکہ میں پھیلی تو مشرکین نے خوشی منائی یہاں تک کہ بقولے انہوں نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کوکاندھوں پر اٹھاکر پورے مکے کا چکرلگایا\_

جب رات ہوئی تو حضرت جبریل آئے حضور اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے مذکورہ سورہ دہرایا اوران دوجملوں کو بھی پڑھا حضرت جبریل نے ان کی نفی کی اور کہا آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے خداسے وہ چیز منسوب کی ہے جو اس نے نہیں فرمائی اس وقت خدانے یہ آیت نازل کی (وان کادوا لیفتنونک عن الذی اوحینا الیک لتفتری علینا غیره واذا لاتخذوک خلیلا ولولا ان ثبتناک لقد کدت ترکن الیهم شیئا قلیلا اذا لاذقناک ضعف الحیاة وضعف الممات ثم لا تجد لک علینا نصیرا) یعنی یہ لوگ کوشاں تھے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو ہماری وحی سے ہٹاکر دوسری باتوں کے افتراء پر آمادہ کریں وہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے دوستی گھڑلیتے اگر ہماری توفیق خاص نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو ثابت قدم نہ رکھا ہوتا تو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ان کی طرف کچھ نہ کچھ مائل ضرور ہوتے پھر ہم آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو دنیا کی زندگی اور موت دونوں مرحلوں پر دوھرا مزا چکھاتے اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ہمارے مقابل اپنا کوئی مددگارنہ پاتے\_

اس افسانے کی صحت پر درج ذیل آیت سے استدلال کیا گیا ہے (اور دعوی کیا گیا ہے کہ آیت اسی مناسبت سے نازل ہوئی ہے)\_

ارشاد رب العزت ہے:

(وما ارسلنا من قبلک من رسول و لا نبيّ الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیته فینسخ الله مایلقی الشیطان ثم یحکم الله آیاته والله علیم حکیم لیجعل مایلقی الشیطان فتنة للذین فی قلوبهم مرض ...) یعنی اور ہم نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے پہلے کوئی رسول یا نبی نہیں بھیجا مگر یہ کہ جب بھی اس نے کوئی نیک آرزو کی تو شیطان نے اس کی آرزؤوں کی راہ میں رکاوٹ ڈال دی لیکن خدانے شیطان کی ڈالی ہوئی رکاوٹوں کو دور کردیا اور اپنی آیات کو مستحکم بنادیا ،وہ نہایت جاننے والا اور صاحب حکمت ہے تاکہ وہ شیطانی القاء کو امتحان قراردے ان لوگوں کیلئے جن کے دلوں میں مرض ہے\_

بعض حضرات کے نزدیک اس واقعے کی بعض اسانید درست ہیں\_ (1)

کہتے ہیں کہ جب حبشہ میں مسلمان مہاجرین نے یہ سنا کہ مکہ میں قریش اور مسلمانوں کے درمیان موافقت اور صلح ہوگئی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ واپس مکہ آگئے لیکن دیکھا کہ صورت حال برعکسہے \_ لیکن ہمیں یقین ہے کہ یہ روایت جھوٹی اور جعلی ہے بہت سے علماء اس نظریئے میں ہمارے ہم خیال ہیں\_

جب محمد بن اسحاق سے اس بارے میں سوال ہوا تو اس نے جواب دیا اس کو زندیقوں نے گھڑا ہے\_ موصوف نے اس کی رد میں ایک الگ کتاب بھی لکھی ہے\_ (2)

قاضی عبدالجبار نے اس روایت کے متعلق کہا ہے کہ یہ بے بنیاد ہے ،اس قسم کی احادیث ملحدین کی سازش کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہوسکتیں\_ (3)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ رجوع کریں: الدر المنثور ج 4ص 194، ص 366اور ص 368، السیرة الحلبیة ج1ص 325اور 326، تفسیر طبری ج 17ص 131اور 134، فتح الباری ج 8ص 333اور بخاری نے بھی اصل واقعے کی طرف ایک سے زیادہ بار اشارہ کیا ہے نیز البدایة و النہایة ج 3ص 90میں بھی مذکور ہے\_ سیوطی نے در منثور میں بعض اسانید کی صحت کی تصریح کی ہے\_ رجوع کریں لباب النقول اور تفسیر طبری\_ مختلف تفاسیر میں بھی یہ واقعہ موجود ہے (مذکورہ آیت کی تفسیر کے ضمن میں) بنابریں مآخذ کی تعداد بیان کرنے کی ضرورت نہیں\_

2\_ رجوع کریں البحر المحیط ( ابی حیان) ج 6ص 381 \_

3\_ تنزیہ القرآن عن المطاعن ص 243 \_

ابوحیان کا کہنا ہے کہ اس نے اپنی کتاب کو اس قصے کے ذکر سے پاک رکھا ہے\_ (1)

بیضاوی نے اس کی اسناد پر اعتراض کرتے ہوئے اسے رد کیا ہے نیز بیہقی، نووی، رازی، نسفی، ابن عربی اور سید مرتضی کا بھی یہی نظریہ ہے\_ تفسیر خازن میں لکھا ہے صاحبان علم نے اس واقعے کوبے بنیاد قرار دیا ہے\_ (2)

عیاض کہتے ہیں کہ معتبراحادیث نقل کرنے والوں نے اس روایت کو نقل نہیں کیا ہے اور نہ ہی کسی ثقہ نے اسے درست اور مدلل سندکے ساتھ نقل کیا ہے \_ اس قسم کی روایات سے دلچسپی ان مفسرین اور مورخین کو ہے جو ہر قسم کی ضعیف روایت سے بھی شغف رکھتے ہیں اور کتابوں سے ہر صحیح وسقیم روایت کو نقل کرتے ہیں\_

قاضی بکربن علاء مالکی نے سچ کہا ہے کہ لوگ بعض ہوا پرست مفسروںکے ہاتھوں پھنس گئے اور ملحدین بھی اسی سے چمٹ گئے حالانکہ اس حدیث کے راوی ضعیف اور اس کی اسناد مبہم و منقطع ہیں، نیز اس کے کلمات میں بھی تضاد ہے\_ (3)

ہم اس بات کی تائید کرتے ہیں کیونکہ:

1) سعید بن جبیر کی سند کے علاوہ اس واقعے کی تمام اسناد یا تو ضعیف ہیں یا منقطع ہیں\_(4) سعید کی روایت بھی مرسل ہے اور اکثر محدثین کے نزدیک مرسل کا شمار بھی ضعیف احادیث میں ہی ہوتا ہے کیونکہ اس بات کا احتمال ہے کہ راوی نے اسے غیر ثقہ افراد سے نقل کیا ہو\_ (5)

علاوہ برایں اگر ہم حدیث مرسل سے استدلال کو صحیح قرار دے بھی دیں تو اس کا فائدہ فقط فرعی مسائل میںہوگا اعتقادی امور میں نہیں\_ جبکہ یہاں ہماری بحث اعتقادی مسئلے میں ہے جسں میں قطعی دلیل کی

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ تفسیر البحر المحیط ج 2ص 381 \_

2\_ السیرة الحلبیة ج 1ص 91، الہدی الی دین المصطفی ج 1ص 130، الرحلة المدرسیة ص 38، فتح الباری ج 8ص 333 اور تفسیر رازی ج 23ص 50 \_

3\_ الشفاء ج 2ص 126، مطبوعہ عثمانیہ اور المواہب اللدنیہ ج1 ص 53\_

4\_ فتح الباری ج 8ص 333 \_

5\_ رجوع کریں مقدمہ ابن صلاح ص 26 \_

ضرورت ہے\_ ان باتوں سے قطع نظر اس قصے کے اسناد کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی اسناد یا کسی تابعی پر ختم ہوتی ہیں یا ایسے صحابی پر جواس واقعہ کے بعد پیدا ہوا ہے اگر ہم اس حدیث کے سلسلے کو متصل بھی قرار دیں تب بھی اس حدیث کو رد کرنے اور اس کے جعلی اور جھوٹی ہونے پر یقین رکھنے کی ضرورت ہے کیونکہ یہ عقل سلیم کے خلاف ہے اوریہ اعتراض قسطلانی، عسقلانی اور ان لوگوں پر وارد ہوتا ہے جنہوں نے اسے صحیح گردانا ہے اور کثرت اسناد کے بہانے اسے معتبر سمجھا ہے\_ (1)

2) مضامین کا اختلاف\_ سجدہ نہ کرنے والے کے بارے میں اختلاف کا ذکر تو پہلے گزرچکا ہے یہاں ہم مزید اختلافات اور تضادات کی طرف اشارہ کریں گے; مثلاً کبھی کہا گیا ہے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے حالت نماز میں مذکورہ جملے ادا کئے اور کبھی کہا گیا ہےکہ قریش کی مجلس میں، نیز اس میں بھی اختلاف ہے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ان الفاظ پر فقط غور کیا یا آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی زبان پر جاری بھی ہوئے؟ نیز اختلاف ہے کہ شیطان نے ان کو خبردی تھی ، رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے ایسا فرمایا، یا یہ کہ مشرکین نے اسے پڑھا\_

علاوہ ازیں کبھی کہا گیا ہے کہ پیغمبر اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پڑھتے وقت اس طرف متوجہ بھی تھے اور کبھی یہ کہ آپ شام تک متوجہ ہی نہیں ہوئے\_ کلاعی نے تو یہ کہا ہے کہ حقیقت حال اتنی جلدی منکشف نہ ہوئی بلکہ بات اس وقت واضح ہوئی جب حبشہ میں مسلمانوں کو خبر ملی کہ مکہ میں مسلمانوں کو امان حاصل ہوگئی ہے چنانچہ حبشہ سے مسلمان واپس آگئے پھر شیطان کی طرف سے القاء شدہ جملوں کے منسوخ ہونے کے بارے میں آیت اتری اور جب خدانے اپنا حکم واضح کیا تو مشرکین نے مسلمانوں کے ساتھ اپنا رویہ سخت کرلیا\_ (2) اسلئے کہتے ہیں: دروغگو را حافظہ نباشد\_

3) اس افسانے سے نہ صرف سہو و خطا سے پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے معصوم ہونے کی نفی ہوتی ہے( خصوصاً تبلیغ کے بارے میں) جس پر امت کا اجماع ہے اور قطعی دلائل قائم ہیں بلکہ اس افسانے سے (نعوذ باللہ ) پیغمبر اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا ارتدادبھی لازم آتا ہے\_ خدا ہمیں اس قسم کے گمراہ کن نظریات سے بچائے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ فتح الباری ج 8ص 333 السیرة الحلبیة ج 1ص 326اور سیرت مغلطای ص 24از المواہب اللدنیة ج1 ص 53\_

2\_ رجوع کریں: الاکتفاء (کلاعی) ج 1ص 352/353\_

4)یہ واقعہ اس آیت کے منافی ہے (ان عبادی لیس لک علیهم سلطان)(1) یعنی اے شیطان تجھے میرے برگزیدہ بندوں پر تسلط حاصل نہ ہوگا \_نیز اس آیت سے بھی متصادم ہے (انه لیس له سلطان علی الذین آمنوا وعلی ربهم یتوکلون)(2) یعنی شیطان کو ان پر تسلط حاصل نہ ہوگا جوایمان لے آئے اور جو اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہیں\_ ہاں اگر وہ لوگ یہ فرض کرلیں کہ نعوذ باللہ حضور اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کے برگزیدہ بندوں میں شامل نہیں اور نہ ایمان لانے والوں اور توکل کرنے والوں میں، تویہ اور بات ہے، اور ایسا کہنا ایمان کے بعد کفر اختیار کرنے کے سوا اور کیاہوسکتا ہے؟ جیساکہ صاف ظاہر ہے\_

5) کلاعی صریحاً کہتا ہے کہ جب نبی اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سورہ کے آخر تک پہنچے تو مسلمانوں اور مشرکین سب نے سجدہ کیا اور مسلمانوں نے مشرکین کے سجدے پر تعجب کیا کیونکہ مسلمانوں نے اس چیز کو نہیں سنا تھا جسے شیطان نے مشرکین کی زبان پر جاری کیا تھا حالانکہ خود کلاعی چند سطر قبل صریحاًیہ کہتا ہے کہ شیطان نے ان کلمات کو رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی زبان پر جاری کیا (3) اس واضح تناقض کے علاوہ یہ سوال پیش آتا ہے کہ مشرکین نے وہ بات کیونکر سنی جو شیطان نے نعوذ باللہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی زبان پر جاری کی تھی جبکہ مسلمانوں نے نہیں سنی؟ حالانکہ وہ بھی ان کے ساتھ تھے پھر تو لازمی طورپر مسلمانوں کی نسبت کافررسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ سے قریب تر ہوئے ؟ \_

5) ساری مذکورہ آیات ممکن ہی نہیں کہ ان روایات کے ساتھ مناسبت رکھتی ہوں کیونکہ:

الف:سورہ نجم کی آیات میں خدانے مشرکین کے بتوں (لات، منات، عزی) کے بارے میں کہا ہے (ان هی اسماء سمیتموها انتم وآباء کم ما انزل الله بها من سلطان ان یتبعون الا الظن وما تهوی الانفس ولقد جائهم من ربهم الهدی)(4)یعنی یہ نام توصرف تم اور تمہارے آباء نے رکھے ہیں

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ اسراء آیت 65\_

2\_ سورہ نمل آیت 99\_

3\_ رجوع کریں: الاکتفاء (کلاعی) ج 1ص 352\_

4\_ سورہ نجم آیت 23\_

خدانے اس کے بارے میں کوئی دلیل نازل نہیں کی درحقیقت وہ تو بس ظن وگمان اور ہوائے نفس کی پیروی کرتے ہیں جبکہ ان کے رب کی طرف سے ان کے ہاں ہدایت آچکی ہے\_

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مشرکین اپنے معبودوں کی اس قدر تند لہجے میں مذمت پر کیوں راضی ہوئے اور پھر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی بات سے خوش ہوکر سربسجودبھی ہوگئے؟ انہوں نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے کلام میں اس واضح تضاد کوکیوں محسوس نہیں کیا یا سمجھنے کی کوشش نہیں کی اور بات یہاں تک آن پہنچی کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو اٹھاکر پورے مکہ میں یہ کہتے ہوئے چکر لگایا کہ یہ بنی عبد مناف کا نبی ہے\_

دوسرا سوال یہ ہے کہ خود رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ اس واضح تضاد کو کیوں نہ سمجھ سکے اور رات تک غافل رہے یہاں تک کہ جبریل آئے اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو اس تضاد سے آگاہ کیا؟ کیا آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اس دوران (نعوذ باللہ) غائب دماغ رہے تھے یا (نعوذ باللہ ) آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا ذہن کام نہیں کر رہا تھا؟\_

تیسرا سوال یہ ہے کہ کیا یہ واقعہ اسی سورہ نجم کی اس آیت سے منافات نہیں رکھتا جس میں قسم اٹھانے کے بعد فرمایا گیا ہے (وما ینطق عن الهوی ان هو الاوحی یوحی) یعنی رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی گفتگو خواہشات کے تابع نہیں بلکہ نازل شدہ وحی ہوتی ہے\_ پھر کیسے ہوسکتا ہے کہ اس صورت میں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اپنی خواہش کے مطابق بات کریں بلکہ شیطان کی طرف سے القاء شدہ جملوں کو خدا کی طرف سے نازل شدہ آیات کے طور پر دہرائیں؟ جبکہ فرمان الہی ہے: (ولو تقوّل علینا بعض الاقاویل لاخذنا منه بالیمین ثم لقطعنا منه الوتین) (1) (اگر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ہماری طرف سے کوئی بات گڑھ لیتاتو ہم اس کے ہاتھ کو پکڑلیتے اور پھر اس کی گردن اڑادیتے) پس خدا نے مذکورہ جملوں کے گھڑنے پرکوئی اقدام کیوں نہیں کیا (2) اگر یہ آیت سورہ نجم کے بعد اتری ہو تو پھر بھی اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ یہ آیت ایک قاعدہ کلیہ اور قانون بیان کر رہی ہے نہ یہ کہ ایک خارجی واقعے کی طرف اشارہ کررہی ہو اور بس\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ الحاقّہ آیت 44\_46\_

2\_ یہ اس صورت میں ہے کہ آیت میں تقوّل سے مراد صرف جان بوجھ کر جھوٹ بولنا نہ ہو کیونکہ آیت میں تقول کا لفظ آیا ہے اور تقول کا مطلب ہے کہ جان بوجھ کر کوئی بات گھڑی جائے\_

ب: رہی آیہ تمنّی تو وہ سورہ حج میںہے جو سب کے نزدیک مدنی ہے \_بالخصوص اس میں لوگوں کیلئے اعلان حج ،نیز جنگ وجہاد کا حکم ہوا ہے، مسجد حرام کا راستہ روکنے کا بھی تذکرہ ہوا ہے اور یہ ساری باتیں ہجرت کے بعد کی ہیں \_کچھ احکام تو ہجرت کے کئی سال بعد کے بھی ہیں اس پر مستزاد یہ کہ ابن عباس، قتادہ اور ابن زبیر وغیرہ نے بھی اسے مدنی قرار دیا ہے \_

اگر یہ مدنی ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ غرانیق والے افسانے کے سالہا سال بعد یہ آیت نازل ہوئی کیونکہ غرانیق کا واقعہ بعثت کے پانچویں سال سے منسوب ہے پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ خدا اپنے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو تسلی دینے میں سالہا سال تک تاخیر فرمائے؟

علاوہ ازیں آیت کا مفہوم بھی اس واقعے کے ساتھ بالکل ہم آہنگ نہیں ہے کیونکہ تمنّی کا مطلب کسی مرغوب اور پسندیدہ امر کی خواہش ہے اور رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم گرامی فقط اسی چیز کی خواہش کرسکتے ہیں جو ایک رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی حیثیت سے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی ذمہ داریوں کے مناسب ہو\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم جیسے انسانوں کی سب سے بڑی خواہش حق وہدایت کی ترویج اور باطل کی سرکوبی ہوتی ہے\_ شیطان اپنی گمراہی کے باعث لوگوں کے دلوں میں ایسے وسوسے ڈالتا ہے جو اس نیک خواہش کو دھندلاکر دکھاتاہے ،یوں جن کے دلوں میں مرض ہو وہ اس آزمائشے میں گرفتار ہو جاتے ہیں جیساکہ شیطان نے امت موسیعليه‌السلام کے دلوں میں وسوسہ ڈالا، لیکن خدا ہدایت کے نور سے شیطانی وسوسوں کو دور کرتا ہے اور عقل سلیم رکھنے والوں کیلئے حق کو واضح کرتا ہے\_

اور اگر ان لوگوں کے بقول تمنا سے مراد تلاوت لی جائے تو تمنی کا یہ معنی بہت نادر، خلاف قاعدہ اور انوکھا ہوگا جو وضع لغوی کے بھی مخالف ہوگااور ظاہر لفظ کے بھی \_ آخر کس نے اب تک '' تمنا'' کا معنی '' پڑھنا'' کیا ہے؟ ہمیں تو کوئی شک نہیں کہ اس خیالی واقعہ کے ساتھ مطابقت پیدا کرنے کے لئے اس آیت کی مذکورہ تفسیر گھڑی گئی ہے \_ اور اسی طرح حسان بن ثابت سے منقول شعر(1) بھی اسی مقصد کے لئے گھڑا گیا ہے \_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ تنزیہ الانبیاء کے ص 107 میں حسان سے یہ شعر منسوب ہے :

تمنی کتاب الله اوّل لیلة و آخره لاقی حمام المقادر

جبکہ ممکن ہے کہ یہاں تمنی سے مراد محبت اور شوق ہو\_

اور تاریخ کی کتابوں میں ایسے کئی واقعات ملتے ہیں \_ اور اگر تمنا کا معنی تلاوت بھی لے لیں تو اس آیت کا مطلب وہی ہوگا جو سید مرتضی نے فرمایاہے\_

سید مرتضی فرماتے ہیں کہ اگر مراد تلاوت ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ جب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے اپنی قوم کیلئے آیات کی تلاوت کی تو قوم نے ان میں تحریف کی اور کمی بیشی کے مرتکب ہوئے\_ جس طرح یہودی اپنے نبی پر جھوٹ باندھتے ہوئے اس امر کے مرتکب ہوئے تھے اس صورت میں اسے شیطان کی طرف منسوب کرنے کا مقصد یہ ہے کہ درحقیقت دلوں میں وسوسہ ڈالنے والا وہی شیطان ہے لیکن خدا اس وسوسے کو اپنی دلیلوں کے ذریعے زائل اور باطل کردیتا ہے\_ (1)

ج: سورہ اسرا کی آیات (وان کادوا لیفتنونک عن الذی اوحینا الیک لتفتری علینا غیره ...)کے بارے میں ان لوگوں کا یہ دعوی کہ یہ آیات غرانیق کے مسئلے میں نازل ہوئیں تو یہ بھی غیرمعقول قول ہے کیو نکہ ان آیا ت کا اس واقعے سے کوئی ربط نہیں بلکہ ان کے درمیان منافات ہے پس ان آیات کا شان نزول مذکورہ واقعہ کیسے ہوسکتا ہے؟

آیات کہتی ہیں کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ ان کی طرف مائل نہیں ہوئے بلکہ اس امر کے قریب بھی نہیں ہوئے اور اللہ نے ان کو ثابت قدم رکھا نیزاگران کی طرف مائل ہوتے تو خدا آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو سزادیتا جبکہ غرانیق کاافسانہ کہتا ہے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نہ صرف مائل ہوئے بلکہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے قبول بھی کیا اور (نعوذ باللہ ) خدا پر جھوٹ باندھا اور جو بات خدا کی طرف سے نہ تھی اسے قرآن میں داخل کرلیا\_

آیت کا مقصود تو یہ ہے کہ مشرکین نے اس بات پر اصرار کیا کہ ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے انہوں نے حضرت پیغمبر اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اور حضرت ابوطالب کے ساتھ متعدد مذاکرات بھی کئے \_پس بعید نہیںکہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے ان کو کچھ مہلت دینے کا سوچاہو تاکہ غور کریں اور باطل کو چھوڑ دیں پس یہ آیت نازل ہوئی تاکہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پر واضح کردے کہ ان کو مہلت دینے میں مصلحت نہیں بلکہ مصلحت سختی کرنے میں ہے\_

ان تمام دلائل سے قطع نظر وہ کہتے ہیں کہ سورہ اسرا کی مذکورہ آیات بنی ثقیف کے بارے میں اس وقت

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ تنزیہ الانبیاء ص 107 ، 108\_

اتریں جب انہوں نے قبول اسلام کیلئے ایسی شرائط پیش کیں جو ان کے مقام کو بلند کریں\_ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیات قریش کے بارے میں اتریں جب انہوں نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کو حجر اسود مس کرنے سے روکا\_ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مدینہ کے یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئیں جب انہوں نے حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے مطالبہ کیا کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم شام چلے جائیں\_ (1) قاضی بیضاوی نے یہی آرا ء بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے\_

6) آخری نکتہ یہ ہے کہ مشرکین نے خدا کا قول (فاسجدوا للہ واعبدوا) سن کر کیونکر سجدہ کیا؟ جبکہ وہ اللہ تعالی کیلئے سجدہ کرنے کے قائل نہیں تھے، چنانچہ ارشاد باری ہے (اذا قیل لهم اسجدو للرحمان قالوا وما الرحمان ا نسجد لما تأمرنا وزادهم نفورا) جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمان کیلئے سجدہ کرو تو کہتے ہیں کہ رحمان کیا چیزہے؟ کیا ہم اس چیز کیلئے سجدہ کریں جسکا تو ہمیں حکم دیتا ہے؟ اسطرح انکی نفرت میں مزید اضافہ ہوتا ہے\_

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ منظر دیکھ کر کسی مسلمان کا ایمان متزلزل کیوں نہیں ہوا؟ یاوہ دین سے خارج کیوں نہیں ہوا جبکہ وہ دیکھ رہا ہو کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ (نعوذ باللہ ) اصنام کی تعریف کر رہے ہیں اور ان کی شفاعت کو مقبول قرار دے رہے ہیں؟ (2)

مسئلے کی حقیقت

یہاں مسئلے کی حقیقت کچھ یوں معلوم ہوتی ہے (جیساکہ نقل ہوا ہے) کہ جب حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم قرآن کی تلاوت کرتے تو کفار فضول اور غلط باتوں کا سلسلہ شروع کردیتے تاکہ کوئی آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی بات سننے نہ پائے سورہ فصّلت کی آیت 26میں ارشاد ہے: (و قال الذین کفروا لا تسمعوا لهذا القرآن و الغوا فیه لعلکم تغلبون) یعنی کفار آپس میں کہتے ہیں کہ اس قرآن کو نہ سنو اور شور مچاؤ شایداس طرح سے غالب آسکو\_ پس جب

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ رجوع کریں: سیرہ حلبی ج1ص 326نیز الدر المنثور و تفسیر خازن اور تفسیر کی دیگر کتب میں بھی مرقوم ہے\_

2\_ رجوع ہو حاشیہ الاکتفاء (کلاعی) ج 1ص 353\_354\_

پیغمبر اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے سورہ نجم کی تلاو ت کی اور اس مقام (افرایتم اللات و العزی و مناة ثالثة اخری) پرپہنچے تومشرکین نے حسب معمول مداخلت کرتے ہوئے کہا ( تلک الغرانیق العلی ...) \_ (1)

ہاں اس کے بعدجب کرایہ کے قصہ پردازوں اور کینہ توزوں کی باری آئی تو انہوں نے اپنے شیطانی مفادات کے پیش نظر اس میں مزید پیوند کاری کرتے ہوئے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی عصمت کو اپنے حملوں کا نشانہ بنایااور قرآن میں موجود ہر چیز میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوشش کی تاکہ نبی اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو اس حدتک جاہل ثابت کرسکیں کہ گویا آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم واضح تضادات کو بھی نہیں سمجھتے تھے، یہاں تک کہ نعوذ باللہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم شیطان کے آگے بھی بے بس تھے، شیطانی وغیر شیطانی امور میں تمیز نہیں کرپاتے تھے\_

لیکن ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ ان باتوں کے مقابلے میں یہی لوگ کہتے ہیں کہ شیطان حضرت عمر کی آہٹ سے بھی ڈرتا تھا(2) نیز یہ کہ جب سے حضرت عمر مسلمان ہوئے ،شیطان کا ان سے جب بھی سامنا ہوتا تھا تو شیطان منہ کے بل گر پڑتا تھا(3) یا یہ کہ جس وادی سے حضرت عمر گزرتے تھے شیطان وہاں سے کترا کرنکل جاتا تھا(4) گویا ان لوگوں کی مراد یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کی طرح نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا بھی ایک شیطان تھا جو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پر اثر انداز ہوتا رہتا تھا\_ ان سارے مسائل پر پہلے بحث ہوچکی ہے\_

اس کے بعد اسلام دشمن متعصب مستشرقین کی باری آئی انہوں نے ان بے بنیاد باتوں اور افسانوں سے استفادہ کرتے ہوئے ہمارے نبی اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو اعتراضات کا نشانہ بنایا\_ (5)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سیرة النبویة (دحلان) ج 1ص 128 اور تنزیہ الانبیاء ص 107نیز رجوع کریں حاشیہ الاکتفاء (کلاعی) ج1ص 354از سہیلی\_ کلبی نے کتاب الاصنام میں نقل کیا ہے کہ قریش یہ جملے اپنے بتوں کی تعریف میں جو کعبہ کے اردگرد رکھے گئے تھے ادا کرتے تھے\_

2\_ الریاض النضرہ ج 2 ص 103\_

3\_ عمدة القاری ج 16 ص196 اور ملاحظہ ہو تاریخ عمر ص 62\_

4\_ صحیح مسلم ج 7 ص 115 اور اسی کے قریب قریب واقعہ تاریخ عمر ص 35 نیز ص 62 ، الغدیر ج 8 ص 94 ، مسند احمد ج 1 ص 171، ص 182، ص187 صحیح بخاری ج2 ص 44و ص 188 اور عمدة القاری ج 16 ص 196\_

5\_ رجوع ہو تاریخ الشعوب الاسلامیة ص 34از بروکلمان اور کتاب الاسلام ص 35/36 (الفریڈ ھیوم)\_

لیکن اللہ نے ان کی کوششوں کوناکام بنادیا (1) یوں وہ اپنے مکر وفریب کے جال میں خود پھنس کررہ گئے کیونکہ حق صبح کی طرح روشن اور شرافت ونجابت وپاکیزگی اور عصمت میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت سورج کی طرح تابناک ہے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ قابل ذکر ہے کہ سلمان رشدی نے بھی استعماری طاقتوں کی پشت پناہی اور سازش کے سائے میں رسول اللہ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے حق میں تاریخی بے ادبی کرتے ہوئے شیطانی آیات نامی کتاب لکھی\_ اس کتاب میں ان بے بنیاد روایات اور افسانوں سے بھی مدد لی گئی ، تمام باطل قوتیں حق کو مسخ کرنے کیلئے متحد ہوئیں لیکن علی عليه‌السلام کے لال روح اللہ خمینی بت شکن کے ایک جملے نے عصر حاضر کے شیاطین کے مکر و فریب کو خاک میں ملا دیا \_( مترجم)

تیسری فصل

شعب ا بوطالب تک کے حالات

حضرت حمزہعليه‌السلام کے قبول اسلام کی تاریخ میں اختلاف

کہتے ہیں کہ حضرت حمزہ بن عبد المطلب نے بعثت کے دوسرے سال اسلام قبول کیا، کبھی یہ کہتے ہیں کہ ارقم کے گھر میں حضوراکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے تشریف فرما ہونے کے بعد مسلمان ہوئے\_ یہ دونوں باتیں آپس میں منافات رکھتی ہیں کیونکہ حضور اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم بعثت کے تیسرے سال کے اواخر میں ارقم کے گھر تشریف لے گئے تھے\_ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت حمزہ عمر سے تین روز قبل مسلمان ہوئے جبکہ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ بعثت کے چھٹے سال مسلمان ہوئے جب آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ارقم کے گھر سے نکلے\_ اور اس میں بھی واضح تضاد پایا جاتا ہے کیونکہ آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم بعثت کے تیسرے سال کے اواخر میں صرف ایک ماہ کیلئے حضرت ارقم کے گھر میں رہے (جیساکہ کہا گیا ہے ...اور آئندہ اس کا بھی ذکرہوگاکہ حضرت عمر حضرت حمزہ کے اسلام لانے کے کئی سال بعد اسلام لائے)\_

حضرت حمزہ کا قبول اسلام

ابن ہشام اور دوسروں نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے ہجرت حبشہ کے بعد اسلام قبول کیا یعنی بعثت کے تقریبا چھٹے سال\_ ہم بھی اسی قول کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ جب وہ مسلمان ہوئے تو (جیساکہ مقدسی کہتا ہے) رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ اور مسلمانوں کو تقویت حاصل ہوئی\_ یہ بات مشرکین پر گراں گزری چنانچہ انہوں نے عداوت اوردوری اختیار کرنے کے بجائے دوسری راہ اختیار کی اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو مال و انعام کی لالچ دینے لگے\_

انہوں نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو حسین لڑکیوں سے شادیوں کی بھی پیشکش کی\_ (1) یہ پیشکش ہجرت حبشہ کے بعد کی بات ہے جیساکہ سیرت ابن ہشام سے ظاہر ہے \_نیز حضرت حمزہ اعلانیہ دعوت شروع ہونے کے بعد مسلمان ہوئے جب حضرت ابوطالب اور قریش کے درمیان مذاکرات کی ناکامی کے بعد قریش نے دشمنی اور ایذا رسانی کا راستہ اپنایا\_

بہرحال حضرت حمزہ کا قبول اسلام ایک سنگ میل کی صورت اختیار کرگیا جس کے بارے میں قریش نے سوچا بھی نہ تھا \_اس واقعے سے حالات کی کایا پلٹ گئی اور قریش کی قوت پرکاری ضرب لگی\_ ان کے خطرات میں اضافہ ہوا اوران کی سرکشی ومنہ زوری کو لگام لگ گئی(2)\_

ایک دفعہ ابوجہل کوہ صفا کے پاس رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے نزدیک سے گزرا ،اس نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو اذیت دی اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو برا بھلا کہا ، نیز اسلام کی عیب جوئی اور امر رسالت کی برائی کرتے ہوئے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی شان میں گستاخی کی\_ حضور اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے اس سے کوئی بات نہیں کی\_

حضرت حمزہعليه‌السلام شکاری تھے شکار سے لوٹتے تو پہلے خانہ کعبہ جاکر طواف کیا کرتے اور وہاں موجود افراد سے سلام وکلام کرتے اور پھر گھر لوٹتے تھے\_ اس دفعہ حضرت حمزہعليه‌السلام شکار سے لوٹے ہی تھے کہ ایک عورت نے ابوجہل کی طرف سے رسول اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی بے ادبی کے بارے میں انہیں بتایا\_ حضرت حمزہ غضبناک ہوکر سیدھے مسجد الحرام آئے تو انہوں نے ابوجہل کو لوگوں کے ساتھ بیٹھے پایا \_وہ اس کی طرف بڑھے ، جب قریب پہنچے تو اپنی کمان اٹھائی اور زور سے اس کے سر پردے ماری جس سے ابوجہل کا سر پھٹ گیا \_پھر انہوں نے کہا اے ابوجہل کیاتم اس شخص کی ملامت کرتے ہو؟ لو میں اس کے دین پرہوں اور وہی کہتا ہوں جو وہ کہتا ہے، اگر تم میں طاقت ہے تو آؤ میرا مقابلہ کرو\_ان باتوں سے قبل ابوجہل نے ان کے سامنے عاجزی دکھائی اور گڑ گڑانے لگا لیکن انہوں نے قبول نہ کیا \_بنی مخزوم کے افراد ابوجہل کی حمایت کیلئے کھڑے ہوگئے اور حضرت حمزہ سے کہا:'' ہم دیکھتے ہیں کہ تم نے اپنا دین بدل دیا ہے'' \_حضرت حمزہ نے کہا: '' کیوں

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ البدء و التاریخ ج4ص 148\_149 اور یہی بات سیرت ابن ہشام سے بھی ظاہر ہے جس نے حضرت حمزہ کے قبول اسلام کا ذکر کرنے کے بعد ان امور کا بھی تذکرہ کیا ہے\_

2\_ ملاحظہ ہو : کنز العمال ج 14 ص 48 ابن عساکر اور بیہقی کی الدلائل النبوة سے\_

نہ بدلوں میں نے مشاہدہ کیا ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں\_اور ان کا قول حق ہے\_ خدا کی قسم میں اس دین سے بازنہیں آؤں گا اگر تم سچے ہوتو مجھے روک کر دیکھو''\_

ابوجہل نے کہا: '' ابوعمارہ (حمزہ) کومت چھیڑو کیونکہ واقعاً میں نے اس کے بھتیجے کو ناروا گالی دی تھی''\_ مقدسی کہتا ہے کہ جب حضرت حمزہ مسلمان ہوئے تو اس سے اسلام اور مسلمانوں کی حیثیت مضبوط ہوئی (1) اور نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو نہایت خوشی ہوئی\_

قریش نے دیکھا کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ قوت پکڑ گئے ہیں، بنابریں آپ کو گالی گلوچ دینے سے باز آگئے\_ حضرت حمزہ نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ سے عرض کیا: '' بھتیجے اپنے دین کا کھلم کھلا پرچار کرو، خدا کی قسم مجھے یہ منظور نہیں کہ میں اپنے سابقہ دین پر باقی رہوں خواہ مجھے پوری دنیا ہی کیوں نہ مل جائے'' (2)\_ حضرت حمزہ کو قریش کے تمام جوانوں پر برتری حاصل تھی اور وہ سب سے زیادہ غیور تھے\_(3)

حمزہ کا قبول اسلام جذباتی فیصلہ نہ تھا

بظاہربلکہ حقیقت میں بھی انہوں نے اسلام کو معرفت کے ساتھ قبول کیا تھا \_کیونکہ آپ کے مذکورہ قول (کہ میرے لئے واضح ہوگیا ہے کہ وہ اللہ کے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ہیں اور ان کا قول حق ہے) سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے فقط جذبات سے مغلوب ہوکر اسلام قبول نہیں کیا تھا بلکہ انہوں نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے اقوال وکردار کے قریبی مشاہدے کی بنا پر پہلے سے ہی اطمینان حاصل کرلیا تھا\_

ان کا یہ کہنا کہ کیا تم اس کو برا بھلا کہتے ہو جبکہ میں بھی اس کے دین پر ہوں اس بات کا واضح طور پرشاہد ہے کہ وہ پہلے سے ہی اسلام کو قبول کرچکے تھے لیکن حالات کے پیش نظراسے پوشیدہ رکھ رہے تھے تاکہ یوں وہ مسلمانوں اوراسلام کی بہتر حمایت کرسکیں ،کیونکہ مسلمان قریش کا مقابلہ کرنے کی پوزیشن میں نہ تھے اور

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ البدء و التاریخ ج 5 ص 98\_

2\_ ملاحظہ ہو : تاریخ الامم و الملوک ج 2 ص 72و ص 73اور السیرة النبویہ ابن ہشام ج 2 ص 312\_

3\_ ملاحظہ ہو : تاریخ الامم و الملوک ج 2 ص 72\_

کتنے ہی لوگ ایسے تھے جنہیں مزید روحانی تربیت کی ضرورت تھی تاکہ وہ مشرکین کے مقابلے میں ان مشکل حالات سے عہدہ بر آہوسکتے\_

ابوجہل نے بزدلی کیوں دکھائی؟

یہاں اس بات کی یاد دہانی ضروری ہے کہ مشرکین کاسرغنہ ابوجہل اس دن اپنے قبیلہ والوں کے ساتھ موجود تھا اور انہوں نے اس کی حمایت کیلئے آمادگی بھی ظاہرکی تھی لیکن اس کے باوجود ابوجہل نے خدا اور رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کے شیر کا سامنا کرنے میں عاجزی اوربزدلی دکھائی\_ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ حضرت حمزہ کی مردانگی، قوت، غیرت اور شجاعت سے آگاہ تھا\_وہ حضرت حمزہ کے عزم وارادے اور عقیدے کی راہ میں جذبہ قربانی کا مشاہدہ کررہا تھا\_

دوسری طرف سے اسے تو فقط رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ سے دشمنی تھی اوراس کی وجہ حب دنیا اور اپنے مفادات کی حفاظت تھی اور وہ موت کا طلبکار نہ تھا ،بلکہ موت سے بچنا چاہتا تھا \_وہ موت کو اپنے لئے سب سے بڑا خسارہ سمجھتا تھا لیکن حضرت حمزہ دین کی راہ میں موت کو کامیابی گردانتے تھے ،پس ان کیلئے کوئی وجہ نہ تھی کہ موت سے ڈرتے یا اسے شہد کی طرح شیرین نہ سمجھتے\_

تیسری وجہ یہ تھی کہ ابوجہل، بنی ہاشم کامقابلہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا کیونکہ بنی ھاشم کے درمیان اس کے بہت سے حامی موجود تھے\_ اگر وہ ان کے ساتھ لڑتا توخاندان اور قبائلی تعصب کے نتیجے میں ان لوگوں سے ہاتھ دھو بیٹھتا جو اس کے ہم خیال اور ہم عقیدہ تھے\_ بنی ہاشم قبائلی طرزفکر کی بنا پر حضور اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑسکتے تھے اگرچہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ان کے دین پر نہ تھے، عربوں کی سماجی ومعاشرتی پالیسیاں بھی اسی طرزفکر کی تابع ہوتی تھیں \_چنانچہ ابولہب کے علاوہ باقی بنی ہاشم نے حضرت ابوطالب سے وعدہ کیا تھا کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کے مقابلے میں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی حمایت اور حفاظت کریں گے\_بلکہ ان حالات میں اگر ابوجہل حضرت حمزہ کے خلاف کوئی اقدام کرتا تو اس سے آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم - کو تقویت ملتی اور

بہت سے بنی ہاشم، آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی حمایت کرتے یا قومی جذبہ کے تحت دائرہ اسلام میں داخل ہوجاتے اور یہ بات ابوجہل کو کسی صورت گوارا نہ تھی\_

ان تمام حالات اور نتائج کو سامنے رکھتے ہوئے اس نے اللہ اور اس کے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے شیر (حمزہ) کے مقابلے میں ذلت آمیز خاموشی میں ہی عافیت جانی\_

خلاصہ یہ کہ دنیوی زندگی سے ابوجہل کی محبت یا اس کی بزدلی وغیرہ (جس کے باعث وہ حضرت محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اور بنی ہاشم کی مخالفت کو مضر سمجھتا تھا) کے نتیجے میں اس نے ذلت وپستی پر مبنی موقف اپنایا \_یوں اللہ نے باطل کا سرنیچاکیا اور حق کا سر اونچا\_

عَبَسَ وَ تَوَلّی ؟

مورخین نے فسانہ غرانیق کے بعد ایک اور واقعے کا تذکرہ کیا ہے جس کے بارے میں '' عبس وتولی'' والی سورت نازل ہوئی یہ سورت، سورہ نجم کے بعد نازل ہوئی ہے\_

اس قصے کا خلاصہ کچھ یوں ہے:

رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ قریش کے بعض رؤساکے ساتھ مصروف گفتگوتھے \_یہ لوگ صاحبان مال وجاہ تھے\_ اتنے میں عبداللہ ابن ام مکتوم آیا وہ نابینا تھا اس نے نبی اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے قرآن کی آیت سننی چاہی اورعرض کیا: '' یا رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ مجھے وہ چیزیں سکھایئےواللہ نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو سکھائی ہیں ''رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے اس سے بے رخی کی اور ترشروئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس سے رخ موڑ لیا \_آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اس کی بات کو نا پسند کرتے ہوئے ان رؤسا کی طرف متوجہ ہوئے جن کو مسلمان بنانے کا آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو شوق تھا \_اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں:(عبس وتولی ان جائه الاعمی\_ و ما یدریک لعله یزکی\_ او یذکر فتنفعه الذکری\_ اما من استغنی\_ فانت له تصدی ... و اما من جائک یسعی\_ و هو یخشی\_ فانت عنه تلهی\_ ...) (سورہ عبس، آیت 1\_10)

یعنی اس نے منہ بسور لیا اور پیٹھ پھیرلی کہ ان کے پاس ایک نابینا آگیا اور تمہیں کیا معلوم شاید وہ پاکیزہ نفس ہوتا یا نصیحت حاصل کرلیتا تو نصیحت اس کے کام آتی لیکن جو مستغنی بنا بیٹھا ہے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اس کی فکر میں لگے ہوئے ہیں حالانکہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پرکوئی ذمہ داری نہیں ہے اگروہ پاکیزگی اختیار نہ کرے لیکن جو شخص آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے پاس دوڑ کرآیا ہے اور خوف الہی بھی رکھتا ہے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اس سے بے رخی کرتے ہیں\_

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو اس کا آنا پسند نہ آیا اور سوچا کہ یہ قریشی خیال کریں گے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے پیروکار اندھے، غلام اور بیچارے لوگ ہی ہیں ،پس آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے منہ بسور لیا ...

حَكَمْ سے منقول ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے کسی فقیر یا غریب سے منہ نہیں موڑا اور کسی امیر کو اہمیت نہیں دی\_ ابن زید نے کہا ہے اگر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ وحی کو چھپانے والے ہوتے تو اس آیت کو ضرور چھپاتے جو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے بارے میں نازل ہوئی\_ (1)پس ابن زید نے اس واقعے کی شدت قباحت کی بناپر رسول کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی توصیف کی ہے کہ رسول کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے اس واقعہ کے بہت زیادہ قبیح ہونے کے باوجود بھی اسے نہیں چھپایا ہے \_

غیرشیعہ مفسرین ومحدثین کامذکورہ واقعے کے متعلق بنیادی طور پراتفاق ہے\_ لیکن ہمارے نزدیک یہ ایک جعلی کہانی ہے جس کا صحیح ہونا ممکن نہیں\_ اس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

الف: اسناد کا ضعیف ہونا، کیونکہ تمام اسانید کی انتہاء یا تو عائشےہ، انس اور ابن عباس پرہوتی ہے جن میں سے کسی نے اس واقعے کا اپنی آنکھ سے خود مشاہدہ نہیں کیا کیونکہ اس وقت یا تو وہ بچے تھے یا ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے \_(2) یا ابومالک (3) حکم ابن زید، ضحاک، مجاہد اور قتادہ پر منتہی ہوتی ہیں حالانکہ یہ سب تابعی ہیں \_بنابریں روایت مقطوعہ ہے اور اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ رجوع کریں: مجمع البیان ج 10ص 437المیزان از مجمع و تفسیر ابن کثیر ج 4ص 470 از ترمذی و ابویعلی، حیات الصحابہ ج 2ص 520تفسیر طبری ج 30ص 33\_34 و در منثور ج 6ص 314\_315 نیز دیگر غیر شیعی تفاسیر\_ ان تمام تفاسیر میں اس حوالے سے آپ مختلف روایات کا مشاہدہ کریں گے\_ بطور مثال آخر الذکر کا مطالعہ کریں\_

2\_ رجوع کریں: الہدی الی دین المصطفی ج 1ص 158 \_ 3\_ بظاہر اس سے مراد ابومالک الاشجعی ہیں جو تفسیر و روایت میں مشہور اور تابعی ہیں \_

ب:عبارات والفاظ کا اختلاف (1) یہاں تک کہ ایک ہی راوی سے منقول الفاظ میں اختلاف ہے چنانچہ ایک روایت میں حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے پاس مشرکین کے رؤسا میں سے ایک شخص حاضر تھا\_

دوسری روایت میں حضرت عائشہ ہی سے مروی ہے کہ عتبہ اور شیبہ حاضر تھے\_

تیسری روایت میں حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ اس مجلس میں قریش کے کئی بزرگان موجود تھے جن میں ابوجہل اور عتبہ ابن ربیعہ وغیرہ تھے\_

نیز ابن عباس سے منقول ایک روایت میں ہے کہ پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اسلام ، عتبہ، اپنے چچا عباس اور ابوجہل کے ساتھ مصروف گفتگو تھے لیکن ابن عباس ہی سے منسوب تفسیر میں مذکور ہے کہ وہ افراد عباس، امیہ بن خلف، صفوان بن امیہ اور ...تھے\_قتادہ سے کبھی امیہ ابن خلف کانام نقل ہوا ہے اورکبھی ابی ابن خلف کا\_

بقول مجاہد قریش کے سرداروں میں سے ایک سردار موجود تھا\_ دوسری روایت میں مجاہد سے منقول ہے کہ عتبہ ابن ربیعہ اور امیہ ابن خلف ... موجود تھے\_

ان باتوں کے علاوہ خود روایات میں بھی اختلاف ہے کہ اصل واقعہ کیا تھا؟ رسول اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے الفاظ کیاتھے؟ اور ابن ام مکتوم کے الفاظ کیاتھے؟ یہاں ہم اسی قدر گفتگو پر اکتفا کرتے ہیں\_ جو مزید تحقیق کا طالب ہو وہ متعلقہ کتابوں کا مطالعہ اور موازنہ کرے\_

ج:مذکورہ آیات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شخص جس کا آیت میں تذکرہ ہوا ہے اس کی عادت، اور طبیعت ہی یہ تھی کہ وہ امیروں پر توجہ دیتا تھا اگرچہ کافرہی کیوں نہ ہوں اور فقیروں کی اصلاح پر کوئی توجہ نہیں دیتا تھا اگرچہ مسلمان ہی کیوں نہ ہوں حالانکہ ہم سب جانتے ہیں کہ ہمارے نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اس قسم کی صفات وعادات کے مالک نہ تھے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ الہدی الی دین المصطفی ج 1ص 158\_159\_

نیز فقیروں کے ساتھ ترشروئی اور بے اعتنائی آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی عادات میں شامل نہ تھیں اگرچہ وہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے دشمن ہی کیوں نہ ہوں\_ پھر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کیونکر اپنے چاہنے والوں اور مومنین کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتے؟ (1) جبکہ اللہ نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ہی کے بارے میں فرمایا ہے: (بالمومنین رؤوف رحیم) (2)

بلکہ آپ کی عادت ہی یہ تھی کہ فقیروں کے ساتھ مل بیٹھتے اور ان پر توجہ دیتے\_ یہاں تک کہ یہ بات اشراف قریش کو پسند نہ آئی اور ان پر شاق گزری \_ قریش کے بعض بزرگوں نے توحضور اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے مطالبہ کیا کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ان غریبوں کو دورہٹادیں تاکہ اشراف آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی پیروی کریں\_ یہ سن کر عمرنے ان بیچاروں کو دور کرنے کا اشارہ کیا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی (ولاتطرد الذین یدعون ربهم بالغداة والعشی یریدون وجهه) (3) یعنی ان لوگوں کو دورنہ ہٹاؤ جو صبح وشام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں اور اس کی مرضی کے طالب رہتے ہیں\_

نیز خداوند نے اس سورہ سے قبل نازل ہونے والے سورہ قلم میں اپنے نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی توصیف میں فرمایا ہے کہ ''آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خُلق عظیم کے مرتبے پر فائز ہیں''\_ پھر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کیونکر مذکورہ عمل کے مرتکب ہوسکتے تھے جو اس آیت کے منافی ہو اور جس پر خدا کی طرف سے (نعوذ باللہ ) آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی ملامت ومذمت ہو؟ کیا خدا (نعوذ باللہ ) اپنے نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے اخلاق سے بے خبر تھا؟ یا یہ کہ باخبر ہونے کے باوجود کسی مصلحت کے تحت ایسا فرمایا \_خدا ہمیں گمراہی سے بچائے، آمین\_

د:مذکورہ آیات میں ارشاد ہوا ہے: (وما علیک الا یزکی) یعنی اگر وہ پاکیزگی اختیار نہ کرے توتم پر کوئی ذمہ داری نہیں \_یہ خطاب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کیلئے نہیں ہوسکتا کیونکہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم تو لوگوں کی ہدایت اور ان کو

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ رجوع کریں: الہدی الی دین المصطفی ج 1ص 158، المیزان ج 20ص 203، تنزیہ الانبیاء ص 119، مجمع البیان ج 1ص 437\_

2\_ سورہ توبہ، آیت 128\_

3\_ رجوع کریں: الدر المنثور ج 3ص 12\_13 بظاہر یہ آیت ہجرت حبشہ سے قبل اتری کیونکہ راویوں میں ابن مسعود بھی ہے یا مہاجرین تک صلح کی افواہ پہنچنے اور ان کی مکہ واپسی کے بعد اتری\_ یاد رہے کہ اس مقام پر حضرت عمر کا تذکرہ غلط ہے کیونکہ وہ اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے\_ وہ ہجرت مدینہ سے کچھ مدت پہلے ہی مسلمان ہوئے، جس کا ذکر آئندہ ہوگا\_

پاکیزہ کرنے کیلئے ہی مبعوث ہوئے تھے، پھر یہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی ذمہ داری کیوں نہ ہو؟ بلکہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی اصلی ذمہ داری ہی یہی تھی\_ ارشاد الہی ہے (هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلو علیهم آیاته و یزکیهم و یعلمهم الکتاب و الحکمة) (1) یعنی خدا نے ہی امیوں کے درمیان، انہی میں سے ایک کو رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم بنا کر بھیجا جو ان کیلئے آیات الہی پڑھ کرسناتا ہے اور انہیں پاکیزہ کرتا ہے اور کتاب وحکمت سکھاتا ہے\_ بنابریں کیونکر ہوسکتا ہے کہ خدا پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کواس بات کی ترغیب دے کہ لوگوں کے ایمان سے بے رغبت ہوجائیں؟ (2)

ھ:آیہ انذار (وانذر عشیرتک الاقربین واخفض جناحک لمن اتبعک من المؤمنین)(3) (جو سورہ عبس سے دوسال قبل نازل ہوئی ہے) میں ارشاد ہوا ہے ''اے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئےور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی اتباع کرنے والے مومنین کے سامنے اپنے کندھوں کو جھکایئے\_ تو کیا رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ بھول گئے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو مومنین کے آگے شانے جھکانے کا حکم ہوا تھا؟ اگر ایسا ہو تو پھراس بات کی کیا ضمانت ہے کہ اور بھی بہت ساری باتوں کو نہ بھولے ہوں؟ اور اگر بھولے نہیں تو پھراس صریحی حکم کی عمداً مخالفت کیوں فرمائی؟ (4)

و: آیت میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ آیت میں مخاطب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کی ذات ہے \_بلکہ خداوند عالم نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کو اس شخص کے متعلق خبر دی ہے جس نے ( عبس و تولی ان جاء ه الاعمی ) اندھے کے آنے کی وجہ سے ترشروئی اختیار کرکے منہ پھیر لیا \_ پھر خدا نے اس منہ بنانے والے کو مخاطب ہوکر کہا : ( و ما یدریک لعله یزکی) تمہیں کیا پتہ ہوسکتاہے کہ وہ پاکیزہ دل ہو\_

ز:علامہ طباطبائی نے فرمایا ہے کہ ترجیح وعدم ترجیح کا معیار، امیری یا فقیری نہیں بلکہ اعمال صالحہ، اخلاق

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ بقرة آیت 129

2\_ تنزیہ الانبیاء ص 119

3\_ سورہ شعراء آیت 214و 215

4\_ المیزان ج 20 ص 303

حسنہ اور صفات عالیہ کی موجودگی یا عدم موجودگی ہے اور یہ ایک عقلی حکم ہے جس کی تائید دین حنیف نے کی ہے پھر حضور اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اس حکم کی مخالفت کیسے کرسکتے ہیں اور کیونکر ایک کافر کو اس کے مال وجاہ کی بنا پر کسی مومن پر ترجیح دے سکتے ہیں؟ کیا اسلام نے اس سے منع نہیں کیا؟ کیا عقل اور ضمیر کے نزدیک یہ عمل غیرمنطقی اور قبیح نہیں ہے؟ (1)

اگر کوئی یہ کہے کہ پیغمبر اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے اسلئے ایسا کیا تھا کیونکہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ان مشرکین سے ایمان کی توقع رکھتے تھے\_ یوں دین کو تقویت مل جاتی اور یہ مستحسن کام ہے کیونکہ دین کی راہ میں انجام پایا ہے\_تواس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات قرآن کی آیات صریحہ کے خلاف ہے\_ آیات کی رو سے مذکورہ فرد کی مذمت اسلئے ہوئی ہے کیونکہ وہ اس امیر پر اس کی امارت کے باعث توجہ دے رہا تھا اور اس فقیر سے اس کی فقیری کے باعث بے توجہی برت رہا تھا\_

نیز اگر یہ بات درست ہوتی تو پھر لازم تھا کہ قرآن اس کے جذبہ دینی اور وظیفہ شناسی کو سراہتا نہ یہ کہ اس کی مذمت وتوبیخ کرتا\_

بالآخر ہم یہ اشارہ کرتے چلیں کہ بعض لوگوں نے کہا ہے: ''ممکن ہے یہ کہا جائے کہ آیت میں خطاب کلی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا جب بھی کسی فقیر کو دیکھتے تو منہ بسورکر رخ پھیر لیتے'' اس کا جواب یہ ہے کہ :

1\_ یہ قول اس بات کے مخالف ہوجائے گا جس میں انہوں نے کہا ہے کہ یہ واقعہ ایک دفعہ پیش آیا اور اس کا تکرار نہیں ہوا\_

2\_ اگر تمام ناداروں سے منہ پھیر لینے کا ذکر مقصود ہے تو پھر اندھے کا ذکر کیوں آیا ہے ؟

3\_ کیا یہ صحیح ہے کہ یہ فعل رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کی عادت میں شامل ہو؟

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ المیزان ج20 ص 304 کی طرف رجوع کریں\_

جرم کسی اورکا:

مذکورہ باتوں کی روشنی میں واضح ہوا کہ ان آیات میں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اسلام نہیں بلکہ کوئی اور شخص مراد ہے اور اس حقیقت کی تائید حضرت امام صادقعليه‌السلام سے منقول اس روایت سے ہوتی ہے کہ جب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ ، عبداللہ ابن ام مکتوم کو دیکھتے تو فرماتے تھے مرحبا مرحبا خدا کی قسم کہ اللہ کبھی بھی تیرے بارے میں میری ملامت نہیں کرے گا \_آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اس کے ساتھ لطف ومہربانی اور احسان فرماتے تھے یہاں تک کہ وہ اسی لئے کثرت شرمندگی کی بنا پر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی خدمت میں حاضر نہیں ہوتا تھا\_ (1)

اس بیان سے اس شخص کی مذمت کاپہلو نکلتا ہے جو ابن ام مکتوم کے معاملے میں مذکورہ مخالفت کا مرتکب ہوا تھا اور اس احتمال کی مکمل نفی ہوجاتی ہے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ سے ایسا فعل سرزد ہوا ہو جو قابل سرزنش ہو\_ اگر خدا نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی سرزنش کی ہوتی تو یہ نفی بے مقصد ہو کر رہ جاتی ہے\_

لیکن خیانت کاروں کے ہاتھوں اس بات میں تحریف ہوئی ہے اور انہوں نے یہ دعوی کیا ہے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم فرماتے تھے، مرحبا اس کیلئے جس کے بارے میں خدانے میری ملامت کی، رجوع کریں درالمنثور اور دیگر کتب تفسیر کی طرف، لیکن حقیقت وہی ہے جسے ہم نے ذکر کیا ہے\_

ایک سوال کا جواب

سوال: جب مذکورہ آیت میں مقصود کوئی اور ہو تو پھر خدانے (فانت لہ تصدی) (آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اس کی فکر میں لگے ہوئے ہیں) نیز (فانت عنہ تلہی) (آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اس سے بے رخی کررہے ہیں)کیوں کہا؟\_ ان دو عبارتوں سے یہی ظاہر ہے کہ ایک شخص کی طرف توجہ اور دوسرے سے بے رخی کرنے والا شخص جس کا ذکر آیت میں ہوا ہے،دینی جذبے سے سرشار تھا اور اسی جذبے کے پیش نظر اس نے ایک طرف توجہ دی اور دوسری طرف بے رخی اختیار کی\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ تفسیر البرہان ج3 ص 428 تفسیر نور الثقلین ج/ 5 ص 509 مجمع البیان ج10 ص 437\_

جواب: آیات میں اس بات کی طرف کوئی اشارہ نہیں کہ مذکورہ توجہ خدا کی طرف دعوت دینے کیلئے تھی\_ ممکن ہے کہ اس توجہ کی وجہ کوئی دنیوی مقصد ہو مثلا لوگوں کا اعتماد حاصل کرنا یا عزت حاصل کرنا وغیرہ\_ رہی بات ارشاد الہی کی کہ (لعلہ یزکی) (شاید وہ پاکیزگی اختیار کرلے) تو اس میں یہ نہیں بتایا گیا کہ یہ کام اس مخاطب کے ہاتھوں انجام پائے بلکہ ممکن ہے اس مجلس میں حاضر کسی اور کے ہاتھوں یہ کام مکمل ہو مثلا رسول کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم یا کسی اور کے ذریعے\_

اس کے علاوہ اگر ہم فرض کریں کہ وہ شخص تبلیغ دین کی غرض سے ان امیروں کی طرف توجہ دے رہا تھاتب بھی یہ بات رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کے بارے میں نہیں کیونکہ تبلیغ رسول خدا کے ساتھ مخصوص نہیں چنانچہ ان لوگوں کے بقول آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے علاوہ ایک اور شخص بھی اس تبلیغ پر توجہ دیتا تھا چنانچہ اس کے ذریعے کچھ لوگ مسلمان ہوئے (بشرطیکہ یہ بات درست ہو)\_

درست روایت

یہاں صحیح روایت وہ معلوم ہوتی ہے جو حضرت امام صادقعليه‌السلام سے مروی ہے\_ اس حدیث کے مطابق یہ آیات ایک اموی کے بارے میں نازل ہوئیں جو نبی اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے پاس حاضر تھا\_ اتنے میں ابن ام مکتوم آیا، اموی نے اسے گنداسمجھتے ہوئے تیوری چڑھائی اور سمٹ کر بیٹھ گیا نیز اس سے منہ پھیر لیا پس ان آیات میں خدانے اس کا قصہ بیان کیا اور اس کی مذمت کی\_ (1)

واضح رہے کہ شروع میں آیات کا خطاب اس شخص کی طرف نہ تھا بلکہ خدا نے اس کے بارے میں غائب کا صیغہ استعمال کیا اور فرمایا اس نے منہ بسورا اور رخ پھیر لیا کیونکہ اس کے پاس ایک نابینا آیا پھر اچانک اسے مخاطب قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے (وما یدریک) ... (یعنی تجھے کیا معلوم ...)\_

لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ شروع میں خدا نبی اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے مخاطب ہو (اس شخص کے بارے میں) اورپھر

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ مجمع البیان ج 10ص 437و تفسیر البرہان ج 2ص 428و تفسیر نور الثقلین ج 5ص 509 \_

خطاب کا رخ خود اس شخص کی طرف پھیردیاہو لیکن پہلا احتمال ذوق سلیم کی رو سے مناسب تر اور لطیف تر معلوم ہوتا ہے\_

جناب عثمان پر الزام

بعض روایات میں عثمان پر الزام لگایا گیا ہے کہ مذکورہ واقعہ ابن ام مکتوم اور حضرت عثمان کے درمیان واقع ہوا\_ (1)

لیکن ہم اسے مشکوک سمجھتے ہیں کیونکہ حضرت عثمان نے دیگر مہاجرین کے ساتھ حبشہ کو ہجرت کی تھی پھر کیونکر مکے میں یہ واقعہ پیش آسکتا تھا؟ ممکن ہے اس کا جواب یہ دیاجائے کہ بقولے تیس سے زیادہ مہاجر دو ماہ بعد حبشہ سے واپس لوٹے (جن کا ذکر ہوچکا ہے) ان میں حضرت عثمان بھی تھے\_ (2)

بہرحال حضرت عثمان یا بنی امیہ کے کسی فرد پر الزام، معصوم نبی پر الزام کے مقابلے میں آسان سی بات ہے\_ (3) کیونکہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ سے اس قسم کے افعال کسی صورت میں بھی سرزد نہیں ہوسکتے لیکن بعض لوگ معصوم نبی پر اس قسم کی تہمت لگانے کو رواسمجھتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو اس قسم کے الزامات سے پاک ومنزہ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ تفسیر قمی ج 2ص 405، تفسیر البرہان ج 4ص 427، تفسیر نور الثقلین ج 5ص 508

2\_ سیرت ابن ہشام ج 2ص 3

3\_ ہم حضرت عثمان کی بعض صفات کو اس آیت کے مطابق بھی پاتے ہیں جیساکہ عثمان اور عمار کے قصے سے ظاہرہوتا ہے جب مدینے میں مسجد کی تعمیر جاری تھی تو اس دوران حضرت عمار حضرت علیعليه‌السلام کے رجز کو حضرت عثمان کی طرف اشارہ کرنے کیلئے دہرا رہے تھے\_ رجز یہ تھا:

لایستوی من یعمر المساجدا

یدا ب فیھا قائما و قاعداً

و من یری عن التراب حائدا

اس واقعہ کا ذکر آئندہ ہوگا \_ انشاء اللہ

دشمنان دین کا اس مسئلے سے سوء استفادہ

یہاں اس بات کی طرف اشارہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض متعصب عیسائیوں نے عبس وتولی والے قصے کی آڑمیں ہمارے نبی اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی شان میں گستاخی کرنے کی کوشش کی ہے\_ (1) لیکن اللہ اپنے نور کو کامل کرتا ہے اگرچہ ان کافروں کو ناگوار گزرے ہم بھی یہاں یہ کہتے ہیں کہ یہ جعلی اور باطل چیزیں ہیں جن کے لئے خدا نے کوئی دلیل نہیں اتاری ہے \_

مزید دروغ گوئیاں

انہی لوگوں نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ اقرع بن حابس اور عینیہ بن حصن، رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے پاس آئے اورآپ کو عمار، صہیب، بلال اور خباب جیسے غریب مسلمانوں کے پاس تشریف فرما دیکھا\_ تو ان کو حقیر سمجھا اور خلوت میں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ سے کہا:'' عرب کے وفود آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے پاس آتے رہتے ہیں اور ہمیں اس بات سے شرم آتی ہے کہ وہ ہمیں ان غلاموں کے ساتھ بیٹھا ہوا دیکھیں \_ پس جب وہ آجائیں تو ان کو یہاں سے اٹھادیں'' آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے\_

انہوں نے کہا اس بات کا تحریری طور پر وعدہ کریں، آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے کاغذ مانگا اور حضرت علیعليه‌السلام سے لکھنے کیلئے کہا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی (و لاتطرد الذین یدعون ربهم بالغداة و العشی یریدون وجهه ما علیک من حسابهم من ...) (2) یعنی جولوگ اپنے رب کو صبح وشام پکارتے ہیں اور اسی کو مقصود بنائے ہوئے ہیں انہیں اپنی بزم سے دور نہ کیجئے گا\_ پس آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے وہ کاغذ دور پھینک دیا انہیں بلایا اور انہی کے ساتھ بیٹھ گئے\_ پھر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی عادت ہی یہ ہوگئی کہ ان کے ساتھ بیٹھتے تھے جب بھی اٹھنا چاہتے تو خود اٹھ جاتے اور انہیں وہیں بیٹھا ہوا چھوڑ دیتے\_ اس سلسلے میں خدا نے یہ آیت نازل کی (واصبر

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ رجوع کریں: الھدی الی دین المصطفی ج 1ص 158 \_

2\_ سورہ الانعام، آیت 52 \_

نفسک مع الذین یدعون ربهم بالغداة والعشی یریدون وجهه ولا تعد عیناک عنهم) (1) (اور اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ صبر پر آمادہ کر جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کی رضا چاہتے ہیں، خبردار کہ تمہاری آنکھیں ان کی طرف سے پھرنے نہ پائیں) اس کے بعد آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ان کے ساتھ اس وقت تک بیٹھے رہتے تھے جب تک وہ خود پہلے اٹھ نہ جاتے، بعض روایات میں ہے کہ ان کا مقصود ابوذر وسلمان تھے\_ (2)

ان بے بنیاد باتوں کی نفی عبداللہ ابن ام مکتوم کے واقعے میں مذکور بیانات سے ہی ہو جاتی ہے\_ لہذا یہاں ہم تکرار کی ضرورت محسوس نہیں کرتے، علاوہ ازیں کئی ایک روایات کے مطابق پوری سورہ انعام مکے میں بیک وقت نازل ہوئی\_ (3)

اس صورت میں یہ آیات کیونکر مذکورہ مناسبت سے مدینہ میں اتریں؟ اگر کوئی یہ کہے کہ پوری سورت کا ایک ساتھ اترنا اس بات کے منافی نہیں کہ مذکورہ آیات اس خاص مناسبت سے اتری ہوں تویہ بات بھی نا قابل قبول ہے کیونکہ پوری سورت ہجرت سے قبل (لیکن انصار کے قبول اسلام کے بعد) ایک ساتھ اتری، جب یہ سورت اتری تو اسماء بنت یزید انصاریہ نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی اونٹنی کی لگام تھام رکھی تھی(4) جبکہ فرض یہ ہے کہ آیت مدینے میں نازل ہوئی\_

اس کے علاوہ عبس وتولی والا واقعہ ہی اس بات کے اثبات کیلئے کافی ہے کہ نبی اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اس قسم کے کاموں سے باز رہتے خصوصاً اس صورت میں کہ اگر کوئی غیر معصوم شخص بھی ایسے عمل کا ارتکاب کرے تو اس کی مذمت کی جاتی ہے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ کہف آیت 28\_

2\_ حلیة الاولیاء ج 1ص146\_345، و مجمع البیان ج 4 ص 305 ،306\_ و البدایة و النہایة ج 6 ص 56و کنز العمال ج 1ص 245و ج7ص 46ابن ابی شیبہ و ابن عساکرسے نیز الدر المنثور (مذکورہ آیات کی تفسیر میں متعدد مآخذ سے)\_

3\_ رجوع کریں: المیزان ج 7ص 110 \_

4\_ الدر المنثور ج 3 ص 22\_

یہاں ہم اس بات کابھی اضافہ کرتے ہیں کہ سلمان تو مدینے میں مسلمان ہوئے نیز ابوذر بھی مسلمان ہونے کے فوراً بعد پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے جدا ہوکر عسفان میں مکہ والوں کے قافلوں کی گزرگاہ پر رہنے لگے تھے (جس کا ذکر ہو چکا ہے)\_

بظاہر مشرکین نے اس بات پر زور دیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان غریب مسلمانوں کو اپنے پاس نہیں بٹھائیں، اس سلسلے میں انہوں نے حضرت ابوطالب سے بھی بات کی اور حضرت عمر نے بھی اس بات کو تسلیم کرنے کا اشارہ کیا( جیساکہ نقل ہوا ہے)\_ پس سورہ انعام کی یہ آیات ان لوگوں کے ردمیں نازل ہوئیں \_

ان آیات میں اس بات کا تذکرہ نہیں کہ حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ان کی رائے کو قبول کیاہو جیساکہ مذکورہ روایات کا دعوی ہے \_یہاں ہم روایات کے درمیان موجوداختلاف، ان کے کمزور پہلوؤں اوران لوگوں کے باطل خیالات کو بیان کرنے سے احتراز کرتے ہیں اور ابن ام مکتوم کے واقعے میں جو کچھ عرض کیا ہے، اسی پر اکتفا کرتے ہیں\_البتہ یہ اضافہ بھی کرتے چلیں کہ آیت '' ولا تطرد الذین یدعون ربہم ...'' کا ظاہر پر یہی بتاتا ہے کہ یہ ڈانٹ ان لوگوں پر پڑی ہے جن سے یہ کام سرزد ہوا ہے اور '' ما علیک من حسابہم من شی ...'' کے قرینہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے مہربانی اور لطف فرماتے ہوئے اپنی نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو ان لوگوں سے علیحدہ رکھا ہے \_

حضرت عمر بن خطاب کا قبول اسلام

کہتے ہیں کہ حضرت حمزہ کے قبول اسلام کے تین روز بعد بعثت کے چھٹے سال حضرت عمر مسلمان ہوئے\_ وہ اپنی تلوار لیکر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے بعض اصحاب کی تلاش میں نکلے تھے جن کی تعداد چالیس کے قریب تھی\_ وہ کوہ صفا کے قریب ارقم کے گھر میں جمع تھے\_ ان میں حضرت ابوبکر، حضرت حمزہ اور حضرت علیعليه‌السلام بھی تھے جو حبشہ نہیں گئے تھے\_ راستے میں نعیم بن عبداللہ سے حضرت عمر کی ملاقات ہوئی اس کے پوچھنے پر

حضرت عمر نے بتایا کہ وہ حضرت محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو قتل کرنا چاہتے ہیں

نعیم نے سمجھایا کہ اگر وہ ایسا کرے تو بنی عبد مناف کے ہاتھوں سے نہیں بچ سکتا\_ نیز یہ بھی بتایا کہ تمہارے بہنوئی اور بہن نے بھی اسلام قبول کرلیا ہے\_ یہ سن کر حضرت عمر ان کی طرف چل پڑے وہاں پر حضرت خباب بن ارت ،ان کو سورہ طہ کی تعلیم دے رہے تھے\_ جب حضرت عمر کی آہٹ سنائی دی تو حضرت خباب ایک کوٹھڑی میں چھپ گئے اور فاطمہ بنت خطاب نے صحیفے کو اپنی ران کے نیچے چھپالیا\_

حضرت عمر گھرمیں داخل ہوئے اور مختصر سی گفتگو کے بعد اپنے بہنوئی پر ٹوٹ پڑے اور بہن کا سر زخمی کردیا\_ اس وقت حضرت عمر کی بہن نے بتادیا کہ وہ دونوں مسلمان ہوچکے ہیں وہ جو چاہے کرے\_ حضرت عمرنے جب اپنی بہن کو خون آلود دیکھا تو اپنے طرز عمل پر پشیمان ہوئے اور نوشتہ قرآن کو طلب کیا ،لیکن اس نے نہیں دیا یہاں تک کہ حضرت عمرنے اپنے خداؤں کی قسم کھائی کہ وہ اسے واپس کردے گا \_اس وقت ان کی بہن نے کہا تم مشرک اور نجس ہو نیز تم غسل جنابت بھی نہیں کرتے ہو جبکہ قرآن کو پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں \_یہ سن کر حضرت عمر اٹھے اور غسل (یا وضو) کیاپھر اس نوشتہ کی ابتداء سے کچھ حصہ پڑھا اور (حضرت عمر کو لکھنا پڑھنا آتا تھا) پڑھنے کے بعد اسے پسند کیا \_اتنے میں حضرت خباب نے آکر یہ خبردی کہ پیغمبر اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ان کے حق میں دعاکی ہے کہ خدا یا اس کے یا ابوجہل کے ذریعے اسلام کی تقویت فرما\_

حضرت عمرنے کہا کہ وہ انہیں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے پاس لے جائیں تاکہ اسلام قبول کرسکیں\_ چنانچہ وہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی طرف نکلے، دروازہ کھٹکھٹایا، ایک شخص نے دروازے کے شگاف سے باہر نگاہ کی\_جب عمر کو تلوار سجائے دیکھا تو سہم کر واپس ہوا اور رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کو خبردی\_

یہ سن کر حضرت حمزہ نے کہا اسے آنے دو اگر وہ بھلائی کی تلاش میں آیا ہے تو ہم بخل نہیں کریں گے لیکن اگر وہ برے ارادے سے آیا ہے تو ہم اسی کی تلوار سے اس کاکام تمام کردیں گے\_ یوں انہیں اجازت ملی اور وہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی طرف آئے اور کمرے میں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے ملاقات کی\_ حضرت عمرنے کہا کہ وہ تو مسلمان ہونے کیلئے آیا ہے\_ یہ سن کر آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے تکبیر بلندکی اور مسلمانوں نے بھی ایسی تکبیر کہی جسے مسجد الحرام میں

بیٹھے ہوئے لوگوں نے بھی سن لیا\_

اس کے بعد حضرت عمرنے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ سے درخواست کی کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم باہر نکل کر اعلانیہ اپنا کام شروع کریں\_ حضرت عمر کہتے ہیں ہم نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو دوصفوں کے درمیان باہرنکالا ایک صف میں حضرت حمزہ تھے اور دوسری صف میں میں تھا\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے اوپر غبار تھا جس طرح پسنے والے آٹے کا غبار ہوتا ہے \_پھر ہم مسجد میں داخل ہوئے، میں نے قریش پر نظر کی وہ اتنے دل شکستہ ہوئے کہ اس قدر پہلے کبھی نہ ہوئے تھے\_ اس دن رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے حضرت عمر کو فاروق کالقب دیا\_

ایک اور روایت کے مطابق قریش نے مل کر مشورہ کیا کہ کون حضرت محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو قتل کرے، حضرت عمر نے کہا یہ کام میں کروں گا پھر وہ اپنی تلوارگردن میں لٹکائے نکل پڑے کہ راستے میں حضرت سعد بن ابی وقاص سے ملاقات ہوگئی\_ ان کے درمیان لے دے ہوئی یہاں تک کہ دونوں نے اپنی تلواریں سونت لیں\_ اتنے میں حضرت سعد نے حضرت عمر کو اس کی بہن کے مسلمان ہونے کی خبر سنائی\_

تیسری روایت کی رو سے مسلمان باہر نکلے حضرت عمر ان کے آگے آگے یہ کہہ رہے تھے لا الہ الا اللہ محمد رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ \_جب قریش نے حضرت عمر سے ان کے پیچھے موجود افراد کے بارے میں سوال کیا تو حضرت عمر نے ان کو دھمکی دی کہ اگر ان میں سے کسی نے کوئی غلط حرکت کی تو وہ تلوار سے حملہ کریں گے \_ پھر وہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے آگے ہوئے آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم طواف فرمارہے تھے اور عمر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی حفاطت کررہے تھے پھر حضوراکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے نماز ظہراعلانیہ طور پر پڑھی\_

چوتھی روایت میں ہے کہ جن دنوں مسلمانوں پر بہت زیادہ تشدد ہو رہا تھا تو حضرت عمر مسلمان ہوئے اور وہ اپنے خالو ابوجہل کے پاس گئے (جیسا کہ ابن ہشام کہتا ہے البتہ ابن جوزی کا کہنا ہے کہ یہ بات غلط ہے کیونکہ عمر کا خالو ابوجہل نہیں بلکہ عاص بن ہاشم تھا ) حضرت عمرنے اسے خبردی کہ وہ مسلمان ہو چکے ہیں یہ سن کراس نے دروازہ بندکردیا حضرت عمر قریش کے دوسرے سردار کے پاس گئے تو وہاں بھی یہی ہوا \_ حضرت عمرنے سوچا یہ بات مناسب نہیں کہ دوسرے مسلمانوں پرتشدد ہو لیکن مجھے کوئی نہ مارے، چنانچہ انہوں نے

ایسے شخص کا پتہ پوچھا جو سب سے زیادہ بات پھیلانے والاہو لوگوں نے اس شخص کی نشاندہی کی\_ حضرت عمر نے اسے اپنے مسلمان ہونے کی خبردی\_ اس شخص نے قریش کے درمیان اس بات کا اعلان کیا یہ سن کر لوگ حضرت عمرکو مارنے کیلئے اٹھے لیکن ان کے خالو نے انہیں امان دے دی یوں لوگوں نے انہیں چھوڑ دیا\_

لیکن حضرت عمر نے اس کی امان میں رہنے سے انکار کیا کیونکہ دوسرے مسلمانوں کو مارپڑ رہی تھی اوران کو نہیں\_ راوی کہتا ہے کہ نتیجتاً حضرت عمر بھی مار کھاتے رہے یہاں تک کہ خدانے اپنے دین کو ظاہر کردیا\_

پانچویں روایت کے مطابق طواف کرتے وقت حضرت عمر سے ابوجہل نے کہا : ''فلان شخص کا خیال ہے کہ تم نے اپنا دین چھوڑ دیا ہے'' \_ حضرت عمر نے کلمہ دین پڑھا تو یہ سن کر مشرکین ان پر ٹوٹ پڑے \_ حضرت عمر، عتبہ ابن ربیعہ کوپچھاڑ کر مارنے لگے\_ پھر اپنی دونوں انگلیوں کو اس کی آنکھوں میں ڈال دیا\_ عتبہ چیخنے لگا تو لوگ بکھر گئے اور حضرت عمر بھی اٹھ کھڑے ہوئے\_ یہ دیکھ کر سوائے بزرگوں کے کوئی ان کی طرف بڑھنے کی جرا ت نہ کرسکا اور حضرت حمزہ لوگوں کو وہاں سے ہٹانے لگے\_

چھٹی روایت کی رو سے وہ قبول اسلام سے قبل شراب نوشی کیا کرتے تھے\_ایک رات وہ اپنی پسندیدہ محفل کی طرف نکل پڑے لیکن وہاں کسی کو نہ پایا\_ شراب فروش کو ڈھونڈا لیکن وہ بھی نہ مل سکا \_پھر طواف کرنے گئے تو دیکھا کہ پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نماز پڑھ رہے ہیں\_ حضرت عمر کا دل چاہا کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی بات سنے چنانچہ وہ کعبے کے پردے کی آڑ میں بیٹھ کر سننے لگے، یوں اسلام ان کے دل میں داخل ہوا\_ جب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا وہاں سے اٹھے اور اپنے گھر جو قطاء کے نام سے معروف تھا، کی طرف چلے تو راستے میں حضرت عمر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے جا ملے اوراظہار اسلام کر کے اپنے گھر کی راہ لی\_

''العمدہ''کے مطابق کہتے ہیں کہ حضرت عمر تینتیس 33 مردوں اور چھ عورتوں کے قبول اسلام کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہوئے\_ ابن مسیب نے کہا ہے کہ چالیس مردوں اور دس عورتوں کے بعد حضرت عمر مسلمان ہوئے\_ عبداللہ بن ثعلبہ کا بیان ہے پینتالیس 45 مردوں اور گیارہ عورتوں کے بعد ایسا ہوا \_ یہ بھی

کہا گیا ہے کہ حضرت عمر چالیسویں مسلمان تھے \_ پھر حضرت عمرکے قبول اسلام کے بعد یہ آیت اتری (یایہا النبی حسبک اللہ و من اتبعک من المومنین) (1) یعنی اے حضرت رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم آپ کیلئے بس خدا اور جو مومنین آپ کے تابع فرمان ہیں کافی ہیں\_ (2)

مزید تمغے

بعض افراد کا کہنا ہے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے حضرت عمر کے مسلمان ہونے سے قبل یوں دعا کی تھی: ''اے اللہ اسلام کی تقویت فرما ،عمر ابن خطاب کے ذریعے''\_ ایک اور جگہ یوں نقل ہوا ہے: ''خدا اسلام کی مدد فرما (یاتقویت فرما) ابوالحکم بن ہشام کے ذریعے یا عمر ابن خطاب کے ذریعے'' \_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے بدھ کے روز یہ دعا کی اور حضرت عمر جمعرات کے دن مسلمان ہوئے\_

ابن عمر سے مروی ہے کہ پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اسلام نے فرمایا :''خدایا ابوجہل یا عمر بن خطاب میں سے تیرے نزدیک جو زیادہ محبوب ہے اس کے ذریعے اسلام کی تقویت فرما''\_ ابن عمر کہتا ہے خداکے نزدیک عمرزیادہ عزیز تھے\_ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت عمر کا قبول اسلام ، اسلام کی فتح تھی، ان کی ہجرت اسلام کی نصرت تھی اور ان کی حکومت خدا کی رحمت تھی \_جب وہ مسلمان ہوئے تو قریش سے لڑتے رہے یہاں تک کہ مسلمانوں

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ انفال، آیت 64 \_

2\_ رجوع کریں: الاوائل (عسکری) ج 1ص 221\_222نیز الثقات (ابن حبان) ص 72\_75 البدء و التاریخ ج 5ص 88\_90مجمع الزوائد ج 9ص 61از بزار و طبرانی تاریخ طبری 23ہجری کے حالات میں، طبقات ابن سعد ج 3ص 191، عمدة القاری ( عینی) ج 8ص 68، سیرت ابن ہشام ج 1ص 366\_374، تاریخ الخمیس ج 1ص 295\_297، تاریخ عمر بن خطاب(ابن جوزی)ص 23\_35، البدایة و النہایة ج 3 ص 31 اور 75\_80 \_نیز السیرة الحلبیة ج1ص 329\_335، السیرة النبویة (دحلان) ج 1ص 132\_137، المصنف (حافظ) ج 5ص 327\_328، شرح نہج البلاغہ معتزلی ج 12ص 182\_183، اسباب انزول (واحدی)، حیاة الصحابة ج 1ص 274\_276 و الاتقان ج 1ص 15اور الدر المنثور ج 3ص 200 کشف الاستار از مسند البزار ج3 ص 169 تا 172 اور لباب النقول مطبوعہ دار احیاء العلوم ص 113،ان کے علاوہ دلائل النبوة بیہقی ج2 ص 4 تا 9 مطبوعہ دار النصر للطباعة اور دیگر کتب تاریخ اور حدیث کی طرف رجوع کریں\_

نے کعبہ کے پاس نماز پڑھی\_ (1)

ان کے علاوہ اور بھی بہت کچھ کہاگیا ہے جس کے ذکر کی یہاں گنجائشے نہیں\_ ترمذی نے ان میں سے بعض روایات کو صحیح مانتے ہوئے بھی ان تمام روایات پر تعجب کا اظہار کیا ہے \_

ہم حضرت عمرکے قبول اسلام سے مربوط تمام مذکورہ بالا باتوں اور روایات کو بھی شک کی نظروں سے دیکھتے ہیں بلکہ ہمیں یقین ہے کہ یہ باتیں بالکل بے بنیاد ہیں \_ اس بات کی توضیح کیلئے درج ذیل نکات کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

1\_ عمر کب مسلمان ہوئے؟

گذشتہ روایات کی رو سے وہ حمزہ بن عبد المطلب کے قبول اسلام کے تین دن بعد مسلمان ہوئے\_ عمر کا قبول اسلام اس بات کا سبب بنا کہ پیغمبر اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ارقم کے گھرسے باہر نکلیں ، یعنی جب مسلمانوں کی تعداد چالیس یا اس کے لگ بھگ ہوگئی\_

یہاں درج ذیل امور قابل ذکر ہیں:

الف: وہ خود ہی کہتے ہیں کہ ارقم کے گھر سے نکلنے کا واقعہ بعثت کے تیسرے سال کا ہے جب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کو اعلانیہ تبلیغ کا حکم ہوا، جبکہ اہلسنت کہتے ہیں کہ حضرت عمر بعثت کے چھٹے سال مسلمان ہوئے\_

ب: ان کا کہنا ہے کہ حضرت عمر نے ہجرت حبشہ کے بعد اسلام قبول کیا چنانچہ جب مسلمان کوچ کی

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ ان روایات کے بارے میں رجوع کریں: البدء و التاریخ ج 5ص 88، سیرت مغلطای ص 23و منتخب کنز العمال حاشیہ مسند احمد ج 4ص 470از طبرانی، احمد، ابن ماجہ، حاکم، بیہقی، ترمذی، نسائی از عمر، خباب، ابن مسعود، الاوائل ج 1ص 221، طبقات ابن سعد ج 3حصہ اول ص 191\_193 و جامع ترمذی مطبوعہ ہند ج 4ص 314\_315، دلائل النبوة بیہقی ج2 ص 7 نیز تحفہ الاحوذی ج 4ص 314 نیز البدایة و النہایة ج 3ص 79و البخاری مطبوعة میمنیة، المصنف عبدالرزاق ج 5 ص325، الاستیعاب حاشیة الاصابة ج 1 ص271 السیرة الحلبیة ج 1ص 330تاریخ اسلام (ذہبی) ج 2ص 102و تاریخ الخمیس و سیرت ابن ہشام و سیرت دحلان و مسند احمد و سیرت المصطفی و طبرانی در الکبیر و الاوسط و مشکاة\_ نیز دیگر کتب تاریخ اور حدیث\_

تیاری کررہے تھے تو حضرت عمر کا دل بھر آیا یہاں تک کہ مسلمانوں نے امید ظاہر کی کہ حضرت عمر مسلمان ہوجائے گا اور ہجرت حبشہ بعثت کے پانچویں سال کا واقعہ ہے جبکہ ارقم کے گھر سے نکلنے کا واقعہ اس سے پہلے یعنی بعثت کے تیسرے سال وقوع پذیر ہوا\_

ج:حضرت عمر مسلمانوں کو ستانے میں مشرکین کے ساتھ تھے اور یہ بات ارقم کے گھر سے نکلنے اور اعلانیہ دعوت شروع ہونے کے بعد کی بات ہے ،بلکہ ہم تو یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ وہ بعثت کے چھٹے سال تک بھی مسلمان نہیں ہوئے تھے کیونکہ:

اولًا: یہی لوگ خود کہتے ہیں کہ حضرت عمر نماز ظہر کے فرض ہونے کے بعد مسلمان ہوئے چنانچہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے حضرت عمر کی مدد سے نماز ظہر اعلانیہ پڑھی (جیساکہ پہلے ذکر ہوچکا ہے) جبکہ یہی لوگ کہتے ہیں کہ نماز ظہر واقعہ معراج (جو خود ان کے نزدیک بعثت کے بارہویں یا تیرہویں سال پیش آیا) کے دوران واجب ہوئی\_ بنابریں ان کی باتوں میں تضاد ہے\_ بعض لوگوں نے اس کی یہ توجیہہ پیش کی ہے کہ یہاں مراد نماز صبح ہے\_ (1) لیکن یہ توجیہہ غلط ہے کیونکہ لفظ ''ظہر'' ، ''صبح'' کے لئے استعمال نہیں ہوتا اور اگر ان کی مراد یہ ہو کہ رسول کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اپنی صبح کی نماز سورج کے ابھرنے تک مؤخر کر کے پڑھتے تھے تو یہ توجیہ بھی نامعقول ہے کیونکہ نبی اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اپنی نماز میں کسی عذر شرعی کے بغیر کیسے تاخیر کرسکتے تھے؟

ثانیاً: عبداللہ بن عمر صریحاً کہتا ہے کہ جب اس کے والد مسلمان ہوئے تو اس وقت اس کی عمر چھ سال تھی\_ (2) بعض حضرات کا خیال ہے کہ وہ پانچ سال کا تھا\_ (3)

اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر کے قبول اسلام کے وقت عبداللہ بن عمر گھرکی چھت پر موجود تھااس نے دیکھا کہ لوگوں نے اس کے باپ کے خلاف ہنگامہ کر رکھا ہے ادر اسے گھر میں محصور کردیا ہے\_ اتنے میں

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سیرت حلبی ج 1ص 335 \_

2\_ تاریخ عمر بن خطاب از ابن جوزی ص 19و طبقات ابن سعد ج 3ص 193 (حصہ اول) و شرح نہج البلاغہ معتزلی ج 12ص 182\_

3\_ فتح الباری ج 7ص 135 \_

عاص بن وائل نے آکر ان کو منتشر کردیا\_ اس وقت ابن عمرنے اپنے باپ سے بعض چیزوں کے متعلق استفسار کیا جس کا ذکر آگے آئےگا\_

نیز ابن عمر کہتا ہے کہ جب اس کا باپ مسلمان ہوا تو اس نے باپ کی نگرانی شروع کی کہ وہ کیا کرتا ہے، کہتا ہے اس وقت میرے لڑکپن کا دور تھا اور میں جو کچھ دیکھتا اسے سمجھتا بھی تھا\_ (1) یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ابن عمر ان دنوں باشعور اور سمجھدار تھا\_ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمرنے بعثت کے نویں سال اسلام قبول کیا جیساکہ بعض لوگوں کا خیال بھی ہے\_ (2) کیونکہ ابن عمر بعثت کے تیسرے سال پیدا ہوا تھا ہجرت کے پانچویں سال جب جنگ خندق ہوئی تو ابن عمر کی زندگی کے پندرہ سال گزر چکے تھے چنانچہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے (بنابرمشہور) اس کو جنگ میں شرکت کی اجازت دی (3) بلکہ ابن شہاب کے مطابق تو حفصہ اور عبداللہ ابن عمر اپنے باپ عمر سے پہلے مسلمان ہوئے تھے اور جب ان کا باپ عمر مسلمان ہوا تو اس وقت عبدا للہ کی عمر سات سال کے لگ بھگ تھی (4) اس بات کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر بعثت کے دسویں سال مسلمان ہوئے \_ہم تو یہاں تک کہتے ہیں کہ حضرت عمر ہجرت سے قدرے پہلے تک مسلمان نہیں ہوئے تھے\_ اس کی دلیل درج ذیل امور ہیں:

الف: یہ کہ انہیں خبر ملی کہ ان کی بہن مردار نہیں کھاتی\_ (5)

واضح ہے کہ مردار کھانے کی مخالفت سورہ انعام میں ہوئی ہے جو مکہ میں ایک ساتھ نازل ہوئی\_ اس وقت قبیلہ اوس کی ایک عورت (اسماء بنت یزید) نے بعض روایات کی بنا پر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی اونٹنی کی لگام تھام رکھی تھی (6) واضح رہے کہ قبیلہ اوس اور مدینہ والوں نے آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی طائف کی ہجرت کے بعد اسلام قبول کیا

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ البدایة و النہایة ج 3ص 81و تاریخ الاسلام (ذہبی) ج 2ص 105و سیرت ابن ہشام ج 1ص 373\_374 \_

2\_ السیرة النبویة (ابن کثیر) ج 2ص 39البدایة و النہایة ج 3ص 82و مروج الذہب مطبوعہ دار الاندلس بیروت ج 2ص 321\_

3\_ سیر اعلام النبلاء ج 3 ص 209، تہذیب الکمال ج 15 ص 340 ، الاصابہ ج 2 ص 347، اسی کے حاشیہ پر الاستیعاب ج 2 ص 342 اور باقی منابع کے لئے ملاحظہ ہو ہماری کتاب '' سلمان الفارسی فی مواجہة التحدی'' (سلمان فارسی چیلنجوں کے مقابلے میں )ص 24\_

4\_ سیر اعلام النبلاء ج 3 ص 209\_ 5\_ المصنف ( حافظ عبد الرزاق) ج 5ص 326 \_ 6\_ الدر المنثور ج 3ص 2از طبرانی اور ابن مردویہ\_

کیا تھا اور ان کی عورتیں پہلی بیعت عقبہ کے بعد مکہ آئی تھیں\_

ب:بعض لوگوں نے اس بات کو حقیقت سے قریب تر سمجھا ہے کہ حضرت عمر نے ہجرت حبشہ کے بعد چالیس یا پینتالیس افراد کے مسلمان ہونے کے بعد اسلام قبول کیا (1)اس کی تائید یوں ہوتی ہے کہ بعثت کے پانچویں سال حبشہ جانیوالے افراد کی تعداد اسّی 80 مردوں سے زیادہ تھی اور ان کے بقول حضرت عمر بعثت کے چھٹے سال مسلمان ہوئے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پینتالیس مسلمان ہونے والے افراد لازمی طور پر ہجرت کرنے والے ان اسّی افراد کے علاوہ ہونے چاہئیں\_اگرچہ ابن جوزی نے حضرت عمر سے قبل مسلمان ہونے والوں کو شمار کیا ہے اور حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں کی تعداد بیشتر بتائی ہے\_ (2)

نیز اس امر کی تائیدان روایات سے بھی ہوتی ہے جن کے مطابق حضرت عمر بعثت کے چھٹے سال مسلمان ہوئے اور یہ کہ حبشہ جانے والوں کو دیکھ کر ان کا دل پسیجا یہاں تک کہ مسلمانوں کو حضرت عمر کے مسلمان ہونے کی امید بندھی\_

جب صورت حال یہ ہے تو واضح ہواکہ (جیساکہ مدینہ میں مہاجرین وانصار کے درمیان مواخات کی بحث میں آگے چل کر ذکر ہوگا) اس وقت مہاجرین کی تعداد پینتالیس یا اس کے لگ بھگ تھی (3)یعنی ہجرت حبشہ کے بعد مسلمان ہونے والے صرف یہی پینتالیس کے قریب افراد تھے \_ اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عمر ہجرت مدینہ سے کچھ ہی پہلے اسلام لائے تھے اور اس کے بعد ہجرت کی تھی اور شاید اسی لئے مکہ میں وہ مشرکین کی ایذا رسانی سے بچے رہے\_

ج:حضرت عمر کے قبول اسلام کے حوالے سے روایات میں ذکر ہوا ہے کہ ایک دفعہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ بلند

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ الثقات از ابن حسان ج 1 ص 73، البدایة و النہایة ج 3 ص 80، البدء و التاریخ ج 5 ص 88\_

2\_ تاریخ عمر بن خطاب از ابن جوزی ص 28\_29\_

3\_ اگرچہ ابن ہشام نے ہجرت کرنے والوں کی تعداد ستر کے قریب بتائی ہے لیکن یہ بات قابل قبول نہیں کیونکہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے جن لوگوں میں بھائی چارہ قائم کیا ان کی تعداد ایک سے زیادہ اسناد کے ساتھ منقول ہے اور یہ امر غیرقابل قبول ہے کہ حضور نے کسی صحابی کا بھائی چارہ دوسرے کے ساتھ قائم نہ کیا ہو\_

آواز سے نماز پڑھ رہے تھے کہ حضرت عمرآپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے قریب آئے اور سنا کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم یہ آیات پڑھ رہے ہیں (وما کنت تتلو من قبله من کتاب ولاتخطه بیمینک ... الظالمون) (1) واضح ہے کہ یہ دو آیتیں سورہ عنکبوت کی ہیں جو یاتو مکہ میں نازل ہونے والی آخری سورت ہے یا آخری سے پہلی سورت\_ (2) پس معلوم ہوا کہ حضرت عمر ہجرت کے قریب قریب مسلمان ہوئے تھے\_

د:بخاری نے صحیح بخاری میں نافع سے روایت کی ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابن عمر اپنے باپ حضرت عمر سے پہلے مسلمان ہوا \_نافع نے اس کی یوں تاویل کی ہے کہ ابن عمرنے بیعت شجرہ کے موقع پرحضرت عمر سے پہلے بیعت کی تھی اسلئے لوگ کہتے ہیں کہ ابن عمر نے حضرت عمر سے پہلے اسلام قبول کیا\_ (3)

لیکن ہم نافع سے سوال کرتے ہیں کہ کیا لوگ عربی زبان نہ جانتے تھے؟اگر جانتے تھے تو پھر انہوں نے یہ کہنے کی بجائے کہ ابن عمر نے اپنے باپ سے پہلے بیعت کی تھی کیونکر یہ کہا کہ وہ اپنے باپ سے پہلے مسلمان ہوا \_نیز کیا ان میں کوئی اتنا بھی نہ جانتا تھا کہ بیعت کرنا اور چیز ہے ، اسلام قبول کرنا اور چیز ہے\_ پس بیعت سے مراد قبول اسلام کیسے ہوسکتا ہے؟

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اس زمانے میں لوگ جو کہتے تھے وہی درست ہے، یعنی یہ کہ ابن عمر دس سال کی عمر میں ہجرت سے کچھ پہلے مسلمان ہوااور اس کے بعد اس کے باپ مسلمان ہوئے اور مدینہ کی طرف ہجرت کی\_

2\_ حضرت عمر کو فاروق کس نے کہا؟

گذشتہ روایات میں ہم نے پڑھا کہ جب حضرت عمر مسلمان ہوئے تو رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے ان کو فاروق کا لقب دیا \_ لیکن ہماری نظر میں یہ بات نہایت مشکوک ہے کیونکہ زہری کہتا ہے ''ہمیں خبر ملی ہے کہ اہل کتاب

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ المصنف (حافظ عبدالرزاق) ج 5ص 326نیز حضرت عمر کے قبول اسلام کے بارے میں ذکرشدہ مآخذ کی طرف رجوع کریں\_

2\_ الاتقان ج 1 ص 10\_11\_

3\_ صحیح بخاری (مطبوعہ مشکول) ج 5ص 163 \_

نے پہلے پہل حضرت عمر کو الفاروق کہہ کرپکارا \_ مسلمانوں نے یہ لفظ ان سے لیا ہے اور ہمیں کوئی ایسی روایت نہیں ملی کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے اس قسم کا لقب دیا ہو'' (1) جبکہ فاروق کا لقب انہیں ایام خلافت میں ملا تھا(2)

3\_ کیا حضرت عمر کو پڑھنا آتا تھا؟

روایات میں مذکور ہے کہ حضرت عمر کو پڑھنا آتا تھا اور انہوں نے صحیفہ قرآنی کو خود پڑھا تھا\_

ہمارے نزدیک تو یہ بات بھی مشکوک ہے اور ہمارا نظریہ یہ ہے کہ حضرت عمر کو نہ پڑھنا آتا تھا نہ لکھنا خصوصاً شروع شروع میں\_ زندگی کے آخری ایام میں لکھنا پڑھنا سیکھ گئے ہوں تویہ اور بات ہے\_ اس کی دو وجوہات ہیں:

پہلی وجہ: بعض حضرات نے صریحاً کہا ہے کہ خباب بن ارت نے انہیں نوشتہ قرآنی پڑھ کر سنایا تھا\_ (3) پس اگر وہ پڑھ سکتے تو معاملے کی سچائی اور حقیقت جاننے کے لئے اسے خود کیوں نہیں پڑھا\_

دوسری وجہ: حافظ عبدالرزاق نے( ان لوگوں کے بقول) صحیح سند کے ساتھ مذکورہ واقعے کو نقل کیا ہے لیکن اس نے کہا ہے کہ حضرت عمرنے (اپنی بہن کے گھر میں) شانے کی ہڈی (جس پر قرآن کی آیات مرقوم تھیں) تلاش کی اور جب وہ مل گئی تو حضرت عمرنے کہا مجھے پتہ چلا ہے کہ تو وہ کھانا نہیں کھاتی جو میں کھاتا ہوں\_ پھر اس ہڈی سے اپنی بہن کو مارا اور اس کے سر کو دوجگہوں سے زخمی کردیا \_ پھر وہ ہڈی لیکر نکلے اور کسی سے پڑھوایا\_ حضرت عمر ان پڑھ تھے \_جب وہ نوشتہ انہیں پڑھ کرسنایا گیا تو ان کا دل دہل گیا\_ (4) اس بات کی تائید عیاض ابن ابوموسی کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ عمر بن خطاب نے ابوموسی سے کہا:

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ تاریخ عمر ابن خطاب ( ابن جوزی )ص 30، طبقات ابن سعد ج 3حصہ اول ص 193، البدایة و النہایة ج 7ص 133، تاریخ طبری ج 3ص 267سنہ23ہجری کے واقعات اور ذیل المذیل ج 8از تاریخ طبری\_

2\_ ملاحظہ ہو: طبقات الشعراء (ابن سلام ) 44\_

3\_ تاریخ ابن خلدون ج2ص 9 \_

4\_ المصنف (حافظ عبدالرزاق) ج 5ص 326\_

''اپنے محرر کو بلاؤ تاکہ وہ ہمیں شام سے پہنچنے والے چند خطوط پڑھ کر سنائے''\_ ابوموسی نے کہا : ''وہ مسجد میں داخل نہیں ہوتا'' عمرنے پوچھا : ''کیا وہ مجنب ہے؟ ''جواب ملا : ''نہیں بلکہ وہ تو نصرانی ہے'' \_ پس حضرت عمر نے اپنا ہاتھ اٹھاکر اس کی ران پر مارا ،قریب تھا کہ ران کی ہڈی ٹوٹ جاتی\_ (1)

ممکن ہے کوئی یہ جواب دے کہ پڑھے لکھے ہونے کے باوجود بھی خلفاء کبھی کبھی اپنے عہدے کو مدنظر رکھتے ہوئے بذات خود نہیں پڑھتے تھے ، یا یہ کہ وہ خطوط عربی میں نہیں لکھے گئے تھے\_ لیکن بظاہر یہ تکلفات بعد کی پیداوار ہیں \_علاوہ برایں شامیوں کی زبان ہمیشہ عربی رہی ہے اور یہ بعید بات ہے کہ انہوں نے عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں خطوط لکھے ہوں\_

مذکورہ بات کی تائید یوں بھی ہوتی ہے کہ حضرت عمر عالمانہ ذہنیت کے مالک نہ تھے\_ اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے بارہ سال میں سورہ بقرہ یادکیا\_ جب یاد کرلیا تو حیوان کی قربانی دی\_(2)

بلکہ یہ بھی منقول ہے کہ جب حضرت عمر نے حضرت حفضہ سے کہا کہ وہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ سے کلالہ کا حکم معلوم کرے اور حضرت حفصہ نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے سوال کیا تو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے چند تحریروں کی صورت میں انہیں املا کر دیا\_ پھر فرمایا: '' عمر نے تجھے اس کا حکم دیا ہے ؟میرا تو یہ خیال ہے کہ وہ اسے نہیں سمجھ پائے گا\_ (3)

بہت سے لوگوں کی روایت کے مطابق نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے حضرت عمر کے روبرو یہی بات کہی\_ (4)

ہاں ممکن ہے حضرت عمرنے مشقت اٹھاکر نئے سرے سے لکھنا پڑھنا سیکھا ہو جیساکہ بخاری نے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر کہاکرتے تھے اگر لوگ یہ نہ کہتے کہ عمر نے قرآن میں اضافہ کیا ہے تو آیہ رجم کو اپنے ہاتھ سے لکھتے

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ عیون الاخبار (ابن قتیبة) ج 1 ص 43، الدرالمنثور ج2 ص 291 از ابن ابی حاتم و بیہقی در شعب الایمان اور حیاة الصحابہ ج2 ص 785 از تفسیر ابن کثیر ج 2 ص 68\_

2\_ تاریخ عمر از ابن جوزی ص 165، الدر المنثور ج 1ص 21از خطیب نیز البیہقی در شعب الایمان و شرح نہج البلاغہ معتزلی ج 12ص 66، الغدیر ج 6ص 196از مآخذ مذکور و از تفسیر قرطبی ج 1 ص34 اور التراتیب الاداریہ ج2 ص 280 از تنویر الحوالک ج 2 ص 68\_

3\_ المصنف ( حافظ عبد الرزاق) ج 10ص 305 \_

4\_ رجوع کریں: الغدیر ج 6ص 116 (ایک سے زیادہ مآخذ سے منقول) اور ص 128 \_

بہر حال معاملہ جو بھی ہو لیکن خلیفہ ثانی کے پڑھے لکھے ہونے کے متعلق شک کرنے والے ہم پہلے آدمی نہیں ہیں بلکہ یہ موضوع تو پہلی صدی ہجری سے ہی معرکة الآراء رہا ہے یہی زہری کہتاہے کہ '' ہم عمر بن عبدالعزیز ( جو اس وقت مدینہ کا گورنر تھا \_ پھر اس کے بعد عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ مدینہ کا گورنر بنا تھا) کے پاس بیٹھے اس موضوع کے متعلق بحث کررہے تھے تو اس نے کہا :'' اگر ان لوگوں کے پاس اس بارے میں کوئی خبر ہے تو میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا عمر لکھنا جانتا تھا؟'' عروة نے کہا : '' ہاں جانتا تھا'' اس نے پوچھا : '' تمہارے پاس اس کی کیا دلیل ہے ؟ ''عروہ نے کہا : '' عمر کا یہ کہنا کہ اگر لوگ یہ نہ کہتے کہ عمر نے قرآن مجید میں اضافہ کیا ہے تو میں آیت رجم کو اپنے ہاتھوں سے قرآن میں لکھتا اس کی دلیل ہے'' \_ عبداللہ کہتاہے : '' کیا عروہ نے تمہیں یہ بتایا ہے کہ اسے یہ حدیث کس نے بتائی ہے ؟ ''میں نے کہا : '' نہیں'' عبیداللہ کہتاہے: '' عروة کی مثال اس مچھر کی طرح ہے جو خون تو چوستاہے مگر اپنا نشان کہیں نہیں چھوڑتا ہماری حدیثیں چوری کرتاہے لیکن ہمیں چھپا دیتاہے'' یعنی حدیث میں نے بیان کی ہے\_

نکتہ :

جب یہ بات مشکوک یا ثابت ہوجائے کہ حضرت عمر پڑھے لکھے نہیں تھے تو لا محالہ ان کا یہ قول بھی مشکوک ہوجائے گا کہ وہ کاتب وحی تھے\_ اور شاید یہ بھی ان تمغوں میں سے ہے جنہیں حضرت عمر کے ان وفاداروں نے گھڑا ہے جنہیں حضرت عمر کی اس فضیلت سے محرومی بہت گراں گزری ہے \_ مزید یہ کہ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جناب عمر نے ابوموسی کی ران پر اس زور سے مارا کہ اس کے ٹوٹنے کا خطرہ پیدا ہوگیا صرف اس لئے

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ حلیة الاولیاء ج 9ص 34از کنز العمال ج 5ص 50از ابن سعد، سعید بن منصور، ابن منذر، ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم\_

2\_ کنز العمال ج 6 ص 295\_

کہ اس نے نصرانی محرر رکھا ہوا تھا\_ جبکہ وہ لوگ خود ہی کہتے ہیں کہ خود حضرت عمر کا اپنا ایک نصرانی غلام تھا جو آخری دم تک مسلمان نہیں ہوا تھا \_ وہ اسے اسلام لانے کی پیشکش کرتے لیکن وہ انکار کرتا رہا یہاں تک کہ حضرت عمر کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے نصرانی غلام کو آزاد کردیا(1) \_ خلیفہ ثانی کے موقف میں یہ کتنا تضاد ہے ؟ اور اس کی کیا توجیہ ہوسکتی ہے ؟ صرف یہ کہ ابوموسی پر اس کا اعتراض اس کے منصبی لحاظ سے صرف اس بناپر تھا کہ مسلمانوں کے داخلی امور میں ایک نصرانی سے کام لیتا تھا\_ اور یہ کام مسلمانوں کی خدمت غیر مسلم سے کرانے والا مسئلہ بھی نہیں (کیونکہ حساس مسئلہ تھا\_ جبکہ خلیفہ وقت کے پاس ایک نصرانی گھر کا بھیدی تھا \_از مترجم)

4\_ کیا واقعی حضرت عمر اسلام کی سربلندی کا باعث بنے ہیں؟

منقول ہے کہ حضرت عمر کی برکت سے اسلام کو تقویت یا سربلندی ملی اور رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے خدا سے دعا مانگی تھی کہ وہ حضرت عمر کے ذریعے اسلام کو سربلندی اور تقویت عطا کرے ...بلکہ بعض روایتوں کے مطابق تو وہ زمانہ جاہلیت میں بھی زور آور تھے \_ کیونکہ جب انہوں نے ابوبکر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ لوگوں کا ہمدرد اور مونس ہے تو حضرت ابوبکر نے ان سے کہا :''میرا تو تیری حمایت کرنے کا ارادہ تھا اور تو میرے متعلق یہ کہہ رہا ہے \_ اس لئے کہ تو جاہلیت میں تو زور آور تھا لیکن اسلام میں بزدل ہے ...''(2) ہمارے نزدیک یہ بات نہ فقط مشکوک ہےبلکہ بے بنیاد ہے اور اس کی وجوہات یہ ہیں:

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ حلیة الاولیاء ج9 ص 34 از کنز العمال ج5 ص 50 از ابن سعد، سعید بن منصور ، ابن منذر ، ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم، طبقات الکبری ج6 ص 109 ، التراتیب الاداریہ ج1 ص 102 ، نظام الحکم فی الشریعة والتاریخ والحیاة الدستوریہ ص 58 از تاریخ عمر ( ابن جوزی) ص 87 و ص 148 \_

2\_ کنز العمال ج6 ص 295\_

الف: جب شیخ ابطح حضرت ابوطالب ،خدا اور رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے شیر حضرت حمزہ(جنہوں نے مشرکین کے سرغنہ ابوجہل کا سر پھوڑا تھا )اور بنی ہاشم کے دیگر صاحبان عزت وشرف افراد کے بارے میں یہ نہیں کہتے کہ ان سے اسلام کو عزت وتقویت ملی تو پھر حضرت عمر اسلام کی تقویت اور عزت کا باعث کیسے بن سکتے ہیں؟ جو خود ایک معمولی خادم (1) کی حیثیت سے شام کے سفر میں ولید بن عقبہ کے ساتھ گئے تھے\_ (2) وہ عمر جن کے قبیلے میں کوئی قابل ذکر بزرگ یا رئیس نہ تھا\_ (3)

وہ عمر جنہوں نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کے ساتھ گزرنے والی پوری زندگی میں شجاعت ومردانگی کی کوئی ایک مثال بھی قائم نہیں کی\_ ہم تو دیکھتے ہیں کہ حضرت عمرنے نہ ہی کوئی لڑائی لڑی، نہ کسی جنگ میں کوئی جرا ت مندانہ اقدام کیا، جبکہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے دور میں بہت سی جنگیں ہوئیں \_

بلکہ اس کے برعکس ہم تو کئی جنگوں میں حضرت عمر کو میدان جنگ سے فرار کرتے ہوئے دیکھتے ہیں\_ مثال کے طور پر جنگ احد، جنگ حنین اور جنگ خیبر میں \_جیساکہ سیرت نگاروں، تاریخ نویسوں اور محدثین کی ایک بڑی تعداد نے اس کا ذکر کیا ہے\_ آئندہ اس کا تذکرہ ہوگا انشاء اللہ \_

زمخشری نے یہاں ایک عجیب لطیفے کی بات نقل کی ہے اور وہ یہ کہ انس بن مدرکہ نے ایام جاہلیت میں قریش کے ایک گلے پر ڈاکہ ڈالا اور اس کو لے کر چلتا بنا \_اپنی خلافت کے دوران حضرت عمرنے اس سے کہا :''ہم نے اس رات تمہارا تعاقب کیا تھا اگر ہمارے ہاتھ لگ جاتے تو تمہاری خیر نہیں تھی'' اس نے جواب دیا:''اس صورت میں آج آپ، لوگوں کے خلیفہ نہ ہوتے''\_ (4)

جی ہاں اسلام کی سرافرازی اور تقویت حضرت عمر کے ذریعے کیسے ہوسکتی تھی؟ کیونکہ نہ توانہیں بذات خود کوئی حیثیت حاصل تھی، نہ ہی اپنے قبیلے کی وجہ سے کوئی عزت تھی اور نہ ہی وہ اتنے بہادر تھے کہ لوگ ان سے ڈرتے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ رجوع کریں: اقرب الموارد لفظ ''عسف''\_اور''عسیف '' کا ایک اور معنی کرایہ کامزدور یا غنڈہ بھی ہے \_

2\_ المنمق ( ابن حبیب) مطبوعہ ھند صفحہ 147اور شرح نہج البلاغہ معتزلی ج 2ص 183\_

3\_ المنمق ص 147 \_

4\_ ربیع الابرار ج 1ص 707 \_

ب: چاہے ہم اس بات کے قائل ہوں کہ حضرت عمر شعب ابی طالب میں محصور ہونے کے واقعہ سے پہلے مسلمان ہوئے یا یہ کہیں کہ اس واقعہ کے بعد مسلمان ہوئے ، پھر بھی حالات میں کوئی بہتری نہیں آئی بلکہ حالات جوں کے توں رہے کیونکہ اگر ہم حضرت عمر کے قبول اسلام سے پہلے اور اس کے بعد دعوت اسلام کے تدریجی سفرکو ملاحظہ کریں تو معلوم ہوگا کہ ان کے قبول اسلام کے بعد کوئی زیادہ پیشرفت نہیں ہوئی بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہوا\_ ایک طرف سے مشرکین نے پیغمبر اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اور بنی ہاشم کو شعب ابوطالب میں محصور کردیا ، یہاں تک کہ وہ بھوک سے مرنے کے قریب ہوگئے \_ان کے مرد درخت ببول کے پتے کھاتے تھے اور ان کے بچے بھوک سے بلبلا تے تھے\_

ادھر مشرکین نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کو قتل کرنے کی سازش کی اور وفات ابوطالب کے بعد جب آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سفر طائف سے لوٹے تو بہت مشکل سے شہر مکہ میں داخل ہوسکے\_ ان سخت حالات میں عمر نے کہیں بھی کسی قسم کا حل پیش کرنے میں مدد نہیں کی \_ان باتوں کے علاوہ ابولہب نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کو ستانے کیلئے مسلسل اذیتوں کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا\_

ج: امام بخاری نے صحیح بخاری اور دیگر کتب میں عبداللہ بن عمر سے نقل کیا ہے کہ جب عمر ڈرکے مارے گھرمیں محصور تھے، اس وقت عاص بن وائل ان کے پاس آیا اور اس نے پوچھا'' تمہاراکیا حال ہے؟'' وہ بولے :''تمہاری قوم کا کیا پتہ ہے اگر مسلمان ہوجاؤں تووہ مجھے قتل کردیں '' \_وہ بولا :'' جب میں نے تجھے امان دے دی ہے تو وہ تجھے کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکتے'' \_حضرت عمر کہتے ہیں:''جب اس نے یہ کہا تو مجھے سکون حاصل ہوا اور میں ایمان لایا'' \_ اس کے بعد اس نے ذکر کیا ہے کہ عاص نے کس طرح لوگوں کو حضرت عمر سے دور رکھا \_ذہبی نے حضرت عمر کے اس قول ''مجھے اس کی قوت وجبروت سے حیرت ہوئی ...''کا بھی اضافہ کیا ہے \_ (1)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ رجوع کریں: صحیح بخاری ج 5ص 60\_61مطبوعہ مشکول (اس میں دو روایتیں مذکور ہیں) نیز تاریخ الاسلام (ذہبی) ج 2ص 104، نسب قریش از مصعب زبیری ص 409تاریخ عمر از ابن جوزی ص 26و السیرة الحلبیة ج 1ص 332، سیرت نبویہ (دحلان) ج 1ص 135، سیرت ابن ہشام ج 1ص 374،ر البدایة و النہایة ص 82 اور دلائل النبوة (بیہقی) مطبوعہ دار النصر ج 2 ص9\_

پس جس شخص کو لوگ قتل کی دھمکی دیں اور وہ ڈرکے مارے گھرمیں دبک کر بیٹھ جائے وہ صاحب عزت وجبروت نہیں ہوسکتا اور نہ ہی اسلام کو اس کے طفیل قوت وحیثیت حاصل ہوسکتی ہے\_ البتہ اسلام کے صدقے خود انہیں عزت ومقام حاصل ہوا (جس کا آگے چل کر ذکر کریں گے) ان باتوں کے علاوہ بعض روایات میں ذکر ہوا ہے کہ ابوجہل نے حضرت عمر کوپناہ دی تھی(1) بنابرایں مناسب یہ تھا کہ ہمارے نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اس شخص کے ذریعے دین کی تقویت و عزت کیلئے دعا کرتے جس نے عمر کو پناہ دی تھی اور جس کے جبروت سے لوگ حیرت زدہ تھے، گھر کے کونے میں چھپنے والے خوفزذہ حضرت عمر کے ذریعے نہیں\_

د:عجیب بات تو یہ ہے کہ جن دو افراد کے حق میں اہلسنت کی روایات کے مطابق رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے دعا کی ان میں سے ایک کا سر حضرت حمزہ نے اپنی کمان سے بڑی طرح پھوڑ دیا ، وہ بھی اس کے طرفداروں کے عین سامنے اور وہ بات کرنے کی بھی جرا ت نہ کرسکا \_پھر وہ جنگ بدر میںہی ( جو مشرکین کے ساتھ پہلی جنگ تھی)، مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیااور دوسرا شخص بھی رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی توقعات کے خلاف نکلا\_یعنی خدانے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی دعا اس کے حق میں قبول نہیں فرمائی،کیونکہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ اس کے ذریعے اسلام کی کوئی تقویت نہیں ہوئی\_ جبکہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ فرمایا کرتے تھے : ''میں نے اپنے رب سے کوئی دعا نہیں کی مگر یہ کہ خدانے اسے قبول کرلیا'' (2) لیکن یہاں توبات ہی برعکس ہے، کیونکہ عبدالرزاق کہتا ہے کہ جب حضرت عمرنے اپنے اسلام کو ظاہر کیا تو مشرکین سیخ پا ہوئے اور انہوں نے مسلمانوں کی ایک جماعت کوسخت اذیتیں دیں\_ (3)

ھ: یہاں نعیم بن عبداللہ النحام عدوی اور عمر بن خطاب عدوی کے درمیان موازنہ فائدے سے خالی نہیں ہے\_ نعیم حضرت عمر سے قبل مسلمان ہوا اور اپنے ایمان کو چھپاتا رہا\_ اس کی قوم نے اسے ہجرت کرنے سے روکا کیونکہ بنی عدی کے یتیموں اور بیواؤں پر مال خرچ کرنے کی بنا پر اسے قوم کے درمیان عزت و شرف

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ تاریخ عمر(ابن جوزی) ص 24 و 25 اور ملاحظہ ہو: کشف الاستار ج3 ص 171 اور مجمع الزوائد ج9 ص 64 البتہ یہاں ذکر ہوا ہے کہ اس کے ماموں نے اسے پناہ دی تھی اور ابن اسحاق کہتاہے کہ یہاں ان کے ماموں سے مراد'' ابوجہل'' ہے \_ لیکن ابن جوزی اس بات سے قانع نہیں ہوئے \_ پس مراجعہ فرمائیں\_

2\_ رجوع کریں: حالات زندگی حضرت علیعليه‌السلام از تاریخ عساکر با تحقیق محمودی ج 2 ص 275\_276 (حاشیہ کے ساتھ) اور 278، فرائد السمطین باب 43حدیث 172، کنز العمال ج 15ص 155طبع دوم از ابن جریر (جس نے اسے صحیح قرار دیا ہے)، ابن ابی عاصم اور طبرانی در الاوسط نیز ابن شاھین در السنة اور ریاض النضرة ج 2ص 213\_ 3\_ رجوع کریں المصنف (عبدالرزاق) ج5ص328\_

حاصل تھا چنانچہ انہوں نے کہا :''آپ ہمارے ہاں ہی ٹھہر یئےور جس دین کی چاہیں پیروی کرتے رہیں خدا کی قسم کوئی شخص بھی آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکتا مگر یہ کہ پہلے ہماری جانیں چلی جائیں''\_ (1)

عروہ نے نعیم کے گھرانے کے بارے میں کہا ہے کہ بنی عدی کے کسی فردنے اس گھرانے کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا (2) یعنی اس کے مقام و منزلت کے پیش نظر انہوں نے کچھ نہیں کہا \_ادھر حضرت عمر کو دیکھئے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے حدیبیہ میں انہیں مکہ بھیجنا چاہا تاکہ وہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی طرف سے رؤسائے قریش کو ایک پیغام پہنچائے \_یہ پیغام اس کام سے متعلق تھا جس کیلئے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم آئے تھے \_ لیکن عمرنے انکار کیا اور کہا:''میں قریش سے جانی خطرہ محسوس کرتا ہوں اور مکے میں بنی عدی کا کوئی فرد ایسا نہیں جو میری حمایت و حفاظت کرے''\_ پھر اس نے حضور اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی خدمت میں عثمان بن عفان کو بھیجنے کیلئے اشارہ کیا\_ (3)

و:ابن عمرنے نعیم النحام کی بیٹی کا رشتہ مانگا تو نعیم نے اسے ٹھکرادیا اور کہا :''میں اس بات کی اجازت نہیں دے سکتا کہ میرا گوشت مٹی میں مل جائے'' پھر اس کی شادی نعمان بن عدی بن نضلہ سے کردی\_(4)

ز:دوران خلا فت شام کے دورے پر جاتے ہوئے جب حضرت عمر نے اپنے موزے اتار کر کاندھے پر رکھے اور اپنی اونٹنی کی مہار تھام کر پانی میں داخل ہوئے تو ابو عبیدہ نے اعتراض کیا\_ حضرت عمرنے جواب دیا:'' ہم ذلیل ترین قوم کے افراد تھے لیکن خدانے ہمیں اسلام کے ذریعے عزت دی پس جب ہم اسلام کے علاوہ کسی اور چیز کے ذریعے عزت طلب کریں گے تو خدابھی ہمیں ذلیل کردے گا''\_ (5) حضرت عمر سے منقول ایک اور عبارت یوں ہے ''ہم وہ لوگ ہیں جنہیں خدانے اسلام کی برکت سے حیثیت بخشی ہے ، پس ہم کسی اور چیز کے ذریعے عزت و حیثیت طلب نہیں کریں گے''\_ (6)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ اسدالغابة ج 2ص 33نیز رجوع کریں: نسب قریش ( مصعب) ص 380\_ 2\_ نسب قریش (مصعب) ص 381 \_

3\_ البدایة و النہایة ج4 ص 167از ابن اسحاق، حیات صحابہ ج 2ص\_ 397\_398از کنز العمال ج 1 ص 84، 56 و ج 5ص 288از ابن ابی شیبہ، رویانی، ابن عساکر اور ابویعلی، طبقات ابن سعد ج 1 ص 461اور سنن البیہقی ج 9ص 221 \_ 4\_ نسب قریش ( مصعب) ص 380 \_

5\_ مستدرک حاکم: ج 1ص 61اور اس کی تلخیص (ذہبی) حاشیہ کے ساتھ جس نے بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق اسے صحیح قرار دیا ہے\_

6\_ مستدرک حاکم ج 1ص 62 \_

ح:فتح مکہ کے موقع پرجب ابوسفیان جھنڈوں کا جائزہ لے رہا تھا اور اس کی نظر حضرت عمر پر پڑی جو ایک جماعت کے سا تھ تھے تو اس نے عباس سے پوچھا :'' اے ابوالفضل یہ متکلم کون ہے؟'' وہ بولے:'' عمر بن خطاب ہے''\_ ابوسفیان نے کہا:'' خدا کی قسم بنی عدی کو ذلت وپستی اور قلت عدد کے بعد عزت وحیثیت ملی ہے''\_عباس نے کہا :''اے ابوسفیان خدا جس کا مرتبہ بلندکرنا چاہے کرتا ہے، عمر کو خدا نے اسلام کی بدولت عزت بخشی ہے''\_ (1)

5\_ حضرت عمر کا غسل جنابت

اہلسنت کہتے ہیں کہ حضرت عمر کی بہن نے ان کو غسل کرنے کیلئے کہا تاکہ وہ نوشتہ قرآنی کو چھوسکیں حالانکہ قرآن کو چھونے کیلئے مشرک کا غسل عبث ہے ،کیونکہ ان میں اصل مانع شرک تھا نہ جنابت ،اسی لئے ان کی بہن نے کہا تھا کہ تم مشرک اور نجس ہو اور قرآن کو پاک لوگ ہی چھوسکتے ہیں\_ (2)

رہا غسل جنابت تو کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ بھی غسل جنابت کیا کرتے تھے (3) پھر حضرت عمر کی بہن نے ان سے یہ کیونکر کہا کہ تم غسل جنابت نہیں کرتے ہو\_ ہاں اگر عام لوگوں کے برخلاف حضرت عمر کی عادت ہی غسل جنابت نہ کرنا تھی تویہ اور بات ہے \_مشرکین کے غسل جنابت کرنے پر ایک دلیل یہ ہے کہ ابوسفیان نے جنگ بدر سے شکست کھاکر لوٹنے کے بعد قسم کھائی تھی کہ وہ حضرت محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھ جنگ کرنے سے قبل غسل جنابت نہیں کرے گا \_واضح رہے کہ جنگ سویق ابوسفیان نے اپنی مذکورہ قسم کو نبھانے کیلئے لڑی تھی(4) اس بات کا ہم آگے چل کر تذکرہ کریں گے ...

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ مغازی الواقدی ج 2ص 821اور کنز العمال ج 5ص 295از ابن عساکر اور واقدی\_

2\_ الثقات ج 1ص 74نیز رجوع کریں مذکورہ روایت کے مآخذ کی جانب\_

3\_ سیرت حلبی ج 1ص 329 از دمیری اور سہیلی، دمیری نے کہا ہے یہ ابراہیم و اسماعیل کے دین کی یادگار ہے نیز کہا ہے بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ کفار ایام جاہلیت میں غسل جنابت کرتے تھے اور اپنے مردوں کو بھی دھوتے تھے ان کو کفن بھی دیتے تھے نیز ان کیلئے دعا بھی کرتے تھے\_

4\_ البدایہ والنہایہ ج3 ص 344، السیرة النبویہ ( ابن کثیر) ج 2 ص 540 ، تاریخ الخمیس ج1 ص 410 ، السیرة الحلبیہ ج 2 ص 211 ، الکامل فی التاریخ ج 2 ص 139، السیرة النبویہ ( دحلان، سیرہ حلبیہ کے حاشیہ پر مطبوع) ج2 ص 5 بحارالانوار ج 20 ص 2 اور تاریخ الامم والملوک ج 2 ص175\_

6\_ حضرت عمر کا قبول اسلام اور نزول آیت؟

کہتے ہیں کہ (یا یها النبی حسبک الله ومن اتبعک من المؤمنین) والی آیت حضرت عمر کے قبول اسلام کی مناسبت سے اتری\_ یعنی اس وقت جب اس نے تینتالیس افراد کے بعد قبول اسلام کیا(1) لیکن اس قول کی مخالفت کلبی سے مروی اس روایت سے ہوتی ہے کہ یہ آیت غزوہ بدر کے متعلق مدینہ میں نازل ہوئی (2) واقدی سے منقول ہے کہ یہ آیت بنی قریظہ اور بنی نظیر کے بارے میں اتری ہے\_(3) یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ یہ سورہ انفال کی آیت ہے جو مکی نہیں، مدنی ہے زہری سے بھی مروی ہے کہ یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی (4)\_

اس کے علاوہ مذکورہ آیت سے قبل کی آیات جنگ وجہاد سے متعلق ہیں اور ظاہر ہے کہ جہاد کا حکم مدینے میں نازل ہوا تھا اسی لئے یہ آیت ان آیات کے ساتھ مکمل طور پر ہماہنگ ہے\_ قارئین ان آیات میں غوروفکر فرمائیں\_اس آیت کامدنی ہونا اس لحاظ سے بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مدینے میں ہی اسلام کو قوت وشوکت اور مومنین کو عزت حاصل ہوئی\_

آخری نکات

آخر میں ہم درج ذیل امور کی یاد دہانی کراتے ہیں کہ:

1) حضرت عمر کے قبول اسلام سے مربوط روایات کا مطالعہ کرنے والا اس حقیقت کا مشاہدہ کرتا ہے کہ ان کے درمیان مکمل تضاد موجود ہے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ الدرالمنثور ج 3 ص 200 از طبرانی ، ابو شیخ و ابن مردویہ نیز ملاحظہ ہوں وہ احادیث جنہیں بزار \_ ابن منذر اور ابن ابی حاتم سے نقل کیا گیا ہے \_

2\_ مجمع البیان ج 4ص 557 \_

3\_ شیخ طوسی کی کتاب التبیان ج 5ص 152 \_

4\_ الدرالمنثور ج 3 ص 200 از ابن اسحاق و ابن ابی حاتم\_

2) ان میں سے ایک روایت کے مطابق عمر کی نعیم النحام یا سعد سے ملاقات اور ان کے درمیان گفتگو ہوئی نعیم نے عمر کو اس کی بہن اور بہنوئی کے مسلمان ہونے سے آگاہ کیا اور اسے ان دونوں کے خلاف اکسایا\_ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب سعد مسلمان تھا او رنعیم عمر سے پہلے پوشیدہ طور پر مسلمان ہوچکا تھا تو پھر وہ عمر کو اس کی بہن اور بہنوئی کے خلاف کیونکر اکساتاہے ؟ اگر کوئی یہ کہے کہ نعیم کو حضرت عمر سے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے بارے میں خطرہ محسوس ہوا\_ اسلئے اس نے مذکورہ فعل انجام دیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے پاس تو حضرت حمزہ اور حضرت علیعليه‌السلام جیسے پورے چالیس بہادر مرد موجود تھے اس کے باوجود بھی رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی جان کو خطرہ محسوس ہوتا ہے \_ لیکن نعیم کو ان دونئے مسلمانوں کے بارے میں حضرت عمر کا خوف محسوس نہیں ہوا جبکہ ان کی مدد کرنے والا بھی کوئی نہیں تھا اور نہ ان کے پاس کوئی موجود تھا\_

3) رہا ان لوگوں کا یہ کہنا کہ مسلمانوں نے عمر کے قبول اسلام کے بعداعلانیہ نماز پڑھی تو اس کے جواب میں ہم انہی لوگوں کا یہ قول پیش کرتے ہیں کہ سب سے پہلے علی الاعلان نماز پڑھنے والاابن مسعود تھا\_ نیز ابن مسعود کے علاوہ دیگر حضرات کے بارے میں بھی اس قسم کی بات کرتے ہیں\_

نتیجہ بحث

مذکورہ عرائض کی روشنی میں عرض ہے کہ جو شخص حضرت عمر کے قبول اسلام کی روایات کا مطالعہ کرے گا وہ بآسانی اس نتیجے پر پہنچ سکتا ہے کہ درحقیقت وہ حضرت حمزہ کے قبول اسلام کے واقعے کی پردہ پوشی کی کوششیں ہیں ،وہ حمزہ جس کی وجہ سے اسلام کو حقیقی طور پر شان وشوکت نصیب ہوئی اور رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کو زبردست سروراور خوشی حاصل ہوئی \_یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ مذکورہ روایات میں حضرت عمر کا موازنہ حضرت حمزہ سے بار بار کرتے ہیں اور ان دونوں کو مساوی حیثیت دیتے ہیں بلکہ حضرت عمر کو ایک حدتک ترجیح بھی دیتے ہیں\_

اسی طرح ان لوگوں نے یہ بھی کوشش کی ہے کہ امان کو رد کرنے کے بارے میں عثمان بن مظعون کی فضیلت حضرت عمر کے نام منتقل کرسکیں\_ بلکہ ہم بعض روایات میں دیکھتے ہیں کہ شام کے اہل کتاب نے

حضرت عمر کو خوشخبری دی تھی کہ اس نئے دین کی لگام مستقبل میں ان کے ہاتھ آجائے گی (1)جس طرح انہوں نے بصری میں حضرت ابوبکر کو بھی اسی قسم کی خوشخبری سنائی (2)\_نیز خود رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کو بھی خوشخبری دی تھی (3)\_ انہوں نے حضرت عمر کے اندر ان علامات کا مشاہدہ کیا تھا جن سے ان کے دعوی کی تقویت ہوتی تھی، جس طرح اس سے قبل حضرت ابوبکر میں ان کا مشاہدہ کیا تھاادھر حضرت عمر کا اسلام قبول کرنا تھا اور ادھر ان لوگوں کی پوری کوشش اس بات پر مبذول رہی کہ حضرت عمر کیلئے فضائل اور کرامات وضع کریں\_فتبارک الله احسن الخالقین\_

ابن عرفة نے کہا ہے:'' صحابہ کے اکثر فضائل بنی امیہ کے دور میں گھڑے گئے ہیں تاکہ بنی ہاشم کے مقام کو گھٹا سکیں''\_چنانچہ معاویہ نے لوگوں کو خلفائے ثلاثہ کی شان میں احادیث وضع کرنے کا حکم دیا تھا ،جس کا بعد میں تذکرہ ہوگا\_یہاں ہم مذکورہ عرائض پر اکتفا کرتے ہیں اور حقیقت اور ہدایت کے متلاشیوں کیلئے اسے کافی سمجھتے ہیں\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ ملاحظہ ہو: الریاض النضرة ج 2 ص 319\_

2\_ ملاحظہ ہو: السیرة الحلبیہ ج 1 ص 274 ، 275 و ص 186 اور الریاض النضرة ج1 ص 221\_

3\_ ہم نے اس کتاب کی پہلی جلد میں آغاز وحی کی روایات کے تحت عنوان اس واقعہ میں ورقہ بن نوفل کے کردار کی طرف بھی اشارہ کیا تھا اور اس کے سقم کو بھی ثابت کیا تھا \_ پس وہاں مراجعہ فرمائیں\_

چو تھی فصل

شعب ابوطالب میں

بائیکاٹ:

جب قریش نے مکہ میں نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھیوں کی، نیز حبشہ میں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے اصحاب کی عزت و حیثیت دیکھی، اس کے علاوہ قبائل میں اسلام کے پھیلاؤ کا عمل دیکھا (1) اور یہ بھی محسوس کیا کہ اسلام کے مقابلے میں ان کی ساری کوششیں رائیگاں ثابت ہوئیں ، تو انہیں ایک نئے تجربے کی سوجھی اور وہ تھا ابوطالب اور بنی ہاشم کا اقتصادی ومعاشرتی بائیکاٹ، تاکہ اس طرح یاتو وہ حضرت محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو قتل کرنے کیلئے ان کے حوالے کردیتے یا( ان کے خیال خام میں) آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خود اپنی دعوت سے دست بردار ہوجاتے یا بصورت دیگر وہ سب بھوک اور بے کسی کے عالم میں راہی ملک عدم ہوتے \_یوں کسی ایک فرد کے اوپر ذمہ داری بھی نہ آتی جو ایک ایسی خانہ جنگی کا باعث بن سکتی تھی جس کے برے نتائج کا کوئی شخص اندازہ نہیں لگا سکتا تھا\_

مختصر یہ کہ انہوں نے ایک عہدنامہ لکھا، جس میں سب نے مل کر یہ عہد کیا کہ وہ بنی ہاشم کے ساتھ شادی بیاہ کا رشتہ قائم نہیں کریں گے، خرید وفروش نہیں کریں گے، اور کوئی عمل ان کے ساتھ مل کر انجام نہیں دیں گے مگر یہ کہ وہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کو قتل کرنے کیلئے ان کے حوالے کردیں\_

اس عہدنامے پر قریش کے چالیس رؤسا نے دستخط کئے اور اپنی مہریں بھی لگائیں\_ اسے انہوں نے ایک عرصے تک کعبے میں آویزاں رکھا (کہتے ہیں انہیں اس کی چوری کا خطرہ محسوس ہوا اسلئے اسے ابوجہل کی ماں کے گھر منتقل کیا)\_ (2)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سیرت مغلطای ص 23نیز سیرت ابن ہشام ج 1ص 375اور تاریخ الخمیس ج 1ص 297از مواھب اللدنیة کی طرف رجوع کریں\_

2\_ بحارالانوار کی جلد 19ص 16پر الخرائج و الجرائح سے اسی طرح نقل ہوا ہے یہاں اس بات کی تحقیق کی زیادہ ضرورت نہیں\_

یہ واقعہ بنابر مشہور بعثت کے ساتویں سال پیش آیا اور ایک قول کی بنا پر چھٹے سال \_اس معاہدے کے نتیجے میں بنی ہاشم شعب ابوطالب (1) میں داخل ہوئے اور ان کے ساتھ مطلب بن عبدمناف کا خاندان تھا سوائے ابولہب کے\_ (2)

بعثت کے دسویں سال تک وہ اسی تنگ درے میں محصور رہے اور قریش نے ان کے اردگرد پہرے دار بٹھا دیئے تاکہ کوئی ان تک کھانے پینے کا سامان نہ پہنچاسکے\_

یہ مسلمان حضرت خدیجہ اور حضرت ابوطالب کے اموال سے خرچ کرتے رہے، یہاں تک کہ ان اموال کا خاتمہ ہوا اور مسلمان درختوں کے پتے کھانے پر مجبور ہوئے \_ان کے بچے بھوک سے بلبلاتے تھے\_ مشرکین درے کے اس طرف ان کی آوازیں سنتے اور اس بارے میں تبادلہ خیال بھی کرتے تھے\_ کچھ لوگ اس سے خوش ہوتے اور کچھ لوگ اسے باعث ننگ و عار قرار دیتے تھے\_

کہاجاتا ہے کہ بعض مشرکین مسلمانوں کے ساتھ احسان و مہربانی کا ثبوت بھی دیتے تھے، غالباً وہ حضرات جن کا ان مسلمانوں کے ساتھ کوئی نسبی رشتہ تھا\_ مثال کے طور پر ابوالعاص بن ربیع اور حکیم بن حزام وغیرہ\_ (اگرچہ یہ بات ہمارے نزدیک قابل قبول نہیں جس کا بعد میں ذکر ہوگا انشاء اللہ )\_

مسلمان فقط عمرہ کے ایام (ماہ رجب)اور حج کے ایام (ماہ ذی الحجہ) میں باہر نکلتے تھے\_ اس دوران وہ نہایت مشکل سے خرید وفروخت کرتے تھے کیونکہ مشرکین قبل از وقت مکہ آنے والوں سے مل لیتے اور چیزوں کی منہ مانگی قیمت دینے کی لالچ دیتے تھے بشرطیکہ وہ اسے مسلمانوں کے ہاتھ نہ بیچیں ابولہب اس معاملے میں پیش پیش تھا\_ وہ تاجروں کو اکساتا تھا کہ وہ چیزیں مہنگی بیچیں تاکہ مسلمان خریداری نہ کرسکیں \_نیز ابولہب ان کواضافی قیمت ادا کرنے کی ضمانت دیتا تھا\_ بلکہ مشرکین دھمکی دیتے تھے کہ مسلمانوں کے ساتھ سودا

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ جو شہر مکہ کے قریب ایک تنگ اور چھوٹا درہ ہے اس درے میں چند گھر اور خستہ حال سائبان موجودہیں\_ (مترجم)

2\_ کہتے ہیں کہ ابوسفیان بن حارث بھی مسلمانوں کے ساتھ شعب ابوطالب میں داخل نہیں ہوا لیکن یہ قول غیرمعروف ہے\_ اکثر حضرات نے فقط ابولہب ملعون کو مستثنی قرار دیا ہے یہاں ہمیں اس امر کی تحقیق سے غرض نہیں\_

کرنے والوں کے اموال چھین لئے جائیں گے\_وہ مسلمانوں کے ساتھ لیں دین کیلئے مکہ آنے والوں کو ڈراتے تھے\_ خلاصہ یہ کہ قریش نے بازاروں کے دروازے ان پر بند کر دیئے اور کھانے پینے کی اشیاء کا جہاں کوئی سودا ہوتا قریش پہلے پہنچ جاتے ان کا مقصد رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کا خون بہانا تھا\_ (1)

مصیبت کا یہ دور دو یا تین سالوں تک جاری رہا\_ اس دوران حضرت علیعليه‌السلام مکہ سے چھپ چھپا کر سامان خوردونوش ان تک پہنچاتے تھے، اگرچہ یہ خطرہ تھا کہ اگر آپ ان کے ہاتھوں لگ جاتے تو وہ آپ پر رحم نہ کرتے جیساکہ اسکافی وغیرہ نے بیان کیا ہے\_ (2)

حضرت ابوطالبعليه‌السلام کو رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ پر شب خون کا خطرہ محسوس ہوتا تھا اسلئے جب لوگ سونے لگتے اور حضور اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم بھی اپنے بستر پر سوجاتے یہاں تک کہ شعب ابوطالب میں موجود لوگ بھی اس کا مشاہدہ کرلیتے تو سب کے سوجانے کے بعد حضرت ابوطالبعليه‌السلام آکر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کو جگاتے اور آپ کی جگہ اپنے نور چشم حضرت علیعليه‌السلام کو سلاتے تھے\_ (3)

اسی مناسبت سے انہوں نے اپنے بیٹے حضرت علیعليه‌السلام سے مخاطب ہوکر کچھ شعر کہے ہیں جو کتابوں میں مذکور ہیں ان کی طرف رجوع کریں\_

خدیجہعليه‌السلام کی دولت اور علی عليه‌السلام کی تلوار

معروف ہے کہ اسلام علی عليه‌السلام کی تلوار اور خدیجہعليه‌السلام کی دولت سے پھیلا\_ لیکن سوال یہ ہے کہ اس سے کیامراد ہے؟ کیا یہ کہ حضرت خدیجہعليه‌السلام لوگوں کو مسلمان ہونے کیلئے رشوت دیتی تھیں؟ کیا تاریخ میں اس کی کوئی مثال ملتی ہے؟

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ البدایة و النہایة ج 3ص 84 \_

2\_ شرح نہج البلاغہ معتزلی ج 13ص 256 \_

3\_ شرح نہج البلاغہ معتزلی ج 13ص 256و ج 14ص 65نیز الغدیر ج 7ص 357\_358از کتاب الحجة ( ابن معد)، ابن کثیر نے اسے البدایة و النہایة ج 3ص 84میں نام کا ذکر کئے بغیر نقل کیا ہے نیز تیسیر المطالب ص 49 \_

آپ یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ اسلام کیلئے لوگوں سے روابط استوار کرتے اور ان کی حوصلہ افزائی کیلئے مالی مدد بھی فرماتے تھے \_اس کی بہترین دلیل جنگ حنین میں مال غنیمت کی تقسیم ہے\_ (جس کا بعد میں تذکرہ ہوگا) اس کے علاوہ اسلامی قوانین کے اندر مؤلفة القلوب کے حصے سے کون بے خبرہے؟\_

اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ طرز عمل کا مطلب یہ نہیں کہ (نعوذ باللہ ) یہ لوگ قبول اسلام کیلئے رشوت لیتے تھے\_ بلکہ اسلام تو بس یہ چاہتا ہے کہ یہ لوگ اسلامی ما حول سے آشنا اور مربوط رہیں \_نیز ہر قسم کے تعصب یا نفسیاتی، سیاسی اور معاشرتی رکاوٹوں سے بالاتر ہو کر اس کی طرف نگاہ کریں\_

بنابریں ان کو دیا جانے والا مال مذکورہ موہوم رکاوٹوں کو اکثر موقعوں پر ہٹانے اور انہیں اسلامی ما حول سے آشنا اور مربوط رکھنے، نیز اسلام کے اہداف وخصوصیات سے آشنا کرنے میں مدد دیتا تھا تاکہ نتیجتاً وہ اسلام کی حفاظت اور اس کے عظیم اہداف کے سامنے قلبی اور فکری طور پر سر تسلیم خم کریں\_

چنانچہ ان میں سے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام نے ان کو مال ودولت اور ہر قسم کی ان مراعات سے محروم کردیا ہے ، جن کو وہ فطری طور پر چاہتے تھے \_بنابریں طبیعی بات ہے کہ وہ پوشیدہ طور پراپنے مفادات کے لئے مضر، اس گھٹن کی فضا سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کریں گے \_لیکن جب ان کی مالی اعانت کی جائے اور انہیں یہ سمجھایا جائے کہ اسلام مال ودولت کا دشمن نہیں، جیساکہ ارشاد ربانی ہے (قل من حرم زینة الله التی اخرج لعباده والطیبات من الرزق) یعنی اے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کہہ دیجئے، کس نے اللہ کی حلال کردہ زینتوں اور پاک روزیوں کو حرام قرار دیا ہے\_ نتیجتاً وہ سمجھ جائیں گے کہ اسلام کا مقصد انسان کی انسانیت کو پروان چڑھانا، نیز مال، طاقت، حسن اور اقتدار وغیرہ کی بجائے انسانیت کو حقیقی معیار قرار دیناہے اور اسی پیمانے پر نظام زندگی کو استوار کرنا ہے تاکہ انسان دنیا و آخرت دونوں میں منزل سعادت تک پہنچ سکے\_

حضرت خدیجہ کے اموال کے حوالے سے واضح ہے کہ یہ اموال لوگوں کو مسلمان بنانے کیلئے بطور رشوت نہیں دیئے جاتے تھے اور نہ ہی مؤلفة القلوب کیلئے تھے \_حضرت خدیجہعليه‌السلام کے مال سے تو بس ان مسلمانوں

کیلئے قوت لایموت کا بندوبست ہوتا تھا جو اپنے دین اور عقیدے کی راہ میں عظیم ترین مصائب ومشکلات جھیل رہے تھے\_ اورجن کا مقابلہ کرنے کیلئے قریش ہر قسم کے غیر اخلاقی وغیر انسانی حربوں حتی کہ انہیں فقر وفاقے پر مجبور کرنے کے حربے سے کام لے رہے تھے \_ یہ ہے وہ حقیقت جس کی بنا پر یہ مقولہ مشہور ہوگیا کہ اسلام حضرت خدیجہعليه‌السلام کے مال اور حضرت علیعليه‌السلام کی تلوار سے کامیاب ہوا\_

یہ واضح ہے کہ بنی ہاشم کے بائیکاٹ کے دوران حضرت خدیجہ کی دولت صرف بھوکوںکو زندہ رکھنے والے اناج اور برہنہ کو لباس فراہم کرنے میں خرچ ہوئی \_دیگر امور میں ان اموال سے چندان، استفادہ نہیں ہوا کیونکہ وہ غالباً خرید وفروش سے معذور تھے\_

آخر میں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ مکہ میں اموال کی جس قدر بھی کثرت ہوتی لیکن پھر بھی اس کے وسائل محدود تھے کیونکہ مکہ کوئی غیرمعمولی یابہت بڑا شہر نہ تھا \_ البتہ بستی یا گاؤں کے مقابلے میں بڑا تھا، اسی لئے قرآن نے اسے ام القری (بستیوں کی ماں یعنی مرکزی بستی) کا نام دیا ہے \_بنابریں اس قسم کے چھوٹے شہروں کے مالی وسائل بھی محدود ہی ہوتے ہیں\_

مسلمانوں کے متعلق حکیم بن حزام کے جذبات

پہلے بیان ہوچکا ہے کہ ابن اسحاق وغیرہ کی روایت کے مطابق حکیم بن حزام بھی مسلمانوں کیلئے شعب ابوطالب میں چھپ چھپاکر سامان خورد ونوش بھیجا کرتا تھا (1) لیکن ہم اس بات کو قابل اعتبار نہیں سمجھتے، کیونکہ حکیم بن حزام ان افراد میں سے تھا جسے شب ہجرت قریش نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کو قتل کرنے کے لئے اپنے ساتھ شامل کیا تھا (2) اور موقع کے انتظار میں انہوں نے تمام رات رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے دروازے پر گذاردی لیکن خدانے ان کی چال اپنے پر پلٹا دی \_ مزید یہ کہ یہی حکیم بن حزام رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے عہد میں مدینہ پہنچنے والی

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ رجوع کریں: سیرت ابن ہشام ج 1ص 379 نیز سیرت کی دیگر کتب کی طرف\_

2\_ بحار الانوارج 19 ص 31 و مجمع البیان ج 4 ص 537 \_

تمام اشیائے خورد ونوش کی ذخیرہ اندوزی کیاکرتا تھا تاکہ بعد میں مہنگے داموں فروخت کرے(1)اور اسی کا شمار مؤلفہ القلوب افراد میں ہوتا ہے (2) \_ ظاہر ہے اس قسم کی ذہنیت والا انسان اس قدر سخی نہیں ہوسکتا،خاص کران حالات میں جبکہ مسلمانوں کی مدد کا عمل قریش کی دشمنی مول لینے اور اپنی جان خطرے میں ڈال دینے کا باعث بھی ہو \_ البتہ اس بات کا امکان ہے کہ مذکور عمل انجام دینے میں بھی اس کا مقصد منافع لینا اور دولت جمع کرناہو یعنی ممکن ہے کہ اس نے مال کی محبت میں کھانے کی اشیاء کے عوض مسلمانوں سے منہ مانگی قیمت وصول کرنے کیلئے ایسا کیا ہو\_ بالفاظ دیگر وہ مال کی محبت میں جان سے بے پروا ہو کر ہر مشکل میں آسانی سے کودنے کیلئے آمادہ ہوگیا ہو\_ مزید یہکہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے اس کے اور بعض دوسرے لوگوں کے تحائف کو متعدد موقعوں پر قبول کرنے سے انکار فرمایا تھا کیونکہ وہ مشرک تھے (اس کابعد میں ذکر ہوگا)\_ پس یہ کیونکر معقول ہے کہ پہلے اس کو قبول کرلیں اور بعد میں قبول نہ کریں؟مگر یہ دعوی کیا جائے کہ وہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کو نہیں بلکہ شعب ابی طالب میں محصور بنی ہاشم کے بچوں اور ان کی عورتوں کو ہدیہدیتا تھا اور وہ تو قبول کر لیتے تھے لیکن رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ قبول نہیں فرماتے تھے\_

ان ساری باتوں سے یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ ابوالعاص بن ربیع کے بارے میں مذکوریہ قول بھی قابل قبول اور قابل اطمینان نہیں ہے ،کہ وہ بھی حکیم بن حزام کی طرح ان دنوں مسلمانوں کی مدد کرتا تھا\_

ہم بعید نہیں جانتے کہ حکیم بن حزام کے حق میں مذکورہ فضیلت گھڑنے میں زبیریوں کاہاتھ ہو خصوصاً اس بات کے پیش نظر کہ زبیر نے امیرالمؤمنین علیعليه‌السلام کی بیعت میں لیت ولعل سے کام لیا تھا\_ نیز وہ ایک متعصب عثمانی تھا\_ (3) خانہ کعبہ میں ولادت امیرالمؤمنین اور کیفیت وحی کے بارے میں جھوٹی باتیں گھڑنے کے ذکر میں بھی ہم نے اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ دعائم الاسلام ج 2 ص 35 ، توحید صدوق ص 389 ، وسائل ج 12 ص 316 ، کافی ج 5 ص 165، التھذیب طوسی ج 7 ص 160 ، من لا یحضرہ الفقیہ ج 3 ص 266 مطبوعہ جامعة المدرسین و الاستبصار ج 3 ص 15

2\_ نسب قریش ص 231 \_

3\_ قاموس الرجال ج3ص 387 \_

شق القمر

شق القمر کا واقعہ بعثت کے آٹھویں سال پیش آیا جبکہ مسلمان شعب ابوطالب میں محصور تھے\_(1)

بہت ساری روایات میں مذکور ہے کہ قریش نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ سے معجزہ طلب کیا چنانچہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے خدا سے دعا کی تو چاند کے دو حصے ہوگئے، اور انہوں نے اس کا نظارہ کیا ،پھر دونوں حصے آپس میں مل گئے\_

یہ دیکھ کر قریش نے کہا کہ یہ ایک جادو ہے پس آیت اتری (اقتربت الساعة وانشق القمر وان یروا آیة یعرضوا ویقولوا سحر مستمر) یعنی قیامت کی گھڑی قریب آگئی اور چاند دو ٹکڑے ہوگیا\_ یہ لوگ اگر اللہ کی کوئی نشانی دیکھیں تو منہ موڑ لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو ایک سلسلہ وار جادو ہے\_

ایک روایت میں ہے کہ کفار نے کہا :''ٹھہرو دیکھتے ہیں کہ مسافرین کیا خبر لاتے ہیں کیونکہ محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سارے لوگوں پر جادو نہیں کرسکتا ''\_جب مسافرین آگئے تو کفارنے ان سے استفسار کیا جس پر انہوں نے جواب دیا: ''ہاں ہم نے بھی یہ منظر دیکھا ہے ''پس یہ آیت اتری (اقتربت الساعة وانشق القمر) (2)

سید شریف سے شرح المواقف میں اورابن سبکی سے شرح المختصر میں نقل ہوا ہے کہ یہ حدیث متواتر ہے اور اہلسنت کے ہاں اس کے متواتر ہونے میں شک کی کوئی گنجائشے نہیں ہے\_ (3)

رہا غیرسنیوں کے نزدیک تو علامہ محقق السید طباطبائی کہتے ہیں شق القمر کے واقعے کا شیعہ روایات میں آئمہ اہلبیتعليه‌السلام سے بکثرت ذکر ہوا ہے\_ شیعہ علماء اور محدثین کے نزدیک یہ واقعہ مسلمہ ہے\_ (4) لیکن بہرحال اس مسئلے کو ضروریات دین میں شامل کرنا ممکن نہیں، جیساکہ بعض علماء نے اس جانب اشارہ کیا ہے\_ (5)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ تفسیر المیزان ج 19ص 62و 64 \_

2\_ الدر المنثور ج 6ص 133از ابن جریر، ابن منذر، ابن مردویہ، دلائل ابونعیم اور دلائل بیہقی نیز مناقب آل ابوطالب ج 1ص 122 \_

3\_ تفسیر المیزان ج 19ص 60\_ 4\_ تفسیر المیزان ج 19 ص 61 نیز رجوع ہو بحارالانوار ج 17 ص 348\_359 باب المعجزات السماویة\_

5\_ رجوع کریں: فارسی کتاب ''ھمہ باید بدانند'' ص 75کی طرف\_

ایک اعتراض اور اس کا جواب

علامہ طباطبائی کہتے ہیں یہاں ایک اعتراض ہوا ہے ،وہ یہ کہ لوگوں کے مطالبے پر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی طرف سے معجزے کا اظہار اس آیت کے منافی ہے (وما منعنا ان نرسل بالایات الا ان کذب بها الا ولون وآتینا ثمود الناقة مبصرة فظلموا بها وما نرسل بالایات الا تخویفا)(1) یعنی ہمارے لئے اپنی نشانیاں دکھانے سے فقط یہ بات مانع ہے کہ پہلے والوں نے اس کی تکذیب کی\_ ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی عطا کی جو ہماری قدرت کوروشن کرنے والی تھی لیکن ان لوگوں نے اس پر ظلم کیا اور ہم تو نشانیوں کو فقط ڈرانے کیلئے بھیجتے ہیں\_

اس آیت کا مفہوم یا تو یہ ہے کہ ہم اس امت کی طرف معجزے بھیجتے ہی نہیں کیونکہ گذشتہ امتوں نے ان کی تکذیب کی اور چونکہ اس امت کے لوگوں کی طبیعت بھی ان کی طرح ہے لہذا وہ بھی ان معجزوں کی تکذیب کریں گے\_ اس صورت میں چونکہ معجزہ ان کیلئے بے فائدہ ہے اسلئے ہم معجزے نہیں دکھاتے \_یا مفہوم یہ ہوگاکہ ہم معجزے اسلئے نہیں بھیجتے کیونکہ جب ہم نے گذشتہ لوگوں کو معجزے دکھائے تو انہوں نے جھٹلایا نتیجتاً عذاب الہی کا شکار ہوکر ہلاک ہوگئے، پس اگر ہم ان لوگوں کو بھی معجزہ دکھائیں تو یہ بھی اس کو جھٹلاکر عذاب کا شکار ہوں گے، لیکن ہم ان کو عذاب دینے میں جلدی کرنا نہیں چاہتے\_ بہرحال مفہوم جو بھی ہو نتیجہ یہ ہے کہ سابقہ امتوں کیلئے جس طرح معجزے بھیجے جاتے تھے اس امت کیلئے نہیں بھیجے جائیں گے\_

البتہ یہ فیصلہ ان معجزوں کے بارے میں ہے جو لوگوں کے مطالبے پر دکھائے جائیں نہ ان معجزوں کے بارے میں جن سے رسالت کی تائید ہوتی ہو مثال کے طور پر خود قرآن بھی ایک معجزہ ہے اور اس سے رسالت پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی تائید ہوتی ہے\_ نیز عصائے موسیعليه‌السلام یا ید موسیعليه‌السلام یا حضرت عیسی عليه‌السلام کے ہاتھوں مردوں کا زندہ ہونا وغیرہ \_علاوہ بر ایں وہ معجزے جو خدا کی طرف سے بطور لطف نازل ہوئے وہ بھی اس سے مستثنی ہیںجس طرح رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ سے ظاہر ہونے والے وہ معجزات جو لوگوں کی در خواست پر نہیںدکھائے گئے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ اسرائ، آیت 59\_

اس کے بعد علامہ طباطبائی نے خود اس اعتراض کا جواب دیا ہے جس کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ معجزہ شق القمر کی تکذیب کا تقاضا یہ تھا کہ ان پر عذاب نازل ہوتا کیونکہ یہ معجزہ ان کی درخواست پر ظاہر ہوا ،لیکن خدا تمام اہل زمین کو( جن کی طرف رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو بھیجا گیاتھا ) کیسے ہلاک کرسکتا تھا ؟جبکہ ان سب پر ابھی اتمام حجت نہیں ہوا تھا جسے وہ جھٹلاکر مستحق عذاب ہوتے بلکہ مکہ میں رہنے والے بعض افراد پر یہ حجت تمام ہوئی تھی کیونکہ یہ معجزہ ہجرت سے پانچ سال قبل دکھایا گیا تھا\_

نیز مکہ اور اس کے آس پاس رہنے والے تمام لوگوں کو ہلاک کرنا بھی مقصود خداوندی نہ تھا کیونکہ ان میں مسلمانوں کی بڑی تعداد موجود تھی چنانچہ ارشاد الہی ہے (ولولا رجال مؤمنون ونساء مؤمنات لم تعلموهم ان تطئوهم فتصیبکم منهم معرة بغیر علم لیدخل الله فی رحمته من یشاء لو تزیلوا لعذبنا الذین کفروا منهم عذاباً الیماً) (1)

یعنی اگر با ایمان مرداور عورتیں نہ ہوتیں جن کو تم نہیں جانتے تھے اور نادانستگی میں تمہارے ہاتھوں ان کی پامالی کا بھی خطرہ تھا ،اس طرح تمہیں لا علمی کی بنا پر نقصان پہنچتا (تو تمہیں روکا بھی نہ جاتا روکا اسلئے) تاکہ خدا جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے اگر یہ لوگ الگ الگ ہوجاتے تو ہم کفار کو دردناک عذاب میں مبتلا کردیتے\_حالانکہ اس وقت مشرکین مسلمانوں سے جدا نہیں ہوئے تھے\_

نیز رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی موجودگی میں بھی ان کفار پر عذاب نازل نہیں ہوسکتا تھا جیساکہ ارشاد باری ہے (وما کان الله لیعذبهم وانت فیهم) (2) یعنی جب آپ ان کے درمیان موجود ہوں تو خدا ان پر عذاب نازل نہ کرے گا\_

اور یہ بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ خدا مسلمانوں کو چھوڑ کر فقط کافروں پر عذاب نازل کرتا جبکہ کفار کی ایک کثیر تعداد بعثت کے آٹھویں سال سے لے کر ہجرت کے آٹھویں سال تک مسلمان ہوچکی تھی اوربعد ازاں فتح مکہ کے وقت تو عام لوگ بھی مسلمان ہوگئے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ فتح، آیت 25\_

2\_ سورہ انفال، آیت 33\_

اس مسئلے میں اسلام کے نزدیک لوگوں کا بظاہر اسلام قبول کرلیناہی کافی ہے \_اس کے علاوہ تمام اہل مکہ یا آس پاس کے لوگ اسلام سے عناد رکھنے والے یا جان بوجھ کر حق کا انکار کرنے والے نہ تھے\_ یہ صفت تو فقط قریش کے سرداروںکی تھی، جو رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کا مذاق اڑاتے اور مؤمنین پر تشدد کرتے تھے\_ جن آیات میں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کو مسجدالحرام جانے سے روکنے اور انہیں وہاں سے نکال باہر کرنے کے جرم میں کافروں کو رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کے مقابلے میں زیادہ دیر نہ ٹھہر سکنے (1) اور عذاب الہی کامز اچکھنے کی دھمکی دی گئی تھی تو ان آیات نے جنگ بدر میں حقیقت کا روپ دھارلیا اور بہت سے کفار واصل جہنم ہوئے\_

پس قرآن کی مذکورہ آیت (وما منعنا ان نرسل بالآیات ...) سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ جب تک رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ ان کے درمیان موجود ہوں خدا معجزے نہیں دکھاتا \_رہا معجزہ دکھا کر عذاب کو مؤخر کرنا یہاں تک کہ پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ان کے درمیان سے اٹھ جائیں تو خدا کے مذکورہ کلام میں اس کا کوئی ذکر نہیں\_ ادھر اللہ تعالی کا ارشاد ہے(وقالوا لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعاً ... قل سبحان ربی هل کنت الا بشراً رسولاً) (2) یعنی ''کفار بولے ہم آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پر اس وقت ایمان لائیں گے جب آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم زمین سے ہمارے لئے چشمے جاری کردیں ... کہہ دیجئے میں تو بس ایک بشرہوں جو رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم بنا کر بھیجا گیا ہے''اور یہ ارشاد اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ خدا معجزات کے ذریعے اپنے نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی حمایت ونصرت نہیں فرمائے گا یامعجزے کا اظہار بالکل نہ ہوگا ،وگرنہ تمام انبیاء بھی انسان ہی تھے\_پس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ایک بشر ہونے کے ناطے بذات خود اس امر پر قادر نہیں بلکہ ساری قدرت خدا کی ہے اور درحقیقت اسی کے حکم سے معجزات رونما ہوتے ہیں\_ (3)

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ (وما نرسل بالایات الا تخویفا) والی آیت کا مقصد شاید یہ ہو کہ ہمارے نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی دعوت کی بنیاد ناقہ ثمود یا معجزات موسیعليه‌السلام کی طرح کے معجزوں پر استوار نہیں بلکہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی دعوت کی بنیاد

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ بنی اسرائیل 76اور سورہ انفال 35\_

2\_ سورہ بنی اسرائیل 93 \_

3\_ تفسیر المیزان ج 19ص 60\_64\_

حضرت ابراہیمعليه‌السلام کی دعوت کی طرح بنیادی طور پر عقلی دلائل قائم کر کے اذہان کو مطمئن کرنے پر مبنی ہے\_ لیکن واضح رہے کہ یہ بات اس امر کے منافی نہیں کہ بعض مقامات پر (جہاں عقلی براہین و دلائل کارگرنہ ہوں) معجزات کا اظہار کیاجائے\_

شق القمر، مؤرخین اور عام لوگ

معجزہ شق القمر پر یہ اعتراض ہوا ہے کہ اگر حقیقتاً چاندکے دوٹکڑے ہوئے ہوتے تو تمام لوگ اسے دیکھ لیتے اور مغرب کی رصدگاہوں میں اس کا ریکارڈ ہوتا کیونکہ چاند کا دونیم ہونا عجیب ترین آسمانی معجزہ ہوتا\_ بہرحال اس قسم کے معجزے کو سننے اور نقل نہ کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی\_

اس اعتراض کے درج ذیل جوابات دیئے گئے ہیں\_

الف: ممکن ہے کہ لوگ اس واقعے سے غافل رہے ہوں کیونکہ اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ ہر آسمانی یا زمینی حادثے کا لوگوں کو ضرور علم ہونا چاہیئے یا ان کے ریکارڈ میں اس قسم کے واقعات کو موجود ہونا چاہئے اور نسل در نسل لوگوں کے پاس ان کا علم ہونا چاہیئے\_ (1)

محقق توانا علامہ شیخ ناصر مکام شیرازی نے اس مسئلے کی مزیدوضاحت کی ہے ان کے بیان کی رو سے درج ذیل نکات قابل ملاحظہ ہیں\_

1) چاند کا دونیم ہونا زمین کے اس نصف حصے کیلئے قابل دید تھا جہاں رات تھی نہ کہ دوسرے نصف حصے کیلئے جہاں دن تھا\_

2) اس نصف حصے میں بھی جہاں رات ہوتی ہے اکثر لوگ اجرام فلکی میں رونما ہونے والے حادثات و واقعات کی طرف متوجہ نہیں ہوتے خصوصاً آدھی رات کے بعد تو سب سو جاتے ہیں اور تقریباً کوئی بھی متوجہ نہیں ہوتا\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ تفسیر المیزان، ج 19 ص 64\_

3)ممکن ہے اس وقت بعض مقامات پر بادل چھائے ہوئے ہوں جس کی وجہ سے چاند کا دیکھنا ممکن نہ رہاہو\_

4) آسمانی حادثات و واقعات لوگوں کی توجہ اس وقت جذب کرتے ہیں جب ان کے ساتھ کوئی آواز (مثلا گھن گرج وغیرہ) بھی سنائی دے یا غیر معمولی علامات( مثلا سورج گرہن کی صورت میں نسبتاً کافی دیر تک سورج کی روشنی کا مدہم پڑ جانا )بھی ہمراہ ہوں\_

5) علاوہ براین پہلے زمانوں کے لوگ آسمانی حادثات پر اتنی توجہ نہیں دیتے تھے\_

6) اس زمانے میں ذرایع ابلاغ نے اس قدر ترقی نہیں کی تھی کہ دنیا کے ایک حصے کی خبر فوراً دوسرے حصے میں پہنچ جاتی اور لوگوں کی توجہ اس طرف مبذول ہوجاتی\_

7) ہمارے ہاں موجود تاریخ بہت ہی ناقص ہے کیونکہ گذشتہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں سالوں میں کتنے ہی عظیم حادثات گذرے ہوں گے، زلزلے اور سیلاب آئے ہوں گے جن سے بہت سی اقوام کی تباہی ہوئی ہوگی لیکن آج تاریخ میں ان کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا\_ بطور مثال زرتشت جس کا ظہور ایک عظیم حکومت کے دامن میں ہوا اور جس نے تاریخ عالم میں مختلف اقوام وملل پر زبردست اثر چھوڑا ، ان کے بارے میں یہ معلوم نہیں کہ وہ کہاں پیدا ہوا کہاں مرا اور کہاں دفن ہوا بلکہ بعض لوگوں کوتو اس بات میں بھی شک ہے کہ اس کا وجود حقیقی تھا یا افسانوی\_ بنابرایں ظاہر ہے کہ اگر سارے لوگوں نے شق القمر کا مشاہدہ نہ کیا ہو یا تاریخ میں یہ واقعہ واضح طور پر ثبت نہ ہو سکاہو تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں\_ (1)

ب:عرب یا غیرعرب علاقوں میں فلکیاتی حالات کا جائزہ لینے کیلئے رصدگاہیں موجود نہ تھیں\_ مشرق ومغرب میں اگر رصدگاہیں موجود تھیں تو شاید روم اور یونان وغیرہ میں تھیں اگرچہ ہمارے نزدیک اس دور میں رصدگاہ کی موجودگی بھی ثابت نہیں \_اس کے علاوہ مغرب کی سرزمین جہاں ان امور پر توجہ دی جاتی تھی،اور مکہ کے درمیان اختلاف افق کی بنا پر وقت کا بہت زیادہ فرق تھا بعض روایات کی بنا پر معجزے کے وقت چاند مکمل تھا اور طلوع کے وقت تھوڑی دیر کیلئے شق ہونے کے بعد پھر جڑگیا \_ظاہر ہے اس کے بعد جب

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ فارسی کتاب ''ھمہ باید بدانند'' ص 94\_

مغرب میں چاند طلوع ہوا ہوگا تو اس وقت اس کے دونوں حصے ملے ہوئے تھے\_ (1)

چاند کاشق ہوکر جڑنا، سائنسی نقطہ نظر سے

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا سائنسی نقطہ نظر سے اجرام فلکی کاشق ہونا ممکن ہے؟ یہ اس وقت ممکن ہے جب دونوں حصوں کے درمیان جاذبیت برقرار نہ رہے اور جب کشش ہی نہ رہے تو دوبارہ جڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا\_جس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ قدرت خداوندی سے یہ خارق العادہ کام محال نہیں ہیں اور علامہ ناصر مکارم شیرازی نے اس کا جواب یوں دیا ہے کہ ماہرین فلکیات کے بقول اجرام فلکی میں خاص وجوہات کی بنا پر توڑپھوڑ کا عمل بہت زیادہ واقع ہوا ہے مثال کے طور پر کہتے ہیں کہ:

1) سورج کے گرد تقریباً پانچ ہزار چھوٹے بڑے اجسام گردش کررہے ہیں\_

سائنسدانوں کا خیال ہے کہ یہ اجسام کسی ایسے سیارے کے باقی ماندہ ٹکڑے ہیں جو مریخ اور مشتری کے مداروں کے درمیان موجود تھا \_پھر نامعلوم وجوہات کی بناء پر دھماکے سے پھٹ کر تباہ ہوگیا اور مختلف حجم کے ٹکڑوں کی شکل میں سورج کے گرد مختلف مداروں میں بکھر گیا\_

2) ماہرین کہتے ہیں کہ شہاب ثاقب حیرت انگیز رفتار سے سورج کے گرد گھومنے والے پتھر کے نسبتاًچھوٹے ٹکڑے ہیں \_ کبھی کبھی وہ زمین کے نزدیک سے گزرتے ہیں تو زمین ان کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے\_ یوں جب وہ زمین کی فضاؤں سے رگڑکھاتے ہیں تو شعلوں میں تبدیل ہوکر نیست و نابود ہوجاتے ہیں \_ ماہرین کے بقول یہ بھی کسی ایسے ستارے کے ٹکڑے ہیں جو دھماکے کے بعد ان ٹکڑوں کی شکل میں تقسم ہوگیا\_

3)لاپلس (LAPLACE) کے نظریئے کے مطابق نظام شمسی بھی ایک ہی جسم تھا\_ پھر کسی نامعلوم سبب کی بناء پر وہ پھٹ گیا اور موجودہ شکل اختیار کرلی\_ بنابریں کسی زبردست علت کے نتیجے میں چاند کے بھی دو ٹکڑے ہوسکتے ہیں اور وہ علت ہے خدا کی قدرت و طاقت\_ کیونکہ جب نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے خدا سے دعا

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ تفسیر المیزان ج 19ص 64،65\_

کی تو اس نے قبول کرلی\_

یہ دعوی تو کوئی بھی نہیں کرتا کہ چاند بغیر کسی سبب کے شق ہوا \_رہا اس کا دوبارہ جڑجانا تو اس سلسلے میں ماہرین کہتے ہیں کہ ہر بڑے سیارے میں کشش ہوتی ہے اسی لئے ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ سورج اپنے گرد گھومنے والے بہت سے ٹکڑوں کواپنی طرف جذب کر لیتا ہے ،جس پر یہ اجسام ٹکراؤ اور ر گڑ کے نتیجے میں شعلے کی شکل اختیار کر کے تباہ ہوجاتے ہیں\_

پس جب چاند کے دونوں حصے ایک دوسرے کے قریب ہوں اور وہ قوت جوان دونوں کی باہمی کشش کی راہ میں حائل تھی اٹھ جائے تو یہ دونوں ٹکرے ایک دوسرے کو کیوں نہ اپنی طرف کھینچیں تاکہ پھر پہلے والی حالت پر واپس آجائیں؟ عقلی طور پر اس میں کونسی رکاوٹ ہے؟ (1)

علامہ طباطبائی نے اس سوال (کہ بغیر جاذبیت کے کیسے جڑ سکتے ہیں) کا مختصر الفاظ میں یوں جواب دیا ہے کہ عقل کے نزدیک یہ امر محال نہیں (بلکہ ممکن ہے)\_ رہا یہ سوال کہ عام طور پر ایسا نہیں ہوا کرتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ امر جدائی کے بعد دوبارہ جڑجانے سے مانع ہے تو پھر شروع میں ہی اس کے دوٹکروں میں بٹ جانے سے بھی مانع ہونا چاہئے\_ لیکن جب شق ہونا ممکن ہوا تو دوبارہ ان کامل جانا بھی ممکن ہے\_ نیز ہماری بحث ہی غیر معمولی امر یعنی (معجزے) کے رونما ہونے میں ہے \_(2)

شق القمر پر قرآنی آیت کی دلالت

بعض لوگ یہ احتمال دیتے ہیں کہ قرآنی آیت (اقتربت الساعة وانشق القمر) مستقبل کے بارے میں گفتگو کر رہی ہے اور یہ بتا رہی ہے کہ چاند کا شق ہونا قیامت کی نشانیوں میں سے ایک ہے ،جس طرح تکویر شمس (سورج کی شعاعوں کا زائل ہوجانا) اور انکدار نجوم (ستاروں کا ٹوٹ کر بکھرنا) بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ہے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ ہمہ باید بدانند ص 84 تا 90\_

2\_ تفسیر المیزان ج 19ص 65 \_

علامہ محقق شیخ ناصر مکارم شیرازی نے اس کا جواب دیا ہے جس کا حاصل مطلب یہ ہے:

الف:قول الہی: (وان یروا آیة یعرضوا ویقولوا سحر مستمر) سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اسلام کے کچھ مخالفین خدا کی نشانیوں اور معجزات پر ایمان نہیں لائے \_جب بھی کوئی معجزہ رونما ہوتا ہے تو ان کے عناد اور ہٹ دھرمی میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ اسے جادو قرار دیتے ہیں\_ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ شق القمر کے مسئلے میں بھی آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھ کافروں نے یہی روش اپنائی تھی\_(جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ واقعہ پہلے رونما ہوچکا ہے \_مترجم)

ب:لفظ (انشق) فعل ماضی ہے ماضی کے الفاظ مستقبل پر دلالت نہیں کرتے مگر کو ئی قرینہ موجود ہو اور یہاں کوئی ایسا قرینہ موجود نہیں بلکہ قرینہ اس کے برعکس ہے \_چنانچہ رازی کہتا ہے تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ اس لفظ سے یہی مراد ہے کہ چاند کا شق ہونا واقع ہوچکا ہے\_ نیز معتبر روایات بھی اس بات پر دلالت کرتی ہیں \_(1)

اگرچہ طبرسی اور ابن شہر آشوب نے عطاء حسن اور بلخی کو مستثنی قرار دیا ہے\_ (2)اور طبرسی کہتے ہیں کہ ان کا یہ قول درست نہیں کیونکہ تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے \_لہذا اس مسئلے میں بعض لوگوں کی مخالفت سے کوئی فرق نہیں پڑتا\_ (3)

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ قرآن میں جملہ (اقتربت الساعة) کے فوراً بعد (انشق القمر) کا جملہ مذکور ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان دونوں کا زمانہ مشترک ہے (یعنی روز قیامت)\_ تو اس کاجواب یہ ہے کہ قرآن کی بہت ساری آیات میں صریحاً کہا گیا ہے کہ قیامت قریب آگئی ہے پس غفلت کیسی؟ فرمایا ہے (اقترب للناس حسابهم وهم فی غفلة معرضون) (4) یعنی لوگوں کیلئے حساب کی گھڑی آگئی ہے لیکن وہ غفلت کا شکار ہوکر کنارہ کشی اختیار کررہے ہیں\_ یہاں پیغمبر اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ تفسیر رازی ج 29ص 28\_

2\_ مجمع البیان ج 9ص 186و مناقب آل ابیطالب ج 1ص 122 \_

3\_ مجمع البیان ج 9ص 186 \_

4\_ سورہ الانبیائ، آیت\_ 1

منقول ہے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے اپنی دوانگلیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:'' میری بعثت اور قیامت کی مثال یوں ہے''\_ (1) ظاہر ہے کہ یہ بات مجموعی دنیاوی زندگی کو مدنظر رکھ کر کہی گئی ہے جو بہت طولانی ہے\_ جسے مد نظر رکھتے ہوئے یہ کہاجا سکتا ہے کہ بعثت پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اور قیامت کا درمیانی عرصہ کچھ بھی نہیں \_بنابریں آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ قیامت نزدیک آگئی ہے اور نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ذریعے یہ معجزہ ظاہر ہوا لیکن یہ خودسرمشرکین ایمان نہیں لاتے اور اس کی تصدیق کرنے کی بجائے کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے\_ (2)

لیکن ایک محقق کا کہنا ہے (ان یروا آیة) والی آیت جملہ شرطیہ ہے، اس میں مذکورہ امر کے واقع ہوجانے کا تذکرہ نہیں \_نیز جملہ (انشق القمر) کی مثال اس آیت کی طرح ہے (آتی امر الله فلا تستعجلوه) حکم الہی آیاہی چاہتا ہے لہذا جلد بازی نہ کرو \_ یہاں ماضی کا جملہ ہے حالانکہ ابھی امر الہی واقع نہیں ہوا اسی لئے اس کے فوراً بعد فرمایا ہے کہ جلد بازی نہ کرو \_یہی حال ہے قول الہی (وانشق القمر) کا کیونکہ اس کے بعد کہا گیا ہے (وان یروا ...)\_ یہاں یہ کہنا مقصودہے کہ اگر ایسا امر واقع ہوا تو ان کی کیا حالت ہوگی\_ رہا اجماع جس کا طبرسی نے وعوی کیا ہے تو وہ حجت نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ یہ اجماع اس آیت سے غلط استنباط کی بناء پر وجود میں آیا ہو\_

یہاں ہم یہ عرض کریں گے کہ اگر شق القمر کے واقع ہونے پر معتبر احادیث گواہی نہ دے چکی ہوتیں تو پھر مذکورہ احتمال کی کسی حدتک گنجائشے تھی\_

افسانے

لوگوں نے شق القمر کے واقعے سے بہت سارے افسانے اور بے بنیاد قصے گھڑ لئے، یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان مشہور ہوگیا کہ چاند کا ایک ٹکڑا رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کی آستین سے ہوکر گزرگیا\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ مفتاح کنوز السنة ص 227کہ بخاری، مسلم، ابن ماجہ، طیاسی، احمد، ترمذی اور دارمی سے نقل کیا ہے\_

2\_ آیت کی دلالت سے متعلق ہماری مذکورہ معروضات کے سلسلے میں آپ رجوع کریں فارسی کتاب ''ہمہ باید بدانند'' ص 76\_80\_

علامہ ناصر مکارم شیرازی کہتے ہیں کہ احادیث وتفسیر کی کتابوں میں خواہ شیعوں کی ہوں یا سنیوں کی، اس قول کا نام ونشان بھی نہیں ملتا\_

بعض روایات میں اس مسئلے کی جزئیات اور تفصیلات کا ذکر ہوا ہے لیکن ہم ان پر تحقیق کرنے میں کوئی بڑا فائدہ یا نتیجہ نہیں پاتے \_بنابریں ہم زیادہ اہم اور مفید مسئلے کا رخ کرتے ہیں\_

عہد نامے کی منسوخی

تقریبا تین سال بعد رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا نے اپنے چچا حضرت ابوطالب کو بتایا کہ دیمک نے مشرکین کے عہدنامے میں ظلم اور قطع رحمی سے متعلق الفاظ کو کھالیا ہے اور سوائے اسماء الہی کے کوئی چیز باقی نہیں رہی\_ ایک اور روایت کے مطابق دیمک نے اللہ کے تمام ناموں کو کھالیا لیکن ظلم وشر اور قطع رحمی سے متعلق حصّے کو چھوڑ دیا\_ (1)

چنانچہ حضرت ابوطالب بنی ہاشم کے ہمراہ اس درے سے خارج ہوئے اور شہر مکہ لوٹ آئے\_

یہ دیکھ کر مشرکین نے کہا کہ بھوک نے ان کو نکلنے پر مجبور کردیا ہے\_ قریش نے کہا:'' اے ابوطالب اب وقت آگیا ہے کہ اپنی قوم کے ساتھ مصالحت کرلو'' \_حضرت ابوطالب نے فرمایا:'' میں تمہارے پاس ایک اچھی تجویز لیکر آیاہوں ،اپنا عہدنامہ منگواؤ شاید اس میں ہمارے اور تمہارے درمیان صلح کی کوئی راہ موجود ہو''\_ قریش اسے لے آئے اور دیکھا کہ اس پر ان کی مہریں اب بھی موجود ہیں حضرت ابوطالب نے کہا:'' کیا اس معاہدہ پر تمہیں کوئی اعتراض ہے؟'' بولے نہیں\_

ابوطالبعليه‌السلام نے کہا:'' میرے بھتیجے نے (جس نے مجھ سے کبھی جھوٹ نہیں بولا) مجھے خبر دی ہے کہ خدا کے

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ کبھی کہا جاتا ہے کہ معاہدے کی منسوخی تک قریش کا اپنی عداوت پر باقی رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ دیمک نے صرف اللہ کے نام کو مٹایا تھا اور قطع رحمی کی مانند دیگر مواد کو باقی رکھا تھا لیکن اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ دیمک کا خدا کے نام کو کھا جانا بہت بعید بات ہے شاید مشرکین عہدنامے کے محو ہوچکنے کے باوجود بھی اس کے مضمون پر عمل کرتے رہے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے اسے دوبارہ لکھا ہو\_ اس پر یہ اشکال کیا گیا ہے کہ دیمک نے خدا کا نام اس کی حرمت باقی رکھنے کیلئے چاٹا ہو تاکہ اس ظالمانہ عہدنامے میں اس کا پاک نام باقی نہ رہے\_ اور یہ اظہار حق کیلئے مطلوب ایک مثبت معجزہ تھا\_ اس سے کسی قسم کی اہانت کا پہلو نہیں نکلتا\_

حکم سے دیمک نے اس عہدنامے سے گناہ اور قطع رحمی سے مربوط الفاظ کو کھا لیا ہے اور فقط اللہ کے ناموں کو باقی چھوڑا ہے\_ اگر اس کی بات صحیح نکلے تو تمہیں ہمارے اوپر ظلم کرنے سے دست بردار ہونا چاہیئے اور اگر جھوٹ نکلے تو ہم اسے تمہارے حوالے کردیں گے تاکہ تم اسے قتل کرسکو''\_

یہ سن کر لوگ پکار اٹھے:'' اے ابوطالب بتحقیق آپ نے ہمارے ساتھ انصاف والی بات کی''\_ اس کے بعد وہ عہدنامہ کولائے تو اسے ویساہی پایا جیسارسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا نے خبر دی تھی\_ یہ دیکھ کر مسلمانوں نے تکبیر کی آواز بلند کی اور کفار کے چہروں کارنگ فق ہوگیا\_حضرت ابوطالب بولے:'' دیکھ لیا کہ ہم میں سے کون ساحر یا کاہن کہلانے کا حقدار ہے؟''

اس دن ان کے بہت سے افراد نے اسلام قبول کرلیا لیکن مشرکین پھر بھی قانع نہ ہوئے اور انہوں نے عہدنامے کے مضمون کے مطابق سابقہ روش جاری رکھی،یہاں تک کہ بعض مشرکین اس عہدنامے کو توڑنے کے درپے ہوئے ان لوگوں میں ان افراد کا ذکر ہوا ہے\_ ہشام بن عمروبن ربیعہ، زہیر بن امیہ بن مغیرہ، مطعم بن عدی، ابوالبختری بن ہشام، زمعة بن اسود\_

یہ سارے حضرات بنی ہاشم اور بنی مطلب سے کوئی نہ کوئی قرابت رکھتے تھے\_ ابوجہل نے ان کی مخالفت کی، لیکن انہوں نے اس کی پروا نہ کی چنانچہ وہ عہدنامہ پھاڑ دیا گیا اور اس پر عمل درآمدختم ہوگیا \_یوں بنی ہاشم شعب ابوطالب سے نکل آئے\_(1)

ابوطالب عقلمندی اور ایمان کا پیکر

ہجرت سے قبل کے واقعات کا مطالعہ کرنے والا شخص دسیوں مقامات پر حضرت ابوطالب کی ہوشیاری وتجربہ کاری کا مشاہدہ کرتا ہے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ اس بارے میں ملاحظہ ہو : السیرة النبویہ ( ابن کثیر) ج2 ص 44 ، السیرة النبویہ (ابن ہشام) ج 2 ص 16 ، دلائل النبوة مطبوعہ دار الکتب ج 2 ص 312، الکامل فی التاریخ ج 2 ص 88 السیرة النبویہ (دحلان) ج1ص 137 و 138 مطبوعہ دار المعرفة ، تاریخ یعقوبی ج 2 ص 31 اور البدایة والنہایة ج3 ص 85 و 86\_

بہترین مثال مذکورہ بالا واقعہ ہے\_ ہم نے مشاہدہ کیاکہ حضرت ابوطالب نے کفار سے عہدنامہ لانے کا مطالبہ کیا اورساتھ ہی یہ اشارہ بھی کیا کہ شاید اس میں صلح کیلئے کوئی راہ نکل آئے\_

ایسا کہنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ عہدنامہ سب لوگوں کے سامنے کھولاجائے تاکہ سب اسے دیکھ لیں اور آئندہ پیش آنے والے عظیم واقعے کیلئے آمادہ ہوسکیں \_نیز ایک منطقی حل پیش کرنے کیلئے فضا ہموار ہوجائے تاکہ بعد میں قریش کیلئے اس کو قبول کرنا اور اس پر قائم رہنا شاق نہ ہو، بالخصوص اس صورت میں جب وہ ان سے کوئی وعدہ لینے یا ان کو عرب معاشرے میں رائج اخلاقی اقدار کے مطابق قول و قرار، شرافت و نجابت اور احترام ذات وغیرہ کے پابند بنانے میں کامیاب ہوتے\_ انہیں اس میں بڑی حدتک کامیابی ہوئی یہاں تک کہ لوگ پکار اٹھے ''اے ابوطالب تو نے ہمارے ساتھ منصفانہ بات کی ہے\_''

مذکورہ عبارات سے ایک اور حقیقت کی نشاندہی بھی ہوتی ہے جو بجائے خود اہمیت اور نتائج کی حامل ہے اور جو یہ بتاتی ہے کہ حضرت ابوطالب کو رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی سچائی، آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے مشن کی درستی اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے پیغام کی حقانیت پرکس قدر اعتماد تھا اور یہ کہ جب دوسرے لوگ حضور اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو ساحر اور کاہن کہہ کر پکارتے تھے تو انہیں دکھ ہوتا تھا\_ ان کی نظر میں یہ ایک کھلم کھلا بہتان تھا\_ اسی لئے انہوں نے اس فرصت کو غنیمت سمجھا تاکہ اس سے فائدہ اٹھاکر کفار کے خیالات و نظریات کو باطل قرار دیں چنانچہ انہوں نے کہا :'' کیا تم دیکھتے نہیں ہوکہ ہم میں سے کون ساحر یا کاہن کہلانے کا زیادہ حقدار ہے؟ ''اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عہد نامے والا معجزہ دیکھنے کے بعد مکہ کے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کرلیا\_

قبیلہ پرستی اور اس کے اثرات

گذشتہ صفحات میں ہم نے ملاحظہ کیاکہ قبیلہ پرستی نے ایک حدتک ان حادثات کی روک تھام میں مدد کی جن سے دعوت اسلامی کے مستقبل اور اس کی کامیابی پر برا اثر پڑ سکتا تھا\_ مثال کے طور پر عہدنامے کو منسوخ کرنے والے افراد کی کوشش میں بھی یہی جذبہ کارفرما تھا، لیکن قابل توجہ بات یہ ہے کہ اس جدوجہد میں ابولہب کہیں دکھائی نہیں دیتا نیز حضرت خدیجہ کے چچازاد حکیم بن حزام بھی نظر نہیں آتے جس کے بارے

میں روایات کا دعوی یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کیلئے شعب ابوطالب میں کھانے کاسامان بھیجا کرتے تھے \_ اس کے علاوہ ابوالعاص بن ربیع اموی کا بھی کوئی کردار دیکھنے میں نہیں آیا جس کے بارے میں وہ لوگ دعوی کرتے ہیں کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے اس کے ساتھ قرابت کو سراہا (انشاء اللہ ابوجہل کی بیٹی کے ساتھ حضرت علی عليه‌السلام کی شادی والے افسانے میں اس کا مزید ذکر ہوگا)\_ ان کوششوں کی وجہ بالواسطہ طریقے سے حضرت علیعليه‌السلام کے مقام کو گھٹانا ہے جو ان کے نزدیک فقط ملامت اور سرزنش کے حقدار ہیں\_ وہ علیعليه‌السلام جو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر شعب ابوطالب میں شہر مکہ سے کھانے کا سامان پہنچاتے تھے اور اگر وہ کفار کے ہاتھ لگ جاتے تو وہ انہیں قتل کردیتے\_ (جیساکہ پہلے ذکر ہوچکا)\_

عہد نامے کی منسوخی کے بعد

رسول اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اپنے دین کی ترویج میں بدستور مصروف رہے\_ قریش بھی آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی راہ میں روڑے اٹکاتے رہے\_ نیز وہ ہر ممکنہ ذریعے سے کوشش کرتے تھے کہ لوگ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے پاس نہ آئیں اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی باتیں نہ سنیں، لیکن رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا نے صبروتحمل کا راستہ اپناتے ہوئے ہر قسم کی سستی یا کندی سے احتراز کیا، یوں قریش کسی نتیجے تک نہ پہنچ سکے\_

اس سلسلے میں بہت سے حادثات و واقعات پیش آئے، ان سب کو بیان کرنے کیلئے کافی وقت درکا رہے لہذا اس موضوع کو چھوڑکر دوسرے موضوعات کا رخ کئے بغیر چارہ نہیں اگرچہ اس موضوع کو ناتمام چھوڑنا ہمارے اوپر گران ہے\_

حبشہ سے ایک وفد کی آمد

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مکہ کے باہر سے پہنچنے والا پہلا وفد حبشہ کے عیسائیوں کا تھا\_ بقولے ان کا تعلق نجران سے تھا ابن اسحاق وغیرہ کے بقول یہ وفد بیس افراد پر مشتمل تھا \_ان کی تعداد کے

بارے میں اور اقوال بھی ہیں\_ اس وفد کی قیادت حضرت جعفر بن ابوطالبعليه‌السلام کر رہے تھے\_ (1)

ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد الحرام میں پایا\_ انہوں نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے گفتگو کی اور سوالات کئے \_اس وقت قریش کے کچھ حضرات کعبہ کے گرد محفل جمائے بیٹھے تھے\_ پھر جب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو وہ ایمان لے آئے\_ اس کے بعد جب یہ لوگ کھڑے ہوگئے تو ابوجہل نے انہیں روکا اور اپنا دین چھوڑنے پر انہیں خوب برا بھلا کہا لیکن انہوں نے جواباً کہا سلام علیکم ،ہم تمہاری نادانی کا جواب نادانی سے نہیں دیں گے\_ ہمارے لئے ہمارا راستہ مبارک ہو اور تمہارے لئے تمہارا، ہم کسی امر کو اپنے لئے سودمند پائیں تو اس میں کوتاہی نہیں کرتے ،اس وقت آیت نازل ہوئی\_ (الذین آتیناهم الکتاب من قبله هم به یؤمنون ... واذا سمعو اللغو اعرضوا عنه وقالوا لنا اعمالنا ولکم اعمالکم سلام علیکم لانبتغی الجاهلین) (2) یعنی جن لوگوں کو ہم نے اس سے قبل کتاب دی وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جب وہ فضول گوئی سنتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے اپنے اعمال\_ پس تم پر ہمارا سلام کہ ہم جاہلوں کی صحبت پسند نہیں کرتے\_

یہ واقعہ واضح طور پر قریش کی ہٹ دھرمی، ان کے اہداف اور منصوبوں پر ایک کاری ضرب تھا خاص کر اس وجہ سے کہ وہ وفد حبشہ سے آیا تھا اور وہ بھی حضرت جعفرعليه‌السلام کی قیادت میں \_اس کا مطلب یہ تھا کہ قریش کی دسترس سے خارج سرزمینوں میں بھی اسلام نے لوگوں کے دلوں پر قبضہ کرنا شروع کردیا تھا\_

نیز یہ واقعہ قریش کیلئے خطرے کی گھنٹی تھا تاکہ وہ پانی کے سر سے گزر جانے سے پہلے اٹھ کھڑے ہوں لیکن کیسے اور کیونکر؟ جبکہ حضرت ابوطالب کی سرکردگی میں بنی ہاشم اور بنی مطلب حضرت محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی حفاظت و حمایت پر کمربستہ تھے \_بنابریں ان کے پاس ایک ہی راستہ تھا اور وہ تھا مناسب وقت کا انتظار\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ فقہ السیرة ص 126میں بوطی نے یہی کہا ہے نیز مجمع البیان ج 7 ص 285 سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب حضرت جعفرعليه‌السلام فتح خیبر کے سال آخری بار وہاں سے لوٹے تو یہ لوگ بھی انکے ساتھ آئے\_

2\_ سورہ قصص، آیت 52 تا 55، حدیث کیلئے سیرہ ابن ہشام ج 2ص 32اور ان آیات کی تفسیر میں ابن کثیر، قرطبی اور نیشاپوری کی تفاسیر کی طرف رجوع کریں\_ نیز البدایة و النہایة ج 3ص 82\_

جناب ابوطالبعليه‌السلام کی پالیسیاں

شیخ الابطح ابوطالب کی ذات وہ ذات تھی جس نے اپنی زبان اور ہاتھ سے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کی حمایت و نصرت اور آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے بچپن سے لیکر اب تک آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی نگرانی کی تھی\_ حضرت ابوطالبعليه‌السلام نے حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی حمایت و نصرت اور تبلیغ دین کے دائرے کو وسعت دینے کیلئے زبردست مصائب اور عظیم مشکلات کا مقابلہ کیا\_

یہی حضرت ابوطالب تھے جو حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو اپنی تمام اولاد پر ترجیح دیتے تھے\_ جب بُصری (شام) میں ایک یہودی بحیرا نے انہیں خبر دی کہ حضرت محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو یہودیوں سے خطرہ ہے تو وہ انہیں بنفس نفیس مکہ واپس لے آئے \_یہ حضرت ابوطالب ہی تھے جو قریش کی عداوت مول لینے، بھوک اور فقر کو جھیلنے ،نیز معاشرتی بائیکاٹ کا مقابلہ کرنے کیلئے آمادہ ہوئے\_ انہوں نے شعب ابوطالب میں بچوں کو بھوک سے بلبلاتے دیکھا ،بلکہ درختوں کے پتے کھانے پر بھی مجبورہوئے \_انہوں نے صاف صاف بتادیا تھا کہ وہ(ہر خشک و تر کو برباد کردینے والی) ایک تباہ کن جنگ کیلئے تو تیار ہیں لیکن حضرت محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو کفار کے حوالے کرنے یا آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو تبلیغ دین سے روکنے یا کم ازکم تبلیغ چھوڑنے کا مطالبہ تک کرنے کیلئے آمادہ نہیں \_یہ حضرت ابوطالبعليه‌السلام ہی تھے جنہوں نے قریش کے فرعون اور ظالم سرداروں سے ٹکرلی\_

جب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے سر پرقریش نے اونٹ کی اوجھڑی ڈالی تھی تو انہوں نے تلوار سونت لی اور حضرت حمزہ کو حکم دیا کہ اسے ہٹائیں پھر قریش کی طرف بڑھے انہوں نے جناب ابوطالب عليه‌السلام کے چہرے پرخطرے کی علامات دیکھیں\_ پھر انہوں نے حمزہ کو حکم دیا کہ وہ اس گندگی کو ان کے چہروں اور داڑھیوں پر ایک ایک کر کے مل دیں چنانچہ حضرت حمزہ نے ایسا ہی کیا\_(1)

ایک اور روایت کے مطابق حضرت ابوطالب نے اپنے افراد کو بلایا اور ان کو مسلح ہونے کا حکم دیا جب مشرکین نے انہیں دیکھا تو وہاں سے کھسکنے کا ارادہ کیا\_ انہوں نے ان سے کہا کعبہ کی قسم تم میں سے جو بھی اٹھے گا تلوار سے اس کی خبر لوں گا \_اس کے بعد نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی بے ادبی کرنے والے کی ناک پر مار کر اسے

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ الکافی مطبوعہ مکتبة الصدوق ج1 ص 449 ، منیة الراغب ص 75 ، السیرة الحلبیة ج1 ص 291 و 292 والسیرة النبویہ (دحلان، مطبوع حاشیہ سیرہ حلبیہ ) ج1 ص 202 و 208 و 231 اور بحار الانوار ج 18 ص 209\_

خون آلود کردیا \_(یہ شخص ابن زبعری تھا )\_نیز اوجھڑی کی گندگی اور خون کو ان سب کی داڑھیوں پر مل دیا\_(1)

ادھر شعب ابوطالب میں بھی وہی تھے جو رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کی بنفس نفیس حفاظت کرتے تھے\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے تھے اور اپنے نور چشم علیعليه‌السلام کو رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی جگہ سلاتے تھے تاکہ اگر کوئی حادثہ پیش آجائے تو حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم محفوظ رہیں،چاہے علی عليه‌السلام کو گزند پہنچے(2)\_وہ پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کا دفاع کرنے کیلئے قریش کے ساتھ کبھی نرمی اور کبھی سختی برتتے تھے نیز جذبات کو زندہ کرنے مصائب کو دور کرنے خداکے نام کو سربلند کرنے اس کے دین کو پھیلانے اور مسلمانوں کی حمایت کرنے کیلئے سیاسی اشعار بھی کہتے تھے\_

ایک دفعہ انہوں نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کو کہیں نہ پایا تو بنی ہاشم کو جمع کر کے مسلح کیا اور یہ فیصلہ کیا کہ ان میں سے ہر ایک کو قریش کے ایک ایک سرغنہ کے پاس بھیجیں تاکہ اگر یہ ثابت ہو کہ حضرت محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو کچھ ہوا ہے تو یہ افراد ان کا کام تمام کردیں\_(3)انہوں نے یہ سب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت، اسلام کی حمایت اور دین کی سربلندی کیلئے کیا\_

واضح ہے کہ حضرت ابوطالبعليه‌السلام کے جملہ کارناموں اور آپ کی عظیم قربانیوں کو بیان کرنے کیلئے طویل وقت اور مستقل کام کی ضرورت ہے \_یہاں تو ہم اجمالی اشارے پرہی اکتفا کرتے ہیں لیکن یہ اعتراف کرتے ہیں، کہ ہم ان کا حق ادا نہیں کرسکے\_ اس اختصار کی غرض یہ ہے کہ سیرت نبویہ کے دیگر پہلوؤں پر بھی بحث کا موقع مل سکے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ ملاحظہ ہو: الغدیر ج7 ص 388 و 359 و ج 8 ص 3 تا 4 اور ابوطالب مؤمن قریش ص 73 (دونوں کتابوں میں کئی منابع سے ماخوذ ہے) ثمرات الاوراق ص 285 و 286 ، نزھة المجالس ج 2 ص 122 ، الجامع لاحکام القرآن ج6 ص 405 و 406 اور تاریخ یعقوبی ج 2 ص 24 و 25\_

2 \_ المناقب ابن شہر آشوب ج 1 ص 64و 65 ،ا سنی المطالب ص 21 ( اس نے علی عليه‌السلام کا نام ذکر نہیں کیا ) اسی طرح سیرہ حلبیہ ج1 ص 342 اور ملاحظہ ہو: البدایہ والنہایہ ج 3 ص 84، السیرة النبویہ ( ابن کثیر ) ج 2 ص 44 ، دلائل النبوة ( بیہقی) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ج2 ص 312 ، تاریخ الاسلام ج 2 ص 140 و 141 ، الغدیر ج7 ص 363 و 357 و ج8 ص 3 و 4 اور ابوطالب مؤمن قریش ص 194\_

3 \_ تاریخ یعقوبی ج 2 ص 26 ، ابوطالب مؤمن قریش ص 171 ، منیة الراغب ص 75 و 76 اور الغدیر ج 2 ص 49 و 350 و 351\_

ابوطالبعليه‌السلام کی قربانیاں

مذکورہ بالا معروضات سے معلوم ہوا کہ شیخ الابطح حضرت ابوطالب عليه‌السلام آمادہ تھے کہ:

1) اپنی قوم کے درمیان حاصل مقام و مرتبے کو خیرباد کہہ کر اہل مکہ بلکہ پوری دنیا کی دشمنی مول لیں، یہاں تک کہ انہوں نے اپنے حامیوں کے ہمراہ معاشرتی بائیکاٹ کو برداشت کیا لیکن کسی قسم کے دباؤ میں نہ آئے\_

2) نہ صرف فقر وفاقے اور معاشی بائیکاٹ برداشت کرنے پر راضی ہوں بلکہ اپنے پاس موجود دولت اور ہر چیز راہ خدا میں پیش کردیں\_

3)بوقت ضرورت ایک تباہ کن جنگ میں کود پڑیں جو بنی ہاشم اور ان کے دشمنوں کی بربادی پر منتج ہوسکتی تھی

4) انہوں نے سب سے چھوٹے نور چشم حضرت علیعليه‌السلام کو راہ خدا میں قربانی کیلئے پیش کیا، اور دوسرے بیٹے حضرت جعفرعليه‌السلام جنہوں نے حبشہ کو ہجرت کی تھی کی جدائی کا صدمہ برداشت کرلیا\_

5) حضرت ابوطالبعليه‌السلام اپنی زبان اور ہاتھ دونوں سے مصروف جہاد رہے اور ہر قسم کے مادی ومعنوی وسائل کو استعمال کرنے سے دریغ نہ کیا \_ہر قسم کی تکالیف و مشکلات سے بے پروا ہوکر حتی المقدور دین محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی حفاظت و حمایت میں مصروف رہے\_ یہاں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوطالب نے جو کچھ کیا وہ ممکن ہے جذبات یا نسلی و خاندانی تعصب کا نتیجہ ہو یا بالفاظ دیگر آپ کی فطری محبت کا تقاضا ہو؟\_ (1)

لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوسکتا کیونکہ ایک طرف حضرت ابوطالبعليه‌السلام کے ایمان پر قطعی دلائل خاص کر ان کے اشعار و غیرہ اور حضرت رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اکرم اور دیگر ائمہ کی ان کے متعلق احادیث موجود ہیں اور دوسری طرف جس طرح حضرت محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ان کے بھتیجے تھے اس طرح حضرت علیعليه‌السلام ان کے بیٹے تھے اگر رشتہ داری کا جذبہ کارفرما ہوتا تو وہ کیونکر بیٹے کو بھتیجے پر قربان کرتے؟ وہ بھی اپنی مرضی سے نیز اس کے انجام کے بارے میں غوروفکر اور تا مل و تدبر کے بعد؟ انہیں بھتیجے کی بجائے بیٹے کا قتل ہوجانا کیونکر منظور ہوا؟ کیا یہ معقول ہے

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ تفسیر ابن کثیر ج 3ص 394 \_

کہ اپنے بیٹے اور جگر گوشے کے مقابلے میں بھتیجے کی محبت فطری طور پر بیشتر ہو؟

اسی طرح اگر قومی یا خاندانی تعصب کارفرما ہوتا تو پھر ابولہب لعنة اللہ علیہ نے اس جذبے کے تحت وہ موقف کیوں اختیارنہیں کیا جو حضرت ابوطالب نے اختیار کیا اور حضرت ابوطالب کی طرح رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی حمایت کیوں نہیں کی؟ نیز اپنے بیٹے، اپنی حیثیت اور دیگر چیزوں کی قربانی کیوں نہیں پیش کی؟ بلکہ ہم نے تو اس کے برعکس دیکھا کہ ابولہب نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا سخت ترین دشمن، آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی مخالفت میں پیش پیش اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو اذیت دینے میں سب سے آگے تھا\_

رہے بنی ہاشم کے دیگر افراد تو اگرچہ وہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے ساتھ شعب ابوطالب میں داخل ہوئے لیکن رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کیلئے انکی قربانیاں ابوطالب کی قربانیوں کا دسواں حصہ بھی نہ تھیں\_ نیز ان کا یہ اقدام بھی حضرت ابوطالب کے اثر و نفوذ اور اصرار کا مرہون منت تھا\_

یوں واضح ہوا کہ مرد مسلمان کا دینی جذبہ قومی یا خاندانی جذبات کے مقابلے میں زیادہ طاقتور ہوتا ہے\_ اسی لئے ہم تاریخ میں بعض مسلمانوں کو واضح طور پر یہ کہتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ وہ راہ خدا میں اپنے آباء اور اولاد کو قتل کرنے کیلئے بھی تیار ہیں\_ چنانچہ عبداللہ بن عبداللہ بن ابی نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ سے اپنے باپ (عبداللہ بن ابی) کو قتل کرنے کی اجازت مانگی(1) \_ نیز جنگ صفین میں بھائی نے بھائی کو نہ چھوڑا جب تک کہ امیرالمؤمنین عليه‌السلام نے چھوڑنے کی اجازت نہ دی(2) \_ان کے علاوہ بھی تاریخ اسلام میں متعدد مثالیں ملتی ہیں\_

ان باتوں سے قطع نظر اس بات کی طرف اشارہ بھی ضروری ہے کہ اگر حضرت ابوطالب کا موقف دنیوی اغراض پر مبنی ہوتا تو اس کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اپنے بیٹے کی بجائے بھتیجے کو قربان کرتے \_نیز بھتیجے کو اپنے خاندان پر قربان کرتے \_نہ کہ خاندان کو ایک بھتیجے پر \_کیونکہ دنیا کا معقول طریقہ یہی ہوتاہے جیساکہ خلیفہ مامون نے اپنے بھائی امین کو قتل کیا اور ام ہادی نے اپنے بیٹے کو زہر دیا \_لیکن حضرت ابوطالب نے تو ہر چیز کو بھتیجے پر قربان کردیا اور یہ دنیوی مفادات کے حصول کا منطقی اور معقول طریقہ ہرگز نہیں ہوسکتا\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ تفسیر صافی ج5 ص 180 ، السیرة الحلبیہ ج2 ص 64 ، الدرالمنثور ج6 ،ص 24 از عبد بن حمید و ابن منذر اور الاصابہ ج2 ص 336\_

2\_ صفین (المنقری) ص 271 و 272\_

اسی طرح اگر بات قبائلی تعصب کی ہوتی تو اس تعصب کا اثر قبیلے کے مفادات کے دائرے میں ہوتا\_ لیکن اگر یہی تعصب اس قبیلے کی بربادی نیز اس کے مفادات یا مستقبل کو خطرات میں جھونکنے اور تباہ کرنے کا باعث بنتا تو پھر اس تعصب کی کوئی گنجائشے نہ ہوتی اور نہ عقلاء کے نزدیک اس کا کوئی نتیجہ ہوتا\_

مختصر یہ کہ ہم حضرت ابوطالبعليه‌السلام کی مذکورہ پالیسیوں اور حکمت عملی کے بارے میں اس کے علاوہ کچھ نہیں کہہ سکتے کہ یہ پالیسیاں عقیدے اور ایمان راسخ کی بنیادوں پر استوار تھیں جن کے باعث انسان کے اندر قربانی اور فداکاری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے\_

خدا کا سلام ہو آپپر اے ابوطالبعليه‌السلام اے عظیم انسانوں کے باپ اے حق اور دین کی راہ میں قربانی پیش کرنے والے کاروان کے سالار خدا کی رحمتیں اور برکتیں آپ پر نازل ہوں\_

عام الحزن

بعثت کے دسویں سال بطل جلیل حضرت ابوطالب علیہ الصلاة والسلام کی رحلت ہوئی\_ آپ کی وفات سے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ اپنے اس مضبوط، وفادار اور باعظمت حامی سے محروم ہوگئے جو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا، آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے دین کا اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے مشن کا ناصر و محافظ تھا (جیساکہ پہلے عرض کرچکے ہیں)\_

اس حادثے کے مختصر عرصے بعد بقولے تین دن بعد اور ایک قول کے مطابق ایک ماہ(1) بعدام المؤمنین حضرت خدیجہ (صلوات اللہ وسلامہ علیہا) نے بھی جنت کی راہ لی\_ وہ مرتبے کے لحاظ سے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی ازواج میں سب سے افضل ہیں\_

نیز آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھ اخلاقی برتاؤ اور سیرت کے حوالے سے سب سے زیادہ باکمال تھیں\_ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کی ایک بیوی( حضرت عائشےہ) ان سے بہت حسد کرتی تھیں حالانکہ اس نے حضرت خدیجہعليه‌السلام کے ساتھ آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے گھر میں زندگی نہیں گزاری تھی کیونکہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے حضرت خدیجہ کی رحلت کے بہت عرصہ بعد

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ السیرة الحلبیہ ج1 ص 346 ، السیرة النبویہ ( ابن کثیر) ج 2 ص 132 ، البدایہ والنہایہ ج 3 ص 127 اورا لتنبیہ و الاشراف ص 200\_

اس سے شادی کی تھی\_(1)

دین اسلام کی راہ میں حضرت ابوطالبعليه‌السلام اور حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کی عظیم خدمات کا اندازہ اس حقیقت سے ہوسکتا ہے کہ نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ان دونوں کی وفات کے سال کو عام الحزن کا نام دیا(2) یعنی غم واندوہ کا سال\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ان دونوں سے جدائی کو پوری امت کیلئے مصیبت اور سانحہ قرار دیا\_

چنانچہ فرمایا:'' اس امت پر دو مصیبتیں باہم ٹوٹ پڑیں اور میں فیصلہ نہیں کرسکتا ان میں سے کونسی مصیبت میرے لئے دوسری مصیبت کے مقابلے میں زیادہ سخت تھی''(3)\_ یہ بات آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ان دونوں کی جدائی کے غم سے متا ثر ہوکر فرمائی\_

محبت وعداوت، دونوں خداکی رضاکیلئے

واضح ہے کہ ان دونوں ہستیوں سے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی محبت اور ان دونوں کی جدائی میں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا حزن وغم نہ ذاتی مفادات ومصالح کے پیش نظر تھا اور نہ ہی خاندانی محبت وجذبے کی بنا پر بلکہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی محبت فقط اور فقط رضائے الہی کیلئے تھی\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کسی بھی شخص کو اتنی ہی اہمیت دیتے ،اس کی جدائی میں اتنے ہی غمگین ہوتے اور اس سے اسی قدر روحانی و جذباتی لگاؤ رکھتے جس قدر اس شخص کا رابطہ خدا سے ہوتا ،جس قدر وہ اللہ سے نزدیک اور اس کی راہ میں فداکاری کے جذبے کا حامل ہوتا\_

آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم حضرت ابوطالبعليه‌السلام اور حضرت خدیجہعليه‌السلام کیلئے اس وجہ سے غمگین نہ ہوئے تھے کہ خدیجہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی زوجہ تھیں یا ابوطالب آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے چچا تھے وگرنہ ابولہب بھی تو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا چچا تھا \_بلکہ وجہ یہ تھی کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ان

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ج 3 ص 127 و 128 ، السیرة النبویہ(ابن کثیر) ج 2 ص 133 تا 135 ، صحیح بخاری ج 2 ص 202 ، عائشہ (عسکری) ص 46 اور اس کے بعد اور اس کے بعض منابع ہم نے آنے والی فصل '' بیعت عقبہ تک '' میں عائشہ کے حسن و جمال کے ذکر میں بیان کیا ہے\_

2\_ سیرت مغلطای ص 26، تاریخ الخمیس ج1 ص 301 ، المواہب اللدنیہ ج 1 ص 56 ، السیرة النبویہ (دحلان ) ج 1 ص 139 ص 21 مطبوعہ دار المعرفہ اور اسنی المطالب ص 21\_

3\_تاریخ یعقوبی ج 2ص 35 \_

دونوں کی قوت ایمانی، دین میں پائیداری اور اسلام کی راہ میں فداکاری کو محسوس کرلیا تھا\_ اور یہی تو اسلام کا بنیادی اصول ہے جس کی خدانے یوں نشاندہی کی ہے (لاتجد قوماً یومنون بالله و الیوم الآخر یوادون من حاد الله و رسوله و لو کانوا آبائهم او ابنائهم او اخوانهم او عشیرتهم ...) (1) یعنی جولوگ اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو خدا اور اس کے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے مخالفین سے محبت کرتے ہوئے نہیں پائیں گے خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا رشتے دار ہی کیوں نہ ہوں\_ کیا شرک سے زیادہ کوئی دشمنی اللہ اور رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھ ہوسکتی ہے؟ وہی شرک جس کے بارے میں خدانے فرمایا ہے: (ان الشرک لظلم عظیم) یعنی شرک سب سے بڑا ظلم ہے\_

نیز فرمایا ہے: (ان الله لایغفر ان یشرک به و یغفر ما دون ذلک) یعنی یہ کہ خدا شرک کے علاوہ دیگر گناہوں کو معاف کردیتا ہے\_

خداکی رضا کیلئے محبت کرنے اور اس کی رضا کیلئے بغض رکھنے کے بارے میں آیات و احادیث حد سے زیادہ ہیں اور ان کے ذکر کی گنجائشے نہیں\_ اسی معیار کے پیش نظر خداوند تعالی نے حضرت نوحعليه‌السلام سے انکے بیٹے کے متعلق فرمایا: (انه لیس من اهلک انه عمل غیرصالح)(2) یعنی اس کا تیرے گھرانے سے کوئی تعلق نہیں ہے اسکا تو غیرصالح عمل ہے\_ اسی طرح حضرت ابراہیم عليه‌السلام کا قول قرآن مجید میں ہے کہ ( من تبعنی فانه منی) (3) جو میری پیروی کرے گا وہ میرے خاندان سے ہوگا\_

نیز اسی بنا پر سلمان فارسی کا شمار اہلبیت پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم میں ہوا\_

ابوفراس کہتا ہے:

کانت مودة سلمان لهم رحما

ولم تکن بین نوح و ابنه رحم ...

یعنی اہلبیت پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے محبت کے باعث سلمان ان کے گھرانے کا ایک فرد بن گیا جبکہ اس کے برعکس نوحعليه‌السلام اور ان کے بیٹے کے درمیان قرابت نہیں رہی\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ مجادلہ، آیت 22 \_ 2\_ سورہ ہود آیت 46\_ 3\_ سورہ ابراہیم آیت 36\_

پانچویں فصل

ابوطالب عليه‌السلام مؤمن قریش

ایمان ابوطالبعليه‌السلام

آخر میں ایک ایسے موضوع پر اختصار کے ساتھ گفتگو کرنا ضروری خیال کرتا ہوں جس پر مسلمانوں کے درمیان ہمیشہ اختلاف رہا ہے\_

اہلبیت رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اور ان کے شیعہ حضرت ابوطالبعليه‌السلام کے مومن ہونے پر متفق الخیال ہیں\_ (1) یہ بھی مروی ہے کہ وہ اوصیاء میں سے تھے (2)اور ان کا نور قیامت کے دن پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم آئمہعليه‌السلام اور حضرت فاطمہعليه‌السلام زہرا کے نورکے سوا ہر نور پر غالب ہوگا(3)\_

اگرچہ ہمیں ان احادیث کی صحت پر اطمینان حاصل نہیں لیکن رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی رسالت پر حضرت ابوطالبعليه‌السلام کا ایمان نیز خدا کے اوامر ونواہی کے آگے ان کا سر تسلیم خم رہنا روز روشن کی طرح واضح ہے\_

اہلبیت معصومینعليه‌السلام سے منقول بہت ساری احادیث آپ کے ایمان پر دلالت کرتی ہیں\_ علماء نے ان احادیث کو الگ کتابوں کی شکل میں جمع کیا ہے\_ تازہ ترین کتابوں میں سے ایک جناب شیخ طبسی کی کتاب ''منیة الراغب فی ایمان ابیطالب'' ہے\_ واضح ہے گھر والے دوسروں کے مقابلے میں گھر کے اسرار کو زیادہ جانتے ہیںاورابن اثیر کہتے ہیں کہ نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے چچاؤں میں حضرت حمزہ، حضرت عباس اور (اہل بیت عليه‌السلام کے بقول)حضر ت ابوطالب عليه‌السلام کے سوا کسی نے اسلام قبول نہ کیا تھا\_ (4)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ روضة الواعظین ص 138، اوائل المقالات ص 13، الطرائف از ابن طاؤس ص 298، شرح نہج البلاغہ معتزلی ج 14ص 165، بحارالانوار ج 35ص 138، الغدیر ج 7ص 384کتب مذکورہ سے، التبیان ج 2ص 398، الحجة از ابن معد ص 13اور مجمع البیان ج 2ص 287 \_

2\_ الغدیر ج 7 ص 389\_

3\_ الغدیر ج7 ص 387 کئی ایک منابع سے\_

4\_ بحارالانوار ج 3ص 139اور الغدیر ج 7 ص 369\_

ان باتوں کے علاوہ بھی ان کے مومن ہونے پر بہت سارے دلائل موجود ہیں \_ان کے ایمان کے اثبات میں شیعوں اور سنیوں دونوں کی طرف سے بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں \_کچھ حضرات نے ان کتابوں کی تعداد تیس تک بتائی ہے\_ان کتابوں میں سے ایک استاد عبداللہ الخنیزی کی کتاب (ابوطالب مومن قریش) ہے\_ اس کتاب کو لکھنے کے جرم میں قریب تھا کہ وہ اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتے \_کیونکہ سعودی عرب کے وہابی، اس کتاب کی تالیف کے جرم میں ان کے پروانہ قتل کو عملی جامہ پہنانے کی تیاری میں تھے لیکن خدانے اپنی رحمت سے انہیں نوازا \_یوں وہ ان کے شرسے نجات پاگئے\_

یہ ان متعددابحاث کے علاوہ ہیں جو مختلف چھوٹی بڑی کتابوں میں بکھری ہوئی ہیں\_ یہاں ہم علامہ امینی کی کتاب الغدیر کی جلد 7 اور 8میں مذکور بیان کے تذکرے پر اکتفا کریں گے\_

علامہ امینی رحمة اللہ علیہ نے اہل سنت کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ وہ بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں اور ان میں سے کئی حضرات نے اس بات کے اثبات میں کتابیں لکھی اور بحثیں کی ہیں\_ مثال کے طور پر برزنجی نے اسنی المطالب (ص 6\_ 10) میں، الاجھوری، اسکافی، ابوالقاسم بلخی اور ابن وحشی نے شہاب الاخبار کی شرح میں، تلمسانی نے حاشیہ شفاء میں، شعرانی، سبط ابن جوزی، قرطبی، سبکی، ابوطاہر اور سیوطی وغیرہ نے اس مسئلے پر بحث کی ہے\_ بلکہ ابن وحشی، الاجہوری اور تلمسانی وغیرہ نے تو یہ فیصلہ دیا ہے کہ جو حضرت ابوطالب سے کینہ رکھے وہ کافر ہے اور جو ان کا ذکر برائی کے ساتھ کرے وہ بھی کافر ہے\_ (1)

ایمان ابوطالبعليه‌السلام پر دلائل

حضرت ابوطالب کو مومن ماننے والوں نے کئی ایک امور سے استدلال کیا ہے مثلا:

1) رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ اور آئمہ معصومینعليه‌السلام سے منقول وہ احادیث جو ایمان ابوطالبعليه‌السلام پر دلالت کرتی ہیں اور واضح ہے کہ اس قسم کے امور میں یہی ہستیاں تمام دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ باخبر ہیں \_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ رجوع کریں: الغدیر ج 7ص 382اور 383اور دوسری کتب\_

2)جیساکہ گذر چکا ہے کہ ان کی جانب سے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی حمایت و نصرت اور عظیم مشکلات و مصائب میں ان کی استقامت، اپنی معاشرتی حیثیت و مقام کی قربانی یہاں تک کہ اپنے بیٹے کو بھی قربانی کیلئے پیش کرنا اور ایک ایسی جنگ کیلئے ان کی آمادگی جو ہر خشک و تر کو نابود کردے\_ یہ سب باتیں دلالت کرتی ہیں کہ اگر وہ نعوذ باللہ کافر ہوتے تو کیونکر ان سب باتوں کو برداشت کرتے؟ کیا وجہ ہے کہ حضرت محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی حمایت میں حضرت ابوطالبعليه‌السلام کو جن مشکلات سے دوچار ہونا پڑا ان کے بارے میں ہم حضرت ابوطالب سے ملامت و توبیخ کا ایک لفظ بھی نہیں سن پاتے\_

رہا یہ احتمال کہ حضرت ابوطالب مزید جاہ ومقام کی لالچ میں حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی حمایت کرتے تھے تو یہ احتمال ہی غلط ہے کیونکہ وہ نہایت عمر رسیدہ ہوچکے تھے چنانچہ جب ان کی وفات ہوئی تو ان کی عمر اسی سال سے کہیں زیادہ تھی\_ ادھر حضرت ابوطالبعليه‌السلام قوم کے نزدیک اپنی اور حضرت محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی حیثیت سے بھی باخبر تھے انہیں یہ امید نہیں تھی کہ اس مقام کے حصول تک وہ زندہ رہیں گے جیساکہ گردوپیش کے حالات و قرائن سے وہ اس امر کا بخوبی اندازہ لگا سکتے تھے\_

3) سبط ابن جوزی نے حضرت ابوطالب کے ایمان پر یوں استدلال کیا ہے، (جیساکہ نقل ہوا ہے) اگر حضرت علیعليه‌السلام کے باپ کافر ہوتے تو معاویہ اور اس کے حامی نیز زبیری خاندان اور ان کے طرفدار اور علیعليه‌السلام کے باقی دشمن اس بات پر ان کی شماتت کرتے، حالانکہ علیعليه‌السلام ان لوگوں کو ان کے آباء اور ماؤں کے کافر ہونے نیز نسب کی پستی کا طعنہ دیتے تھے\_ (1)

4) خود حضرت ابوطالب کے بہت سارے صریح کلمات اور بیانات ان کے ایمان کو ثابت کرتے ہیں\_ یہاں ہم بطور نمونہ ان کے چند اشعار نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جن کے بارے میں ابن ابی الحدید معتزلی نے یوں کہا ہے کہ مجموعی طور پریہ سارے اشعار تو اترکے ساتھ ثابت ہیں\_ (2)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ رجوع کریں: ابوطالب مومن قریش ص 272\_273 مطبوعہ سنہ 1398 ھ از تذکرة الخواص\_

2\_ شرح نہج البلاغہ ج 14ص 78اور بحار الانوار ج 35ص 165\_

یہاں ہم ان کی صلب سے پیدا ہونے والے بارہ اماموں کی تعداد کے عین مطابق ان کے بارہ اشعار تبرکاً پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں:

1\_ ألم تعلموا انا وجدنا محمداً ---- نبیاً کموسی خط فی اول الکتب

کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ ہم نے موسیعليه‌السلام کی طرح محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو بھی خدا کا نبی پایا ہے؟ یہ امر تمام کتابوں کی ابتداء میں مذکورہے\_

2\_ نبی اتاه الوحی من عند ربه---- ومن قال لا یقرع بها سن نادم

وہ ایسے نبی ہیں جن کے پاس اللہ کی طرف سے وحی آئی ہے جو اس کا منکر ہو وہ ندامت کے دانت پیستارہ جائے گا\_

3\_ یا شاهد الله عل فاشهد

إنی علی دین النب احمد

من ضل فی الحق فانی مهتد

اے شاہد خدا میرے بارے میں گواہ رہ کہ میں احمد مرسل کے دین پر ہوں،

اگر کوئی حق کے بارے میں گمراہی کا شکار ہوا تو مجھے کیا میں تو ہدایت یافتہ ہوں\_

4\_ انت الرسول رسول الله نعلمه---- علیک نزل من ذی العزة الکتب

ہم آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو اللہ کا رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سمجھتے ہیں صاحب عزت ہستی کی طرف سے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے اوپر کتابیں نازل ہوئی ہیں\_

5\_ انت النبی محمد---- قرم اغر مسود

آپ اللہ کے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ہیں جو نورانی سید اور سردار ہیں\_

6\_ او تومنوا بکتاب منزل عجب---- علی نبی کموسی او کذی النون

پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پر نازل ہونے والی اس عجیب کتاب پر ایمان لے آؤ ،کہ یہ پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم موسی عليه‌السلام اور یونس عليه‌السلام کی مانند ہیں\_

7\_ وظْلم نبی جاء یدعوا الی الهدی---- وا مر ا تی من عند ذی العرش قیم

جو نبی ہدایت کی طرف بلانے آیا تھا اس پر ظلم ہوا ، وہ صاحب عرش کی طرف سے آنے والی گراں بہا چیز کی طرف لوگوں کو بلانے آیا تھا\_

8\_

لقد اکرم الله النبی محمدا---- فاکرم خلق الله فی الناس احمد

اللہ نے اپنے نبی محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو تعظیم سے نوازا لہذا سب سے زیادہ با عزت ہستی احمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ہیں\_

9\_

وخیر بنی هاشم احمد---- رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم الاله علی فترة

بنی ہاشم میں سب سے افضل، احمد ہیں وہ زمانہ فترت (جاہلیت)(1) میں اللہ کے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ہیں\_

10\_

والله لااخذل النبی ولا---- یخذله من بنی ذوحسب

اللہ کی قسم نہ میں نبی کو بے یار ومدد گار چھوڑوں گا اور نہ ہی میرے شریف ونجیب بیٹے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو تنہا چھوڑ سکتے ہیں\_

11\_

أتعلم ملک الحبش ان محمدا---- نبیا کموسی والمسیح ابن مریم

اتی بالهدی مثل الذی اتیا به---- فکل بامر الله یهدی ویعصم

وانکم تتلونه فی کتابکم---- بصدق حدیث لاحدیث الترجم

فلا تجعلوا الله نداً فا سلموا---- فان طریق الحق لیس بمظلم

(نجاشی کو دعوت اسلام دیتے ہوئے :)اے بادشاہ حبشہ کیا تجھے معلوم ہے کہ محمد رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی مثال حضرت موسیعليه‌السلام ور حضرت عیسیعليه‌السلام کی طرح ہے\_ ان دونوں کی طرح وہ بھی ہدایت کا پیغام لیکر آئے \_ وہ سب بحکم خدا ہدایت کرتے ہیں اور (ہمیں شر سے) بچاتے ہیں\_ تم لوگ اپنی کتاب میں اس کے بارے میں پڑھتے ہو شک وابہام کے ساتھ نہیں بلکہ صدق دل کے ساتھ\_ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک قرار نہ دو اور مسلمان ہوجاؤ کیونکہ حق کا راستہ تاریک نہیں\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ دو نبیوں کی بعثت کے درمیانی زمانے کو فترت کہتے ہیں یہاں مراد عیسیعليه‌السلام کے بعد کا زمانہ ہے جسے زمانہ جاہلیت بھی کہا جاتا ہے\_

12\_

فصبراً ابایعلی علی دین احمد---- وکن مظهراً للدین وفقت صابرا

وحط من اتی بالحق من عند ربه----- بصدق وعزم ولا تکن حمز کافرا

فقد سرنی ان قلت انک مومن---- فکن لرسول الله فی الله ناصرا

وباد قریشا فی الذی قد اتیته---- جهارا وقل ما کان احمد ساحرا

(اپنے بیٹے حمزہ سے مخاطب ہوکر :)اے ابویعلی (حمزہ) دین احمد پر ثابت قدم رہ اور اس کا اظہار کر خدا تجھے توفیق صبر عطا کرے گا\_

اے حمزہ جو شخص اپنے رب کی جانب سے حق کے ساتھ آیا ہے اسکی حفاظت صدق دل اور عزم راسخ کے ساتھ کرو، کہیں کافر نہ ہوجانا\_

اگر تم اپنے ایمان کا اقرار کرو تو یہ میرے لئے باعث مسرت ہوگا پس رضائے الہی کیلئے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی مدد کر \_

قریش کے سامنے اپنے عقیدے کا کھل کر اظہار کرو اور کہو کہ احمد جادو گر نہیں\_

حضرت ابوطالب کے وہ اشعار جو ان کے ایمان پر دلالت کرتے ہیں زیادہ ہیں لیکن ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں تاکہ ان کے علاوہ دیگر باتوں کے تذکرے کا بھی موقع فراہم ہو جو اس موضوع کے حوالے سے کہی گئی ہیں یا کہی جاسکتی ہیں\_

5)ابن ابی الحدید معتزلی کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھی علی ابن یحیی بطریق رحمة اللہ علیہ کہا کرتے تھے اگر نبوت کی طاقت اور پوشیدہ حقیقت کارفرما نہ ہوتی تو حضرت ابوطالب جیسے قریش کے صاحب عزت بزرگ اور سردار شخصیت اپنے اس بھتیجے کی تعریف وتمجید نہ کرتے جو نوجوان تھا، ان کی گودمیں پلا تھا ،ایک یتیم تھا جس کی انہوں نے پرورش کی تھی اوران کے بیٹے کی حیثیت رکھتا تھا اورا ن کی تعریف میں یوں رطب اللسان نہ ہوتے\_

وتلقوا ربیع الابطحین محمدا

علی ربوة فی را س عنقاء عیطل

وتا وی الیه هاشم ان هاشما

عرانین کعب آخر بعد ا ول

اور تم لوگ دیکھو گے کہ سرزمین حجاز کی بہار (حضرت) محمد مصطفی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم بلند و بالا اونچی گردن والے اونٹ پر نہایت نمایاں طور سے بیٹھے ہوں گے اور ان کے ارد گردہر طرف ہاشمی جوان ہوں گے کیونکہ اول سے آخر تک بنی ہاشم عليه‌السلام کے تمام افراد نہایت عالی وقار سید و سردار ہیں\_

اور یہ اشعار نہ کہتے:

وابیض یستسقی الغمام بوجهه---- ثمال الیتامی عصمة للارامل

یطیف به الهلاک من آل هاشم---- فهم عنده فی نعمة و فواضل

درخشندہ چہرے والا جس کے رخ زیبا کا واسطہ دے کر بارش کی دعا کی جاتی ہے جو یتیموں کی پناہگاہ اور بیواؤں کا والی و وارث ہے\_ بنی ہاشم کے ستم رسیدہ افراد اسی کی پناہ چاہتے ہیں کیونکہ وہ ان کے لئے (درحقیقت اللہ کی ) ایک بڑی نعمت اور بہت بڑا احسان ہے\_

کسی ما تحت اور تابع شخص کی تعریف میں اس قسم کے اشعار نہیں کہے جاسکتے \_اس طرح کی مدح سرائی تو بادشاہوں اور عظیم شخصیات کی ہوتی ہے \_جب آپ اس حقیقت کا تصور کریں کہ یہ اشعار حضرت محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی شان میں ایک صاحب عزت اور عظیم شخصیت یعنی ابوطالبعليه‌السلام نے کہے ہیں جبکہ حضرت محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم جوان تھے اور قریش کے شرسے بچنے کیلئے حضرت ابوطالبعليه‌السلام کی پناہ میں تھے، حضرت ابوطالب نے ہی بچپن سے آپ کی پرورش کی تھی لڑکپن کا دور آیا تو اپنے کاندھوں پراٹھاتے تھے اور جب جوان ہوئے تو اپنے ہمراہ رکھا آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم حضرت ابوطالب کے مال سے کھاتے پیتے تھے اوران کے گھر میں رہتے تھے ، تب آپ کو نبوت کی حیثیت اورعظیم مقام ومرتبے کا ضروراندازہ ہوگا\_ (1)

اس طرح کا مذکورہ بالا قصیدہ لامیہ (2) جس میں انہوںنے یہ کہا تھا وابیض یستسقی الغمام بوجهه ... (جو بہت طویل ہے) بنی ہاشم اپنے بچوں کو یہ قصیدہ یاد کراتے تھے (3) اس میں بہت سے ایسے

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ شرح نہج البلاغہ معتزلی ج 14ص 63و ماذا فی التاریخ ج 3 ص 196\_197 (از اول الذکر) \_

2\_ یعنی وہ قصیدہ جس کے آخر میں لام کا تکرار ہوتا ہے\_ (مترجم) \_

3\_ مقاتل الطالبیین ص 396 \_

نکات نہاں ہیں جن سے ان کے ایمان کی صداقت کا اندازہ ہوتا ہے\_ابن ہشام ،ابن کثیر اور دیگر حضرات نے اس کا تذکرہ کیا ہے\_

6)ہم نے مشاہدہ کیا کہ جوحضرت ابوطالبعليه‌السلام بادشاہ حبشہ کو دعوت اسلام دے رہے ہیں\_ وہی اپنے بیٹے حضرت جعفر کو بلاکر حکم دیتے ہیں کہ اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ نماز کی صف میں شامل ہوجائے\_ (1)انہوں نے اپنی زوجہ فاطمہ بنت اسد کو اسلام کی دعوت دی (2) اور حضرت حمزہ کو دین اسلام پر ثابت قدم رہنے کی تلقین کی اور ان کے مسلمان ہونے پر خوشی کا اظہار کیا\_ یہی حال اپنے نور چشم امیرالمؤمنین علیعليه‌السلام کے بارے میں بھی تھا اور مختلف موقعوں پر ان کے کلام اور ان کے طرزعمل کی تحقیق سے مزید نکات ہاتھ آتے ہیں\_

7) حضرت ابوطاب عليه‌السلام نے اپنی وصیت میں یہ تصریح کردی تھی کہ '' میں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے معاملہ میں دشمنیوں کے ڈ رسے تقیہ اختیار کئے ہوئے تھا اور محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی تعلیمات کو میرا دل تو قبول کرتا تھا لیکن زبان سے انکار جاری ہوتا '' (3) \_ اور انہوں نے قریش کو رسول کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی دعوت اسلام پر لبیک کہنے اور فرمانبرداری کرنے کی بھی وصیت کی تھی کہ اسی میں ہی ان کی کامیابی اور سعادت ہے(4)

8)نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم بار بار خدا سے حضرت ابوطالبعليه‌السلام کیلئے طلب رحمت ومغفرت فرماتے تھے اوران کی وفات سے حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم بے تاب ہوئے\_ (5)

واضح ہے کہ کسی غیرمسلم کیلئے طلب رحمت نہیں ہوسکتی\_ اسی لئے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے سفانہ بنت حاتم طائی سے فرمایا: ''اگر تمہارا باپ مسلمان ہوتا تو ہم اس کیلئے خدا سے طلب مغفرت کرتے''\_ (6)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ رجوع کریں: الاوائل از ابی ہلال عسکری ج 1 ص 154، روضة الواعظین ص 140اور شرح نہج البلاغہ معتزلی ج 13ص 269 ، السیرة الحلبیہ ج1 ص 269 ، اسنی المطالب ص 17 ، الاصابہ ج4 ص 116 ، اسد الغابہ ج1 ص 287 اور الغدیر ج7 ص 357\_ 2\_ شرح نہج البلاغہ معتزلی ج13ص 272\_

3\_ قابل تعجب بات تو یہ ہے کہ کچھ لوگ حضرت عمر کے کرتو توں پر پردہ ڈالنے کے لئے کہتے ہیں کہ ان کا دل برا نہیں تھا صرف زبان کے برے تھے اور اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے جبکہ حضرت ابوطالب کے معاملے میں ان کے تقیہ کے پیش نظر کئے ہوئے زبانی انکار کو بہانہ بناتے ہوئے انہیں کافر سمجھتے ہیں (از مترجم) 4\_ الروض الانف ج 2 ص 171 ، ثمرات الاوراق ص 94 ، تاریخ الخمیس ج 1 ص 300تا 301، سیرہ حلبیہ ج 1 ص 352، بحار ج 35ص 107 اور الغدیر ج 7 ص 366 مختلف منابع سے\_ 5\_ تذکرة الخواص ص 8\_ 6\_ السیرة الحلبیة ج 3ص 205 \_

یہ لوگ زید بن عمرو ابن نفیل (عمر بن خطاب کے چچازاد بھائی) اس کے بیٹے سعید ابن زید، ورقہ بن نوفل، قس بن ساعدہ نیز ابوسفیان (جو ہمیشہ منافقین کیلئے جائے پناہ تھا، اور جنگ احد کے حالات میں ہم اس کے کچھ صریح بیانات اور اقدامات کا تذکرہ کریں گے) وغیرہ کے بارے میں کیونکرمسلمان ہونے کا فتوی دیتے ہیں؟ یہاں تک کہ یہ لوگ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے امیہ ابن صلت کے بارے میں فرمایا: ''قریب تھا کہ وہ اپنے اشعار کے ذریعے مسلمان ہوجاتا''\_ (1)

شافعی ،صفوان بن امیہ کے بارے میں کہتے ہیںکہ اس کے مسلمان ہونے میں گویا شک کی گنجائشے نہیں ہے کیونکہ جب اس نے جنگ حنین کے دن کسی کوکہتے سنا کہ قبیلہ ھوازن کو فتح حاصل ہوئی اور محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم قتل ہوگئے تو اس نے کہا تھا :''تیری زبان جل جائے واللہ قریش کا خدا میرے نزدیک ھوازن کے خدا سے زیادہ محبوب ہے''\_

ملاحظہ کریں یہ لوگ ان سارے افراد کو کیونکر مسلمان مانتے ہیں جبکہ انہوں نے اسلام کو سمجھا ہی نہیں اور اگر سمجھابھی تو قبول نہیں کیا یا یہ کہ ظاہراً مسلمان ہوئے لیکن دل کے اندر کفر کو چھپائے رکھا؟ اس کے بر عکس وہ اس ابوطالب کو کافر قرار دیتے ہیں جو کئی بار اپنے اقوال واعمال کے ذریعے خدا کی وحدانیت اور اس کے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی نبوت و رسالت کا صریحاً اعلان کرتے رہے امویوں اور ان کے چیلوں کا کہناہے کہ اس شخص کے متعلق دلیلیں جتنی بھی زیادہ ہوجائیں پھر بھی اس شخص کو ہم مؤمن نہیں مانیں گے چاہے خود رسول اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ہی کیوں نہ کہیں \_ پس زمانہ جاہلیت کے طاغوتوں اور سرکشوں کے نقش قدم پر چلنے والے اموی اور ان کے چیلے کتنے برے لوگ ہیں\_

واضح ہے کہ کسی شخص کے مسلمان ہونے یا نہ ہونے کا علم چار چیزوں سے ہوتا ہے\_

(الف) اس کی عملی پالیسیوں سے اور یہ بھی واضح ہے کہ حضرت ابوطالب کی عملی پالیسیاں دین اسلام کے بارے میں ان کے اخلاص اور جذبہ فداکاری کی اس قدر واضح دلیل ہے کہ اس سے زیادہ وضاحت کی ضرورت نہیں\_

(ب) شہادتین کے زبانی اقرار سے، اس حوالے سے حضرت ابوطالبعليه‌السلام کے ان متعدد اشعار کی طرف اشارہ کافی ہے جو انہوں نے متعدد موقعوں پر کہے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ صحیح مسلم ج 7ص 48\_49 نیز الاغانی مطبوعہ ساسی ج 3ص 190 اور التراتیب الاداریہ ج1 ص 213 \_

(ج) اس شخص کے بارے میں نمونہ اسلام اور کارواں سالار حق یعنی نبی اعظم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے موقف سے، چنانچہ حضرت ابوطالب کے بارے میں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا محبت آمیز اور پسندیدہ موقف بھی مکمل طور پر ثابت ہے\_

(د) اس کے قریبی ذرائع سے ، مثال کے طور پر اس کے گھر والوں اور اس کے ساتھ رہنے والوں کے توسط سے، اس سلسلے میں ہم پہلے عرض کرچکے کہ وہ (اہلبیت) حضرت ابوطالب کے مومن ہونے پر متفق الخیال ہیں\_

بلکہ وہ لوگ جو حضرت ابوطالب علیہ السلام کو کافر قرار دیتے ہیں جب وہ ان کی عملی پالیسیوں کا انکار نہ کرسکے، اور نہ ان کے صریح بیانات کو رد کرسکے تو انہوں نے ایک مبہم جملے کے ذریعے عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کی اور کہا کہ وہ دل سے مطیع اور فرمانبردار نہ تھے\_ (1)

یہ سب اوٹ پٹانگ اور خیالی باتیں ہیں جو حق وحقیقت پر بہتان باندھنے کہ سوا کچھ نہیں تاکہ یوں ان روایات کو صحیح قرار دے سکیں جو انہوں نے مغیرة بن شعبہ اور اس جیسے دوسرے دشمنان آل ابوطالب سے نقل کی ہیں\_ آئندہ صفحات میں ان کی بے بنیاد دلیلوں کا ذکر کرتے ہوئے اس بات کی طرف اشارہ کریں گے انشاء اللہ تعالی\_

حضرت ابوطالب علیہ السلام کے احسانات کا معمولی سا حق ادا کرنے کی غرض سے یہاں ہم ان کے ایمان کی بعض دلیلیں جو زیادہ تر غیر شیعہ مآخذ سے لی گئی ہیں بیان کرتے ہیں اور دیگر متعدد دلائل کا تذکرہ نہیں کرتے کیونکہ چند مثالوں سے زیادہ بیان کرنے کی گنجائشے نہیں\_

پہلی دلیل: عباس نے کہا:'' اے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ابوطالب کیلئے کس چیز کی آرزو کرتے ہیں؟'' فرمایا:'' میں ان کیلئے خدا سے تمام اچھی چیزوں کی آرزو کرتا ہوں''\_ (2)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سیرت دحلان ج 1ص 44\_47 اور الاصابة ج 4ص 116\_199 کی طرف رجوع کریں \_

2\_ الاذکیاء ص 128، شرح نہج البلاغہ معتزلی ج 14ص 68، طبقات ابن سعد ج 1حصہ اول ص 79اور بحار الانوار ج 35ص 151اور 159\_

دوسری دلیل: حضرت ابوبکر اپنے باپ ابوقحافہ (جو بوڑھا اور نابینا تھا) کو لے کر فتح مکہ کے دن رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی خدمت میں آئے تو رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے فرمایا:'' اس بوڑھے کو اپنے گھر چھوڑ آتے تاکہ ہم اس کے پاس جاتے'' \_حضرت ابوبکر نے کہا:'' میں نے چاہا کہ اللہ اسے اجر دے مجھے اپنے باپ کے مسلمان ہونے کی بہ نسبت ابوطالب کے مسلمان ہونے پر زیادہ خوشی ہوئی تھی ،خدا کرے کہ اس سے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی آنکھوں کو ٹھنڈک ملے''\_ (1)

اگرچہ علامہ امینی نے الغدیر میں اس بات سے اختلاف کیا ہے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے حضرت ابوبکر سے مذکورہ جملے کہے ہوں\_ انہوں نے اس موضوع پر نہایت عمدہ بحث کی ہے اور ہم بھی اس مسئلے میں ان کے ہم خیال ہیں\_

تیسری دلیل: ابن ابی الحدید معتزلی کہتے ہیں کہ متعدد سندوں کے ساتھ( جن میں سے بعض عباس بن عبدالمطلب کے ذریعے اور بعض حضرت ابوبکر ابن ابوقحافہ سے منقول ہیں) مروی ہے کہ حضرت ابوطالب نے اپنی موت سے پہلے لا الہ الا اللہ محمد رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کا اقرار کیا\_ (2)

چوتھی دلیل: نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ابوطالب علیہ السلام کیلئے طلب رحمت واستغفار اور دعا کی یہاں تک کہ جب آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے مدینہ والوں کیلئے بارش کی دعا کی اور بارش ہوئی تو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے حضرت ابوطالب کو یاد کیا اور منبر پر بیٹھ کر ان کیلئے مغفرت طلب کی (3)آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ان کے جنازے میں شرکت کی حالانکہ ان لوگوں کی روایت کے مطابق مشرکین کے جنازے میں شرکت حرام ہے\_ نیز یہی لوگ روایت کرتے ہیں کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ مجمع الزوائد ج 6ص 174الطبرانی اور بزار سے نقل کیا ہے حیاة الصحابہ ج 2ص 344المجمع سے، الاصابة ج 4ص 116اور شرح نہج البلاغة معتزلی ج 14ص 69\_

2\_ شرح نہج البلاغة معتزلی ج 14 ص 71، الغدیر ج 7 ص 329 البدایة و النہایة ج 3 ص 123 سے نقل کیا ہے، سیرت ابن ہشام ج 2 ص 87، الاصابة ج 4 ص 116، عیون الاثر ج 1 ص 131، المواہب اللدنیة ج 1 ص 71، السیرة الحلبیة ج 1 ص 372 و السیرة النبویة (از دحلان حاشیہ کے ساتھ) ج 1 ص 89، اسنی المطالب ص 20، دلائل النبوة (بیہقی)، تاریخ ابوالفداء ج 1ص 120 اور کشف الغمة ( شعرانی) ج 2 ص 144\_

3\_ مراجعہ ہو : عیون الانباء ص 705\_

نے حضرت علی عليه‌السلام کو حکم دیا کہ وہ ابوطالب کو غسل و کفن دیں اور دفن کریں\_ (1) ہاں ان کو نماز جنازہ پڑھنے کا حکم نہیں دیا کیونکہ نماز جنازہ اس وقت تک فرض نہیں ہوئی تھی\_ اسلئے کہتے ہیں کہ جب حضرت خدیجہ(س) کی وفات ہوئی تو حضرت نے ان پر نماز جنازہ نہیں پڑھی حالانکہ آپ عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں\_

پانچویں دلیل: جب حضرت ابوطالبعليه‌السلام کی وفات ہوئی تو ان کے فرزند حضرت علی عليه‌السلام نے یہ مرثیہ کہا:

اباطالب عصمة المستجیر

وغیث المحول ونور الظلم

لقد هد فقدک اهل الحفاظ

فصلی علیک ولی النعم

ولقاک ربک رضوانه

فقدکنت للطهر من خیرعم (2)

اے ابوطالب اے پناہ ڈھونڈنے والوں کی جائے پناہ اے خشک زمینوں کیلئے باران رحمت اور تاریکیوں کو روشن کرنے والے نور تیری جدائی نے (اسلام کی) حمایت کرنے والوں کو نڈھال کر کے رکھ دیا\_ نعمتوں کے مالک (خدا) کی رحمتیں آپعليه‌السلام پر نازل ہوں خدانے آپ کو اپنی خوشنودی سے ہمکنار کردیا\_ آپعليه‌السلام نبی پاک صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے بہترین چچا تھے\_

چھٹی دلیل: امیرالمومنین علیعليه‌السلام نے معاویہ کوایک طویل خط لکھا جس میں مذکور ہے کہ نہ امیہ، ہاشم کی مانند ہے، نہ حرب عبدالمطلب کے مساوی اور نہ ابوسفیان ابوطالب کے برابر، نہ آزاد شدہ غلام ہجرت کرنے

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ رجوع کریں (ان تمام باتوں کے بارے میں) تذکرة الخواص ص 8، شرح نہح البلاغة معتزلی ج 14 ص 81، سیرت حلبی ج 1 ص 147، المصنف ج 6 ص 38 السیرة النبویة ( دحلان) ج1 ص 87، تاریخ یعقوبی ج 2 ص 35و طبقات ابن سعد ج 1 ص 78، تاریخ بغداد ( خطیب) ج3 ص 126 اور ج 13 ص 196، تاریخ ابن کثیر ج 3 ص 125 و الطرائف (ابن طاؤس) ص 305 از حنبلی در نہایة الطلب نیز البحار ج 35 ص 151 و التعظیم و المنة ص 7 و لسان المیزان ج 1 ص 41، الاصابة ج 4 ص 116، الغدیر ج 7 ص 372 و 374 و 375از مذکورہ کتب اور شرح شواہد مغنی (سیوطی) ص 136اعلام النبوة (ماوردی) ص 77 و بدائع الصنائع ج1 ص 283 و عمدة القاری ج 3 ص 435 و اسنی الطالب ص 15 و 21 و 35 و طلبة الطالب ص 43، دلائل النبوة ( بیہقی) ا ور برزنجی، ابن خزیمہ، ابوداؤد اور ابن عساکر\_ 2\_ تذکرة الخواص ص 9\_

والے کا ہم پلہ ہے اور نہ ہی خودساختہ نسب والا صحیح النسب انسان کے برابر\_ (1)

اگر حضرت ابوطالب کافر ہوتے اور ابوسفیان مسلمان تو حضرت علیعليه‌السلام کسی کافر کو ایک مسلمان پر کیسے ترجیح دے سکتے تھے؟ لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے کیونکہ ابوسفیان وہ ہے جس نے کہا تھا کہ اسے معلوم نہیں جنت کیا ہے اور جہنم کیا ہے (اس کا ذکر جنگ احد کے حالات کے آخر میں ہوگا)\_ یہاں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ امیرالمؤمنینعليه‌السلام معاویہ کے مجہول النسب ہونے کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں\_ بہرحال اس بحث کا مقام الگ ہے\_

ساتویں دلیل: پیغمبر خدا سے منقول ہے کہ آپ نے صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم فرمایا: ''اذا کان یوم القیامة شفعت لابی وامی وعمی ابیطالب واخ لی کان فی الجاهلیة'' (2) یعنی قیامت کے دن میں اپنے والدین، اپنے چچا ابوطالب اور اپنے اس بھائی کی شفاعت کروں گا جو ایام جاہلیت میں زندہ تھا\_

آٹھویں دلیل: نیز آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا کہ خدا نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو جبرئیل کی زبانی بتایا ''حرمت النار علی صلب انزلک و بطن حملک وحجر کفلک اما الصلب فعبد الله و اما البطن فآمنه و اما الحجر فعمه یعنی اباطالب و فاطمه بنت اسد'' یعنی خدانے آتش کو حرام کیا ہے اس صلب پر جس نے تجھے اتارا اور اس بطن پر جس میں تو رہا اور اس دامن پر جس میں تونے پرورش پائی، (3) یہاں صلب سے مراد حضرت عبداللہ ہیں بطن سے مراد حضرت آمنہ ہیں اور دامن یا گود سے مراد آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے چچا حضرت ابوطالب اور فاطمہ بنت اسد ہیں\_ یہی مضمون مختصر فرق کے ساتھ دیگر روایات میں بھی موجود ہے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ وقعة صفین نصر بن مزاحم ص 471 ، الفتوح ابن اعثم ج 3 ص 260 ، نہج البلاغہ شرح محمد عبدہ ج 3 ص 18، خط 17 ، شرح نہج البلاغہ معتزلی ج 15 ص 117 ، الامامة و السیاسة ج 1 ص 118، الغدیر ج 3 ص 254 ، مذکورہ کتب سے و از ربیع الابرار زمخشری باب 66 و مروج الذہب ج 2 ص 62 اور ملاحظہ ہو الفتوح ابن اعثم ج 3 ص 260 و مناقب خوارزمی حنفی ص 180\_

2\_ ذخائر العقبی ص 7 مکمل طور پر الفوائد رازی سے ، الدرج المنیفہ سیوطی ص 8 ، مسالک الحنفاء ص 14 از ابن النعیم و غیرہ اور مذکور ہے کہ حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے ، تفسیر قمی ج 1 ص 380 ، تفسیر برہان ج 2 ص 358 ، تاریخ یعقوبی ج 2 ص 35 اور تاریخ الخمیس ج 1 ص 232\_

3\_ اصول کافی ج 1 ص 371 ، بحار ج 35 ص 109 ، التعظیم و المنة سیوطی ص 27 اور ملاحظہ ہو ، روضة الواعظین ص 139 ، شرح نہج البلاغہ معتزلی ج 14 ص 67، الغدیر ج 7 ص 378 مذکورہ کتب سے و از کتاب الحجة (ابن معد) ص 8و تفسیر ابوالفتوح ج 4 ص 210

نویں دلیل: حضرت امام سجاد علیہ السلام سے ایمان ابوطالبعليه‌السلام کے بارے میں سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا:'' تعجب کی بات ہے خدا نے اپنے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پر نازل کیا کہ کوئی مسلمان عورت کسی کافر کے حبالہ عقد میں باقی نہ رہے اور فاطمہ بنت اسد اسلام کی اولین عورتوں میں سے ہیں وہ حضرت ابوطالب کی موت تک ان کے عقد میں رہیں؟''\_ (1)

البتہ کافر عورتوں کے ساتھ ازدواجی رابطہ باقی رکھنے سے منع کرنے والی آیت کے مدینہ میں نزول سے مذکورہ روایت کو کوئی ٹھیس نہیں پہنچتی اور نہ وہ اس روایت کے بطلان کا باعث ہے کیونکہ ممکن ہے کہ قرآنی آیت کے نزول سے قبل ہی آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی زبانی مذکورہ امر سے ممانعت ہوئی ہو\_ رہا بعض مسلمانوں کا اس حکم پر (اس زمانے میں) عمل نہ کرنا تو ممکن ہے کہ بعض مخصوص حالات کے تحت وہ اس امر پر مجبور ہوئے ہوں\_

دسویں دلیل: بعض لوگوں نے حضرت ابوطالبعليه‌السلام کے مسلمان ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں خط کے ذریعے امام علی ابن موسی الرضا عليه‌السلام سے سوال کیا تو انہوں نے جواب میں لکھا (و من یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی ویتبع غیر سبل المومنین ...) (سورہ نساء آیت 115) یعنی جو شخص راہ ہدایت کے واضح ہونے کے بعد بھی رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی مخالفت کرے اور مومنین کے راستے سے ہٹ کر کسی اور راہ پر چلے ...\_ اس کے بعد فرمایا: ''اگر تم حضرت ابوطالب کے ایمان کا اعتراف نہ کرو تو تمہارا ٹھکانہ جہنم ہوگا''\_(2)

گیارہویںدلیل: جنگ جمل کے موقع پر جب جناب محمد بن حنیفہ نے اہل بصرہ کے ایک آدمی پر قابو پایا تو اسی کا کہناہے کہ جب میں نے اس پر قابو پالیا تو اس نے کہا : '' میں ابوطالب کے دین پر ہوں '' پس جب میں نے اس کی مراد سمجھ لی تو اسے چھوڑ دیا (3)

بارہویںدلیل: غزوہ بدر کے ذکر میں عنقریب آئے گا کہ حضرت رسول اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے شہید بدر عبیدہ بن حارث سے اپنے چچا ابوطالب کے متعلق چھوٹے سے طعنے کو بھی برداشت نہیں کیا \_ حتی کہ اس کا یہ کہنا بھی برداشت نہیں ہوا کہ ابوطالب نے جو یہ کہا ہے:

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1،2\_ شرح نہج البلاغة معتزلی ج 14 ص 68، الغدیر ج 7 ص 381 اور 394 نے کراجکی ص 85 سے اور کتاب الحجة (ابن معد) ص 24،16 سے و الدرجات الرفیعہ و البحار اور ضیاء العالمین سے نقل کیا ہے اور امام سجاد عليه‌السلام کی حدیث کے تواتر کا دعوی بھی کیا گیا ہے\_ 3\_ طبقات ابن سعد ج5 ص 68 مطبوعہ لیدن\_

کذبتم و بیت الله بیدی محمد---- و لما نطاعن دونه ونناضل

و نسلمه حتی نصرع دونه ---- و نذهل عن ابنائنا و الحلائل

خدا کی قسم کبھی نہیں ہوسکتا کہ ہم رسول خدا صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا ساتھ چھوڑ دیں ( بلکہ ہم تو ان کی حمایت میں ) تم سے نیزوں اور تلواروں کے ذریعہ سے مقابلہ کریں گے \_

تو ہم لوگ ا س سے کہیں بہتر ہیں \_ پس جب نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اس جیسے طعنے پر بھی غضبناک ہوسکتے ہیں تو کیا آپ کے خیال میں اپنے چچا کے متعلق مشرک کا حکم لگاکر خوش ہوں گے ؟ اور انہیں دوزخ کے ایک کنارے پر ٹھہرائیں گے جس کی آگ سے ان کا بھیجہ ابل رہا ہوگا؟ یہ بے انصافی کہاں تک رہے گی؟

یہاں ہم انہی مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں جو حضرت ابوطالب کے ایمان کو ثابت کرنے کیلئے کافی ہیں مزید تحقیق کے متلاشی متعلقہ کتب کی طرف رجوع کریں\_

بے بنیاد دلائل

حضرت ابوطالب علیہ السلام کو نعوذ باللہ کافر سمجھنے والوں نے بے بنیاد دلائل اور روایات کا سہارا لیا ہے\_ یہاں ہم ان میں سے چند ایک کی طرف جو زیادہ اہمیت کی حامل ہیں اشارہ کرتے ہیں\_

1\_ حدیث ضحضاح

ابوسعید خدری سے منقول ہے کہ نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے پاس آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے چچا ابوطالبعليه‌السلام کا ذکر ہوا تو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا: شاید ان کو میری شفاعت روز قیامت فائدہ دے اور آگ کے ایک ضحضاح ( کنارے) میں رکھا جائے جہاں ان کے ٹخنوں تک آگ پہنچے جس سے ان کا دماغ کھولنے لگے\_ ایک اور روایت کے مطابق حضرت عباس نے نبی اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے عرض کیا آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اپنے چچا سے بے نیاز نہ تھے واللہ وہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی حفاظت کرتے اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی خاطر غضبناک ہوتے تھے فرمایا:'' وہ آگ کے ایک حوض میں ہیں اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے

سب سے نچلے حصے میں ہوتے''\_ (1)

اس حوالے سے ہم درج ذیل عرائض پیش کرتے ہیں\_

(الف) علامہ امینی نے الغدیر (ج 8 ص 23\_24) میں اور خنیزی نے ''ابوطالب مومن قریش'' نامی کتاب میں اس روایت کی اسناد سے بحث کی ہے\_ ان دونوں حضرات نے اس روایت کے کمزور اور بے بنیاد ہونے، نیز اس کے الفاظ وعبارات کے درمیان تضاد کو واضح طور پر ثابت کیا ہے\_

(ب) جب پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ابوطالبعليه‌السلام کو فائدہ پہنچاتے ہوئے جہنم کے آخری حصے سے انہیں نکال کر گوشہ آتش تک لے آسکتے ہیں تو پھر تھوڑی سی مہربانی اور کرتے ہوئے ان کو اس کنارے سے ہی باہر کیوں نہیں نکال لاتے؟ اس کے علاوہ چونکہ اس وقت رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ زندہ تھے اور قیامت برپانہیں ہوئی تھی اس لئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا دنیا میں شفاعت ہوسکتی ہے؟

(ج) یہی لوگ روایت کرتے ہیں کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا نے ابوطالبعليه‌السلام کو موت کے وقت کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ، جاری کرنے کیلئے کہا تاکہ اس طرح بروز قیامت انہیں آپ کی شفاعت نصیب ہو لیکن ابوطالب نے ایسا نہیں کیا \_یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کلمہ کے بغیر کسی قسم کی شفاعت نہیں ہوسکتی، (2) پھر کیونکر ابوطالبعليه‌السلام کی شفاعت ممکن ہوئی (اگرچہ ایک حد تک ہی سہی) حالانکہ ان لوگوں کے بقول انہوں نے کلمہ شہادت زبان پر جاری نہیں کیا جس کی وجہ سے شفاعت ممکن ہوسکتی\_

نیز کیایہی لوگ روایت نہیں کرتے کہ مشرک کی شفاعت نہیں ہوسکتی؟ پھر کیونکر اس مشرک کی شفاعت

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ صحیح بخاری مطبوعہ سن 1309 ج 2 ص 209 اور ج 4 ص 54، المصنف ج 6 ص 41، النسب الاشرف (بہ تحقیق محمودی) ج 2 ص 29\_30، صحیح مسلم کتاب الایمان، طبقات ابن سعد ج 1حصہ اول ص 79مسند احمد ج 1 ص 206 و 207 البدایة و النہایة ج 3 ص 125، الغدیر ج 8ص 23 کہ بعض مذکورہ کتب اور عیون الاثر ج 1ص 132 سے نقل کیا ہے اور شرح نہج البلاغة معتزلی ج 14 ص 66\_

2\_ الترغیب و الترھیب ج 4 ص 433 از احمد (دو صحیح سندوں کے ساتھ) از بزاز اور طبری (مختلف اسانید کے ساتھ جن میں سے ایک اچھی ہے) اور ابن حبان (اپنی صحیح میں) نیز رجوع ہو الغدیر ج 2 ص 25 \_

ہوئی اور وہ اس کے سبب جہنم کے آخری طبقے سے نکال کر آتش کے کنارے میں منتقل کئے گئے\_(1)

(د) ابن ابی الحدید معتزلی نے مذہب امامیہ اور مذہب زیدیہ سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان کا کہنا ہے حدیث ضحضاح ( کنارہ آتش والی حدیث) کو تمام لوگ صرف ایک ہی فرد سے نقل کرتے ہیں اور وہ ہے مغیرہ بن شعبہ حالانکہ بنی ہاشم خصوصاً حضرت علی عليه‌السلام سے اس کا بغض و عناد ہر خاص و عام کو معلوم ہے\_ نیز اس کی داستان اور اس کا فاسق ہونا کسی سے مخفی نہیں\_ (2)

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ وہ (غیرشیعہ حضرات) اس روایت کو مغیرہ کے علاوہ دیگر افراد سے بھی نقل کرتے ہیں جیساکہ بخاری وغیرہ نے نقل کیا ہے\_ پس ممکن ہے کہ مغیرہ کے علاوہ دیگر افراد سے نقل کرنے کا عمل بعد کی پیداوار ہو کیونکہ یہ معقول نہیں کہ شیعہ حضرات ان پر بے جا طور پر مذکورہ اعتراض کریں جبکہ معتزلی نے شیعوں کے اعتراض کے آگے خاموشی اختیار کرلی ہے گویا اس نے بھی یہی احتمال دیا تھا جو ہم نے دیا ہے ، وگرنہ وہ اس اعتراض کا جواب دے سکتے تو ضرور دیتے\_

(ہ) امام باقرعلیہ السلام سے لوگوں کے اس قول (کہ ابوطالبعليه‌السلام آگ کے گوشے میں ہیں) کے بارے میں سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا:'' اگر ابوطالبعليه‌السلام کا ایمان ترازو کے ایک پلڑے میں ڈالاجائے اور لوگوں کاایمان دوسرے پلڑے میں تو بے شک ابوطالبعليه‌السلام کے ایمان کا پلڑا بھاری ہوگا''\_ پھر فرمایا:'' کیا تمہیں نہیں معلوم کہ امیرالمومنین علی عليه‌السلام اپنی زندگی میں حضرت عبداللہ ، ان کے بیٹے اور حضرت ابوطالب کی نیابت میں حج بجالانے کا حکم دیا کرتے تھے اور انہوں نے ان کی طرف سے حج بجالانے کی وصیت کی''\_ (3)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ مستدرک الحاکم ج 2 ص 336اور تلخیص مستدرک (ذہبی) (ان دونوں نے اسے صحیح قرار دیا ہے) المواہب اللدنیة ج 1 ص 71، الغدیر ج 8 ص 24 از مستدرک مواھب لدنیہ اور از کنز العمال ج 7 ص 128 سے نقل کیا ہے شرح المواہب (زرقانی) ج 1 ص 291 کشف الغمة (شعرانی) ج 2 ص 124 اور تاریخ ابوالفداء ج 1 ص 120\_

2\_شرح نہج البلاغة معتزلی ج 14ص 70و بحار الانوار ج 35ص 112 \_

3\_ شرح نہج البلاغة معتزلی ج 14ص 68، الدرجات الرفیعة ص 49، بحار ج 35ص 112، الغدیر ج 8ص 380\_390 (ان دونوں اور السید کی کتاب الحجة کے ص 18سے) از طریق شیخ الطائفة ازصدوق اور ضیاء العالمین (مصنف فتونی) \_

(و) کوفہ کے مضافات (رحبہ) میں جب علی عليه‌السلام سے پوچھا گیا کہ کیا آپ عليه‌السلام کے والد عذاب جہنم میں مبتلا ہوں گے یا نہیں ؟ تو آپ عليه‌السلام نے اس آدمی سے فرمایا:'' خاموش تیری زبان جلے\_ حضرت محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو بر حق نبی بناکر بھیجنے والی ذات کی قسم اگر میرے والد روئے زمین کے تمام گناہگاروں کی بھی شفاعت کریں تو خدا ان سب کو معاف کردے\_ واہ باپ تو جہنم کے عذاب میں مبتلا ہو اور بیٹا ہو قسیم النار والجنة''؟ (جنت و دوزخ تقسیم کرنے والے بیٹے کی موجودگی میں باپ دوزخ میں جلے؟ معاذ اللہ )(1)

(ز) روایات ضحضاح میں اختلاف و تناقض ملاحظہ فرمایئے ایک روایت تو یہ کہتی ہے کہ شاید میری شفاعت کام کرجائے اور قیامت کے دن دوزخ کے کنارے پر ٹھہرائے جائیں \_ جبکہ دوسری روایت یقین کے ساتھ کہتی ہے کہ وہ ابھی دوزخ کے کنارے پر موجود ہیں \_ ملاحظہ فرمائیں\_

2\_ عقیل اور ارث ابوطالبعليه‌السلام

کہتے ہیں کہ حضرت ابوطالب کی وراثت عقیل نے پائی نہ کہ علی عليه‌السلام اور جعفر عليه‌السلام نے اور اسکی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ ابوطالبعليه‌السلام مشرک تھے اور یہ دونوں مسلمان تھے پس ان دونوں فریقوں کے دین مختلف ٹھہرے اور دو مختلف ادیان کے پیروکار ایک دوسرے سے وراثت نہیں پاتے\_ (2) ان کی یہ دلیل بھی صحیح نہیں ہے اور اس کی وجوہات درج ذیل ہیں\_

(الف) یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ جعفر عليه‌السلام اور علی عليه‌السلام نے وراثت نہیں پائی\_

(ب) ان کا یہ کہنا کہ دو مختلف ادیان کو ماننے والے ایک دوسرے سے وراثت نہیں پاسکتے درست ہے اور ہم بھی اس کی تائید کرتے ہیں کیونکہ لفظ توارث باب تفاعل سے ہے \_باب تفاعل کام کیلئے دو طرف کے ہونے پر دلالت کرتا ہے اور ہم بھی مسلمانوں اور کافروں کے درمیان توارث (دونوں طرف سے ایک دوسرے سے وراثت پانے) کے قائل نہیں\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ بحار الانوار ج 5 3 ص 110 اور کنز الفوائد ص80 مطبوعہ حجریہ\_

2\_ المصنف ج 6ص 15اور ج 10 ص 344 اور اس کی جلد ششم کے حاشیے میں بخاری (ج 4 ص 293) سے مروی ہے نیز طبقات ابن سعد ج 1حصہ اول ص 79 \_

لفظ توارث کا تقاضا یہ ہے کہ یہ عمل دو طرفہ ہو جس طرح تضارب (ایک دوسرے سے کو مارنا) جو بغیر طرفین کے نہیں ہوسکتا\_ بنابریں مکتب اہلبیت کا نظریہ ہی درست ہے یعنی یہ کہ مسلمان کافر سے وراثت پاسکتا ہے لیکن کافر مسلمان سے نہیں\_ (1)

(ج) حضرت عمر سے منقول ہے کہ ہم مشرکین سے وراثت پاتے ہیں لیکن وہ ہم سے نہیں\_ (2) نیز بہت سے فقہاء نے فتوی دیا ہے کہ مرتد کی میراث مسلمانوں کو ملتی ہے اور ہم ان سے وراثت پاتے ہیں لیکن وہ ہم سے نہیں\_ (3)

(د) وہ لوگ خود ہی کہتے ہیں کہ حضرت ابوطالب کے وقت و فات تک میراث ابھی فرض ہی نہیں ہوئی تھی اور معاملہ وصیت کے ساتھ چلتا تھا\_ تو اس بناپر ہوسکتاہے کہ جناب ابوطالب عليه‌السلام نے عقیل کے ساتھ محبت کی وجہ سے اس کے نام وصیت کی ہو(4)\_

3\_ وھم ینہون عنہ، ویناون عنہ

ابوطالب پر اعتراض کرنے والوں نے ذکر کیا ہے کہ آیت (وهم ینهون عنه و یناون عنه) ابوطالبعليه‌السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے حضرت ابوطالب پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو ستانے سے لوگوں کو منع کرتے تھے لیکن خود دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے دوری اختیار کئے ہوئے تھے\_ (5)جبکہ ہم کہتے ہیں کہ :

1\_ خنیزی نے اس روایت کی سند پر جو اعتراضات کئے ہیں وہ کافی ہیں لہذا اس کی سند پر ہم بحث نہیں کرنا چاہتے ... (6)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ شرح نہج البلاغة معتزلی ج 14 ص 69 کی طرف رجوع کریں \_ 2\_ المصنف (حافظ عبدالرزاق) ج 10 ص 339 اور ج 6 ص 106 \_

3\_ المصنف ج 6 ص 104\_107 اور 105 اور ج 10 ص 338\_341\_ 4\_ مراجعہ ہو: اسنی المطالب ص 62\_

5\_ الاصابة ج 4 ص 115، تفسیر ابن کثیر ج 2 ص 127، طبقات ابن سعد ج 1 ص 78 حصہ اول بھجة المحافل ج 1 ص 116 انساب الاشراف بہ تحقیق محمودی ج 2 ص 26، الغدیر ج8 ص3 میں مذکورہ افراد اور تفسیر خازن ج2 ص11 سے نیز تفسیر ابن جزی ج2 ص6، نیز طبری اور کشاف سے نقل کیا گیا ہے اور دلائل النبویة (بیہقی) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ج2 ص 340 و 341\_

6\_ کتاب ابوطالب مومن قریش ص 305\_306\_

2\_ اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ یہ آیت کسی لحاظ سے ابوطالبعليه‌السلام پر منطبق نہیں ہوسکتی کیونکہ اللہ تعالی نے اس سے قبل ارشاد فرمایا ہے: (و ان یروا کل آیة لا یومنوا بها حتی اذا جائوک یجادلونک یقول الذین کفروا ان هذا الا اساطیر الاولین و هم ینهون عنه ...) (1) یعنی اور اگر وہ تمام تر معجزے دیکھ لیں تو بھی وہ اس پر ایمان نہیں لائیں گے یہاںتک کہ جب وہ تمہارے پاس آئیں گے تو تم سے بھی جھگڑا کریں گے اور وہ لوگ جو کافر ہوگئے کہیں گے، یہ نہیں مگر پہلوں کی کہانیاں اور وہ اس سے روکتے ہیں ...

اس آیت میں جمع کی ضمائر مثلاً'' هم'' اور ''ینهون و ینأون ''کے فاعل کی ضمیر جمع انکی طرف لوٹ رہی ہے جن کا ذکر اللہ تعالی نے اس آیت میں کیا ہے اور وہ ایسے مشرک ہیں جو ہر آیت اور معجزے کو دیکھنے کے باوجود اس پر ایمان نہیں لاتے اور ان معجزات کے بارے میں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے جھگڑا کرتے ہیں اور اپنے عناد کی وجہ سے اس معجزے کو گذشتہ لوگوں کا افسانہ قرار دیتے ہیں\_ ان کی ہٹ دہرمی کی حد اتنی ہی نہیں بلکہ وہ اس سے بھی آگے قدم بڑھاتے ہوئے لوگوں کو نبی اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی باتیں سننے سے روکتے ہیں جس طرح کہ وہ خود بھی ان سے دور رہتے ہیں ...

ان میں سے کوئی بات بھی حضرت ابوطالبعليه‌السلام پر پوری نہیں اترتی، وہ ابوطالب عليه‌السلام جوہمیشہ نبی اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی اطاعت پر حوصلہ افزائی کرتے تھے اور اپنے ہاتھ اور زبان کے ساتھ نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی تائید کرتے بلکہ ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ وہ دوسرے لوگوں کو بھی اس دین کے دائرے میں آنے کی دعوت دیتے اور خود بھی اس دین پر ڈٹے رہے اور اس سلسلے میں ہر مشکل کا خندہ پیشانی سے سامنا کیا ،جس طرح کہ ان کی بیوی، حمزہعليه‌السلام ، جعفرعليه‌السلام ، حضرت علیعليه‌السلام اور بادشاہ حبشہ کی بھی یہی صورت حال تھی\_

مفسرین نے بھی اس آیت سے عموم ہی سمجھا ہے اور اس سے سب کفار مراد لئے ہیں اور اس کا یہ معنی کیا ہے کہ وہ لوگ کفار کو روکتے تھے اور اتباع رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے منع کرتے تھے اور خود بھی اس سے دور رہتے تھے ...ابن عباس، حسن، ... قتادہ، ابی معاذ، ضحاک، ابن الحنفیہ، السدی، مجاہد الجبائی اور ابن جبیر سے بھی

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ انعام، آیت 25\_26\_

یہی تفسیرتفسیر مروی ہے\_ (1)

3\_علامہ امینی فرماتے ہیں مذکورہ روایت کہتی ہے کہ سورہ انعام کی آیت (وهم ینهون عنه و یناون عنه) حضرت ابوطالب کی وفات کے وقت نازل ہوئی\_ دوسری روایت کہتی ہے کہ آیت (انک لا تهدی من اجبت ...) بھی ان کی وفات کے وقت نازل ہوئی جبکہ قرآن کی یہ آیت سورہ قصص کی ہے، جس کی تمام آیات ایک ساتھ نازل ہوئیں اور سورہ قصص پانچ سورتوں کے فاصلے کے ساتھ سورہ انعام سے قبل نازل ہوئی\_ (2) یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مذکورہ آیت حضرت ابوطالب کی وفات کے کافی عرصے بعد نازل ہوئی\_

بنابر ایں ان لوگوں کا یہ کہنا کہ یہ آیت وفات ابوطالبعليه‌السلام کے وقت نازل ہوئی کیونکر معقول ہو سکتا ہے؟

4\_ مشرک کیلئے طلب مغفرت سے منع کرنے والی آیت

بخاری، مسلم اور دیگر محدثین نے ابن مسیب سے اور اس نے اپنے باپ سے ایک روایت نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے وفات ابوطالبعليه‌السلام کے وقت ان سے لا الہ الا اللہ کہنے کی خواہش کی تاکہ اس کے ذریعے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کے نزدیک ان کی مغفرت کیلئے دلیل قائم کرسکیں اس وقت ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ نے ابوطالبعليه‌السلام سے کہا:'' کیا آپ عبدالمطلب کے دین سے منہ موڑنا چاہتے ہیں؟ ''رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ ابوطالبعليه‌السلام کو کلمہ توحید کی دعوت دیتے رہے اور وہ دونوں مذکورہ بات دہراتے رہے یہاں تک کہ ابوطالبعليه‌السلام نے آخری جملہ یہ کہا (عبدالمطلب کے دین پر ہوں) اور لا الہ الا اللہ کہنے سے احتراز کیا\_

یہ دیکھ کر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے فرمایا : ''خدا کی قسم جب تک خدا کی طرف سے ممانعت نہ ہو آپ کیلئے طلب

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ رجوع کریں: مجمع البیان ج 7 ص 35، 36، تفسیر ابن کثیر ج 2 ص 127، الغدیر ج 8 ص 3 درالمنثور ج 3 ص 8\_9، ان سب نے تمام یا بعض مطالب کو قرطبی، طبری، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن ابی شیبہ ، عبد بن حمید اور ابن مردویہ سے نقل کیا ہے\_ قرطبی ج 6 ص 406 \_

2\_ الدر المنثور ج 2ص 3 ،تفسیر شوکانی ج 3، ص 91\_92، تفسیر ابن کثیر ج 2ص 122اور الغدیر ج8 ص 5 نے نقل کیا ہے از افراد مذکور و از تفسیر قرطبی ج 6ص 386 و383 ،ان سب نے نقل کیا ہے از ابی عبید و ابن منذر و طبرانی و ابن مردویہ و نحاس ...

مغفرت کرتا رہوں گا''\_ اس مناسبت سے یہ آیت اتری (ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربی من بعد ما تبین لهم انهم اصحاب الجحیم) (1) یعنی پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اور مومنین کیلئے روا نہیں کہ وہ مشرکین کیلئے مغفرت طلب کریں اگرچہ وہ ان کے قرابت دارہوں بعد اس کے کہ ان کا جہنمی ہونا واضح ہوجائے، نیز خدا نے ابوطالبعليه‌السلام کے بارے میں یہ آیت اتاری (انک لاتهدی من احببت ولکن الله یهدی من یشائ) (2) یعنی اے رسول آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ہر اس شخص کی ہدایت نہیں کرسکتے جسے آپ چاہیں بلکہ خدا جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے\_

ہم نہ تو اس مقطوعہ روایت کی سندوں پر بحث کرنا چاہتے ہیں (3)اور نہ ابن مسیب جیسے لوگوں پر جن کی حضرت علی عليه‌السلام سے دشمنی واضح ہے اور بعض لوگوں نے تواس کی تصریح کی ہے\_ (4) البتہ درج ذیل امور کی طرف اشارہ کریں گے\_

1) وہ آیت جو (مشرکین کیلئے) طلب استغفار سے منع کرتی ہے سورہ توبہ کی ہے اور اس بات میں شک کی گنجائشے نہیں کہ یہ سورت مدینہ میں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پر اترنے والی آخری سورتوں میں سے ایک ہے بلکہ بعض حضرات نے یہ دعوی کیا ہے کہ آخری سورہ یہی ہے\_ (5) یہ بات غیرمعقول ہے کہ یہ آیت دس سال سے زیادہ عرصے تک تنہا پڑی رہی ہو پھر جب سورت توبہ نازل ہوئی تو اس میں شامل کر دی گئی ہو کیونکہ قرآنی آیات کسی سورہ کے ساتھ اس صورت میں ملحق ہوتی ہیں جبکہ وہ سورت اس سے قبل نازل ہوچکی ہو\_اور یہ بات قرآن کی لمبی سورتوں سے متعلق ہے نہ کہ دیگر سورتوں سے جس کی تمام آیات ایک ساتھ اترتی تھیں\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ توبہ، آیت 113\_

2\_ سورہ قصص آیت 56روایت بخاری مطبوعہ 1309کی ج 3ص 111وغیرہ میں

3\_ رجوع کریں: ابوطالب مومن قریش ص 313\_340اور انساب الاشراف بہ تحقیق محمودی ج 2ص 25اور 26 نیز دلائل النبوة (بیہقی) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ج2 ص 342 و 343\_

4\_ الغارات (ثقفی) ج 2ص 569

5\_ الغدیر ج 8ص 10، ابوطالب مومن قریش ص 341از بخاری، کشاف، بیضاوی، تفسیر ابن کثیر، الاتقان، ابن ابی شیبہ، نسائی، ابن الضریس، ابن منذر، نحاس، ابوالشیخ اور ابن مردویہ\_

بنابریں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا اس قدر طویل عرصے تک ابوطالبعليه‌السلام کیلئے طلب مغفرت و رحمت کرتے رہے حالانکہ یہ عمل کافر سے محبت کا واضح ترین نمونہ ہے اور خدا نے سورہ توبہ کے نزول سے قبل ہی متعدد آیات میں کفار کی محبت سے منع کیا تھا جیساکہ اس آیت میں فرماتا ہے:(لا تجد قوماً یومنون بالله والیوم الآخر یوادون من حاد الله ورسوله ولو کانوا آبائهم اَو ابنا هم اواخوانهم اوعشیرتهم) (1) یعنی اے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والوں کو اللہ اور اس کے مخالفین سے محبت کرتے ہوئے نہیں پائیں گے اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں\_

نیز فرمایا ہے: (یایها الذین آمنوا لا تتخذوا الکافرین اولیاء من دون المؤمنین) (2) یعنی اے مومنوا مومنین کے بجائے کافروں کو اپنا دوست اور حامی نہ سمجھو\_

یا یہ فرمایا ہے: (الذین یتخذون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین ایبتغون عندهم العزة) (3) یعنی جو لوگ مومنین کو چھوڑ کر کافروں سے دوستی کرتے ہیں کیا وہ عزت ان کے ہاں ڈھونڈتے ہیں؟

نیز فرمایا: (لایتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین) (4) یعنی مومنین کو چاہیئے کہ وہ مومنوں کے بجائے کافروں کو اپنا دوست اور ہمدرد نہ بنائیں\_

انکے علاوہ اور بھی آیات موجود ہیں جن کے بارے میں تحقیق کی یہاں گنجائشے نہیں\_

2)خدانے سورہ منافقین میں جو بنابر مشہور ہجرت کے چھٹے سال میں سورہ توبہ سے پہلے، نیز غزوہ بنی مصطلق سے قبل نازل ہوئی فرمایا ہے:(سواء علیهم استغفرت لهم ام لم تستغفرلهم لن یغفر الله لهم) یعنی کہ آپ ان کیلئے خواہ طلب مغفرت کریں یا نہ کریں(ایک ہی بات ہے) خدا ان کو کبھی نہیں

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ مجادلہ 22نیز یہ سورہ توبہ سے سات سورتوں کے فاصلے پر پہلے نازل ہوئی (جیساکہ الاتقان ج 1ص 11تفسیر ابن کثیر ج4ص 329فتح القدیر ج 5ص 186اور الغدیر ج 8ص 10میں ان سے اور تفسیر آلوسی ج 28و 37سے منقول ہے) ابن ابی حاتم، طبرانی، حاکم، بیہقی، ابونعیم وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ سورہ بدر یا احد میں نازل ہوئی\_

2\_ سورہ نساء آیت 144 \_ 3\_ سورہ نساء آیت 139\_ 4\_ سورہ آل عمران، آیت 28\_

بخشے گا\_

پس جب آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو یہ علم تھا کہ خدا کافروں کو ہرگز نہ بخشے گا خواہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ان کیلئے استغفارکریں یا نہ کریں ، تو پھرآپ خواہ مخواہ کی زحمت کیوں کرتے؟ حالانکہ واضح سی بات ہے کہ یہ امر عقلاء کے نزدیک معقول نہیں\_

3)ہم دیکھتے ہیں کہ رسول خدا صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے صاف صاف فرمایا: ''اللهم لاتجعل لفاجر او لفاسق عندی نعمة''(1) یعنی اے خدا کسی فاسق یا فاجر کیلئے میرے پاس کوئی نعمت اور احسان قرار نہ دے\_

نیز آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے حکیم بن حزام کا تحفہ اس کے کافر ہونے کی بنا پر واپس کردیا تھا\_ عبیداللہ کہتا ہے میرا خیال ہے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا تھا: ''ہم مشرکین سے کوئی چیز قبول نہیں کرتے لیکن اگر تم چاہو توقیمت کی ادائیگی کے ساتھ قبول کریں گے''\_ (2)

پیغمبر اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے عامر بن طفیل کا تحفہ بھی قبول نہیں فرمایا تھا کیونکہ وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوا تھا\_اس کے علاوہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ملاعب الاسنہ ( بوڑھوں کا مذاق اڑانے والوں )کا ہدیہ بھی رد کردیا تھا\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا میں کسی مشرک کا تحفہ قبول نہیں کرتا\_ (3)

عیاض مجاشعی سے منقول ہے کہ اس نے نبی اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے پاس کوئی تحفہ بھیجا لیکن آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے اسے لینے سے

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ رجوع کریں ابوطالب مومن قریش (خنیزی)

2\_ مستدرک الحاکم ج 3ص 484اور تلخیص مستدرک (ذہبی) اس صفحے کے حاشیہ پر\_ ان دونوں نے اس روایت کو صحیح گردانا ہے\_ نیز کنز العمال ج6ص 57و 59از احمد، طبرانی الحاکم اور سعید بن منصور ، حیات صحابہ ج2 ص 258 و 259 ، 260 از کنزالعمال و از مجمع الزوائد ج8 ص 278 اور التراتیب الاداریہ ج2 ص 86\_ یہاں پر ملاحظہ ہو کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے وقت ہجرت جناب ابوبکر سے بھی صرف قیمت دے کر اونٹ لئے تھے\_

3\_ کنز العمال ج 3ص 170طبع اول از ابن عساکر طبع ثانی ج 6ص 57از طبرانی، المصنف (عبدالرزاق) ج 1ص 446و 447 اورحاشیہ میں مغازی اور ابن عقبہ سے منقول ہے اور مجمع البیان ج1 ص 353\_

انکار کیا اور فرمایا مجھے کافروں کے عطیات سے منع کیا گیا ہے\_ (1)

آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے اس عمل کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ کفار کے تحائف کا قبول کرنا آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے دل میں ان کیلئے محبت واحترام کا گوشہ پیدا کرنے کا باعث نہ ہو\_

4)صحیح سند کے ساتھ حضرت علیعليه‌السلام سے مروی ہے (جیساکہ علامہ امینی نے ذکر کیا ہے )کہ انہو ں نے سنا ایک شخص اپنے والدین کیلئے طلب مغفرت کررہا ہے جبکہ وہ دونوں مشرک تھے، حضرت علیعليه‌السلام نے یہ بات پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کو سنائی تو مذکورہ آیت اتری\_ (2)

ایک روایت کی رو سے مسلمانوں نے کہا کیا ہم اپنے آباء کیلئے طلب مغفرت نہ کریں؟ اس کے جواب میں مذکورہ آیت نازل ہوئی\_ (3)

ایک اور روایت کے مطابق جب پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدانے اللہ سے اپنی والدہ کیلئے طلب مغفرت کی اجازت چاہی تو خدانے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو اجازت نہ دی اور یہ آیت اتری پھر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ان کی قبر پر جانے کی اجازت مانگی تو اس کی اجازت مل گئی\_ (4)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ کنز العمال ج 6ص 57و 59ابوداؤد اور ترمذی سے، احمد او ر طیالسی اور بیہقی نے اسے صحیح قرار دیا ہے\_ نیز رجوع کریں کنزالعمال ج 6ص 57 و 59میں عمران بن حصین سے مروی روایت کی طرف نیز المنصف (عبد الرزاق) ج 10ص 447اور اس کے حاشیے میں ج 2ص 389اس نے ابوداؤد احمد اور ترمذی سے روایت کی ہے او ر ملاحظہ ہو الوسائل ج12 ص 216 از کافی اور المعجم الصغیر ج1 ص 9\_

2\_ الغدیر ج 8ص 12نیز دیگر مآخذ از طیالسی، ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی، نسائی، ابویعلی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوشیخ، ابن مردویہ، حاکم (جس نے اسے صحیح قرار دیا ہے)، بیہقی (در شعب الایمان)، ضیاء (المختارة میں)، الاتقان، اسباب النزول، تفسیر ابن کثیر، کشاف، اعیان الشیعة، اسنی المطالب ص 18 (دحلان)، ابوطالب مومن قریش، شیخ الابطح اور مسند احمد ج 1ص 130\_131\_

3\_ مجمع البیان ج 5 ص 76 از حسن، تفسیر ابن کثیر ج 2 ص 393، ابوطالب مومن قریش ص 348 از مجمع البیان اور تفسیرابن کثیر سے اور الاعیان ج 39 ص 158 و 159میں ابن عباس اور حسن سے، کشاف، ج 2 ص 246\_

4\_ تفسیر طبری ج 11ص 31و الدر المنثور ج 3 ص 283 و ارشاد الساری ج 7 ص 282 اور 158 از صحیح مسلم، تفسیر ابن کثیر ج 2 ص 394، مسند احمد، سنن ابوداؤد، ابن ماجہ، حاکم، بیہقی، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابن مردویہ، کشاف ج 2 ص 49 اور ابوطالب مومن قریش ص 349 \_

یہاں اگرچہ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ اس آخری روایت کا صحیح ہونا بہت بعید ہے کیونکہ ہمارے عقیدے کے مطابق آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی والدہ مومنہ تھیں جیساکہ ہم حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے آباء کے ایمان کے بارے میں ذکر کرچکے ہیں لیکن اس سے قطع نظر یہ روایت گزشتہ روایات کے منافی ہے\_ شاید راویوں نے اپنی صوابدید کے مطابق عمداً یا سہواً اس آیت کو حضرت آمنہ پر منطبق کیا ہے لیکن صحیح روایت امیرالمؤمنین علیعليه‌السلام سے مروی مذکورہ بالا روایت ہی ہے وگرنہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ اپنی زندگی کے آخری ایام تک اپنی والدہ کیلئے استغفار کرنا بھول جاتے؟ یہ ان باتوں کے علاوہ ہے جن کا ذکر گزرچکا ہے\_

5)(انک لا تہدی من اجبت) والی آیت کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ احد کے دن اتری جب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کا دندان مبارک شہید ہوا اور چہرہ مبارک پر زخم آیا\_ اس وقت آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا تھا خدایا میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ وہ نادان ہیں پس خدانے یہ آیت نازل کی (انک لا تہدی من احببت ...)(1)

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت حارث بن عثمان بن نوفل کے بارے میں نازل ہوئی ہے کیونکہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی خواہش تھی کہ وہ مسلمان ہوجائے کہا گیا ہے کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے\_ (2)

6)جب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ چاہتے تھے کہ حضرت ابوطالب ایمان لے آئیں تو یقیناً یہی بات خدا بھی چاہتا تھا کیونکہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کسی ایسے امر کو پسند نہیں فرماتے جو خدا کو ناپسند ہو\_ رہا ان لوگوں کا یہ کہنا کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو ایک وحشی کا قبول اسلام پسند نہ تھا لیکن وہ ایمان لے آیا تو یہ صحیح نہیں کیونکہ یہ امر خدا اور پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے درمیان اختلاف اور تضاد کی علامت ہے یعنی یہ کہ ان دونوں میں توافق نہ ہو\_ لیکن اگر توافق موجود ہو تو پھر یہ کیسے

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ ابوطالب مومن قریش 368 از اعیان الشیعة ج 39 ص 259، الحجة ص 39 اس روایت کے بعض مآخذ کا ذکر جنگ احد کے بیان میں ہوگا نیز ملاحظہ ہو: التراتیب الاداریہ ج1 ص 198 از استیعاب\_

2\_ ابوطالب مؤمن قریش ص 369از شیخ الابطح ص 69\_

ممکن ہے کہ اللہ اور رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ ایک شخص کے ایمان کو ناپسند کریں؟ (1)

7) '' انک لا تھدی من احبیت ...'' والی آیت جناب ابوطالب عليه‌السلام کے ایمان سے مانع نہیں ہے کیونکہ جس طرح روایات دلالت کرتی ہیں خدا نے جناب ابوطالب عليه‌السلام کا مؤمن ہوناپسند کیا ہے اور یہ آیت رسول اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کویہ بتانا چاہتی ہے کہ صرف آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی محبت ہی کسی شخص کے ہدایت یافتہ ہونے کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ خدا کی مرضی بھی ساتھ ہونی چاہیئے\_

آخر میں یہ بھی عرض کرتے چلیں کہ گذشتہ معروضات کی رو سے جناب عبدالمطلب نہ کافر تھے نہ مشرک بلکہ وہ مؤمن اور دین حنیف کے پیروکار تھے بلکہ مسعودی نے تو اپنی ایک کتاب میں صاف کہہ دیا ہے کہ وہ اسلام پر مرے\_ (2) پس حضرت ابوطالب کا یہ کہنا کہ میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں ان کے کفر پر دلالت نہیں کرتا\_ اگر بالفرض انہوں نے ایسا کہا بھی ہو تو پھر اس کی وجہ لازماً یہی ہوسکتی ہے کہ وہ قریش کو اس وقت کی بعض مصلحتوں کی بناپر بے خبر رکھنا چاہتے تھے\_

باقیماندہ دلائل

یہ تھے ابوطالبعليه‌السلام کو نعوذ باللہ کافر سمجھنے والوں کے اہم دلائل لیکن ہم نے دیکھا کہ یہ دلائل صحیح اور عالمانہ تحقیق کے آگے نہیں ٹھہرسکتے \_ان دلائل کے علاوہ بعض روایات باقی ہیں جن سے ممکن ہے کہ مذکورہ مطلب (کفر ابوطالب) پر استدلال کیا جائے حالانکہ ان روایات میں کوئی ایسا نکتہ نہیں جو اس بات کو ثابت کرسکے\_ ہم نہایت اختصار کے ساتھ ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ ان لوگوں کی روایت کے مطابق:

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ رجوع کریں حاشیہ کتاب انساب الاشراف جلد 2 کے صفحہ 28پر\_

2\_ الروض الانف ج 2ص 170\_171\_

1) رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے وسوسے سے رہائی کے بارے میں ابوبکر سے فرمایا ہے کہ تمہیں چاہ یے کہ وسوسے سے نجات کیلئے وہ جملہ پڑھو جس کے پڑھنے کا میں نے اپنے چچا کو حکم دیا تو انہوں نے نہیں پڑھا یعنی: لا الہ الااللہ محمد رسول اللہ کی شہادت (1)\_ عمر سے مروی ہے کہ وہ کلمہ تقوی جس کی تاکید رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے حضرت ابوطالب کو ان کی موت کے وقت کی کلمہ شہادت ہے ... (2)

لیکن واضح رہے کہ بعض لوگ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ سے اس بارے میں سوال کرتے تھے ا ور اسے اپنی زبان پر جاری بھی کرتے تھے لیکن اس کے باوجود وسوسے کا شکار تھے\_ مگر یہ کہ اس سے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی مراد شہادتین کا تکرار اور کثرت تلفظ لیا جائے\_ جیساکہ یہ روایت ایک معتبر سندکے ساتھ بھی مروی ہے اور اس میں آیا ہے کہ سعد اور عثمان کے درمیان اختلاف ہوا\_ حضرت عمرنے ان دونوں کے درمیان فیصلہ کیا اور کہا کہ حضرت یونسعليه‌السلام کی دعا یہ تھی (لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین) لیکن اس نے ابوطالبعليه‌السلام کا ذکر نہیں کیا\_(3)

2)جب ابوقحافہ نے مسلمان ہونے کیلئے بیعت کا ہاتھ بڑھایا تو حضرت ابوبکر روئے، رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے پوچھا :''کیوں روتے ہو؟'' بولے:'' اس خیال سے روتا ہوں کہ کاش اس کے بدلے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے چچا کا ہاتھ ہوتا جو بیعت کر کے مسلمان ہوتا اور یوں اللہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی آنکھوں کو ٹھنڈک بخشتا تو مجھے زیادہ خوشی ہوتی''\_ (4) لیکن یہی روایت قبل ازیں مختلف مآخذ سے ایک اور انداز سے بیان ہوچکی ہے جس سے ابوطالبعليه‌السلام کے

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ حیاة الصحابة ج 2 ص 540 و 541 و کنز العمال ج 1 ص 259\_261 از ابی یعلی و البوصیری (زواید میں) اور طبقات ابن سعد ج 2 ص 312 سے \_

2\_ مجمع الزواید ج 1 ص 15 و کنز العمال ج 1 ص 262 و 63 از ابی یعلی و ابن خزیمہ و ابن حبان و بیہقی وغیرہ جن کی تعداد زیادہ ہے\_

3\_ مجمع الزوائد ج 7 ص 68 از احمد (اس سند کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں سوائے ابراہیم بن محمد بن سعد کے جو ثقہ ہے) اور حیاة الصحابة میں احمد، ترمذی اور الکنز ج 1 ص 298 میں ابی یعلی اور طبرانی سے\_ طبرانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے\_

4\_ الاصابة ج 4ص 116اور الحاکم (جس نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، بخاری و مسلم کے معیار کے مطابق) از عمر بن شبہ، ابویعلی، ابوبشر سمویہ (در فوائد) و نصب الرایة ج 6 ص 281 و 282 (بعض مآخذ سے جن کا ذکر حاشیہ میں ہوا ہے) المصنف ج 6 ص 39 اور اس کے حاشیہ میں نقل ہوا ہے از ابن ابی شیبہ ج 4 ص 142 اور 95، ابوداؤد ص 458 اور مسند احمد ج 1 ص 131 \_

ایمان کی تائید ہوتی ہے\_ لہذا اس کا اعادہ نہیں کرتے\_ بلکہ یہ بھی منقول ہے کہ جب ابوقحافہ مسلمان ہوا تو حضرت ابوبکر کو اس کے قبول اسلام کا پتہ ہی نہ چلا یہاں تک کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے ان کو خوشخبری دی\_ (1)

بنابر این حضرت ابوبکر نے مذکورہ بات اس وقت جب ان کے باپ نے بیعت کیلئے ہاتھ بڑھایاکیسے کہی؟

3)ایک روایت میں مذکور ہے جب حضرت ابوطالبعليه‌السلام کی وفات ہوئی تو حضرت علیعليه‌السلام رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا بوڑھا اور گمراہ چچا چل بسا\_

ایک اور روایت کے مطابق حضرت علیعليه‌السلام نے ابوطالبعليه‌السلام کے غسل و کفن کے بارے میں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کا حکم ماننے سے انکار کردیا چنانچہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے آپ کو حکم دیا یہ کام کسی اور کے ذمے ڈال دیں\_(2)

جبکہ امام احمد نے بھی اپنی مسند میں اس روایت کو نقل کیا ہے لیکن اس میں لکھا ہے آپ کا بوڑھا چچا وفات پاچکا ہے اس میں گمراہ کا لفظ نہیں آیا\_ (3)یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے (نعوذ باللہ) ایک مشرک کو غسل دینے کا حکم کیسے دیا ؟ اوریہاں پر یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ آخر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے عقیل اور طالب کو جو مشرک تھے غسل دینے کا حکم دینے کی بجائے علیعليه‌السلام کو کیوں حکم دیا؟ پھر یہ بات رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے غمگین ہونے، ابوطالبعليه‌السلام کیلئے طلب مغفرت و رحمت کرنے، ان کے جنازے کو کندھا دینے اور جنازے کے ساتھ چلنے سے کیسے ہماہنگ ہوسکتی ہے؟ جبکہ یہی لوگ روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم مشرک کے جنازے کے ساتھ چلنے کو جائز نہیں سمجھتے؟ (4)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ المحاسن والمساوی جلد 1 صفحہ 57\_

2\_ المصنف ج 6ص 39 نیز ملاحظہ ہو: کنز العمال ج17 ص 32 و 33 ، نصب الرایہ ج2 ص 281 و 282 اور اسی کے حاشیہ میں مختلف منابع سے مذکور احادیث\_

3\_ مسند الامام احمد ج1 ص 129 اور 35 1و انساب الاشراف بہ تحقیق المحمودی ج 2 ص 24 اس میں مذکور ہے کہ آپ نے انکو بذات خود حکم دیا تو انہوں نے انہیں دفن کردیا\_

4\_ اس بحث کی ابتدا میں بعض مآخذ کا ذکر ہوچکا اور یہ بھی کہ مشرک کے جنازے میں شرکت جائز نہیں ہے\_ رجوع کریں سنن بیہقی وغیرہ جیسی کتب احادیث کی طرف\_

اس کے علاوہ کیا یہ درست ہوسکتاہے کہ حضرت علیعليه‌السلام نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا حکم ماننے سے انکار کیا ہو یہاں تک کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ ان سے یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ یہ کام کسی اور کے ذمے لگادو؟ کیا حضرت علیعليه‌السلام اس قسم کی باغیانہ ذہنیت رکھتے تھے؟ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا\_

اس کے علاوہ یہ لوگ متعدد مآخذ سے منقول اس حقیقت کے بارے میں کیا جواب دیں گے جن کے مطابق حضرت علیعليه‌السلام نے خود بہ نفس نفیس ابوطالبعليه‌السلام کو غسل دیا، دفن کیا اور ان کو غسل دینے کے بعد غسل مس میت کیا جو کسی بھی مسلمان میت کو چھونے پر واجب ہوتا ہے؟(1)

پس جب یہ واضح ہوگیا کہ ابوطالب سچے مسلمان تھے تو پھر مدینی جیسے افراد کی یا وہ گوئی پرجو نہ عقل کے مطابق ہے نہ شرع کے، کان دھرنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ لوگ چاپلوسی اور نیکی کے دکھا وے کے ذریعے کوئی نتیجہ حاصل نہیں کرسکتے جیسا کہ مدینی کہتا ہے کہ میری آرزو تھی کہ ابوطالبعليه‌السلام مسلمان ہوتے یوں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کو خوشی حاصل ہوتی اگرچہ اس کے بدلے مجھے کافر ہونا پڑتا\_ (2)

ابوطالبعليه‌السلام نے اپنا ایمان کیوں چھپایا؟

اگر ہم دعوت اسلامی کے تدریجی سفر اورابوطالبعليه‌السلام کے طرز عمل کا مطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ وہ پہلے پہل ہوبہو مومن آل فرعون کی طرح اپنا ایمان چھپاتے تھے\_ ان کی روش یہ رہی کہ کبھی اس کو ظاہر کرتے اور کبھی مخفی رکھتے یہاں تک کہ بنی ہاشم شعب ابوطالب میں محصور ہوئے اس کے بعد انہوں نے اسے زیادہ ظاہر کرنا شروع کیا\_

امام صادقعليه‌السلام سے منقول ہے کہ حضرت ابوطالبعليه‌السلام کی مثال اصحاب کہف کی سی ہے جنہوں نے اپنا ایمان چھپایا اور شرک کا دکھاوا کیا پس خدانے ان کو دگنا اجر عنایت کیا\_ (3)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ تاریخ الخمیس ج 1 30 2\_ عیون الاخبار ج 1ص 263 (ابن قتیبہ) \_

3\_ امالی صدوق ص 551، شرح نہج البلاغة معتزلی ج 14 ص 70، اصول کافی ج 1 ص 373، روضة الواعظین ص 139، بحار الانوار ج 35 ص 111، الغدیر ج 7 ص 385\_390 از مآخذ مذکور، الحجة (ابن معد) ص 17اور 115، تفسیر ابی الفتوح ج 4 ص 212، الدرجات الرفیعة اور ضیاء العالمین\_

شعبی نے ذکر سندکے بغیر امیرالمؤمنین حضرت علیعليه‌السلام سے نقل کیا ہے کہ واللہ ابوطالب بن عبدالمطلب بن عبد مناف مسلمان اور مومن تھے اور اس خوف سے اپنا ایمان چھپاتے تھے کہ قریش بنی ہاشم کے خلاف اعلان جنگ نہ کریں\_ ابن عباس سے بھی اسی طرح کی بات مروی ہے\_ (1) اسکی تائید میں اور بھی متعدد احادیث موجود ہیںجنکے ذکر کی یہاں گنجائشے نہیں\_ (2)

لیکن ایک اور روایت کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے جو شاید حقیقت سے قریب تر ہو\_ اسے شریف نسابہ علوی (معروف بہ موضح) نے اپنی اسناد کے ساتھ یوں بیان کیا ہے جب ابوطالبعليه‌السلام کی وفات ہوئی تو اس وقت مردوں پر نماز نہیں پڑھی جاتی تھی پس نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ان کی اور حضرت خدیجہ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی \_بس اتنا ہوا کہ حضرت ابوطالب کا جنازہ گزرا جبکہ حضرت علیعليه‌السلام ، جعفرعليه‌السلام اور حمزہعليه‌السلام بیٹھے ہوئے تھے\_ (3) تب وہ کھڑے ہوگئے اور جنازے کی مشایعت کی پھر ان کیلئے مغفرت کی دعا کی\_

پس بعض لوگوں نے کہا ہم اپنے مشرک مردوں اور رشتہ داروں کیلئے دعا کرتے ہیں\_ (لوگوں نے یہ خیال کیا کہ حضرت ابوطالب کی حالت شرک میں وفات ہوئی اسلئے کہ وہ ایمان کو چھپاتے تھے) چنانچہ خدا نے اس آیت میں حضرت ابوطالب کو شرک سے منزہ ،نیز اپنے نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اور مذکورہ تین ہستیوں کو خطاسے بری قرار دیا ہے (ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین و لوکانوا اولی قربی) یعنی نبی اور مومنین کیلئے روانہیں کہ وہ مشرکین کیلئے طلب مغفرت کریں اگرچہ وہ ان کے قریبی رشتہ دارہی کیوں نہ ہوں\_

پس جو بھی حضرت ابوطالب کو نعوذ باللہ کافر سمجھے تو گویا اس نے نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو خطا کار ٹھہرایا حالانکہ خدانے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے اقوال و افعال کو خطاسے منزہ قرار دیا ہے\_ (4)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ امالی صدوق ص 550، الغدیر ج 8 ص 388 از کتاب الحجة ص 24، 94، 115 \_

2\_ رجوع کریں الغدیر ج 7 ص 388\_390 از الفصول و المختارة ص 80، اکمال الدین ص 103 اور کتاب الحجة (ابن معد) از ابوالفرج اصفہانی\_

3\_ حضرت جعفر حبشہ گئے ہوئے تھے پس یا تو وہ مختصر مدت کیلئے وہاں سے لوٹنے کے بعد پھر واپس ہوئے تھے یا راوی نے اپنی طرف سے عمداً یا سہواً ایسی بات لکھ دی ہے\_

4\_ الغدیر ج 7ص 399 از کتاب الحجة (ابن معد) ص 168\_

ایمان ابوطالب عليه‌السلام کو چھپانے کی ضرورت کیا تھی؟

ہم جرا ت کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ابوطالبعليه‌السلام کا اپنے ایمان کو مخفی رکھنا اسلام کی ایک شدید ضرورت تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ دعوت اسلامی کو ایک ایسے بااثر فرد کی ضرورت تھی جو اس دعوت کیپشت پناہی اور اس کے علمبردار کی محافظت کرتا بشرطیکہ وہخود غیر جانبدار ہوتا تاکہ اس کی بات میں وزن ہو \_یوں اسلامی دعوت اپنی حرکت و کارکردگی کو غیر مؤثر بنانے والے ایک بہت بڑے دباؤ کا سامنا کئے بغیر اپنی راہ پر چل نکلتی\_

ابن کثیر وغیرہ نے کہا ہے اگر ابوطالبعليه‌السلام مسلمان ہوجاتے (ہم تو یہ کہتے ہیں کہ وہ مسلمان تھے لیکن اس حقیقت کو چھپاتے تھے) تو مشرکین قریش کے پاس ان کی کوئی حیثیت نہ رہتی اور نہ ان کی بات میں وزن ہوتا \_نیز نہ ان پر آپ کی ہیبت باقی رہتی اور نہ وہ ان کا احترام ملحوظ رکھتے بلکہ ان کے خلاف ان میں جسارت پیدا ہوتی اور اپنے دست و زبان سے ان کی مخالفت کرتے\_ (1)

ابوطالب عليه‌السلام پر تہمت کیوں؟

شاید حضرت ابوطالب کا واحد جرم یہ ہو کہ وہ امیرالمومنین حضرت علی عليه‌السلام کے والد تھے\_ درحقیقت اس قسم کی ناروا تہمتوں کا اصلی ہدف حضرت ابوطالبعليه‌السلام نہیں بلکہ ان کے بیٹے حضرت علیعليه‌السلام ہیں جوامویوں، زبیریوں اور دشمنان اسلام کی آنکھوں کا کانٹا تھے \_ان لوگوں کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ حضرت علی عليه‌السلام سے مربوط ہر کام میں عیب نکالیں یہاں تک کہ نوبت ان کے بھائی جعفر اور ان کے والد ابوطالبعليه‌السلام تک بھی جا پہنچی \_بلکہ ہم تو دیکھتے ہیں کہ ان کے حق میں مختلف فرقوں کے نزدیک صحیح سند کے ساتھ ثابت کوئی فضیلت ایسی نہیں جس کی نظیر خلفاء ثلاثہ کیلئے بھی بیان نہ کی گئی ہو (البتہ ضعیف اسناد کے ساتھ) تمام تعریفیں اس خدا کیلئے ہیں اور برہان کامل بھی اس کی ہی ہے\_

ہم یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ اگر ابوسفیان یا حضرت علی عليه‌السلام کے دیگر دشمنوں کے آباء و اجداد میں سے کسی

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ البدایة و النہایة ج 3 ص 41 نیز رجوع کریں السیرة النبویة (دحلان) ج 1 ص 46\_

ایک نے بھی ابوطالبعليه‌السلام جیسی خدمات کا دسواں حصہ انجام دیا ہوتا تو اس کی خوب تعریفیں ہوتیں اور اسے زبردست خراج تحسین پیش کیاجاتا \_اس کی شان میں احادیث کے ڈھیر لگ جاتے\_ نیز دنیوی و اخروی لحاظ سے اس کی کرامتوں اور شفاعتوں کا زبردست چرچاہوتا بلکہ ہر زمانے اور ہر مقام پر ان چیزوں میں مسلسل اضافہ ہی ہوتا رہتا\_

عجیب بات تو یہ ہے کہ معاویہ کا باپ ابوسفیان جس نے حضرت عثمان (کے خلیفہ بننے کے بعد ان )کی محفل میں یہ کہا: '' یہ حکومت تیم اور عدی سے ہوتے ہوئے اب تم تک آئی ہے اسے اپنے درمیان گیند کی طرح لڑھکا تے رہو اور بنی امیہ کو اس حکومت کے ستون بناؤ ، کیونکہ یہ تو صرف حکومت کا کھیل ہے\_ قسم ہے اس کی جس کی ابوسفیان قسم کھاتا ہے نہ جنت کی کوئی حقیقت ہے نہ جہنم کی''(1) وہ تو ان کی نظر میں مؤمن متقی عادل اور معصوم ٹھہرا لیکن حضرت ابوطالب (بہ الفاظ دیگر حضرت علیعليه‌السلام کے والد) کافر و مشرک ٹھہرے اور جہنم کے ایک حوض میں ان کا ٹھکانہ ہو جس کی آگ ان کے ٹخنوں تک پہنچے اور جس کی حرارت سے ان کا دماغ کھولنے لگے\_ (نعوذ باللہ من ذلک) آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

ابولہب اور پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی نصرت؟

مذکورہ بالا معروضات کے بعداس بات کی طرف اشارہ ضروری ہے جس کا بعض لوگ اس مقام پر ذکر کرتے ہیں اور وہ یہ کہ ابوطالبعليه‌السلام کی وفات کے بعد ابولہب نے پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی مدد کرنے کیلئے اپنی آمادگی کا اعلان کیا \_ قریش نے از راہ حیلہ ابولہب سے کہا کہ پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کہتا ہے کہ تمہارا باپ عبدالمطلب جہنمی ہے\_ ابولہب نے پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے سوال کیا تو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے اسے جو جواب دیا وہ ان لوگوں کے قول کے مطابق تھا پس ابولہب نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیا پھر زندگی بھر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی دشمنی اختیار کی\_ (2)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ النزاع و التخاصم ص 20 عجیب بات یہ بھی ہے کہ معاویہ جس کے باپ کے نظریات او پر مذکور ہوچکے ہیں اور بیٹا یزید جو یہ کہتا ہو کہ ''لعبت ہاشم بالملک فلا خبر جاء و لا وحی نزل'' بنی ہاشم نے حکومت کا کھیل کھیلا وگرنہ حقیقت میں نہ تو کوئی خبر آئی ہے نبوت کی اور نہ ہی کوئی وحی اتری ہے \_ یہ سب کے سب اور ان کے ماننے والے تو پکے مسلمان لیکن ابوطالب اورانہیں مسلمان ماننے والے ... ؟ از مترجم \_

2\_ بطور مثال رجوع کریں : البدایة والنہایة ج3 ص 43 از ابن جوزی اور تاریخ الخمیس ج1 ص 302\_

ہمیں یقین ہے کہ یہ واقعہ جھوٹا ہے اور اس کی وجوہات درج ذیل ہیں\_

پہلی وجہ: یہ ہے کہ ابولہب کو پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھ دس سالہ دشمنی کے دوران کیونکر علم نہ ہوا کہ پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اور اسلام کا نقطہ نظر حالت شرک میں مرنے والے ہر شخص کے بارے میں یہی ہے کہ وہ جہنمی ہوتا ہے؟ پھر وہ اتنی مد ت تک کس بنا پر پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا مقابلہ کرتا رہا؟

نیز اس نے حضرت ابوطالبعليه‌السلام کی زندگی میں حضوراکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے کیوں دشمنی کی اور ان کی وفات کے بعد آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی حمایت اور نصرت پر کیوں اتر آیا؟ وہ بتائیں کہ ابوطالبعليه‌السلام نے ابولہب کی روش کیوں نہیں اپنائی اورابولہب نے حضرت ابوطالبعليه‌السلام کی روش کیوں اختیار نہیں کی؟

دوسری وجہ: ہم پہلے ہی بیان کرچکے کہ عبدالمطلب مشرک نہیں تھے بلکہ سچے مؤمن تھے\_

یہ روایت کیوں گھڑی گئی؟

اس روایت کو جعل کرنے کی وجہ شاید یہ تاثر دینا ہو کہ حضرت ابوطالب کی حمایت خاندانی جذبے، نسلی تعصب یا بھتیجے کے ساتھ فطری محبت کی بنا پر تھی\_ لیکن یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ اس سے قبل ابولہب کا خاندانی تعصب اور جذبہ کہاں تھا؟ یا بھتیجے کے ساتھ اس کی فطری محبت کہاں گئی ہوئی تھی؟ خاص کر اس وقت جب قریش نے بنی ہاشم کا شعب ابوطالب میں محاصرہ کررکھا تھا اور وہ بھوک کی وجہ سے قریب المرگ ہوگئے تھے؟

نیز اس کے بعد بھی اس کا قومی اور خاندانی جذبہ کہاں چلاگیا؟ ابولہب ہی تھا جو آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو ستانے اور لوگوں کو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے دور رکھنے کیلئے جگہ جگہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا تعاقب کرتا تھا \_حضرت ابوطالبعليه‌السلام کی قربانیوں کے ذکر میں ہم نے اس بارے میں بعض عرائض پیش کئے تھے، لہذا ان کا اعادہ مناسب نہیں\_

چوتھا باب

ہجرت طائف تک

پہلی فصل : ہجرت طائف

دوسری فصل : بیعت عقبہ تک کے حالات

تیسری فصل : بیعت عقبہ

پہلی فصل

ہجرت طائف

نئی جد وجہد کی ضرورت

حضرت ابوطالبعليه‌السلام کی وفات کے باعث پیغمبر اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ایک ایسے طاقتور مددگار سے محروم ہوگئے جس نے اپنے ہاتھ، اپنی زبان، اپنے اشعار، اپنی اولاد، اپنے رشتہ داروں اور تمام وسائل کے ساتھ آنحضرتعليه‌السلام کی اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے آسمانی مشن کی حمایت کی\_ اس مقصد کے حصول کیلئے انہوں نے اپنی حیثیت، دولت اور معاشرتی روابط کو بھی داؤ پر لگا دیا (جیساکہ بیان کیا چکا ہے)\_

قریش کا یہ خیال تھا کہ پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا عزم و عمل اپنے حامی وناصر کی موت کے بعد کمزور پڑجائے گا \_چنانچہ ابوطالبعليه‌السلام کی وفات کے بعد قریش نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو مختلف قسم کی اذیتیں پہنچائیں\_ وہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے اس عظیم المرتبت چچا کی زندگی میں اس قسم کی اذیتیں پہنچانے سے عاجز تھے\_ لیکن اب ان کو موقع ملاکہ وہ اپنے اندرونی کینے کا اظہار کریں اور دل کی بھڑاس نکالیں، اس شخص کے خلاف جسے وہ اپنے لئے مشکلات اور مسائل کی بنیاد سمجھتے تھے\_

حضور اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے بھی یہی محسوس کیا کہ اسلام کو زبردست دباؤکا سامنا ہے جو اس دین کی ترویج اور لوگوں کے قبول اسلام کی راہ میں رکاوٹ بن رہا ہے\_ کیونکہ مسلمان دیکھتے تھے کہ قبول اسلام کا نتیجہ ایذا رسانی وتعذیب یا اہانت وتحقیر کے سوا کچھ نہیں نکل رہا\_ بلکہ اب تک جو کچھ ہاتھ آچکا تھا اور جس امر کے حصول کیلئے خطرات ومشکلات کامقابلہ کرتے ہوئے زبردست جدوجہد کی گئی تھی وہ بھی ایسے خطرات کی نذر ہوسکتا تھا جن کا کامیاب مقابلہ شاید آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے بس کی بات نہ ہوتی\_

ان حالات کے پیش نظر ایک نئی جدوجہد کی ضرورت تھی جو دعوت اسلامی کیلئے مہمیز ثابت ہوتی نیز اس کو مزید جاندار کرنے اور متوقع خطرات کا مقابلہ کرنے کیلئے زیادہ سے زیادہ طاقتور بناتی\_

پس جب آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کامکہ میں بیٹھے رہنا دعوت اسلامی کیلئے جمود کا باعث ٹھہرا اگرچہ اس دعوت کے وجودکیلئے باعث خطر نہ بھی ہوتا تو واضح ہے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم فطری طور پر ایک ایسی جگہ تلاش کرتے جہاں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم قریش کی ایذا رسانیوں اور سازشوں سے دوررہتے ہوئے آزادی کے ساتھ اپنی سرگرمیوں اور دعوت الی اللہ کا سلسلہ جاری رکھ سکتے اور وہ مسلمان جو قریش کے ہاتھوں قسم قسم کی اذیتوں اور تکالیف میں مبتلا تھے سکون کاسانس لے سکتے، قبل اس کے کہ وہ مایوسی کا شکار ہو جاتے یا پے درپے مشکلات اور دباؤکے باعث ہتھیار ڈال دیتے\_ ان وجوہات اوران کے علاوہ دیگر اسباب کی بنا پر آنحضرتعليه‌السلام نے طائف کی طرف ہجرت فرمائی\_

ہجرت طائف

جب خدانے اپنے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو مکہ سے نکلنے کی اجازت دی (کیونکہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا حامی ومددگار ابوطالبعليه‌السلام اس دنیا سے جاچکا تھا) تو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم طائف کی طرف نکل پڑے\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھ (مختلف اقوال کی رو سے) حضرت امام علیعليه‌السلام (1) یا زید بن حارثہ یا دونوں تھے (2) یہ واقعہ بعثت کے دسویں سال کا ہے جبکہ ماہ شوال کے چند دن ابھی باقی تھے\_

آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم طائف میں دس دن رہے\_ ایک قول کی بناپر ایک ماہ رہے\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے وہاں کے سرکردہ لوگوں میں سے ہر ایک کے ساتھ ملاقات کر کے گفتگو فرمائی لیکن کسی نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو مثبت جواب نہ دیا\_ انہیں اپنی نوجوان نسل کے بارے میں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے خطرہ محسوس ہوا \_چنانچہ انہوں نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو وہاں سے نکل جانے کیلئے کہا\_ ادھر اوباشوں کو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے خلاف اکسایا جو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے راستے میں دوقطاریں بناکر بیٹھے اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پر پتھربرسانے لگے\_ حضرت علیعليه‌السلام آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا دفاع کررہے تھے یہاں تک کہ حضرت علیعليه‌السلام یازید بن حارثہ کا سر زخمی ہوگیا\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سیرة المصطفی ص 221\_222اور شرح نہج البلاغة معتزلی ج 14ص 97از شیعہ\_

2\_ شرح نہج البلاغة معتزلی ج 4ص 127از مدائنی اور سیرت مصطفی ص 221\_222\_

کہتے ہیں کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے ربیعہ کے بیٹوں(عتبہ، اور شیبہ) کے باغ میں پناہ لی اور اس باغ کے ایک کونے میں بیٹھ گئے\_ ربیعہ کے بیٹوں نے جب آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو تکلیف میں مبتلا دیکھا تو ان کے جذبات بیدار ہوئے\_ انہوں نے اپنے غلام ''عداس'' کو جو نینوا کا باشندہ اور نصرانی تھا، انگوروں کے ساتھ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی خدمت میں بھیجا\_ اس نے انگور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے سامنے رکھے\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' کہا\_ عداس کویہ دیکھ کر (کہ اس علاقے میں کوئی خدا کا نام لیوا بھی موجود ہے) تعجب ہوا پھر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ اور اس کے درمیان گفتگو ہوئی جس میں عداس مسلمان ہوا\_ ربیعہ کے ایک بیٹے نے دوسرے سے کہا تیرے غلام کو اس نے تیرا مخالف بنادیا\_

اس کے بعد پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اسلام مکہ لوٹے اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے دشمن آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو نت نئی اذیتیں دینے کے درپے ہوگئے لیکن آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ہر قسم کی متوقع مشکلات کا مقابلہ کرنے کےلئے عزم صمیم کے ساتھ آمادہ تھے \_چنانچہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے اپنے ساتھی حضرت علیعليه‌السلام یا حضرت زید سے فرمایا بتحقیق اللہ ان (مشکلات) سے نکلنے اور نجات حاصل کرنے کی کوئی سبیل نکالے گا\_ بے شک وہ اپنے دین کا ناصر اور اپنے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو فتح عطاکرنے والا ہے\_

اس کے بعد آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے اخنس بن شریق سے کہا کہ وہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو مکہ میں داخل ہونے کیلئے اپنی امان میں لے، لیکن اس نے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ وہ قریش کاحلیف ہے اور کوئی حلیف (اپنے دوسرے حلیف کے مخالفین کو) پناہ نہیں دے سکتا\_ (1)

اس کے بعد آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے سہیل بن عمرو سے امان مانگی لیکن اس نے بھی اس بہانے انکار کیا کہ اس کا تعلق بنی عامر سے ہے اور وہ بنی کعب کے مخالفین کو پناہ نہیں دے سکتا\_ آخر کار آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم مطعم بن عدی کی پناہ میں داخل مکہ ہوئے\_ مطعم اور اس کے افراد آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی حمایت کیلئے مسلح ہوگئے\_ ادھر قریش نے اس کی امان قبول کرلی\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ ہجرت ابوبکر اور ابن دغنہ کی پناہ میں ان کی مکہ میں واپسی کا واقعہ ذکر کرتے وقت اس کے حوالہ جات گزر چکے ہیں\_

کہتے ہیں کہ آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے مکہ پہنچنے کے پہلے ہی دن اس کی امان سے نکلنے کا فیصلہ کیا لیکن کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اس کی امان میں کچھ مدت تک باقی رہے\_

یہ ہے مختصر طور پر وہ واقعہ جسے مورخین نے ہجرت طائف اور وہاں سے واپسی کے متعلق بیان کیا ہے\_

مزید ہجرتیں

یہ بھی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اپنے چچا حضرت ابوطالب کی رحلت کے بعد حضرت علی عليه‌السلام کو لیکر بنی صعصعہ کے ہاں چلے گئے لیکن انہوں نے مثبت جواب نہ دیا\_ یوں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم دس دن مکہ سے باہر رہے\_ اس کے علاوہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے حضرت علی عليه‌السلام اور حضرت ابوبکر کے ساتھ بنی شیبان کے ہاں بھی ہجرت اختیار کی\_ اس دفعہ حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم تیرہ دن مکہ سے باہر رہے لیکن وہاں سے بھی کسی قسم کی مدد حاصل نہ کرسکے\_ (1)

یہاں ہم توقف کرتے ہیں تاکہ مذکورہ بالا باتوں سے مربوط بعض ایسے نکات کی وضاحت کریں جو ہماری دانست میں ایک حدتک اہمیت کے حامل ہیں\_ یہ نکات درج ذیل ہیں:

1\_ عداس کا قصہ

رہا عداس کا مذکورہ کردار اور پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا اس کے لائے ہوئے انگور کو تناول فرمانا تو یہ بات ہمارے نزدیک مشکوک ہے جس کی درج ذیل وجوہات ہیں:

(الف) پہلے بیان ہوچکا ہے کہ نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کسی مشرک کے تحفے کو قبول نہیں کرتے تھے\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو منظور نہ تھا کہ مشرک کا آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے اوپر کوئی احسان ہو جس کے بدلے میں وہ آپ کے احسان کا مستحق بنے\_ پھر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے کیونکر ربیعہ کے مشرک بیٹوں کا ہدیہ قبول فرمایا؟ اور کیسے راضی ہوئے کہ ان کا احسان اٹھائیں؟صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے عداس کا ہدیہ قبول فرمایا تھا اور یہ نہیں جانتے تھے کہ اسے ان لوگوں نے بھیجا ہے \_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ شرح نہج البلاغة معتزلی ج 4ص 126 \_

(ب) مذکورہ روایت صاف کہتی ہے کہ عداس مسلمان ہوا حالانکہ کچھ حضرات کہتے ہیں کہ پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم طائف سے غمگین ومحزون واپس آئے اور کسی مرد یا عورت نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی دعوت قبول نہ کی (2) مگر یہ کہا جائے کہ ان لوگوں کی مراد یہ ہے کہ کسی آزاد شخص نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی آواز پر لبیک نہیں کہا یا یہ کہ طائف والوں میں سے کسی نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی بات نہیں مانی\_ رہا عداس، تو وہ نینوا کا با شندہ تھا\_

(ج) رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے تقریبا دس سال گزرگئے تھے\_ اس دعوت کی شہرت مکہ سے نکل کر دیگر شہروں اور سرزمینوں میں بھی پہنچ چکی تھی\_ یوں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا پیغام زبان زد خاص وعام ہوچکے تھے\_ پھر عداس کو طائف میں خدا کا نام سن کر تعجب کیسے ہوا جبکہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کو طائف آئے ہوئے دس دن یا ایک ماہ کا عرصہ بھی گزرچکا تھا؟ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم لوگوں کو بغیر کسی سستی یاتھکاوٹ کے مسلسل اسلام کی دعوت دیتے رہے تھے\_ کیا یہ معقول ہے کہ اس پورے عرصے میں عداس نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم یا آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی دعوت کا تذکرہ ہی نہ سنا ہو، نہ طائف میں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی موجودگی کے دوران اور نہ ہی اس پورے علاقے میں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی تبلیغ شروع ہونے کے بعد سے اب تک؟

وحی کی ابتداء سے مربوط روایت کی بحث کے دوران ہم نے عداس کے بارے میں تھوڑی گفتگو کی تھی، لہذا دوبارہ بحث کرنے سے گریز کرتے ہیں\_

2\_کسی کی پناہ میں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا داخل مکہ ہونا:

کہتے ہیں کہ اخنس بن شریق اور سہیل بن عمرو نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کو دخول مکہ کیلئے پناہ دینے سے انکار کیا\_ اخنس نے یہ بہانہ کیا کہ وہ قریش کا حلیف ہے اور حلیف اپنے ہم عہد کے کسی مخالف کو پناہ نہیں دے سکتے (2) پھر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم مطعم بن عدی کی پناہ میں داخل مکہ ہوئے\_ ہمارے نزدیک یہ بات بھی مشکوک ہے کیونکہ:

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ رجوع کریں: طبقات ابن سعد ج 1قسم اول ص 142\_

2\_ حبشہ کی طرف حضرت ابوبکر کی ہجرت کے باب میں اس کے حوالہ جات ملاحظہ کریں\_

(الف) ہم پہلے عرض کرچکے ہیں کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کو یہ بات گوارا نہ تھی کہ کسی مشرک کا آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پر کوئی حق ہو جس کیلئے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو اس کا شکر گزار ہونا پڑے\_

(ب) وہ پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم جواپنی زندگی کے پچاس سال عربوں کے درمیان گزار چکے تھے اس پوری مدت میں یہ کیسے نہ جان سکے کہ کوئی حلیف (دوسرے حلیف کے مخالف) کسی کو پناہ نہیں دے سکتا اور یہ کہ بنی عامر بنی کعب کے کسی مخالف کو پناہ نہیں دے سکتے تھے\_

(ج) کیا یہ عمل یعنی مشرکین کی پناہ لینا ظالموں اور کافروں کی طرف میلان نہیں؟ جبکہ خدا فرماتا ہے: (ولا تؤمنوا الا لمن تبع دینکم) یعنی اپنے دین کے پیروکاروں کے علاوہ کسی کو نہ مانو\_

نیز فرماتا ہے: (ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار) (1) یعنی ظالموں کی طرف میلان نہ رکھو وگرنہ آگ کا مزہ چکھنا پڑے گا\_

(د) ہم تاریخ میں دیکھتے ہیں کہ عثمان بن مظعون ولید بن مغیرہ کی امان سے نکل گیا تاکہ اپنے دیگر بھائیوں کی دلجوئی کرسکے توکیا رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ اس لحاظ سے عثمان بن مظعون کے برابر بھی نہ تھے؟ اور کیا آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم میں ان اذیتوں اور سختیوں کو برداشت کرنے کا حوصلہ نہ تھا جو قریش آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو پہنچانے والے تھے؟ یہ تو سچ مچ ایک عجیب بات ہے\_

نیز جب آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے اس کی امان کو رد کردیا تو قریش کی ایذا رسانیوں کا خوف کہاں گیا؟خاص کر اس صورت میں کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم تو پہلے ہی دن ان کی پناہ سے نکل گئے تھے\_

اگر کوئی یہ کہے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو قتل ہوجانے کا خطرہ تھا اسلئے ان لوگوں سے پناہ طلب کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو معلوم تھا کہ قریش ایسا نہیں کرسکتے اور ایسا کرنا ان حالات میں خود ان کے مفادات کے برخلاف تھا خصوصاًاس صورت میں کہ یہ کام اعلانیہ طور پر انجام پاتا\_

ان ساری باتوں کے علاوہ یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ آخر بنی ہاشم اس وقت کہاں گئے تھے؟ وہ اپنے سید

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ ہود، آیت 113\_

وسردار کی حمایت کیلئے کیوں کھڑے نہ ہوئے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کو دوسروں سے مدد لینی پڑی؟ آخر خدا اور رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے شیر (حضرت حمزہ) کہاں تھے\_ جس نے ابوجہل کی خبر لی تھی (جیساکہ ذکر ہوچکا ہے)؟

3\_ جنوں کے ایک گروہ کا قبول اسلام

مورخین کہتے ہیں کہ جب آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم طائف سے مکہ واپس آرہے تھے تو بعض جنوں سے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی ملاقات ہوئی\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ان کو قرآن پڑھ کر سنایا تو وہ ایمان لے آئے پھر وہ اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے اور انہیں اسلام کی بشارت دی اور عذاب الہی سے ڈرایا\_ پس خدا نے اس واقعے کا ذکر قرآن میں یوں کیا: (قل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرآنا عجبا یہدی الی الرشد ...)\_

لیکن بظاہر جنوںکے قبول اسلام کا واقعہ بعثت کے ابتدائی دنوں کا ہے کیونکہ روایت کہتی ہے کہ جب نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی بعثت ہوئی تو جنوں کیلئے آسمانوں سے خبریں چرانے کا راستہ بند ہوگیاکیونکہ اب ان کو آسمانی شہابوں کا نشانہ بنایا جاتا تھا\_ تب انہوں نے سوچا کہ اس کی وجہ زمین میں واقع ہونے والا کوئی غیر معمولی واقعہ ہوگا\_ پس وہ زمین کی طرف لوٹے اور تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی بعثت ہوچکی ہے\_ تب انہوں نے قرآن کو سنا اور ایمان لے آئے پس یہ آیت اتری\_ (1)

ایک اور روایت میں ہے کہ ابلیس نے اپنے لشکر کو بغرض تحقیق بھیجا جو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی بعثت کی خبر لیکر اس کی طرف پلٹے\_ (2)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ رجوع کریں: در المنثور ج 6 ص 270\_275 بخاری، مسلم، عبد بن حمید، احمد، ترمذی، نسائی، حاکم، ابن منذر، طبرانی، ابن مردویہ، ابونعیم، بیہقی اور دیگران سے اور تاریخ الخمیس ج 1 ص 303\_304 اور کہا گیا ہے کہ سورہ احقاف کی آیات طائف سے واپس آتے ہوئے اسی مناسبت سے نازل ہوئیں لیکن درالمنثور ج 6 ص 45 مسلم، احمد، ترمذی اور عبد بن حمید و دیگران کے حوالے سے اسے رد کیا گیا ہے \_

2\_ تاریخ الخمیس ج 1ص 304 \_

ابن کثیر کا عقیدہ بھی ہمارے اس قول کے مطابق ہے کہ یہ واقعہ بعثت کے ابتدائی دنوں کا ہے\_ (1) اس بات کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ بعض روایات کے مطابق جس رات جنوں نے اسلام قبول کیا ابن مسعود آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھ تھے (2) جبکہ ابن مسعود مہاجرین حبشہ میں سے ایک ہیں، بنابریں یہ واقعہ لازمی طور پر ہجرت حبشہ سے قبل کا ہونا چاہی ے یعنی بعثت کے پانچویں سال سے پہلے کا\_

4\_ طائف اور آس پاس والوں سے روابط

طائف والوں کا اہل مکہ اور آس پاس والوں سے اقتصادی رابطہ تھا کیونکہ اہل طائف مکہ اور دیگر علاقوں کو پھل برآمد کرتے تھے\_

بنابر این وہ اپنے مستقبل کو اقتصادی اور معاشرتی طور پر دوسروں کے ساتھ منسلک دیکھتے تھے\_ اس بات کے پیش نظر طائف والوں کو ان لوگوں کے ساتھ نزدیکی تعلقات اور روابط استوار رکھنے اور ان کی خوشنودی و رضامندی حاصل کرنے کی ضرورت تھی تاکہ ان کو آس پاس والوں خاص کراہل مکہ (جو ان کی برآمدات کی سب سے بڑی منڈی تھا) کی طرف سے معاشرتی دباؤ یااقتصای بائیکاٹ کاسامنا نہ کرنا پڑے (جیساکہ بنی ہاشم کو سامنا کرنا پڑا)\_

محقق روحانی نے اس نکتے کا اضافہ کیا ہے کہ مکہ والوں کے ہاں ایک بُت تھا جسے عزی کہتے تھے\_ اس بت کے مخصوص خادم تھے\_ اہل عرب اس بت کی زیارت کرتے تھے، (3) بنابریں اہل مکہ کو عربوں کے درمیان ایک قسم کی دینی مرکزیت حاصل تھی، جس کی وہ سختی سے حفاظت کرتے تھے\_

یہاں سے ہم ملاحظہ کرتے ہیں کہ اہل طائف نے نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھ سختی کیوں برتی اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو جلد سے جلد نکال دینے کے در پے کیوں ہوئے؟

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ تاریخ الخمیس ج 1ص 303مواھب اللدنیة سے \_

2\_ تاریخ الخمیس ج 1ص 304 \_

3\_ الاصنام (کلبی)ص16 ، حاشیہ سیرہ حلبیہ پر السیرة النبویہ و حلان ج 3 ص 11 اور تاریخ الخمیس ج 2 ص 135\_

5\_ اسلام دین فطرت

ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ طائف والوں کو پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی دعوت سے اپنی نوجوان نسل کیلئے خطرہ محسوس ہوا\_ باوجود اس کے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ ان کے درمیان نہایت مختصر وقت کیلئے ٹھہرے تھے\_ یہ اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ اسلام صاف ستھرے اذہان کو آسانی اور سہولت کے ساتھ اپنی طرف کھینچ لیتا ہے\_ نیز یہ کہ اسلام فطرت سلیم (جو منحرف نظریات و عقائد سے آلودہ نہ ہوئی ہو نیز ذاتی مفادات اور نسلی تعصبات وغیرہ سے متا ثر نہ ہوئی ہو) کے ساتھ سازگار اور ہم آہنگ ہے\_

اسلام صاف اذہان کو آسانی سے متا ثر کیوں نہ کرے جبکہ اس کی بنیادیں واضح عقلی دلائل وبراہین پر استوار ہیں\_وہ فطرت کے ساتھ سازگار ہے\_ نیززندہ ضمیروں کا ترجمان ہے\_ یہی وجہ تھی کہ طائف والے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی باتوں کو رد کرنے یا ان پر بحث کرنے سے عاجز تھے\_ اس کے بدلے انہوں نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو وہاں سے نکل جانے کیلئے کہا\_ انہوں نے کوشش کی کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی حقیقت ان لوگوں کے سامنے مسخ کی جائے، جنہوں نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی بات سنی تھی\_ اس مقصد کیلئے انہوں نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے خلاف غیر منطقی ہتھکنڈے استعمال کئے جن کی پہلی امتیازی علامت توہین اور ایذا رسانی تھی اور دوسری علامت توہین آمیز تمسخر یا استہزاء تھا\_

6\_ کیا یہ ایک ناکام سفر تھا؟

کبھی یہ سوال کیاجاسکتا ہے کہ اس بے ثمر ہجرت کا فوری اور وقتی فائدہ کیا تھا؟ اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ لازمی بات ہے کہ اس حادثے نے ان لوگوں کے اذہان پر (جن سے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ملاقات اور بات کی) کسی نہ کسی قسم کے مثبت اثرات چھوڑے اور بعد میں ان کے مطلوبہ نتائج سامنے آئے\_ اس ہجرت نے واضح طور پر مستقبل میں جب اسلام کابول بالاہوا اور اہل طائف کو اپنے ہمسایوں بالخصوص قریش سے معاشرتی و اقتصادی دباؤ کا خطرہ نہ رہا تو بنی ثقیف کے قبول اسلام کی راہ ہموار کی\_

اس کی وضاحت اس بات سے ہوتی ہے کہ قریش نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے بارے میں افواہیں پھیلاتے تھے کہ (نعوذ بااللہ ) آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم مجنون، ساحر، کاہن، اور شاعر وغیرہ ہیں لیکن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں سے براہ راست ملتے اور لوگ بچشم خود حقیقت حال کا مشاہدہ کرتے، نیز آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی شخصیت اور صفات کا نزدیک سے مشاہدہ کرتے تو ہر قسم کے پروپیگنڈوں اور جھوٹی افواہوں کا اثر ختم ہوجاتا تھا\_ یوں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اور آپکے مشن پر ایمان لے آنانہایت آسان اور سہل ہوجاتا تھا نیز اس میں مزید قوت، گہرائی اور مضبوطی پیدا ہوتی تھی\_

دوسری فصل

بیعت عقبہ تک کے حالات

قحط

پھر بھوک کا سخت بحران آیا\_ یہ نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی بد دعا کا اثر تھا\_ بات یہاں تک پہنچی کہ لوگ علھز (خشک خون) (1) اور حیوانوں کی کھالیں کھانے پر مجبورہوئے نیز ہڈیوں کو جلاکر کھانے لگے\_ مرے ہوئے کتے، مردار اور قبروں سے مردوں کو نکال کر کھا گئے\_ عورتوں نے اپنے بچے کھائے\_ لوگوں کی حالت یہ تھی کہ انہیں اپنے اور آسمان کے درمیان دھوئیں کی طرح کی دھند لاہٹ نظر آتی تھی چنانچہ لوگ اپنی ہی مشکلات میں پھنس کر رہ گئے\_ یوں نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو فرصت ملی (اگرچہ مختصر مدت کیلئے ہی سہی) کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اپنے دین اور مشن کی راہ میں لوگوں کو دعوت دینے اور اللہ کی خوشنودی کی خاطر جدوجہد کرنے کیلئے اٹھ کھڑے ہوں\_

بعثت کا گیارہواں سال آیا تو ابوسفیان نے آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے پاس آکر عرض کیا:'' اے محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم تم خود صلہ رحمی کا پیغام لیکر آئے تھے\_ ادھر تمہاری قوم بھوک سے مر رہی ہے پس اللہ سے ان کیلئے دعا کرو''\_ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کیلئے دعا کی اور خدا نے انہیں قحط سے نجات دی چنانچہ فرمایا\_ (انا کاشفوا العذاب قلیلا انکم عائدون) (2) یعنی ہم تھوڑی دیر کیلئے عذاب کو ہٹالیتے ہیں لیکن تم پھر اپنی سابقہ روش پر لوٹ جاؤگے\_

یہاں اس بات کی طرف اشارہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ابوسفیان کا پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی طرف رجوع کرنا اس بات کو واضح کرتا ہے کہ مشرکین آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے پیغام کی حقانیت و صداقت سے آگاہ تھے لیکن ہٹ دھرمی، تکبر،

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ علھز: خشک خون جسے اونٹ کے بالوں کے ساتھ کوٹ کر قحط کے ایام میں کھا لیتے تھے\_

2\_ سورہ دخان آیت 15رجوع کریں: البدء و التاریخ ج 4ص 157، تفسیر البرہان نے مناقب ابن شھر آشوب ج 4ص 160 سے \_

جاہ طلبی اور اپنی خودساختہ، و ظالمانہ امتیازی حیثیت کو بچانے کی خاطر اس کا انکار کرتے تھے\_

دوسری طرف ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ابوسفیان کی درخواست کو قبول کرتے ہیں لیکن اس کی وجہ ابوسفیان کی بیان کردہ صلہ رحمی نہ تھی کیونکہ درحقیقت اسلام ہی تمام انسانوں کے درمیان باہمی رشتے اور صلے کی بنیاد ہے اور اسی بنا پر ان کے درمیان بھائی چارہ قائم ہوتا ہے\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ابوسفیان کی درخواست اس لئے قبول کی تاکہ اس کو اپنے مشن کی حقانیت کی ایک اور دلیل دکھادیں\_ نیز اس پر اور اس کے دیگر ہم خیال افراد پر اتمام حجت کریں تاکہ ہلاک ہونے والے دلیل کے ساتھ ہلاک ہوں اور زندہ رہنے والے بھی دلیل کے ساتھ زندہ رہیں\_

اس کے ساتھ رسول اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ان لوگوں کو جو (علم وحقیقت کی کوئی) روشنی سے دور زندگی گزار رہے تھے اور بڑے بڑے دنیوی مفادات کے چکر میں پھنسے ہوئے نہ تھے ایک اورموقع دینا چاہتے تھے تاکہ وہ دشمنوں کی پیدا کردہ فضا سے آزاد ہو کر یکسوئی کے ساتھ غوروفکر کریں\_

نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی طرف سے قبائل کو دعوت اسلام

نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم حج کے ایام میں فرصت کو غنیمت سمجھتے ہوئے مختلف قبیلوں کو ایک ایک کر کے اسلام قبول کرنے نیز اس کی تبلیغ و ترویج اور حفاظت و حمایت کرنے کی دعوت دیتے تھے بلکہ جب آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو کسی بھی مشہور یا صاحب شرف آدمی کی آمدکی خبر ملتی تو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اس سے ملتے اور اسے اسلام کی دعوت دیتے لیکن آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا چچا ابولہب ہر جگہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا پیچھا کرتا\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی باتوں کو ٹوکتا اور لوگوں سے کہتا کہ وہ آپ کی بات قبول کریں نہ اطاعت کریں\_ علاوہ ازیں وہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پرمجنون، ساحر، کاہن، اور شاعر وغیرہ ہونے کی تہمت بھی لگاتا تھا\_

لوگ غالباً قریش کے اثر ونفوذ اور طاقت کے خوف سے یا مکہ میں اپنے اقتصادی مفادات کی حفاظت کے پیش نظر( خصوصاً حج کے ایام اور بازار عکاظ میں )قریش کی باتوں پر کان دھرتے تھے\_

ادھر آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو ناکام بنانے کیلئے ابولہب کی ذاتی کوششوں نے بھی انتہائی منفی اثرات دکھائے کیونکہ وہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا چچا تھا اور دوسروں سے زیادہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے بارے میں با خبر تھا\_

آخر کار پیغمبراسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوششیں رنگ لائیں کیونکہ جب آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی دعوت کے ظہور اور پھیلاؤ نیز قریش کے مقابلے میں آپ کی پے درپے کامیابیوں بالخصوص فتح مکہ کے نتیجے میں قریش کی شان وشوکت ختم ہوگئی\_ ان کا کمال زوال میں بدلنے لگا اور ان کے اثر ونفوذ کو زبردست دھچکا لگا تو مختلف علاقوں سے عرب وفود یکے بعد دیگرے مدینہ پہنچنے لگے تاکہ وہ اپنی دوستی اور حمایت کا اعلان کریں\_ ہاں یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ قریش کی دشمنی کے خطرے سے آسودہ خاطر ہوچکے تھے نیز قریش کے بے جادعووں اور بے بنیاد پروپیگنڈوں کا اثرزائل ہوچکا تھا\_اس کی وجہ یہ تھی کہ جب انہوں نے ایام حج میں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے ملاقات کی تھی اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ان کے سامنے اپنا دین پیش کیا تھا تو انہوں نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو نزدیک سے پہچانا، آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے اندر عقل کی برتری دیکھی اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی روش کو معقول اور درست پایا\_

ایک اور نکتہ جس کی طرف اشارہ ضروری ہے یہ ہے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی جدوجہد اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا قبائل کے سامنے اسلام کو پیش کرنا نیز اس کی راہ میں متعدد بار ہجرت فرمانا اس طرزفکر کے منافی ہے کہ دین کی دعوت دینے والے کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے گھر میں بیٹھا رہے اور کسی قسم کی جدوجہد نہ کرے\_ بلکہ لوگوں پر لازم ہے کہ وہ اس کے پاس جائیں اور اپنی ضروریات و احتیاجات کے بارے میں اس سے سوال کریں\_

بنی عامر بن صعصعہ اور نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی حمایت

یہاں ہم ایک اہم قصے کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں\_ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ مختلف قبائل کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے\_

واقعہ کچھ یوں ہے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ بنی عامر کے پاس آئے اور ان کواللہ کی طرف بلایا اور اپنی نبوت کا مسئلہ ان کے سامنے پیش کیا\_ بنی عامر کے ایک شخص نے( جس کا نام بیحرہ بن فراس تھا )ان لوگوں سے کہا:'' اللہ

کی قسم اگر قریش اس جوان کو میرے حوالے کرتے تو میں اس کے ذریعے پورے عرب کو ہڑپ کرجاتا''\_ پھر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے کہا:'' اگر ہم تمہاری بیعت کریں پھر خدا تمہیںاپنے دشمنوں پر غالب کردے تو کیا تمہارے بعد حکومت ہماری ہوگی؟''

آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا :''حکومت خدا کی ہے جسے وہ چاہے عطا کرتا ہے''\_

بیحرہ نے کہا:'' تو کیا ہم تمہارے واسطے ویسے ہی اپنی گردنوں کو عربوں (کے حملوں) کانشانہ قرار دیں؟ پھر جب خدا تم کو غالب کردے تو حکومت دوسروں کو مل جائے؟ ہمیں تمہارے دین کی کوئی ضرورت نہیں''\_

یوں انہوں نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی دعوت کو ماننے سے انکار کیا\_ جب لوگ واپس چلے گئے تو بنی عامر اپنے ایک بزرگ کے پاس آئے \_اس نے ان سے پوچھا کہ ایام حج میں ان کے ساتھ کیا پیش آیا؟ وہ بولے: ''ہمارے پاس قریش کا ایک جوان آیا یعنی بنی عبدالمطلب کا ایک فرد جو اپنے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو نبی سمجھتا ہے آیا اور ہمیں دعوت دی کہ ہم اس کی حمایت کریں اس کا ساتھ دیں اور اسے مکہ سے نکال کر اپنے علاقے میں لے آئیں''\_

یہ سن کر اس بزرگ نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام لیا اور کہا:'' اے عامر کے بیٹوکیا اس کی تلافی ہوسکتی ہے؟ قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں فلاں کی جان ہے اسماعیل کی اولاد میں سے کسی نے نبوت کا جھوٹادعوی نہیں کیا، اس کا دعوی سچا ہے\_ بتاؤ اس وقت تمہاری عقل کہاں چلی گئی تھی؟''(1)

اس قسم کا واقعہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ اور بنی کندہ کے درمیان بھی پیش آیا جیساکہ ابونعیم نے دلائل النبوہ میں ذکر کیا ہے\_ (2)

یہاں ہم درج ذیل امور کی طرف اشارہ کرتے چلیں:

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ رجوع کریں: سیرت ابن ہشام ج 2 ص 66، الثقات ابن حبان ج 1 ص 89\_91، بہجة المحافل ج 1 ص 128، حیاة محمد از ہیکل ص 152، سیرة النبویة (دحلان) ج 1 ص 147، السیرة الحلبیة ہ ج 2 ص 3، الروض الانف ج 1 ص 180، البدایة و النہایة ج 3 ص 139\_140 اور دلائل النبوة ابونعیم سے ص 100 نیز حیاة الصحابہ ج1 ص 78 ، 79\_

2\_ البدایة و النہایة ج 3 ص 140 \_

1\_ حکومت فقط خداکی

(الف) رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے ان لوگوں کے مطالبے پر ان کے ساتھ ایسا کوئی وعدہ نہیں کیا کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے بعد حکومت ان کوملے گی بلکہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے تو یہ جواب دیا کہ حکومت کا فیصلہ خداکے اختیار میں ہے جسے چا ہے عطا کرے\_ بالفاظ دیگر یہ بات ممکن نہ تھی کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ایسا وعدہ فرماتے جو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے بس سے باہر ہوتا\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی یہ روش عصر حاضر کے سیاستدانوں کی روش کے بالکل برعکس ہے جو خوبصورت وعدوں کے ڈھیر لگانے سے نہیں کتراتے\_ پھر جب وہ اپنے مقاصد کو پالیتے ہیں اور اقتدار کی کرسی پر قبضہ جمالیتے ہیں تو سارے وعدے بھول جاتے ہیں\_

لیکن رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے باوجود اس کے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو مددگاروں کی شدید ضرورت تھی بالخصوص ایسے بڑے قبیلے جو تعداد اور وسائل کے لحاظ سے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا دفاع اور مدد کرنے کے قابل تھے، اگرچہ یہ وعدہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کیلئے نہایت سودمند ہوتا لیکن اس کے باوجود آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ایسا وعدہ کرنے سے انکار فرمایا جس کا پورا کرنا آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے بس سے باہر تھا\_

(ب) ان لوگوں کے جواب میں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے اس ارشاد سے کہ حکومت اللہ کے اختیار میں ہے جسے چاہے عطا کرتا ہے ، اہلبیت پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اور شیعیان اہلبیت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے اس عقیدے کی تائید ہوتی ہے کہ خلافت ایسا منصب نہیں ہے جس کااختیار لوگوں کے ہاتھ میں ہو بلکہ یہ ایک آسمانی منصب ہے جس کا اختیار فقط خداکے پاس ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے\_

2\_ ہدف کی بلندی اور تنگ نظری

بدیہی بات ہے کہ اس قبیلے کی طرف سے مذکورہ طریقے پر مدد کی پیشکش کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا مقصد رضائے الہی کیلئے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی مدد کرنا نہ تھا اور نہ ان کا یہ موقف ایمان راسخ اور پختہ عقیدے کی بنیادوں پر استوار تھا\_ نیز ان میں ثواب آخرت کا شوق تھا نہ ہی عقاب الہی کا خوف\_

ان کے اس موقف کا بنیادی ہدف تنگ نظری پر مبنی سودا بازی تھا \_وہ پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی مدد کے ذریعے عرب پر فیصلہ کی طاقت اور عزت و حکومت حاصل کرنا چاہتے تھے\_

بنابریں واضح ہے کہ بعد میں جب وہ یہ دیکھ لیتے کہ ان کے مفادات کی حد ختم ہوچکی اور ان کے سارے مقاصد حاصل ہوچکے یا یہ کہ ان کی دنیاوی سودا بازی ناکام ہوئی ہے تو پھر ان کی حمایت بھی ختم ہوجاتی بلکہ عین ممکن تھا کہ جب وہ اپنے مفادات اور خودساختہ امتیازی حیثیت کی راہ میں حضور اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو رکاوٹ پاتے تو پھرآپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ہی خلاف ہوجاتے\_

ان باتوں کی روشنی میں واضح ہوا کہ اس قسم کا طرزفکر رکھنے والے افراد پر اعتماد کرنا اعتمادکرنے والے کو بلا اور عذاب میں مبتلا کرنے کا باعث نہ سہی تو کم ازکم کسی سراب کو حقیقت سمجھنے کی مانند ضرور ہے\_

3\_ دین وسیاست

بعض محققین نے ایک نکتے کی نشاندہی کی ہے اور وہ یہ کہ بنی عامر بن صعصعہ سے تعلق رکھنے والے مذکورہ فرد (بیحرہ بن فراس) کو جب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی دعوت کے بارے میں بتایا گیا نیز ان کے ساتھ گزرنے والے واقعے سے آگاہ کیاگیا تو وہ سمجھ گیا کہ یہ دین صرف عبادت گاہوں میں گھس کر ترک دنیا کرنے یانماز و دعا اور ورد و اذکار پر اکتفا کرنے کا دین نہیں بلکہ یہ ایک ایسا دین ہے جو تدبیر و سیاست اور حکومت کو بھی شامل کئے ہوئے ہے\_ اسی لئے اس نے کہا اگر یہ جوان (یعنی حضرت محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ) اپنے جامع مشن کے ساتھ میرے اختیار میں ہوتا تو میں اس کے ذریعے پورے عرب کو ہڑپ کرجاتا\_

اس شخص سے قبل انصار کے رئیس اسعد بن زرارہ نے بھی اس نکتے کا ادراک کرلیا تھا\_ جب وہ مکہ آیا اور رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے اس کے سامنے اسلام کو پیش کیا تو اس نے سمجھ لیا کہ آپ اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا دین ان کے معاشرتی مسائل کی اصلاح نیز ان کے اور قبیلہ اوس کے درمیان موجود سنگین اختلافات کو حل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور اس بنا پر ہجرت ہوئی (1)\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ ملاحظہ ہو: بحارالانوار ج19 ص 9 و اعلام الوری ص 57 از قمی\_

اس حقیقت کوتو خود ان لوگوں نے بھی سمجھ لیا تھا جنہوں نے اسلام کیلئے یہ شرط رکھی تھی کہ حکومت آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے بعد ان کومل جائے لیکن آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے انہیں رد کردیا تھا\_

ایک طرف سے اسلام اور دعوت قرآنی کے بارے میں ان لوگوں کی فکر تھی جو انصار کے قبول اسلام اور پھر ہجرت اور ان کی بیعت (بیعت عقبہ اولی اور ثانیہ) نیز بیعت کرنے والوں کیلئے ضامنوں اورنقیبوں کے انتخاب کا سبب بنی اور دوسری طرف دین و سیاست کو جدا سمجھنے والوں کی سوچ ہے اور ان دونوں میں کس قدرفاصلہ ہے\_ یہ بات یقینا استعماری طاقتوں کی پیدا کردہ ہے اور باہر سے در آمد شدہ مسیحی طرزفکر کا شاخسانہ ہے\_

4\_ قبائل کو دعوت اسلام دینے کے نتائج

گذشتہ باتوں سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں کہ :

(الف) رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کا لوگوں سے ملکر بہ نفس نفیس گفتگو فرمانااس بات کا موجب تھا کہ لوگوں کے اذہان میں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی شخصیت اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے دین کی حقیقی تصویر اتر جائے\_ نیز ان بے بنیاد اور خود غرضی پر مشتمل دعووں اور افواہوں کی تردید ہوجائے جو قریش اور ان کے مددگار پھیلاتے تھے\_ مثال کے طورپر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو شاعر، کاہن، ساحر، اور مجنون وغیرہ کہنا\_

(ب) بنی عامر کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کا قبائل کو دعوت اسلام دینا دین کی ترویج اور دور در از علاقوں تک اس کی شہرت کے پھیلنے کا باعث بنا کیونکہ فطری بات تھی کہ جب لوگ اپنے وطن واپس لوٹتے تو ان امور کے بارے میں گفتگو کرتے جن کو انہوں نے اس سفرکے دوران سنا اور دیکھا تھا\_ پھران دنوں مکہ میں اس نئے دین کے ظہور کی خبر سے زیادہ سنسنی خیز خبر کوئی اور نہ تھی\_

حضرت سودہ اور عائشہ سے رسول اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی شادی

کہتے ہیں کہ حضرت پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے بعثت کے دس سال بعد زمعہ کی بیٹی سودہ کے ساتھ شادی کی نیز حضرت

ابوبکر کی بیٹی حضرت عائشہ سے بھی نکاح فرمایا\_

ہم تاریخ اسلام میں سودہ کا کوئی اہم کردار نہیں دیکھتے، نہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی زندگی میں نہ اس کے بعد، اور ان لوگوں کی ساری توجہ حضرت عائشہ پر ہی مرکوز رہی ہے یہاں تک کہ انہوں نے ماہ شوال میں عقد کرنے کو مستحب قرار دیا ہے کیونکہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے حضرت عائشہ کے ساتھ شوال میں عقد کیا تھا (1) جبکہ خود رسول اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے باقی عورتوں کے ساتھ شوال کے علاوہ دیگر مہینوں میں عقد کیا تھا\_ بہرحال یہاں ہم حضرت عائشہ کی شادی سے مربوط تمام اقوال و نظریات پر روشنی نہیں ڈال سکتے کیونکہ فرصت کی کمی کے باعث یہ کام دشوار بلکہ نہایت مشکل ہے\_

بنابریں ہم فقط دونکتوں کا ذکر کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں جو آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اور حضرت عائشہ کی شادی سے متعلق ہیں\_

البتہ حضرت عائشہ سے متعلق کچھ اورپہلوؤں سے آگے چل کر بحث ہوگی\_ ان دونوں نکتوں میں سے ایک حضرت عائشہ کی عمر کا مسئلہ ہے اور دوسرا ان کے حسن و جمال اور پیغمبراکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے نزدیک ان کی قدر و منزلت کا \_

1\_ نکاح کے وقت حضرت عائشہ کی عمر

کہتے ہیں کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے عائشہ سے چھ یا سات سال کی عمر میں نکاح فرمایا\_ پھر ہجرت مدینہ کے بعد 9سال کی عمر میں وہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے گھر منتقل ہوئیں\_ یہی بات خود حضرت عائشہ سے بھی مروی ہے\_ (2)

لیکن ہم درج ذیل دلائل کی رو سے کہتے ہیں کہ یہ بات درست نہیں بلکہ حضرت عائشہ کی عمر اس سے کہیں زیاہ تھی\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ نزھة المجالس ج 2ص 137 \_

2\_ طبقات ابن سعد ج 8 ص 39، الاصابة ج 4 ص 359، تاریخ طبری ج 2 ص 413، تہذیب التہذیب ج 12، اسد الغابة ج 5 اور دوسری کتب بطور مثال شرح نہج البلاغة معتزلی ج 9 ص 190 لیکن ص 191 پر خود اپنے کو رد کیا ہے اور کہا ہے وہ سنہ 57ہجری میں فوت ہوئیں اور ان کی عمر64سال ہے\_ اس کا مطلب ہے ہجرت کے وقت ان کی عمر فقط سات سال تھی\_

(الف) ابن اسحاق نے حضرت عائشہ کو ان لوگوں میں شمار کیا ہے جنہوں نے بعثت کے ابتدائی دور میں اسلام قبول کیا وہ کہتے ہیں کہ اس وقت حضرت عائشہ چھوٹی تھیں اور اس نے فقط اٹھارہ افراد کے بعد اسلام قبول کیا\_ (1)

بنابریں اگر ہم بعثت کے وقت حضرت عائشہ کی عمر سات سال بھی قرار دیں تو نکاح کے وقت ان کی عمر سترہ سال اور ہجرت کے وقت بیس سال ہوگی\_

(ب) حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہاکے بارے میں پیغمبراکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا ہے وہ عالمین کی تمام عورتوں کی سردار ہیں\_ نیز آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے یہ قول بھی منسوب ہے کہ عورتوں میں سے کوئی کامل نہیں ہوئی سوائے عمران کی بیٹی مریم اور فرعون کی بیوی آسیہ کے اور عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر اس طرح ہے جس طرح ثرید کو تمام کھانوں پر فضیلت حاصل ہے\_ ان دونوں اقوال کے درمیان تناقض کو دور کرنے کے سلسلے میں طحاوی کہتا ہے ممکن ہے کہ دوسری حدیث فاطمہ کے بلوغ اور اس مرتبے کی اہلیت پیدا ہونے سے قبل کی ہو جسے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے ان کیلئے بیان کیا\_ کچھ آگے چل کر کہتا ہے کہ ہر وہ فضیلت جو دوسری عورتوں کیلئے بیان ہوئی ہو اور فاطمہ کے حق میں اس کے ثابت ہونے کا احتمال ہو وہ ممکن ہے اس وقت بیان ہوئی ہو جب وہ چھوٹی تھیں اور اس کے بعد وہ بالغ ہوئیں\_ (2)

اس سے کچھ قبل طحاوی نے قاطعانہ طور پر کہا تھاکہ وفات کے وقت حضرت فاطمہ کی عمر 25سال تھی\_ (3)

اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی ولادت بعثت سے دو سال قبل ہوئی جبکہ فرض یہ ہے کہ جب حضرت عائشہ حد بلوغت کو پہنچیں تو اس وقت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا چھوٹی بچی تھیں\_(دوسرے لفظوں میں حضرت عائشہ کی

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سیرت ابن ہشام ج 1 ص 271، تہذیب الاسماء و اللغات ج 2 ص 351و 329ابن ابی خیثمہ سے اس کی تاریخ میں ابن اسحاق سے اور البدء و التاریخ ج 4 ص 146 \_

2\_ مشکل الآثارج ج 1ص 52 \_

3\_ مشکل الآثارج 1 ص 47\_بعض علماء نے عائشہ کی فضیلت سے متعلق اس حدیث کو عائشہ کے ساتھ آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا مزاح قرار دیا ہے کیونکہ اس کے جملے تفضیل اور بیان فضیلت کے ساتھ سازگار نہیں ہیں \_ خاص کر جب ہم اس بات کو بھی خاطر نشین کرلیں کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کھانے پینے کے معاملے میں اتنے اہتمام کے قائل نہیں تھے اور نہ ہی آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم لذت سے بھر پور کھانوں کے خواہش مند تھے کہ تفضیل جیسے حساس مسئلہ پر ایسی مثال پیش کریں\_

پیدائشے بھی بعثت سے کئی سال قبل ہوئی یوں حضرت عائشہ وقت ہجرت کم از کم پندرہ سال کی ہوں گی\_ مترجم)

(ج) ابن قتیبہ کا بیان ہے کہ حضرت عائشےہ58ہجری میں چل بسیں\_( بعض لوگوں کے خیال میں 57ہجری میں ان کی وفات ہوئی )تقریبا 70سال کی عمرمیں\_ (1)

ادھر بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت خدیجہ کی وفات ہجرت سے تین یا چار یا پانچ سال قبل ہوئی\_اور ادھر حضرت عائشہ سے مروی ہے جب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے مجھ سے شادی کی تو میں نو سال کی تھی\_(2)

ہماری گذشتہ معروضات اور اس بات کے پیش نظر کہ لفظ سبع (سات) اور تسع (نو) کے درمیان اکثر اشتباہ ہوتا ہے کیونکہ پہلے زمانے میں الفاظ کے نقطے نہیں ہوتے تھے اور مذکورہ عدد بھی اسی وجہ سے مشکوک ہے نیز عام طور پر عورتیں اپنی عمر کم بتانے کی خواہاں ہوتی ہیں شاید یہی روایت حقیقت سے نزدیک ترہو\_

بہرحال ابن قتیبہ کا کلام اور اس کے بعد والے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ کی پیدائشے یا بعثت کے سال ہوئی یا اس سے قبل البتہ ہماری معروضات کی روشنی میں دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے\_

خلاصہ یہ کہ جب ہم مذکورہ امور کو مدنظر رکھتے ہیں تو نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ جب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے حضرت عائشہ سے بعثت کے دسویں سال نکاح فرمایا تو ان کی عمر چھ سال سے کہیں زیادہ تھی یعنی 13سے لیکر 17سال کے درمیان تھی\_

جعلی احادیث کا ایک لطیف نمونہ

اس مقام پر دروغ گوئی کی عجیب و غریب مثال ابوہریرہ کی روایت ہے کہ جب نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم مدینہ میں داخل ہوئے اور یہیں بس گئے تو آپ نے لوگوں سے شادی کی خواہش کا اظہار کیا اور فرمایا کہ میرے لئے نکاح کا بندوبست کرو\_ جبرئیل جنت کا ایک کپڑا لیکر اترے جس پر ایک ایسی خوبصورت تصویر نقش تھی جس سے زیادہ خوبصورت شکل کسی نے نہ دیکھی تھی\_ جبرئیل نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو خدا کی طرف سے یہ حکم سنایا کہ اس تصویر کے

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ المعارف ابن قتیبہ ص 59 مطبوعہ 1390ھ\_

2\_ رجوع کریں حدیث الافک صفحہ 93\_

مطابق شادی کریں\_ پس نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا :''اے جبرئیل میں کیونکر اس جیسی صورت رکھنے والی سے شادی کرسکتا ہوں؟''\_ جبرئیل نے کہا کہ خدا نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو یہ پیغام دیا ہے کہ ابوبکر کی بیٹی سے شادی کریں ''\_ پس رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ حضرت ابوبکر کے گھر گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا اور فرمایا:'' اے ابوبکر خدا نے مجھے تیرا داماد بننے کا حکم دیا ہے''\_ چنانچہ حضرت ابوبکر نے اپنی تین بیٹیاں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے سامنے پیش کیں\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا:'' خدا نے مجھے اس لڑکی یعنی عائشہ سے شادی کرنے کا حکم دیا ہے'' \_چنانچہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے ان سے شادی کی\_ (1)

اس روایت کی سندپر جو اعتراضات ہیں ان سے قطع نظر ہم یہ عرض کرتے چلیں کہ:

(الف) ہماری سمجھ میں تو نہیں آتا کہ پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اسلام کیونکر ایسا کام کرتے جسے احترام ذات کے قائل صاحبان عقل انجام نہیں دیتے اور لوگوں سے کہتے کہ اے لوگو میری شادی کرادو\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم (معاذ اللہ)چھوٹے بچے تو نہیں تھے جو شرم و حیا اور عقل و شعور سے عاری ہوں\_ عجیب نکتہ تو یہ ہے کہ (روایت کی رو سے) لوگوں نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی خواہش کو سنی ان سنی کر کے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھ نا انصافی کی یہاں تک کہ جبرئیل نے آکر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی مشکل حل کردی\_

(ب) کیا یہ درست ہے کہ حضرت عائشہ کاحسن و جمال اس قدرزیادہ تھاکہ اس سے بہتر صورت کسی نے نہ دیکھی ہو؟\_ انشاء اللہ آنے والے معروضات، طالبان حق و ہدایت کیلئے کافی اور قانع کنندہ ثابت ہوںگے\_

(ج) نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ہجرت مدینہ سے تین سال قبل مکہ میں حضرت عائشہ سے شادی کی تھی اس سلسلے میں مورخین کا اجماع محتاج بیان نہیں\_

(د) حضرت ابوبکر کی تین بیٹیا ں جن کو انہوں نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے سامنے پیش کیا تھا معلوم نہیں کونسی تھیں\_ کیونکہ اسماء تو زبیر کی بیوی تھی جب وہ مدینہ آئی تو حاملہ تھی جس سے عبداللہ پیدا ہوا\_ حضرت عائشہ نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ سے مکہ میں شادی کی اور ام کلثوم تو حضرت ابوبکر کی وفات کے بعد پیدا ہوئیں\_ان تینوں کے علاوہ تو ان

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ تاریخ بغداد خطیب ج 2 ص 194 میزان الاعتدال ذہبی ج 3 ص 44 ... خطیب اور ذہبی نے اس حدیث کی تکذیب کی ہے جس کے تمام راوی ثقہ ہیں سوائے محمد بن حسن، الغدیر ج 5 ص 321\_

کی کوئی بیٹی تھی ہی نہیں\_(1)

ان باتوں کے علاوہ حضرت ابوبکرکو صدیق کا لقب انکے چاہنے والوں نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی وفات کے بعد دیا تھا جس کی طرف ہم غار کے واقعے میں انشاء اللہ اشارہ کریں گے\_

حضرت عائشہ کا جمال اور انکی قدر ومنزلت

(اہل سنت کے تاریخی منابع کے مطابق)

حضرت عائشہ کے حسن وجمال اور پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے نزدیک ان کی قدر ومنزلت اور محبوبیت کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ کاملاً نہیں توکم از کم غالباً خود حضرت عائشہ سے مروی ہے یاان کے بھانجے عروہ سے\_ ہمیں تو یقین ہے کہ یہ باتیں سرے سے ہی غلط ہیں\_ یہاں ہم اپنی کتاب حدیث الافک (جو چھپ چکی ہے) میں مذکور نکات کو بعض اضافوں کے ساتھ پیش کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ:

(الف) حضرت عائشہ کے حسن و جمال اور رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے پاس ان کی قدر و منزلت اور محبوبیت کی بات غالباً خودحضرت عائشہ سے منقول ہے جیساکہ روایات میں تحقیق کرنے سے پتہ چلتا ہے توکیا یہ خوبیاں صرف عائشہ یا ان کے بھانجے کو ہی معلوم تھیں کوئی اور ان سے واقف نہ تھا ؟ \_

(ب) جنگ جمل کے بعد ابن عباس جب حضرت عائشہ سے روبرو ہوئے تو انہوں نے اس حقیقت کی نشاندہی کی کہ نہ تو وہ پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی بیویوں میں سے سب سے خوبصورت تھیں اور نہ خاندانی شرافت و نجابت کے لحاظ سے ممتاز تھیں (1) نیز (جیساکہ آگے جلد ذکر ہوگا) حضرت عمر نے حضرت عائشہ کے بجائے صرف زینب کے حسن کی تعریف کی ہے\_

(ج) ''علی فکری'' کہتا ہے ابن بکار کی یہ روایت ہے کہ ضحاک بن ابوسفیان کلابی ایک بدصورت آدمی تھا جب اس نے پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی بیعت کی تو عرض کیا:'' میری دو بیویاں ہیں جو اس حمیرا سے زیادہ خوبصورت

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ نسب قریش مصعب زبیری ص 275\_278\_

2\_ الفتوح ابن اعثم ج 2 ص 337 مطبوعہ ہند\_

ہیں (حمیرا سے مراد حضرت عائشہ ہے اور یہ واقعہ آیت حجاب کے نزول سے قبل کا ہے) کیا میں ان دونوں میں سے ایک سے دستبردار نہ ہو جاؤں تاکہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اس سے شادی کرلیں؟''\_ اس وقت حضرت عائشہ بیٹھی سن رہی تھیں، بولیں :''اس کا حسن زیادہ ہے یا تمہارا؟'' بولا:'' میرا حسن اور مرتبہ اس سے زیادہ ہے''\_جناب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ حضرت عائشہ کے اس سوال پر ہنس پڑے (کیونکہ وہ شخص نہایت بدصورت تھا)\_ (1)

(د) اہل سنت کی کتابوں میں ہے کہ عباد بن عوام نے سہیل بن ذکوان سے پوچھا: '' حضرت عائشہ کیسی تھیں ؟ ''اس نے کہا : ''وہ کالی تھیں'' یحیی نے کہا : '' ہم نے سہیل بن ذکوان سے پوچھا کہ کیا تم نے حضرت عائشہ کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا : '' ہاں'' پوچھا : '' کیسی تھیں ؟ '' کہا : '' کالی تھیں'' (2) پس یہ جو کہاجاتاہے کہ وہ گلابی رنگت کی تھیں اور پھر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کریم کے جملہ'' یا حمیرا'' کو بطور ثبوت پیش کیا جاتاہے یہ سب مشکوک ہوجائے گا\_ اور شاید رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اکرم کا حضرت عائشہ کو حمیرا کہنا ملائمت اور دلجوئی کے لئے ہو یا اس بناپر ہو کہ چونکہ عربوں کی مثال ہے ''شر النساء الحمیرا ء المحیاض'' (3) سب سے بری عورت زیادہ، ماہواری کا خون دیکھنے والی عورت ہے \_ اسی لئے عائشہ کے لئے جناب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا مذاق میں یہ لفظ استعمال فرماتے ہوں\_

(ھ) جو شخص ازواج پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی سیرت کا مطالعہ کرے تو وہ جان لیتا ہے کہ حضرت عائشہ ہی پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی تمام ازواج اور لونڈیوں سے حسد کرتی تھیں اور اس بات کا بھی یقین حاصل کرلیتا ہے کہ اگر پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی ساری بیویاں نہ سہی تو کم از کم ان کی اکثریت پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے نزدیک حضرت عائشہ سے زیادہ قدر و منزلت رکھتی تھیں\_ اگرچہ ہم یہ دعوی نہ بھی کریں کہ وہ حسن و جمال میں بھی حضرت عائشہ سے آگے تھیں\_ کیونکہ فطری بات ہے بدصورت آدمی خوبصور ت آدمی سے حسد کرتا ہے\_ رہا خوبرو آدمی تو اسے بدشکل شخص سےحسد کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے\_ اسی طرح یہ بھی انسانی طبیعت کے خلاف ہے کہ وہ خوبرو شخص کے مقابلے میں بدصورت کی طرف زیادہ مائل ہو\_ چنانچہ واقعہ افک میں حضرت عائشہ کی ماں کایہ قول نقل ہوا ہے''اللہ کی قسم ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ کوئی

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ المسیر المھذب ج 2 ص 8\_9\_ 2\_ الضعفاء الکبیر عقیلی ج2 ص 155\_

3\_ علامہ زمخشری کی ربیع الابرار ج4 ص 280 و روض الاخیار ص 130\_

خوبصورت عورت اپنے شوہر کے نزدیک محبوب ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں لیکن وہ اس کے خلاف باتیں نہ بنائیں''\_

اگر ہم تسلیم بھی کریں کہ حضرت عائشہ ہی پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے پاس قدر و منزلت رکھتی تھیں اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم دوسروں سے زیادہ ان کو چاہتے تھے تو پھر دوسری بیویوں سے نفرت کرنے اور حسد کرنے کی کیا وجہ تھی؟ حسد تو ہمیشہ اس چیز کے بارے میں ہوتا ہے جس سے خود حاسد محروم ہو\_ حاسد چاہتا ہے کہ محسود اس چیز سے محروم ہوجائے اور وہ خود اسے حاصل کرلے\_

ذیل میں ہم پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی دیگر ازواج کے خلاف حضرت عائشہ کے حسد کے بعض نمونے پیش کریں گے\_

1\_ حضرت خدیجہ علیہا السلام

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ میں نے کسی عورت سے اتنی نفرت نہیں کی جس قدر خدیجہ سے کی ہے\_ اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ میں نے اس کے ساتھ زندگی گزاری ہو بلکہ یہ تھی کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ انہیں زیادہ یاد کرتے تھے\_ اگر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کوئی گوسفندبھی ذبح کرتے تو اسے حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کے پاس بطور ہدیہ بھیجتے تھے\_ (1)یہ قول مختلف عبارات میں مختلف اسناد کے ساتھ مذکور ہے\_

ایک دن رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے حضرت خدیجہ کاذکر کیا تو ام المومنین عائشہ نے ناک بھوں چڑھاتے ہوئے کہا:'' وہ تو بس ایک بوڑھی عورت تھی جس سے بہتر عورت خدا نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو عطاکی ہے''\_ مسلم کے الفاظ یہ ہیں ''جس کا آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ذکر کرتے ہیں وہ تو قریش کی بوڑھیوں میں سے ایک بڑھیا تھی\_ جس کے لبوں کے گوشے سرخ تھے اور اسے مرے ہوئے عرصہ ہوگیا ہے \_ خدا نے آپ کو اس سے بہتر عطا کی ہے''\_ یہ سن کر

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ صحیح بخاری ج 9 ص 292 اور ج 5 ص 48 اور ج 7 ص 47 اور ج 8 ص 10 صحیح مسلم ج 7 ص 34\_135 اسد الغابة ج 5 ص 438، المصنف ج 7 ص 493، الاستیعاب حاشیة الاصابة ج 4 ص 286 صفة الصفوة ج 2 ص 8، بخاری و مسلم سے، تاریخ الاسلام ذہبی ج 2 ص 153البدایة و النہایة ج 3 ص 128\_

رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ غضبناک ہوئے یہاں تک کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے سرکے اگلے بال کھڑے ہوگئے\_ پھر فرمایا :''خدا کی قسم ایسانہیں، اللہ نے مجھے اس سے بہتر عطا نہیں فرمایا ...''\_ (1)

عسقلانی اور قسطلانی کا کہنا ہے کہ حضرت عائشہ پیغمبراکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی بیویوں سے حسد کرتی تھیں لیکن حضرت خدیجہ سے ان کا حسد زیادہ تھا\_ (2)

مجھے اپنی زندگی کی قسم یہ تو حضرت خدیجہ کی زندگی کے بعد حضرت عائشہ کی حالت ہے\_ پتہ نہیں اگر وہ زندہ ہوتیں تو کیا حال ہوتا؟ نیز جب ام المومنین کے حسد نے مُردوں کوبھی نہ چھوڑا تو زندوں کے ساتھ ان کا رویہ کیسا رہا ہوگا؟

2\_ زینب بنت جحش

حضرت عائشہ نے اعتراف کیا ہے کہ پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی ازواج میں سے زینب ہی فخرمیں اس کا مقابلہ کرتی تھی\_نیز اس بات کا بھی اعتراف کیا ہے کہ جب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے زینب سے شادی کا ارادہ کیا تو دور و نزدیک کے لوگوں نے اس کی خبرلی کیونکہ اس کے حسن و جمال کی خبر ان تک پہنچی تھی\_ (3)

مغافیر کے مشہور واقعے میں حضرت زینب کے ساتھ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کی کہانی مشہور ہے\_یہاں تک کہ کہتے ہیں کہ یہی واقعہ آیہ تحریم (4) کے نزول کا باعث بنا ہے\_ اگرچہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ آیہ تحریم کسی اور مناسبت سے نازل ہوئی تھی\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ صحیح مسلم ج 7 ص 134 لیکن اس نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا جواب ذکر نہیں کیا، اسد الغابة ج 5 ص 438 نیز ص 557 و 558 ،الاصابة ج 4 ص 283 استیعاب ج 4 ص 286، صفة الصفوة ج 2 ص 8مسند احمد ج 6 ص 117بخاری ج 2 ص 202 مطبوعہ 1309 ہجری ، البدایة و النہایة ج 3 ص 128 نیز اسعاف الراغبین در حاشیہ نور الابصار ص 96\_

2\_ فتح الباری ج 7 ص 102، ارشاد الساری ج 6 ص 166 و ج 8 ص 113 \_

3\_ الاصابة ج 4 ص 314 و طبقات ابن اسد ج 8 ص 72 و در المنثور ج 5 ص 202 ابن سعد و حاکم سے\_

4\_ طبقات ابن سعد ج 8ص 76 نیز حیاة الصحابہ ج2 ص 761 از بخاری و مسلم\_

حضر ت عمر ابن خطاب نے بھی زینب بنت جحش کے جمال کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی بیٹی سے کہا '' نہ تمہیں عائشہ والا مرتبہ حاصل ہے اور نہ زینب والاحسن\_'' (1) یعنی اگر حضرت عائشہ کے پاس حسن ہوتا تو اسے حضرت زینب پر ضرور مقدم کیا جا تا البتہ ہمیں پہلے جملے میںبھی شک ہے اور ہمارا نظریہ یہ ہے کہ حضرت عمر کی ام المومنین کے ساتھ ایک سیاست تھی یا راویوں نے اپنی خواہشات کے تحت اس کا اضافہ کیا ہے(2)\_ اس کی وجہ پہلے بیان شدہ حقائق ہیں اورآئندہ بھی اس بارے میں گفتگو ہوگی\_

حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ حضرت زینب کو بہت پسند فرماتے تھے\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اکثر اس کانام لیاکرتے تھے\_ (3)

3\_ ام سلمہ رحمہا اللہ

حضرت ام سلمہ سب سے زیادہ با جمال تھیں\_ (4)

امام باقرعليه‌السلام سے مروی ہے کہ (ام سلمہ) پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی ازواج میں سب سے زیادہ خوبصورت تھیں\_ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کے بارے میں مغافیر کا واقعہ ام سلمہ کی وجہ سے پیش آیا\_ (5) خود حضرت عائشہ کا بھی اعتراف ہے کہ ام سلمہ اور زینب پیغمبر اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو حضرت عائشہ کے بعد سب سے زیادہ محبوب تھیں\_ (6)

حضرت عائشہ کہتی ہیں:'' جب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے حضرت ام سلمہ سے شادی کی تومیں اس کے حسن کے بارے میں ملنے والی خبروں کے باعث سخت محزون ہوئی اور میری پریشانی میں اضافہ ہوا یہاں تک کہ جب

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ طبقات ابن سعد ج 8ص 137\_138\_ 2\_ طبقات ابن سعد ج 8ص 73و تہذیب الاسماء و اللغات ج 2ص 347 \_

3\_ المواھب اللدنیة ج 1ص 205و تہذیب الاسماء و اللغات ج 2ص 362 \_

4\_ طبقات ابن سعد ج 8ص 122در المنثور ج 6ص 239 \_

5\_ طبقات ابن سعد ج 8ص 81 \_ 6\_ الاصابہ ج4 ص 459 اور طبقات ابن سعد ج8 ص 66\_

میں نے اسے دیکھا تو جیسے سنا تھا اس سے کئی گنا زیادہ حسین پایا''\_ (1) ابن حجر نے کہا ہے کہ حضرت ام سلمہ غیرمعمولی حسن اور عقل رکھتی تھیں\_ (2)

4\_ صفیہ بنت حیی بن اخطب

ام سنان اسلمیہ کہتی ہیں:'' وہ حسین ترین عورتوں میں سے تھیں''\_ (3) جب وہ مدینہ آئیں تو مدینہ کی عورتیں ان کا حسن و جمال دیکھنے کیلئے آئیں\_ حضرت عائشہ بھی نقاب اوڑھے ان کے ہمراہ تھیں\_ جب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے پوچھا:'' اے عائشہ اسے کیسا پایا ''تو وہ بولیں:'' ایک یہودیہ پایا''\_ یہ سن کر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے عائشہ کو اس امر سے منع فرمایا\_ (4) جب وہ قید ہوئی تھیں تو لوگ ان کی تعریف کرنے اور کہنے لگے:'' ہم نے ایسی عورت کو قید میں دیکھا جس کی مانند کسی کو نہیں دیکھا تھا\_'' (5) جب حضرت صفیہ نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی خدمت میں کھانے کا ایک ظرف بھیجا (اس وقت آپ حضرت عائشہ کے ہاں تھے) تو حضرت عائشہ لرزنے لگی یہاں تک کہ ان کے اوپر کپکپی طاری ہوگئی پھر انہوں نے اس برتن کو ٹھوکر ماری اور دور پھینک دیا\_ (6)

رسول خدا صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ان کے متعلق تاکید کے ساتھ فرمایا کہ یہ عائشہ اور حفصہ سے بہت بہتر ہے (7)

5\_ جویریہ بنت حارث

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ وہ ایک پر کشش اور خوبصورت عورت تھیں جس شخص کی نظر اس پر پڑتی تو اس کا دل

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ الاصابة ج 4ص 459\_ 2\_ الاصابة ج 4ص 347 و 463 اور طبقات ابن سعد ج8 ص87 \_

3\_ الاصابة ج 4ص 347 اور طبقات ابن سعد ج 8ص 90 \_ 4\_ و طبقات ابن سعد ج 8ص 88 \_

5\_ مسند احمد ص 277 ج 6 بخاری باب الغیرة ، باب النکاح کے ذیل میں لیکن اس میں حضرت عائشہ کا نام نہیں لیا گیا\_

6\_ اسد الغابہ ج5 ص 491\_ 7\_ الاصابہ ج4 ص 265 ، الاستیعاب حاشیہ الاصابہ ج4 ص 259 نیز صفة الصفوة ج2 ص50\_

موہ لیتی تھیں\_ وہ لکھنے میں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی مدد کیلئے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی خدمت میں آتی تھیں، حضرت عائشہ کہتی ہیں :''خدا کی قسم جونہی میں نے اسے دیکھا نفرت کا احساس ہوا اور اپنے دل میں کہا، اس کی جو خصوصیت میں نے دیکھی ہے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ بھی دیکھیں گے\_ پھر جب وہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے پاس پہنچی ... '' (1)

6\_ ماریہ قبطیہ

حضرت عائشہ کا کہنا ہے :''میں نے ماریہ قبطیہ سے زیادہ کسی کے ساتھ حسد نہیں کیا تھا کیونکہ وہ خوبصورت اورگھونگھر یالے بالوں والی تھی\_ چنانچہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کو وہ پسند آگئی\_ جب وہ پہلی مرتبہ آئی تو رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے اس کو حارثہ بن نعمان کے گھر رکھا\_ یوں وہ ہماری ہمسایہ بن گئی\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم شب و روز اس کے پاس رہتے تھے یہاں تک کہ ہم اس کے پیچھے پڑگئے اور وہ خوفزدہ ہوگئی اس کے بعد آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے اسے عالیہ کے ہاں بھیج دیا آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اس کے پاس وہاں جایا کرتے تھے\_ یہ بات ہمارے اوپر اور زیادہ سخت گزری''\_ (2)

امام باقرعليه‌السلام سے منقول ہے کہ حضور اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ماریہ کو چھپا دیا تھا\_ یہ بات رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی ازواج پر گراں گزری اور ان سے حسد کرنے لگیں البتہ حضرت عائشہ کی طرح نہیں''\_ (3)

رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ حضرت ماریہ کو پسند فرماتے تھے \_وہ گھونگھر یالے بالوں والی (4) سفید، حسین اور نیک سیرت خاتون تھیں\_ (5) انصار کے درمیان ابراہیم کو دودھ پلانے کے بارے میں کھینچا تانی ہوئی، وہ چاہتے تھے کہ حضرت ماریہ نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی خدمت کیلئے دیگر کاموں سے فارغ البال رہے کیونکہ وہ ماریہ کے بارے میں نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی دلچسپی سے

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ الاصابة ج 4 ص 405طبقات ابن سعد ج 8 ص 153بدایہ و نہایہ ج 3 ص 303\_304 و وفاء الوفاء سمھودی ج 3 ص 826 \_

2\_ طبقات ابن سعد ج 1قسم 1 ص 86 سیرت حلبیہ ج 3 ص 309 \_ 3\_ طبقات ابن سعد ج 1حصہ 1 ص 86 اور الاصابة ج 4 ص 405 \_

4\_ تہذیب الاسماء و اللغات ج 2 ص 355 و طبقات ابن سعد ج 1 حصہ 1 ص 86 اور البدایة و النہایة ج 3 ص 303 \_

5\_ ذخائر العقبی ص 54 ، الاستیعاب حاشیہ الاصابہ ج1 ص 42 اور طبقات ابن سعد ج8 ص 153\_

سے آگاہ تھے\_ (1)

ماریہ سے حضرت عائشہ کے حسد میں اضافے کی ایک وجہ شاید ماریہ کا ابراہیم کو جنم دینا ہو\_ یہاں تک کہ انہوں نے جسارت کرتے ہوئے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ اور ابراہیم کے درمیان شباہت کی نفی کی اس کے باوجود کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے اس مسئلے میں بہت تاکید اور اصرار کیا تھا(2)\_ بات یہاں تک بڑھی کہ آیہ تحریم کے نزول کی نوبت آئی جیساکہ سیوطی وغیرہ نے ذکر کیا ہے\_

7\_ سودہ بنت زمعہ

حضرت عائشہ کہتی تھیں عورتوں میں فقط سودہ بنت زمعہ سے مجھے اتنی محبت ہے کہ میں چاہتی ہوں، کاش اسکی کھال کے اندرمیں ہوتی، اسکی خامی بس یہ ہے کہ وہ حاسد ہے\_ (3)

نیز اس کرتوت کا بھی مطالعہ فرمائیں جو حضرت حفصہ نے حضرت سودہ کے ساتھ کیا تھا اور جس پر حضرت عائشہ اور حفصہ دونوں حضرت سودہ پر ہنستیں اور مذاق اڑاتیں (4)

8\_ اسماء بنت نعمان

حضرت اسماء اپنے زمانے کی خوبصورت ترین اور جوان ترین عورت تھی\_ پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی بیویاں اسماء سے حسد کرتی تھیں\_ انہوں نے اسماء کے خلاف سازش کی\_ سازش حضرت عائشہ اور حفصہ نے ملکر کی یہاں تک کہ اس نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ سے کہا کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں پھر پیغمبر اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے اسے طلاق دے دی\_(5)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ طبقات ابن سعد ج1 ص 88 ، الدرالمنثور ج6 ص 240 از ابن مردویہ ، البدایہ والنہایہ ج3 ص 305 قاموس الرجال ج 11 ص 305 قاموس الرجال ج 11 ص 305 از بلاذری، السیرة الحلبیہ ج3 ص 309 ، مستدرک حاکم ج4 ص 39 ، تلخیص مستدرک (اسی کے حاشیہ پر ) بیہقی نیز تاریخ یعقویب ج2 ص 87 مطبوعہ صادر\_ 2\_ طبقات ابن سعد ج 8 ص 37 البدایة و النہایة ج 8 ص 70\_ 3\_ حیاة الصحابہ ج2 ص 560 اور مجمع الزوائد ج4 ص 316\_

4\_ طبقات ابن سعد ج 8 ص 104 تاریخ اسلام ذہبی ج 2 ص 415\_416 سازش کرنے والی کا نام نہیں آیا\_

5\_ طبقات ابن سعد ج8 ص 106 اور تاریخ الاسلام ذہبی ج2 ص 416\_

9\_ ملیکہ بنت کعب

وہ اپنے غیر معمولی حسن و جمال کی بنا پر معروف تھیں\_ حضرت عائشہ نے اس کے پاس آکر کہا:'' تجھے اپنے باپ کے قاتل سے شادی کر کے شرم نہیں آئی؟''\_اس نے خدا کے ہاں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ سے پناہ مانگی\_ چنانچہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے اسے بھی طلاق دے دی\_ (1)

10\_ ام شریک

اس خاتون نے اپنے نفس کو رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کیلئے وقف کیا تھا اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے اسے قبول فرمایا تھا تب حضرت عائشہ نے کہا:'' جو عورت اپنے نفس کو کسی مرد کیلئے وقف کر دے اس میں کوئی بھلائی نہیں''\_ ام شریک نے کہا:'' پھر میں وہی عورت ہوں''\_ پس خدا نے اسے مومنہ کے نام سے یاد کیا اور فرمایا: ( وامرا ة مومنة ان وهبت نفسها للنبی) یعنی اگر کوئی مومنہ عورت اپنی جان کو نبی کیلئے وقف کردے\_ جب یہ آیت اتری تو حضرت عائشہ نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ سے کہا:'' خدا آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی خواہش کو جلد پورا کرے گا''\_ (2)

11\_ شراف بنت خلیفہ

رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے بنی کلاب سے ایک عورت کی خواستگاری فرمائی اور حضرت عائشہ کو بھیجا تاکہ اسے دیکھے چنانچہ وہ گئیں اور واپس آگئیں\_ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے پوچھا:'' اسے کیسا پایا؟''\_حضرت عائشہ بولیں:'' کوئی کام کی چیز نہیں پائی''\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا :'' بتحقیقتونے اسے کام کی عورت پایا ہے\_ تو نے اس کے چہرے پر خال دیکھا ہے جس سے تیرے بدن کے سارے بال کھڑے ہوگئے (یعنی تیرے اوسان خطا ہوگئے)''\_ پس وہ بولیں:'' اے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ آپ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی''\_ (3)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ طبقات ابن سعد ج 8ص 112 \_ 2\_ طبقات ابن سعد ج8 ص 115\_

3\_ طبقات ابن سعد ج 8ص 115 \_

12\_ حفصہ بن عمر

بلکہ عائشہ تو اپنی سہیلی حفصہ سے بھی حسد کرتی تھی \_ اور کہا جاتاہے کہ واقعہ مغافیر ان دونوں کے درمیان پیش آیا تھا(1)\_

نتیجہ

یہ تھا رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کی دیگر ازواج کے ساتھ حضرت عائشہ کا رویہ \_ مذکورہ مشکلات کا قابل ملاحظہ حصہ بظاہر ان ازواج کے حسن و جمال کے باعث حضرت عائشہ کاحسد تھا (جیساکہ بیان ہو چکا ہے) حضرت عائشہ کی پیداکردہ مشکلات اور ان کے تجاوزات کادسواں حصہ بھی رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی کسی اور زوجہ کے بارے میں دیکھنے میں نہیں آتا سوائے ایک یا دو روایتوں کے جو خود حضرت عائشہ سے مروی ہیں\_

رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی بیویوں میں سے فقط حضرت عائشہ نے (بغض و حسد اور مشکلات کا) جو طوفان مچا رکھا تھا وہ اس بات کا غماز ہے کہ اس کے پیچھے ایک خاص وجہ کارفرما تھی اور وہ یہ کہ حضرت عائشہ ان ازواج کے مقابلے میں احساس کمتری یا احساس محرومیت کا شکار تھی، کم ازکم حسن و جمال کے معاملے میں\_

ان حقائق کے پیش نظر عروہ اور حضرت عائشہ وغیرہ سے مذکور ان تمام دعوں اور روایات کا اعتبار ساقط ہوجاتا ہے جن سے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کے نزدیک عائشہ کے مقام و مرتبے کا اظہار ہوتا ہے اور اگر ساقط نہ بھی ہوں تو کم از کم یہ دعوے اور روایات مشکوک ضرور ہوجاتی ہیں\_

رہی واقعہ افک والی بات تو وہ بھی باطل ہے\_ ہم نے اس مسئلے کے بارے میں ایک الگ کتاب لکھ کر تفصیلی بحث کی ہے\_ یہ کتاب کچھ ہی مدت پہلے چھپ چکی ہے\_

یہاں پر یہ آخری نکتہ بھی بیان کرتے چلیں کہ (اہل سنت کی کتابوں میں)حضرت عائشہ سے ایسی بہت سی احادیث نقل ہوئی ہیں جن میں ( ان کے بقول) رسول اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے حضرت عائشہ کے ساتھ بوس و کنار، حالت حیض میں (نعوذ باللہ) آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی اس کے ساتھ ہم بستری اور دونوں کے ایک ہی برتن میں غسل

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ ملاحظہ ہو: حیاة الصحابہ ج2 ص 762 از بخاری ، مسلم و تفسیر ابن کثیر ج4 ص 387 نیز از جمع الفوائد ج1 ص 229 و از طبقات ابن سعد ج8 ص 85\_

کرنے کا ذکر ہے\_ اور دیگر ایسی احادیث بھی مذکور ہیں جن میں( معاذ اللہ) جنسیات، دل ربائی اور لطف اندوزی کا رنگ پایا جاتا ہے \_ جبکہ (اہل سنت کے منابع میں) حضرت عائشہ کے علاوہ دیگرازواج پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے اس قسم کی حادیث بہت ہی کم دیکھنے کو ملیں گے \_ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اور حضرت عائشہ کے درمیان تعلقات زیادہ مضبوط نہیں تھے\_ کیونکہ اس کی نہ تو ذہنی، ثقافتی اور عملی سطح اتنی تھی جو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اور عائشہ کے درمیان پل کا کام کرتی اور جس کے ذریعہ وہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھ اپنے تعلقات کو خاص اور مضبوط بناسکتی اور نہ ہی اس کے اغراض ،اہداف اور مقاصد، آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے اغراض ، اہداف اور مقاصد سے میل کھاتے تھے\_

اور اس کے بعد

ان عرائض کی روشنی میں ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا حضرت عائشہ کی جسارتوں، زیادتیوں نیز آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے بھائی حضرت علیعليه‌السلام اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی دیگر ازواج کے حوالے سے اس کی ایذا رسانیوں کو سہنے کی وجہ اس کے سوا کچھ اور نظرنہیں آتی کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم حضرت عائشہ کے بارے میں کوئی اٹل فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھے کیونکہ سیاسی حالات کا تقاضا تھا کہ آپ ان تمام تلخیوں پر صبر سے کام لیتے\_ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کا اپنی ازواج کے ساتھ برتاؤ اس وقت کے سیاسی حالات کے پیش نظر تھا گھریلو یا ازدواجی ماحول کے تقاضوں کے مطابق نہیں\_ اس امر کی تائید حضرت عمر کی اس بات سے ہوتی ہے جوانہوں نے اپنی بیٹی حفصہ سے کہی\_ یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ نے پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کے خلاف ایکا کرلیا تھا\_ اور آنحضرت نے (جواباً) اپنی تمام بیویوں سے کنارہ کشی اختیار کرلی تھی\_ حضرت عمر نے حفصہ سے کہا تھا:'' اللہ کی قسم تجھے معلوم ہے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا تجھے نہیں چاہتے\_ اگر میں نہ ہوتا تو رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ تجھے طلاق دے دیتے''\_(1)

یہاں اس حقیقت کا ذکر ضروری ہے کہ اس دور میں کوئی فرد ایسا نہ تھا جو حقیقت کا اظہار کرنے کی طاقت رکھتا ہو کیونکہ (دور خلفا میں) سرکاری مشینری نے حضرت عائشہ کی رکاب تھام رکھی تھی اور ان کی قدر و منزلت کو بڑھانے میں مصروف تھی کیونکہ سرکاری مشینری حضرت عائشہ سے زبردست فائدے حاصل کررہی تھی\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ صحیح مسلم ج 4 ص 189،اس کی مزید وضاحت آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی کثرت ازواج کے سبب کی گفتگو میں آئیگی جو واقعہ احد سے پہلے کی بحث ہے\_

ان کے مقام کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے اور ان کیلئے تمغوں (خودساختہ کارناموں) کا ڈھیر لگانے کے پیچھے ایک سوچی سمجھی اور با قاعدہ سازش کارفرماتھی\_ اور حضرت عائشہ بھی رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کریم سے اپنی زوجیت اور ام المؤمنین کے لقب سے حد سے زیادہ فائدہ اٹھارہی تھیں\_ اسی طرح وقت کی حکومتوں کی ضروریات سے بھی نامحدود فوائد حاصل کررہی تھیں\_ یہ تمام باتیں، ہمارے لئے اس راز سے پردہ اٹھاتی ہیں کہ کیوں حضرت عائشہ لوگوں کے درمیان ( اپنے حسن و جمال کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا نے اس کے کنوارے پن کی بناپر اس سے شادی کی ہے ) اپنے آپ کو رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کی دیگر ازواج کی نسبت آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے زیادہ قریب اور با اثر مشہور کرتی تھیں\_

مدینے میں دخول اسلام

مورخین کے درمیان اس بات پر اختلاف ہے کہ مدینے میں سب سے پہلے اسلام کب داخل ہوا؟ پہلا مسلمان کون تھا؟ اور کیسے اسلام وہاں پہنچا؟ لیکن ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ مدینہ میں اسلام کا ورود کئی مرحلوں پر مشتمل ہے\_ سب سے پہلے اسعد بن زرارہ اور ذکوان بن عبد القیس مسلمان ہوئے\_ یہ اس وقت کی بات ہے جب مسلمان شعب ابیطالب میں محصورتھے \_اس کے بعد پانچ یا آٹھ یا چھ افراد مسلمان ہوئے\_ پھر عقبہ کی پہلی بیعت ہوئی اور بعدازاں عقبہ کی دوسری بیعت\_ مغلطای وغیرہ کے بیانات سے بھی اسی بات کا اظہار ہوتا ہے\_ (1)

اسی بنا پر وہ کہتے ہیں کہ اسعد بن زرارہ خزرجی اور ذکوان بن عبد القیس خزرجی ایک دفعہ حج کے ایام میں مکہ آئے اس وقت قریش نے بنی ہاشم کا شعب ابیطالب میں محاصرہ کر رکھا تھا\_ ان کے آنے کا مقصد قبیلہ اوس کے خلاف عقبہ بن ربیعہ کو اپنا حلیف بنانا تھا لیکن عقبہ نے انکار کیا اور کہا: ''ہمارے اور تمہارے گھروں کے درمیان بہت فاصلہ ہے اور ہم ایسی مشکل میں پھنسے ہوئے ہیں کہ کسی اور کام کی طرف توجہ ہی نہیں دے سکتے''\_ جب اس مشکل کے بارے میں سوال ہوا تو عقبہ نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے قیام کا ذکر کیا اور کہا کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سیرة مغلطای ص 29 \_

نے ان کے جوانوں کو خراب اور ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کردیا ہے\_ پھر عقبہ نے اسے حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھ رابطہ سے یہ کہہ کر منع کیا کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ساحر ہیں اور اپنے کلام سے اس کو مسحور کردیں گے\_ پھر اسے یہ بھی حکم دیا کہ وہ طواف کے دوران اپنے کانوں میں روئی ڈال لے تاکہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کی بات سنائی نہ دے \_اس وقت نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم بنی ہاشم کے ایک گروہ کے ساتھ حجر اسماعیل میں بیٹھے ہوئے تھے\_ یہ لوگ ایام حج میں خانہ کعبہ کی زیارت کیلئے شعب ابیطالب سے خارج ہوئے تھے\_

اسعد طواف کیلئے آیا اور اس نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کو حجر اسماعیل کے پاس تشریف فرما دیکھا\_ اس نے سوچا مجھ سے زیادہ جاہل کون ہوگا؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ مکہ میں رونما ہونے والے اس واقعے سے آگاہ ہوئے بغیر میں اپنی قوم کے پاس واپس جاؤں اور ان کو اس سلسلے میں کچھ نہ بتاسکوں؟ چنانچہ اس نے روئی اپنے کانوں سے نکال کردور پھینک دی\_ پھر رسول اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے پاس آیا آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو سلام کیا اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھ گفتگو کی\_ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے اسے دعوت اسلام دی اور وہ مسلمان ہوگیا\_ اس کے بعد ذکوان نے بھی اسلام قبول کرلیا\_

ایک اور روایت کہتی ہے کہ جب اسعد بن زرارہ نے ذکوان کے ساتھ نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے ملاقات کی تو آپ سے عرض کی:'' اے اللہ کے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم میرے والدین آپ پر فدا ہوں، میں یثرب کا باشندہ ہوں اورقبیلہ خزرج سے میرا تعلق ہے\_ اوسی بھائیوں کے ساتھ ہمارے تعلقات منقطع ہیں\_ شاید خدا آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے طفیل ہمارے تعلقات کو بحال کردے، میں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو سب سے زیادہ صاحب شرف پاتا ہوں\_ میرے ساتھ میری قوم کا ایک فرد موجود ہے\_ اگر وہ اس دین میں داخل ہوا تو مجھے امید ہے کہ خدا آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ذریعے ہماری مشکل کو حل کردے گا\_ اللہ کی قسماے اللہ کے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ہم یہودیوں کی زبانی آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے بارے میں سنتے آئے تھے وہ ہمیں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ظہور کی خوشخبری دیتے اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی صفات و علامات بتاتے تھے\_ مجھے امید ہے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا دار ہجرت ہمارے ہاں ہوگا\_یہودیوں نے ہمیں اس سے آگاہ کیا ہے\_ شکر ہے اس خدا کا جس نے ہمیں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے پاس پہنچایا\_ اللہ کی قسم میں تو اسلئے آیا تھا کہ قریش کو اپنا حلیف بنالوں لیکن اللہ نے اس سے بہتر چیز عطا کی''\_

اس کے بعد ذکوان آیا\_ اسعد نے اس سے کہا :''یہ اللہ کا وہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ہے جس کے بارے میں یہودی ہمیں خوشخبری دیتے تھے اور اس کی صفات و علامات بیان کرتے تھے، آؤ مسلمان ہوجاؤ''\_ یہ سن کر ذکوان بھی

مسلمان ہوا ... (1)

نبوت کے گیارہویں سال نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ایام حج ہی میں قبائل کو دعوت اسلام دینے اور ان سے مدد طلب کرنے کیلئے نکلے\_ پس عقبہ (ایک گھاٹی) میں قبیلہ خزرج کے ایک گروہ سے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی ملاقات ہوئی\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ان کو دعوت اسلام دی اور قرآن پڑھ کر سنایا\_یوں وہ مسلمان ہوئے اور ان کی تعداد چھ تھی،جو یہ افراد ہیں: اسعد بن زرارہ، جابر بن عبداللہ، عوف بن حارث، رافع بن مالک اور عامر کے دوبیٹے عقبہ و قطبہ\_ایک قول کی بنا پر وہ آٹھ تھے\_ان کی تعداد اس کے علاوہ بھی بتائی گئی ہے (نیز ان کے ناموں میں بھی اختلاف ہے اور مذکورہ افراد کی جگہ دیگر افراد کا نام بیان ہوا ہے\_بہرحال اس بات کی تحقیق کی یہاں گنجائشے نہیں)\_

خلاصہ یہ کہ یہ حضرات اپنی قوم و قبیلے کے پاس مدینہ لوٹ گئے، انہیں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کے بارے میں بتایا اور اسلام کی دعوت دی\_اس کے بعد بعثت کے بارہویں سال یعنی ہجرت سے صرف ایک سال پہلے عقبہ کی دوسری بیعت ہوئی(2)\_

اس گفتگو کو جاری رکھنے سے پہلے درج ذیل نکات کی طرف اشارہ کرتے چلیں:

1\_ اہل کتاب کی پیشگوئیاں

گزشتہ معروضات سے معلوم ہوا کہ اہل مدینہ یہودیوں کی زبانی یہ سنتے آئے تھے کہ عنقریب پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا ظہور ہونے والا ہے\_یہ بات اس نئے دین کو قبول کرنے کیلئے ان میں نفسیاتی طور پر آمادگی پیدا ہونے کا باعث بنی\_

2\_ اوس وخزرج کے اختلافات

اوس وخزرج کے درمیان خونریز جنگیں ہوئی تھیں آخری جنگ، جنگ بعاث تھی جس میں اوس کو فتح ہوئی تھی اس وقت پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اور بنی ہاشم شعب ابیطالب میں محصور تھے\_ یوں اوس وخزرج کی دشمنی نہایت زوروں

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ بحار ج 19ص 9و اعلام الوری ص 57علی بن ابراہیم سے \_

2\_ بحار ج 19 ص 9 اور اعلام الوری ص 57 از علی بن ابراہیم\_

پرتھی\_ کہتے ہیں کہ وہ دن رات ہتھیاربند رہتے تھے\_ (1) بالفاظ دیگر وہ اپنے محدود مالی وسائل کے ساتھ شدید ترین حالات میں ممکنہ حد تک نبرد آزماتھے\_

فطری بات ہے کہ وہ اس بحرانی حالت سے نکلنے کیلئے فرصت کی تلاش میں تھے اور قطع شدہ روابط کی بحالی کے منتظر تھے جیساکہ اسعد بن زرارہ نے (چند سطر قبل) اس کی تصویر کشی کی\_ یہ وہی اسعد ہے جو قبیلہ اوس کے خلاف عتبہ بن ربیعہ کو حلیف بنانے کیلئے آیا تھا\_

بنابریں اہل مدینہ ظلم وانحراف کا مزہ چکھ چکے تھے اور کسی نجات دہندہ کے متلاشی تھے\_ چنانچہ انہوں نے پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اسلام کوہی اپنا حقیقی نجات دہندہ پایا جوان کے پاس اسلام کی آسان شریعت لے کرآیا تھا\_ چنانچہ انہوں نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ سے کہا:'' ہم اپنی قوم کے پاس جاکر ان کو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھ ہونے والی گفتگو سنائیں گے\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی طرف ہمارے مائل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہم اپنی قوم کو باہمی دشمنی کی حالت میں چھوڑ آئے ہیں\_ ہم عربوں کے کسی زندہ گروہ کے درمیان اس قدر دشمنی نہیں دیکھتے جس قدر ان کے درمیان پاتے ہیں\_ ہم ان کے پاس وہ باتیں لے کر لوٹیں گے جو ہم نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے سنی ہیں\_ شاید خدا ان کے دلوں کو آپس میں جوڑ دے اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے طفیل ان کے درمیان صلح اور باہمی الفت پیدا ہوجائے''\_ (2)

3\_ اسلام کی سہل وآسان تعلیمات

اسلام کی تعلیمات صاف ستھری ،فطرت کے ساتھ سازگار،ہر قسم کی پیچیدگی و ابہام سے پاک اور سہل وآسان ہیں\_ ان تعلیمات کی حقانیت کو جاننے کیلئے گہرے غوروفکر یا اس کے اہداف کو سمجھنے کیلئے جان جوکھوں میں ڈالنے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی اس کے نتائج سے باخبر ہونے کیلئے کہانت اورغیب گوئی کی حاجت ہے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ بحار ج 19 ص 8 ، 9 ، 10 نیز اعلام الوری ص 55\_

2\_ الثقات ابن حبان ج 1ص 90\_91\_

اس لئے ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ اہل مدینہ اسلام کے اہداف اور اصولوں کا تذکرہ سنتے ہی ایمان لے آئے ہیں\_ جب ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ مدینہ والوں کو اس قسم کے حالات کا سامنا نہ تھا جن کا اہل مکہ کو سامنا تھا تو مذکورہ حقیقت زیادہ واضح ہوتی ہے\_ (کیونکہ مکہ والے اسلام کو اپنے ذاتی مفادات، خودساختہ وظالمانہ امتیازات نیز اپنی خواہشات اور انحرافی روش کیلئے خطرہ تصور کرتے تھے جیساکہ ہم نے کئی مرتبہ اس کی طرف اشارہ کیا ہے)\_

مدینہ والوں نے یہودیوں کی پیش گوئیوں کے علاوہ شروع ہی سے یہ دیکھ لیا تھا کہ اسلامی تعلیمات ہی ان کی نجات و ہدایت اور موت کی بجائے زندگی عطا کرنے کی ضامن ہیں \_نیز یہی تعلیمات ہی فطرت اور عقل سلیم کے موافق ہیں، خواہ عقائد اور قوانین کے لحاظ سے ہوں یا معاشرتی اور سیاسی لائحہ عمل کے حوالے سے \_چنانچہ انہوں نے آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے آپ کی دعوت کے بارے میں سوال کیاتو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا: ''میری دعوت یہ ہے کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ہوں\_ میں تم کو دعوت دیتا ہوں کہ کسی کو خدا کا شریک قرار نہ دو، والدین کے ساتھ احسان کرواور تنگدستی کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو\_ ہم ہی تم کو اور ان کو روزی دیتے ہیں، بدکاری کے قریب نہ جاؤ\_ نہ علانیة اور نہ چھپ کر\_ کسی کو ناحق قتل نہ کرو مگر یہ کہ تمہیں اس کا حق حاصل ہو\_ یہ وہ نصیحتیں ہیں جواللہ نے تمہارے لئے کی ہیں تاکہ تم عقل سے کام لو اور یتیموں کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ جوان ہوجائیں مگر اس طریقہ سے جو سب سے بہتر ہو\_ناپ تول میں انصاف سے کام لو، ہم کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری نہیں ڈالتے\_ جب تم کوئی بات کہو تو انصاف کو مدنظر رکھو اگرچہ وہ تمہارے رشتہ دار کے خلاف ہی کیوں نہ ہواور عہد الہی کو پورا کرو\_ یہ خدا کی نصیحتیں ہیں تمہارے لئے تاکہ انہیں یاد رکھو''\_ (1)

انہی خصوصیات کی بناپر وہ اسلام کے گرویدہ اور اس دین کی راہ میں قریش اور عربوں کے خلاف برسر پیکار ہوگئے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ ّانعام، آیت 151\_152\_

4\_ اہل مدینہ اور اہل مکہ

بت پرستی (مدینہ والوں )کادین ، ان کی اندرونی مشکلات اور اختلافات کو حل کرنے سے عاجز رہا یہاں تک کہ ان مشکلات کی مدت کو بھی کم نہ کرسکا\_ نہ ہی بت پرستی کے سبب اہل مدینہ کو معاشرتی یا اقتصادی یا دیگر حوالوں سے امتیازی حیثیت مل سکی\_ اسی لئے بت پرستی کی بنیادیں ضعیف اور کمزورپڑتی گئیں\_ عقل سلیم اورفطرت کے ساتھ اس کی مخالفت نے اس ضعف اور کمزوری میں مزید اضافہ کیا\_ پھر خدا کی طرف بلانے والے نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا زمانہ ظہور قریب ہونے کے بارے میں یہودیوں کی پیش گوئیوں نے مذکورہ کمزوریوں کو اور زیادہ کردیا\_

یہ مشرکین مکہ کی حالت کے بالکل برعکس تھا وہ بت پرستی کے ذریعے سماجی اورسیاسی طور پر فائدہ حاصل کر رہے تھے\_ انہوں نے اپنے آپ کو اس سرزمین کے دیگر قبائل اور جماعتوں کے اجتماع کا مرکز بنالیا تھا\_ مکہ والوں نے اپنے لئے ناجائز مراعات اور امتیازات کی بنیادوں کو مستحکم کرلیا تھا\_ وہ حق اور انسانیت کی خدمت کے نام پر ان ناجائز مراعات سے دست بردار ہونے کیلئے آمادہ نہ تھے بلکہ وہ تو اپنے ذاتی مفادات، انحرافی اعمال اور ناجائز مراعات کے اوپر انسانیت اور حق کو قربان کر رہے تھے\_

علاوہ ازیں اس بات کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئےس کا ہم اسلام کی کامیابی اور ترویج کے اسباب کے بیان میں ذکر کرچکے ہیں \_یہاں ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی عظیم شخصیت، آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے بلند اخلاق، قریش اورعرب کے بہترین گھرانے سے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے تعلق (نیز بعض لوگوں کے نظریئےے مطابق آپ کی والدہ، آمنہ بنت وہب کے واسطے سے بنی نجار اور خزرجیوں سے قریبی رشتہ داری) (1) وغیرہ نے اہل مدینہ کے اسلام قبول کرنے، آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی دعوت پر لبیک کہنے اور اسلام کی راہ میں قربانی دینے میں اہم کردار ادا کیا\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ البتہ یہ ایسا دعوی ہے جس کی کوئی دلیل نہیں کیونکہ صرف رشتہ داری مذکورہ باتوں کا باعث نہیں بن سکتی\_

تیسری فصل

بیعت عقبہ

عقبہ کی پہلی بیعت

کہتے ہیں کہ جب مسلمان ہونے والے یہ حضرات مدینہ پہنچے تو انہوں نے اہل مدینہ کے پاس رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کا ذکر کیا اور ان کو اسلام کی دعوت دی\_ یہ بات ان کے درمیان پھیلی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ انصار کے ہر گھر میں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کا ذکر ہونے لگا\_

جب دوسرا سال یعنی بعثت کا بارہواں سال ہوا تو بارہ آدمی مکہ آئے جن میں سے دو کا تعلق قبیلہ اوس سے اور باقیوں کا خزرج سے تھا\_ انہوں نے عقبہ کے مقام پر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ سے ملاقات کی اور عورتوں والی بیعت کی( یعنی وہ بیعت جس میں جنگ کا تذکرہ نہ ہو )\_بالفاظ دیگر انہوں نے اس بات کی بیعت کی کہ وہ کسی کو خدا کا شریک قرار نہیں دیں گے، چوری اور زنانہیں کریں گے، اپنی اولاد کو قتل کرنے سے احتراز کریں گے، اپنے ہاتھ پاؤں کے سامنے سے کوئی بہتان گھڑکے نہ لائیں گے، کسی نیک کام میں نافرمانی نہیں کریں گے\_ اگر وہ اس عہد کو پورا کریں گے تو ان کی جزا جنت ہوگی اور اگر عہدشکنی کریں تو ان کا انجام خدا کے ہاتھ میں ہوگا تاکہ اگر وہ چا ہے تو ان کو مبتلائے عذاب کرے اور اگر چا ہے تو بخش دے\_

جب وہ مدینہ لوٹے تو آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ان کے ساتھ مصعب بن عمیر کو بھیجا تاکہ وہ انہیں قرآن اوراسلام کی تعلیم دے اور ان میں دین سے آشنائی پیدا کرے\_ لوگ مصعب کو مقری کے نام سے یاد کرتے تھے\_حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ابن ام مکتوم کو بھی مدینہ بھیجا (1) جیساکہ نقل ہوا ہے\_ حضرت مصعب نے مدینہ میں پہلی بار

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سیرت نبویہ دحلان ج 1ص 151\_152ا ور السیرة الحلبیة ہ ج 2 ص 9 اس میں ہے کہ واقدی نے بیان کیا ہے کہ ابن ام مکتوم بدر کے کچھ عرصہ بعد مدینہ آیا، ابن قتیبہ کے کلام میں وہ بدر کے 2 سال بعد مدینہ ہجرت کرکے آیا\_ اس کے بعد حلبی نے ان اقوال کو جمع کرنے کی غرض سے یہ احتمال دیا ہے کہ وہ پہلے اہل مدینہ کو پڑھاتا تھا پھر مکہ واپس آگیا اور اس آمدورفت کے بعد وہ بدر کے بعد دوبارہ ہجرت کرگیا یہ ایک قابل قبول احتمال ہے\_

نماز جمعہ قائم کی\_

حضرت مصعب اور ان کے دیگر مسلمان ساتھی تبلیغ اسلام میں کامیاب رہے اور حضرت سعد بن معاذ مسلمان ہوگئے جو اپنے قبیلے بنی عمیر بن عبدالاشہل کے قبول اسلام کا باعث تھے\_ چنانچہ وہ مصعب کے ہاتھوں قبول اسلام کے بعد اپنی قوم کے پاس گئے اور ان سے کہا: ''اے بنی عبدالاشہل تم اپنے درمیان میری حیثیت کو کیسے پاتے ہو''؟

وہ بولے:'' تم ہمارے سردار ہو، تمہاری رائے ہم سے بہتر ہے، تم اورتمہارا حکم ہماری بہ نسبت زیادہ با برکت ہے''\_

یہ سن کر سعدنے کہا: ''پھر جب تک تم لوگ اللہ اور رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پر ایمان نہ لے آؤ ، میںتمہارے مردوں اور عورتوں کے ساتھ گفتگو حرام سمجھوں گا''\_

راوی کہتا ہے قسم ہے اللہ کی، بنی عبد الاشہل کے کسی گھرمیں نہ کوئی مرد ایسا رہا نہ عورت جو شام ہونے سے پہلے ہی مسلمان نہ ہوگیا ہو(1)\_وہ سب ایک ہی دن میں مسلمان ہوئے( سوائے عمرو بن ثابت کے جنہوں نے جنگ احد تک اسلام قبول نہ کیا،اس کے بعد مسلمان ہوئے\_ کہتے ہیں کہ وہ مسلمان ہونے کے فوراً بعدکوئی سجدہ کرنے (نماز پڑھنے) سے پہلے شہید ہوگئے مصعب بن عمیر لوگوں کو بدستور اسلام کی دعوت دیتے رہے یہاں تک کہ انصار کے مردوں اور عورتوں نے اسلام قبول کرلیا سوائے قبیلہ اوس کے بعض لوگوں کے، جواپنے ایک سردار کی متابعت میں مسلمان نہیں ہوئے تھے\_ یہ سردار ہجرت رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے بعدمسلمان ہوا\_(2)

یہ تھا مورخین کا بیان، لیکن ہم چند جگہوں پر اظہار نظر کرنا چاہتے ہیں\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ ان تمام باتوں کے لئے ملاحظہ ہو: سیرہ ابن ہشام ج2 ص 79 ، 80 ، سیرہ حلبیہ ج2 ص 14 ، تاریخ الامم و الملوک (طبری) ج2 ص 90 اور السیرة النبویہ ( ابن کثیر) ج2 ص 184\_

2\_ السیرہ النبویہ ( ابن کثیر) ج2 ص 184 ، تاریخ الامم والملوک ج2 ص90 ، سیرہ ابن ہشام ج 2 ص 79 ، 80 نیز سیرہ حلبیہ ج2 حاشیہ ص 14\_

سعد بن معاذ کی اپنی قوم کو دعوت

خدا کی طرف دعوت دینے کا حکم فقط انبیاء اور اوصیاء کے ساتھ مختص نہیں بلکہ یہ حکم ہر مکلف کو(اس کی طاقت اور استطاعت کے مطابق) شامل ہے\_ یہ ان امور میں سے ہے جن کا عقل سلیم حکم دیتی ہے اور ہر مکلف پر ان کو لازم قرار دیتی ہے\_ یہ کام شرعی اجازت کا بھی محتاج نہیں\_ کیونکہ عقل سلیم اس بات کا باآسانی ادراک کرتی ہے کہ واجبات کا ترک کرنا، برائیوں کا مرتکب ہونا نیز افکار و اعتقادات اور کردار کا انحراف، موجودہ اور آئندہ نسلوں کیلئے عظیم نقصان کا باعث ہیں \_اسی لئے صحیح طرزفکر اختیار کرنے، برائیوں سے اجتناب کرنے اور نیک کاموں کو انجام دینے کی دعوت دینے کا حکم دیتی ہے\_

خدا کی طرف دعوت دینے کیلئے حضرت سعد کی بے چینی اس حقیقت کو واضح کرتی ہے\_ چنانچہ بات یہاں تک پہنچتی ہے کہ سعد اپنی قوم سے کہتے ہیں کہ اگر وہ اپنی گمراہی پر برقرار رہیں تو وہ ان کے ساتھ ہر قسم کا رابطہ منقطع کردیں گے \_

اس موقف کی عظمت کا صحیح اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب ہم یہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ اس دور میں ایک عرب شخص کی تقدیر اور خوش بختی کس حد تک قبیلے کے ساتھ مربوط تھی نیز فرد اور قبیلے کے درمیان کس قدر ربط تھا\_

قرآن بھی عقل و فطرت کے اسی حکم کی تائید کرتا ہے\_ اسی لئے قرآن دینی فہم و بصیرت رکھنے والے ہر فرد پر لازم قرار دیتا ہے کہ وہ اللہ کی طرف دعوت دے\_ ارشاد الہی ہے (قل هذه سبیلی ادعوا الی الله علی بصیرة انا ومن اتبعنی) (1) یعنی کہہ دیجئے میرا راستہ تو یہ ہے\_ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں\_ میں خود بھی عقل وبصیرت کے ساتھ اپنا راستہ دیکھ رہاہوں اور میرے ساتھی بھی\_

اس بات کی طرف بھی اشارہ ضروری ہے کہ جو لوگ حق کو پہچان لیتے ہیں اور ایمان کی مٹھاس کو چکھ لیتے ہیں وہ بے اختیار کوشش کرتے میں کہ دوسرے لوگ بھی حق کی طرف آئیں، اس پر ایمان لے آئیں، اس سے استفادہ کریں اور اس کی شیرینی کو چکھ کر لطف اندوز ہوں\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ یوسف، آیت 108\_

اسی لئے ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام جنہیں اپنے شیعوں کی فکر تھی\_ (وہی شیعہ جو امت اسلامی کے برگزیدہ بندے ہیں اوراموی اور اس کے بعد عباسی حکومتوں کے دور میں مختلف قسم کے مظالم و مصائب کا شکار رہے ) اس بات پر بے چینی کا اظہار فرما رہے ہیں کے شیعہ ان حالات کی نزاکت اور خطرات کو مدنظر نہیں رکھتے آپ مسئلہ امامت کے اظہار کیلئے ان کی بے چینی دیکھ رہے تھے\_ یہ بے چینی ایمان کی مٹھاس اور تبلیغ کلمہ حق کی ضرورت سے ان کی آشنائی کا نتیجہ تھی\_

امام سجادعليه‌السلام فرماتے ہیں، میں ترجیح دیتا ہوں کہ شیعوں کے درمیان موجود دو خصلتوں کو محو کرنے کے بدلے میرے بازو کا گوشت کاٹ لیاجائے \_وہ دو خصلتیں یہ ہیں، جلدبازی اور راز داری کی کمی\_ (1)

بیعت

اس بیعت کا متن واضح طور پر اسلامی معاشرے کی بنیادی باتوں اور اہم اصولوں کو شامل ہے \_یہ بیعت نظریاتی وعملی دونوں پہلوؤں کی حامل ہے \_رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا نے باہمی روابط سے متعلق معینہ ذمہ داریاں ان پر ڈالیں\_ ان ذمہ داریوں کو نبھانے کیلئے ان سے عہدوپیمان لیا تاکہ وہ اس کی مخالفت کو زبان کے احترام وتقدس کے منافی سمجھیں\_ یہ عہدوپیمان بیعت کے نام سے عمل میں آیا جو ان کی طرف سے مذکورہ اصولوں پر کاربند رہنے کا مقدس وعدہ اور عہدوپیمان تھا\_

لیکن آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے اس عہد کو توڑنے، بد عہدی کرنے اور دھوکہ دینے والے کیلئے کوئی سخت سزا معین نہیں کی کیونکہ حالات اس کی اجازت نہیں دیتے تھے\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے یہ بات ان میں سے ہر ایک کے ضمیر پر چھوڑ دی\_ ساتھ ساتھ ان کو نظریاتی اصولوں کی رسی سے بھی باندھ دیا\_ نیز خطا کی صورت میں توبہ و اصلاح کی گنجائشے بھی رکھی تاکہ اگر کوئی شخص خلاف ورزی کرے تو اصلاح سے ناامید نہ ہوجائے بلکہ اس کی امیدباقی رہے\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے اس کا انجام خدا کے سپرد کردیا تاکہ وہ جسے چا ہے سزا دے اور جسے چا ہے بخش دے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سفینة البحار ج 1 ص 733 اور بحار ج 75 ص 69و 72 خصال سے ج 1 ص 24 کافی ج 2 ص 221 \_

نماز جمعہ

اس سے قبل بیان ہوچکا ہے کہ مصعب بن عمیر نے ہجرت سے قبل مدینے میں مسلمانوں کیلئے نماز جمعہ قائم کی(1) بسااوقات یہ اعتراض ہوتا ہے کہ سورہ جمعہ ہجرت کے بعد نازل ہوئی\_ پس مصعب نے جمعہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے نماز جمعہ کیونکر پڑھائی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ ''جمّع'' (جس کا استعمال مصعب والی روایت میں ہوا تھا) سے مراد شاید یہ ہو کہ: اس نے نماز جماعت پڑھائی\_ لیکن اگر ہم تسلیم بھی کرلیں کہ اس لفظ (جمع) سے مراد یہ ہے کہ اس نے نماز جمعہ پڑھائی تو اس کے باوجود سورہ جمعہ میں خدا کا یہ ارشاد (یا ایها الذین آمنوا اذا نودی للصلاة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر الله ) (2) یعنی اے مومنو جب جمعہ کے دن نماز کیلئے ندا دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو، جمعہ قائم کرنے کے بارے میں نہیں ہے بلکہ قائم شدہ نماز جمعہ کی طرف تیزی سے بڑھنے کا حکم دیتا ہے\_ بنابریں ممکن ہے نماز جمعہ، سورہ جمعہ کے نزول سے قبل مکہ میں حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی زبانی واجب ہوئی ہو لیکن وہاں اس کا قیام ممکن نہ ہوا ہو\_ یا یہ کہ خفیہ طور پر نماز ہوتی رہی ہو لیکن اس کی خبر ہم تک نہ پہنچی ہو\_

اس بات کی تائید اس ارشاد الہی سے ہوتی ہے ( واذا را وا تجارة او لهوا انفضوا الیها و ترکوک قائما قل ما عند الله خیر من اللهو ومن التجارة) (3) یعنی جب انہوں نے تجارت یا کھیل تماشا ہوتے دیکھا تو اس طرف لپک گئے اور تمہیں کھڑا چھوڑ دیا\_ ان سے کہو کہ جو اللہ کے پاس ہے وہ کھیل تماشے اور تجارت سے بہتر ہے\_ یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ نماز جمعہ اس سے قبل واجب ہوچکی تھی اور یہ کہ ان لوگوں کا رویہ پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اسلام کے ساتھ کیسا تھا\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ ملاحظہ ہو سیرہ حلبیہ ج 2 ص 9 و تعلیقہ مغنی ( مطبوعہ حاشیہ سنن دارقطنی ) ج2 ص 5 از طبرانی، کتاب '' الکبیر '' و ''الاوسط'' میں\_

2\_ سورہ جمعہ، آیت 9\_

3\_سورہ جمعہ، آیت 11\_

اس دعوت کی تائید دارقطنی کی اس روایت سے ہوتی ہے جو ابن عباس سے منقول ہے\_ وہ کہتے ہیں نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ہجرت سے پہلے جمعہ کی اجازت دی لیکن آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم مکہ میں جمعہ قائم نہ کرسکے پس آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے مصعب بن عمیر کو یوں خط لکھا: اما بعد جس دن یہودی لوگ بلند آواز سے زبور پڑھتے ہیں اس دن تم اپنی عورتوں اور بچوں کو جمع کرلو، جمعہ کے دن زوال کے وقت جب دن ڈھلنا شروع ہوجائے تو دو رکعت نماز، تقرب الہی کی نیت سے پڑھو\_ابن عباس نے کہا مصعب وہ پہلا شخص تھا جس نے نماز جمعہ قائم کی یہاں تک کہ نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم مدینہ آئے اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے بھی زوال کے بعد نماز جمعہ پڑھی اور اسے آشکار کیا\_ (1)

کچھ روایات کی رو سے سب سے پہلے نماز جمعہ قائم کرنے والا اسعد بن زرارہ ہے\_ (2)

عقبہ کی دوسری بیعت

مصعب بن عمیر مدینہ سے مکہ لوٹے اور رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی خدمت میں اپنی جدوجہد کے نتائج پیش کئے چنانچہ آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو اس امر سے زبردست مسرت ہوئی\_ (3)

بعثت کے تیرہویں سال حج کے ایام میں اہل مدینہ کاایک بہت بڑا گروہ حج کیلئے آیا جن کی تعداد پانچ سو بھی بتائی جاتی ہے\_ (4) ان میں مشرکین بھی تھے اور ایسے مسلمان بھی جو مشرک زائرین سے اپنا ایمان چھپا کر آئے تھے\_

ان میں سے بعض مسلمانوں نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ سے ملاقات کی\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ایام تشریق کی درمیانی رات عقبہ کے مقام پر (عام لوگوں کے سوجانے کے بعد) ان سے ملاقات کا وعدہ فرمایا\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ان کو حکم دیا

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ در المنثور ج 6 ص 218دار قطن سے و سیرہ حلبیہ ج 2 ص 12\_

2\_ در المنثور ج 6 ص 218 ابوداود ، ابن ماجہ، ابن حبان، بیہقی، عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن منذر سے ، وفاء الوفا ج1 ص 236 ، سیرہ حلبیہ ج2 ص 59 و ص 9 اور سنن دارقطنی ج 2 ص 5 ، 6 اور سنن دار قطنی پر مغنی کا حاشیہ ص 5 ( جو سنن کے ساتھ ہی مطبوع ہے )\_

3\_ بحار ج 19ص 12میں ہے کہ معصب نے نبی اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے پاس رپورٹ لکھ بھیجی اعلام الوری ص 59 میں بھی اسی طرح ہے\_

4\_ طبقات ابن سعد ج 1 حصہ اوّل1 ص 149 \_

کہ وہ سونے والوں کو نہ جگائیں اور غیرحاضر افراد کا انتظار نہ کریں\_یہاں سے ہمیں بیعت کیلئے اس خاص وقت کے انتخاب کی اہمیت کا بھی اندازہ ہوجاتا ہے کیونکہ اگر ان کا راز فاش بھی ہوجاتا تو چونکہ وہ حج کرچکے تھے اور شہر سے باہر نکل چکے تھے لہذا (قریش کیلئے) ان پر مؤثر طریقے سے دباؤ ڈالنے کی گنجائشے نہیں تھی\_ نیز حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے اس حکم کہ نہ تو وہ سوئے ہوئے لوگوں کو جگائیں اور نہ غیر حاضر افراد کا انتظار کریں کی علت بھی معلوم ہوجاتی ہے\_ اس کی وجہ یہ تھی کہ دوسرے لوگ ان کی غیرمعمولی حرکات کا مشاہدہ نہ کریں اور ان کا راز فاش نہ ہوجائے\_

چنانچہ اس رات وہ لوگ اپنے کاروانوں کے ہمراہ سوگئے جب رات کا تہائی حصہ گزرچکا تو یکے بعد دیگرے چھپ چھپاکر اپنی وعدہ گاہ کی طرف سرکنے لگے\_ یوں کسی کو بھی ان کے چلے جانے کا احساس نہ ہو سکا\_ یہاں تک کہ وہ درے میں گھاٹی کے پاس جمع ہوگئے\_ ان میں ستریاتہتر مرد تھے اور دو عورتیں تھیں\_

اس مقام پر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ سے ان کی ملاقات اس گھر میں ہوئی جس میں آپ تشریف فرماتھے\_ یعنی حضرت عبدالمطلب کے گھرمیں\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھ حضرت حمزہعليه‌السلام ، حضرت علیعليه‌السلام اورآپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے چچا عباس تھے\_(1)

مدینہ سے آئے ہوئے ان لوگوں نے اس بات پر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی بیعت کی کہ وہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے گھرانے کی حفاظت اسی طرح کریں گے جس طرح وہ اپنے اور اپنے بال بچوں کی حفاظت کرتے ہیں\_ نیز یہ کہ وہ ان کو پناہ دیں گے اوران کی مدد کریں گے \_سستی کی حالت ہویاچستی کی، ہر صورت میں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی بات پر لبیک کہیں گے اور اطاعت کریں گے\_ خوشحالی و تنگدستی دونوں صورتوں میں مال خرچ کریں گے\_ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں گے ، خدا کیلئے بات کریں گے اور اس سلسلے میں کسی کی ملامت سے نہ گھبرائیںگے\_ (ان باتوں کے نتیجے میں) عجم ان کا فرمانبردار ہوگا اور وہ حکمرانی کیا کریں گے \_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ اعلام الوری ص 59، تفسیر قمی ج 1 ص 273، بحار ج 19 ص 12\_13 و 47، قصص الانبیاء سے، سیرت حلبیہ ج 2 ص 16سیرت نبویہ دحلان ج 1 ص 152\_

مالک نے عبادہ بن صامت سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا : '' ہم نے ان باتوں پر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی بیعت کی کہ ہم آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی بات مانیں گے اور اطاعت کریں گے خواہ حالات سخت ہوں یا سازگار، خواہ طبیعت میں سستی ہو یا چستی نیز یہ کہ امر (حکومت) میں اس کے اہل سے جھگڑا نہ کریں گے\_ ہر جگہ حق کی بات پر (یا حق کے ساتھ) قیام کریں گے اور خدا کے معاملے میں کسی کی ملامت سے نہ گھبرائیں گے''\_ (1) سیوطی کہتا ہیں کہ لفظ امر سے اس کی مراد حکومت و سلطنت ہے\_ (2)

عباس ابن نضلہ نے خصوصاً رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے قول ''عجم تمہارے زیرنگیں ہوں گے اور تم بادشاہی کیا کروگے'' سے مسئلے کی نزاکت کو سمجھا\_ اور یہ جان لیا کہ وہ مکہ یا جزیرة العرب کے مشرکین سے نہیں بلکہ پوری دنیا کے ساتھ ٹکرلینے کا اقدام کر رہے ہیں\_ چنانچہ اس نے چاہا کہ وہ ان لوگوں سے مزید اطمینان حاصل کرے اور بیعت کرنے والوں کی آنکھیں کھول دے تاکہ وہ سوچ سمجھ کر اقدام کریں اور کسی دن یہ نہ کہیں کہ اگر ہمیں علم ہوتا کہ بات یہاں تک پہنچے گی تو ہم بیعت نہ کرتے\_ اس لئے اس نے کہا: '' اے اوس اور خزرج والو کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے اس اقدام کا مطلب کیا ہے؟ یہ تو عرب و عجم اور دنیا کے تمام حکمرانوں کے ساتھ اعلان جنگ ہے\_ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ جب تم پر مصیبت ٹوٹ پڑے تو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی مد د سے دست بردار ہوجاؤگے تو پھر انہیں دھوکہ نہ دو\_ کیونکہ اپنی قوم کی مخالفت کے باوجود رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کو عزت و تحفظ حاصل ہے''\_

یہ سن کر جابر کے باپ عبداللہ بن حزام، اسعد بن زرارہ اور ابوالھیثم بن تیھان نے کہا :''تم کہاں سے بات کرنے والے آگئے؟'' پھر کہا:'' اے اللہ کے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ہمارا خون اور ہماری جانیں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے لئے حاضر ہیں\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اپنے اور اپنے رب کے حق میں جو بھی شرط رکھنا چاہیں رکھیں''(3)\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ الموطاء تنویر الحوالک کے طبع کے ساتھ ج 2 ص 4 ، سیر اعلام النبلاء ج2 ص 7 ، مسند احمد ج5 ص 314 و 316 ، سنن نسائی ج7 ص 138 ، 139 ، صحیح بخاری ج4 ص 156، البدایہ والنہایہ ج3 ص 164 ، سیرہ نبویہ ابن ہشام ج2 ص 97 ، دلائل النبوة (بیہقی) ج2 ص 452 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ، سیرہ نبویہ ابن کثیر ج 2 ص 204 او رصحیح مسلم ج 6 ص 16 و 17 \_

2\_ تنویر الحوالک ج 2 ص 4 \_

3\_ ملاحظہ ہو : بحار الانوار ج19 ص 12 و 13 از اعلام الوری ، دلائل النبوہ ( بیہقی)ج2 ص 450 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ، تاریخ الخمیس ج1 ص 318 ، سیرہ نبویہ ابن ہشام ج2 ص 88 ، البدایہ والنہایہ ج3 ص 162 ، سیرہ نبویہ ابن کثیر ج2 ص 201 نیز سیرہ حلبیہ ج 2 ص 17\_

یہ بھی کہاجاتا ہے کہ اسعد بن زرارہ نے بیعت عقبہ کے وقت کہا:'' اے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا ہر دعوت لوگوں کیلئے سخت اور دشوار تھی\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ہمیں دعوت دی کہ ہم اپنے دین کو چھوڑ کر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا دین اپنائیں یہ ایک سخت مرحلہ تھا\_ لیکن ہم نے اس مسئلے میں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی بات مان لی\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ہم کو دعوت دی کہ ہم اپنی باہمی حمایتوں اور قرابتوں کو (خواہ وہ قریبی ہوں یا دور کی) قطع کردیں یہ بھی ایک سخت مرحلہ تھا\_ لیکن ہم نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی بات پر لبیک کہا\_ نیز ان حالات میں جبکہ ہم عزت و حفاظت کے ساتھ زندگی گزار رہے تھے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ہمیں دعوت دی کہ ہم ایک ایسے اجنبی کی قیادت کو تسلیم کریں جسے اس کی قوم نے تنہا چھوڑ دیا تھا اور اس کے چچاؤں نے اسے دشمنوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا\_ یہ بھی ایک کٹھن مرحلہ تھا لیکن ہم نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی بات تسلیم کرلی ...''\_ (1)

علاوہ ازیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ عباس بن عبد المطلب بیعت عقبہ کے وقت موجود تھے کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ اپنے بھتیجے کے حق میں مزید اطمینان اور ضمانت حاصل کرلیں چنانچہ عباس نے کہا:'' اے خزرج والو ہمارے نزدیک محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا جو مقام ہے وہ تمہیں معلوم ہے\_ ہم نے اسے اپنی قوم سے جو ہمارے ہم مذہب ہیں محفوظ رکھا ہے\_ بنابریں وہ اپنی قوم کے درمیان معزز ہے اور اپنے شہر میں خوب محفوظ ہے لیکن وہ صرف تمہارے پاس پناہ لینا اور صرف تم سے ملحق ہونا چاہتا ہے\_ اگر تمہارا ارادہ یہ ہے، کہ جس مقصد کیلئے ان کو دعوت دے رہے ہو اس میں اپنے قول پر عمل کروگے اور مخالفین کے مقابلے میں ان کی حفاظت کروگے تو پھر اس ذمہ داری کو اٹھاؤ\_ لیکن اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ انہیں وہاں لے جانے کے بعد دشمن کے حوالے کر کے الگ ہوجاؤگے تو ابھی سے ان کو چھوڑ دینا بہتر ہے کیونکہ وہ یہاں اپنی قوم اور شہر میں بہرحال محفوظ و معزز ہیں''\_

ایک اور روایت کے مطابق عباس نے ان سے کہا:'' محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے تمہارے سوا دوسروں کی بات کو ٹھکرایا ہے پس اگر تم صبر و استقلال، قوت، جنگی مہارت اور پورے عرب جو ایک ہی کمان سے تمہارے خلاف تیر

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ حیاة الصحابةج 1 ص 88 دلائل النبوة ابونعیم ص 105سے\_

چلائیں گے یعنی متحد ہوکر تم سے لٹریں گے، ان کے ساتھ تنہا ٹکر لینے کی قدرت رکھتے ہو تو خوب سوچ لو اور آپس میں مشورہ کرو''\_

انہوں نے اس کا جو جواب دیا اس کے ذکر کی یہاں گنجائشے نہیں\_ پھر نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ان سے فرمایا کہ وہ بارہ نقیب چن کر دیں جو کفیل، ضامن اور اپنی قوم کی ضمانت دیں چنانچہ انہوں نے نو نقیب قبیلہ خزرج سے اور تین قبیلہ اوس سے چنے\_ یوں یہ حضرات اپنی قوم کے ضامن اور نقیب قرار پائے\_

ادھر قریش کو اس اجتماع کا پتہ چلا چنانچہ وہ مشتعل ہوئے اور مسلح ہوکر پہنچ گئے\_

رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے ان کی آوازسن کر انصار کو وہاں سے چلے جانے کیلئے کہاتو انہوں نے کہا :''اے اللہ کے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اگر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ہمیں حکم دیں کہ ہم اپنی تلواروں کے ساتھ ان کی خبر لیں تو ایسا ہی کریں گے''\_ فرمایا: '' مجھے اس بات کا حکم نہیں ہوا اور خدا نے مجھے ان کے ساتھ جنگ کی اجازت نہیں دی''\_ وہ بولے:'' اے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا پھر کیا آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ہمارے ساتھ چلیں گے؟ ''فرمایا:'' امر الہی کا انتظار کرو''\_

قریش والے سب کے سب مسلح ہوکر آگئے ادھر حضرت حمزہ تلوار لیکر نکلے انکے ساتھ حضرت علیعليه‌السلام تھے\_ جب مشرکین کی نظر حضرت حمزہعليه‌السلام پر پڑی تو بولے : '' یہاںکس لئے جمع ہوئے ہو''؟

حضرت حمزہ نے رسول خدا صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم مسلمانوں اور اسلام کی حفاظت کے پیش نظراز راہ تقیہ فرمایا:'' ہم کہاں جمع ہوئے، یہاں توکوئی نہیں\_ خدا کی قسم جو کوئی اس گھاٹی سے گزرے گا تلوار سے اس کی خبرلوں گا''\_

یہ دیکھ کر وہ لوٹ گئے اور صبح کے وقت عبداللہ بن ابی کے پاس جاکر کہا:'' ہمیں خبر ملی ہے کہ تمہاری قوم نے ہمارے ساتھ جنگ کرنے کیلئے محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی بیعت کی ہے\_ خدا کی قسم کسی عرب قبیلے کے ساتھ جنگ ہمارے لئے اس قدر ناپسند نہیں جس قدر تمہارے ساتھہے''\_

عبداللہ نے قسم کھائی کہ انہوں نے ایسا کوئی اقدام نہیں کیا نہ وہ اس بارے میں کچھ جانتے ہیں اور نہ ہی انہوں نے اسے اپنے اقدام سے مطلع کیا ہے\_ قریش نے اس کی تصدیق کی\_ یوں انصار وہاں سے چلے گئے اور رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ مکہ لوٹ آئے\_

لیکن بعد میں قریش والوں کو اس واقعے کی صحت کا یقین حاصل ہوگیا\_ چنانچہ وہ انصار کی تلاش میں نکلے نتیجتاً وہ سعد بن عبادہ اور منذر بن عمیر تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے، منذرنے تو ان کو بے بس کر دیا لیکن سعد کو انہوں نے پکڑ کر سزا دی اس بات کی خبر جبیر بن مطعم اور حارث بن حرب بن امیہ کوملی چنانچہ ان دونوں نے آکر اسے چھڑایا کیونکہ وہ ان دونوں کے مال تجارت کی حفاظت کرتا تھا اور اسے لوگوں کی دست درازی سے محفوظ رکھتا تھا\_(1)

اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھنے سے پہلے ہم بعض نکات کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں\_ سب سے پہلے جس نکتے کی وضاحت کریں گے وہ یہ ہے:

بیعت عقبہ میں عباس کا کردار

بعض روایات کی رو سے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کے چچا عباس بیعت عقبہ میں حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھ تھے\_ اور ان کے علاوہ کوئی آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھ نہ تھا\_ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ عباس اگرچہ اس وقت مشرک تھے لیکن وہ اپنے بھتیجے کو درپیش مسئلے میں حاضررہ کر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے کام کوپکا کرنا چاہتے تھے ہم اس سلسلے میں ابن عباس سے منسوب قول نقل کرچکے ہیں\_

لیکن ہماری نظر میں یہ مسئلہ مشکوک ہے کیونکہ:

(الف) عباس سے منسوب کلام میں واضح طور پر نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی مدد سے ہاتھ کھینچنے کی ترغیب دی گئی ہے\_ عباس کے مذکورہ کلام سے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی تقویت نہیں ہوتی جیساکہ ان لوگوں کا دعوی ہے خاص کر عباس کا یہ کہنا اگر پورے عرب (جو ایک ہی کمان سے تمہاری طرف تیر اندازی کریں گے) سے اکیلے ٹکر لینے کی طاقت رکھتے ہو ...اس بات کو واضح کرتا ہے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ ان تمام واقعات کے سلسلے میں جس تاریخی یا حدیثی کتاب کا چاہیں مطالعہ فرماسکتے ہیں ، بطور مثال : بحار الانوار ج 19 ص 12 و 13، اعلام الوری ص 57 ، تفسیر قمی ج1 ص 272، 273 ، تاریخ الخمیس ج1 318 ، 319 دلائل النبوة ( بیہقی) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ج2 ص 450 ، البدایہ والنہایہ ج 3 ص 158 ، سیرہ نبویہ ابن کثیر ج2 ص 193 تا 210 ، سیرہ حلبیہ ج2 ص 17 اور اس سے ماقبل و ما بعد نیز سیرہ نبویہ ابن ہشام ج2 ص 88 اور ماقبل و ما بعد و دیگر کتب\_

(ب) عباس کے کلام میں خلاف حقیقت نکات موجودہیں خصوصاً ان کا یہ کہنا کہ محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے تمہارے سوا دوسروں کی بات کو ٹھکرایا ہے کیونکہ اس کلام کا مطلب یہ ہے کہ انصار کے علاوہ دیگر سب لوگوں نے گویا بنی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی موافقت کی تھی اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی حمایت پر آمادہ ہوئے تھے لیکن آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ان کی حمایت کو ٹھکرا دیا تھا حالانکہ حقیقت اس کے بالکل بر عکس ہے\_ البتہ صرف بنی شیبان بن ثعلبہ عربوں کے مقابلے میں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی حمایت پر راضی ہوئے تھے لیکن ایرانیوں کے مقابلے میں نہیں\_ ظاہر ہے کہ ''الناس کلہم'' سے مراد فقط بنی شیبان نہیں ہوسکتے\_ رہا یہ احتمال کہ شاید اس سے مراد آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے رشتہ دارہوں تو جیساکہ ملاحظہ ہوا کہ یہ بات مذکورہ تعبیر ''الناس کلہم'' (یعنی سارے لوگ) کے ساتھ سازگار نہیں\_ اگر کوئی یہ احتمال دے کہ شاید عباس کی عبارت ''ابی محمد ًالناس'' (محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے سارے لوگوں کی بات ٹھکرادی )کی بجائے ''ابی محمداً الناس'' (لوگوں نے محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی بات نہ مانی) تھی\_ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس احتمال کی صحت پر کوئی دلیل نہیں کیونکہ ہمارے سامنے موجود الفاظ اس کے برعکس ہیں\_

(ج) اس وقت تک مدینے کی طرف ہجرت کی بات ہی نہیں چلی تھی اور رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کو مسلمانوں کے دارہجرت کی نشاندہی نہ کی گئی تھی اور نہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے اپنے ارادے کے بارے میں انہیں کچھ بتایا تھا\_ پھر عباس کو کیسے پتہ چلا کہ نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والے ہیں؟ کیا اس سلسلے میں عباس پر کوئی وحی اتری تھی؟ اس کی وجہ ہماری سمجھ میں تو نہیں آتی\_ ہاں ہم خود عباس کی زبانی ان کا یہ قول پڑھتے ہیں'' محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے تو بس تمہارے پاس پناہ لینے اور تم سے ملحق ہونے کا ارادہ کیا ہے''\_ پھرکہتے ہیں ''اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ اپنے پاس لے جانے کے بعد اس کو دشمن کے حوالے کر کے خود الگ ہوجاؤ گے تو پھر ابھی سے اس کا ساتھ نہ دو ...''

(د) عباس نے جو کچھ کہا وہ تو فقط ایک مسلمان اور پکا مومن ہی کہہ سکتا ہے اور عباس تو ابھی تک مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے بلکہ وہ جنگ بدر تک کفر پر باقی رہے اور بدر میں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے ساتھ جنگ کرنے آئے البتہ مجبوری کے تحت\_ پھر وہ مسلمان ہوئے جس کا آئندہ ذکر ہوگا بلکہ آگے چل کر عرض کریں گے کہ وہ فتح مکہ تک مسلمان نہیں ہوئے تھے \_

یہاں ہم اس احتمال کو ترجیح دیتے یں کہ جس شخص نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے حق میں بیعت کی گرہ مضبوط کرنے کیلئے بات کی تھی وہ عباس بن نضلہ انصاری تھا (1) نہ کہ عباس بن عبدالمطلب\_ اس لئے کہ ہم ملاحظہ کرتے ہیں کہ ان دونوں سے منسوب اور منقول جملوں میںبہت حد تک قدر شباہت موجود ہے\_

پس شاید راوی کو عباس بن عبدالمطلب اور عباس بن نضلہ کے درمیان ناموں کی شباہت کے باعث اشتباہ ہوا ہوگا اور یہ بھی ممکن ہے کہ بنی عباس نے مخصوص مفادات کے پیش نظراپنے جدامجد کیلئے ایک بڑی فضیلت ثابت کرنے کی کوشش کی ہو وغیرہ وغیرہ\_

حضرت ابوبکر عقبہ میں

بعض خلاف مشہور روایات کے مطابق حضرت ابوبکر عقبہ میں موجود تھے اور عباس نے ان کو درے کے دھانے پر رکھا تھا\_

ہم اس قول کے بطلان کو ثابت کرنے کیلئے زیادہ گفتگو نہیں کریں گے کیونکہ دیگر روایات صاف صاف کہتی ہیں کہ وہاں سوائے ان افراد کے جن کا ہم نے ذکر کیا یعنی حضرت حمزہ، حضرت علیعليه‌السلام اور عباس، کے علاوہ اور کوئی موجود نہ تھا حالانکہ خود مؤخر الذکر کی موجودگی بھی مشکوک ہے اور یہ کہ جب قریش کو اس اجتماع کاعلم ہوا تو طیش میں آئے پھر جب وہ مسلح ہوکر پہنچے تو حضرت حمزہ اور حضرت علیعليه‌السلام درے کے دھانے تک آئے تھے\_ گذشتہ بیانات کی روشنی میں یہ واقعہ اس اجتماع کے آخری لمحات میں پیش آیا\_

حضرت حمزہ اور حضرت علی عليه‌السلام عقبہ میں

بیعت عقبہ کے موقع پر حضرت حمزہ اور حضرت علیعليه‌السلام کی موجودگی کے بارے میں جو کچھ نقل ہوا ہے اس کی تائید عبدالمطلب کے گھر میں ہی اس اجتماع کے انعقاد سے ہوتی ہے\_ خصوصاً وہاں تو ان دونوں کی ضرورت بھی تھی تاکہ وہ قریش اور اس کی خود پسندی اور جبر وتعدی کے مقابلے میں اس حیرت انگیز اور مردانہ کارکردگی

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ الاصابة ج 2 ص 271، بحار ج 19، السیرة الحلبیة ج 2 ص 17، السیرة النبویة دحلان ج 1 ص 153 \_

کا مظاہرہ کرتے\_ قریش کو درے میں داخل ہونے سے روکتے اور اس اجتماع کے شرکاء کو وہاں سے کھسک جانے کا موقع دیتے\_ (1) چنانچہ جب قریش اس کے بعد درے میں داخل ہوئے تو وہاں کسی کو نہ پایا\_ نتیجتاً وہ عبداللہ بن ابی کے پاس شکایت لے گئے لیکن اس نے انکار کیا\_ پس اگر ان دونوں کی وہ کارکردگی نہ ہوتی تو حالات کوئی اور شکل اختیار کرلیتے اور مسلمان ایک نہایت خطرناک مصیبت میں پھنس جاتے\_

عجیب بات یہ ہے کہ ہم بعض ایسی روایات بھی دیکھتے ہیں جن میں حضرت علیعليه‌السلام نیز اللہ اور رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے شیر یعنی حمزہعليه‌السلام کی موجودگی کا تذکرہ نہیں ہے جبکہ یہی روایات قریش کے اکٹھے ہونے اور ان کے مشتعل ہونے کا تذکرہ کرتی ہیں لیکن درے کی طرف قریش کی یورش اور حضرت حمزہعليه‌السلام و حضرت علیعليه‌السلام کی طرف سے مدافعت کے بارے میں خاموش ہیں\_ یہ روایات قریش کی طرف سے عبداللہ بن ابی سے ملاقات، مسلمانوں کے تعاقب اور سعد بن عبادہ کی گرفتاری نیز مذکورہ واقعے کے آخر تک نقل کرنے پرہی اکتفا کرتی ہیں\_

یہ لوگ اس حقیقت کو بھول گئے ہیں کہ وہ قریش جنہیں شرکاء اجتماع کے جانے کے بعدجب اس اجتماع کا علم ہوا تھا تو انہوں نے مشتعل ہوکر عبداللہ بن ابی سے ملاقات کی اور اس نے انکار کیا پھر جب حاجیوں کے جانے کے بعد قریش کو اس واقعے کا یقین ہوگیا تو انہوں نے مسلمانوں کا پیچھا کر کے ان کو پالیا اورسعد بن عبادہ کو اذیتیں دیں تو پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ اس جائے اجتماع پر دھاوا بولنے اور انصار کو نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھ رنگے ہاتھوں پکڑنے سے چشم پوشی کرتے ،کیونکہ اس اقدام سے قریش کو اپنی عذر خواہی کیلئے ایک اچھا بہانہ مل سکتا تھا\_ پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ قریش یہاں توخاموشی اختیار کرلیں لیکن وہاں غیظ و غضب اورسخت گیری کا مظاہرہ کریں\_

بہرحال ہم اس ٹولے کے ہاتھوں معمولی دنیوی مفادات کی خاطر حق اور دین کے خلاف اس قسم کی بہت

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ بعض حضرات یہ احتمال دیتے ہیں کہ سارے قریش نہیں بلکہ ان کے معدودے سر پھروں نے گھاٹی میں گھسنے کی کوشش کی تھی اور حضرت حمزہعليه‌السلام و حضرت علیعليه‌السلام نے ان کا راستہ روکا تھا لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ کیا فرق پڑتا ہے کہ سارے قریشی جمع ہوئے ہوں لیکن حضرت حمزہعليه‌السلام اور حضرت علیعليه‌السلام نے مسلمانوں کے چلے جانے تک ان کا راستہ روکے رکھا ہو\_

ساری خیانتوں کا مشاہدہ کرنے کے عادی ہوگئے ہیں\_ یہ ضرب المثل کس قدر سچی ہے کہ ''لامر ما جدع قصیر انفہ'' (قصیر نامی شخص نے کسی کام کے واسطے اپنی ہی ناک کاٹ دی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بعض لوگ حصول غرض کی خاطر ہرقسم کا وسیلہ استعمال کرتے ہیں)\_

ممکن ہے کوئی یہ سوال کرے کہ فقط دو افراد کا قریش کے مقابلے میں کھڑے ہوکر ان کو پیچھے ہٹا دینا کیسے ممکن ہے؟ جبکہ ان کا غیظ و غصب نقطہ عروج پر تھا\_

اس کا جواب یہ ہے کہ قریش کی سازش کا جواب دینے کیلئے ایک شخص بھی کافی تھا\_ وہ اس طرح کہ ایک یا دو آدمی درے کے دھانے پر کھڑے ہوجاتے (جہاں سے فقط چند افراد یا چھوٹی چھوٹی ٹولیوں کا گزرنا ہی ممکن تھا) یوں پہلی ٹولی کو پسپا کر کے باقیوں کو بھی پیچھے ہٹایا جاسکتا تھا چنانچہ عمرو بن عبدود (جو حضرت علیعليه‌السلام کے ہاتھوں قتل ہوا) کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ ہزار شہسواروں کا مقابلہ کرنے کیلئے کافی تھا\_ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے درے کے دھانے پر کھڑے ہوکر ہزار سواروں کو اس میں داخل ہونے سے روکا تھا کیونکہ جگہ کی تنگی کے باعث ہزار آدمی ایک ساتھ داخل نہیں ہوسکتے تھے\_

ملاقات کو خفیہ رکھنے کی وجہ

اس ملاقات کو خفیہ رکھنے پر خاص توجہ دی گئی یہاں تک کہ جو لوگ مسلمانوں کے ساتھ کاروانوں میں سوئے ہوئے تھے ان کو بھی کوئی بھنک نہ پڑسکی اور انہیں اپنے ساتھیوں کی عدم موجودگی کا احساس بھی نہ ہوا\_ یہی حال اس اجتماع کے وقت، مقام اور طریقہ کار کا بھی تھا\_ حالانکہ یہ ایک نسبتاً بڑا اجتماع تھا اور یہ باتیں ان مسلمانوں کی آگاہی، بیداری اور حسن تدبیر کی عمدہ مثال اور مضبوط دلیل ہیں\_

علاوہ برایں یہ اس بات کی بھی علامت ہے کہ جب مسلمان ظالم اور جابر طاقتوں کے مقابلے میں اپنا دفاع کرنے کی پوزیشن میں نہ ہوں تو اس وقت مخفیانہ طرز عمل اپنانا شکست اور پسپائی نہیں\_یہاں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ تقیہ (جس کے معتقد شیعہ اور اہلبیت معصومین صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ہیں اور جس کا قرآن نے حکم دیا ہے نیز جو

فطرت اور عقل سلیم کا بھی تقاضا ہے) ہی حالات کے مقابلے میں آگاہانہ اور لچک دار روش اپنا نے کا صحیح طریقہ کارہے\_ یہ اس صورت میں ہے کہ جب اہل باطل مادی طور پرطاقتورہوں اور اہل حق اپنا دفاع کرنے پر قادر نہ ہوں\_

بیعت کی شرائط

یہاں ہم اس بات کا مشاہدہ کرسکتے ہیں کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے انہیں اسلام کی تبلیغ اور حفاظت کی راہ میں آئندہ پیش آنے والی مشکلات اور سختیوں کے بارے میں خبردار کیا تاکہ وہ لوگ شروع سے ہی آگاہ رہیں اور بغیر کسی ابہام یا شک کے آگاہی و بیداری کے ساتھ اقدام کریں تاکہ کل ان کیلئے اس قسم کے بہانے کی کوئی گنجائشے نہ رہے کہ وہ نہیں جانتے تھے کے حالات اس قدر سنگین صورت اختیار کرجائیں گے\_

حضور اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم لوگوں کے وہم و گمان سے مکمل طور پر اس بات کونکال باہر کرنا چاہتے تھے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے خدا نخواستہ ان کے ساتھ کوئی دھوکہ کیا ہو\_ نیز آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ان میں سے ہر ایک کو یہ بتانا چاہتے تھے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سبز باغ دکھا کر کسی کو بھی پھنسانے کا ارادہ نہیں رکھتے اور نہ ہی خوبصورت خوابوں اور امیدوں کی خیالی دنیا میں بسانا چاہتے ہیں کیونکہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے نزدیک وسیلہ ہدف کا ہی ایک حصہ تھااگرچہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ان کی مدد کے سخت محتاج تھے بلکہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے تو اپنی دعوت کے پورے عرصے میں ان لوگوں کے سوا کسی قوم کو اپنا حامی نہیں پایا تھا\_

نقیبوں کی کیا ضرورت تھی؟

وعدے اور عہد کی پابندی عربوں کی طبیعت میں شامل تھی ہر قبیلہ اپنے کسی فرد یا حلیف کے عہد وپیمان کو پورا کرنے کا اپنے آپ کو ذمہ دار سمجھتا تھا\_

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار سے ایمان لانے اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی حمایت کرنے پر بیعت لی (جیساکہ بیان ہوچکا ہے) تو آپ نے ایک محدود پیمانے پر ان کو (اس بیعت کا) پابند بنانے کا ارادہ فرمایا

تاکہ مستقبل میں کچھ ایسے ذمہ دار افراد موجود ہوں جن سے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اس عہد و پیمان کو پورا کرنے کا مطالبہ کرسکیں\_ ان وعدوں کو پورا کرنے کی ذمہ داری انہی نقیبوں پر آتی تھی اور انہی سے مذکورہ مطالبہ کیا جاسکتا تھا\_ کیونکہ یہی لوگ اپنی اور اپنی قوم کی مرضی سے ان کے ضامن بنے تھے\_

لیکن اگر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا ان امور کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتے تو ممکن تھا کہ ہر شخص اپنی ذمہ داریوں اور وعدوں سے جان چھڑاتا اور نتائج کی ذمہ داری دوسروں پر ڈال کر اپنے آپ کو ان سے بری سمجھتا اور یہ خیال کرتا کہ انفرادی حیثیت سے اس پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی\_

لیکن جب بعض افراد ضامن بن گئے (جن کا تعلق مختلف قبائل سے تھا) تو ذمہ داریوں کا دائرہ بھی معین اور مشخص ہوگیا اور یہ بات ممکن ہوگئی کہ ضرورت کے موقع پر بالخصوص جنگ یا دفاع کی صورت میں ان سے عہد کو پورا کرنے کا مطالبہ کیا جاسکے\_

یوں اس مسئلے کو لوگوں کی انفرادی خواہشات بلکہ اس سے بھی اہم مسئلہ یعنی اجتماعی مسائل میں افراتفری اور بے نظمی سے نجات مل گئی\_ یوں انفرادی و اجتماعی سطح پر معاشرے کو بنانے اور منظم کرنے کا مرحلہ شروع ہوا\_

مشرکین کا ردعمل

ہم یہاں مشاہدہ کرتے ہیں کہ مشرکین نے عقبہ کی دوسری بیعت کے مسئلے کو زبردست اہمیت دی\_ یہاں تک کہ انہوں نے مدینہ والوں کو داخلی کمزوری اور اوس اور خزرج کے درمیان خانہ جنگیوں کے باعث پیدا شدہ خلفشار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں جنگ کی دھمکی دی\_

جی ہاں قریش نے ان کو جنگ کی دھمکی دی حالانکہ اس قسم کی جنگ ان کیلئے زبردست اقتصادی نقصانات کا باعث بنتی کیونکہ شام (جو قریش کیلئے بہترین تجارتی منڈی تھا) کی طرف ان کے تجارتی قافلے مدینہ کے راستے سے گزرتے تھے\_ اس کا مطلب یہ تھا کہ مشرکین کو اس بیعت سے زبردست خطرہ لاحق ہوگیا تھا جس

کے باعث وہ دعوت اسلامی کو قبول کرنے اور اس کی حمایت کرنے والوں کے ساتھ اپنے دوستانہ روابط کو بھی قربان کرنے پر مجبور ہوچکے تھے اگرچہ وہ اہل مدینہ ہی کیوں نہ ہوں جن کے ساتھ جنگ سے وہ زبردست کتراتے تھے\_ چنانچہ عبداللہ بن ابی سے اس سلسلے میں ان کی گفتگو کا ذکر پہلے ہوچکا ہے\_ یہاں سے اس بات کی بھی نشاندہی ہوتی ہے کہ مکہ ہیں رہنے والے مسلمان ظلم و ستم کی چکی میں کس طرح پس رہے تھے\_

خلافت کے اہل افراد کی مخالفت

جیساکہ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے بیعت کے متن میں اہل مدینہ کیلئے جو شرائط رکھی تھیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ مدینہ والے مسئلہ خلافت میں اس کے اہل سے نزاع نہیں کریں گے\_

بیعت کے متن میں اس شرط کا رکھنا فتح و شکست کے نقطہ نظر سے اسلام کیلئے تقدیر ساز تھا اور اس شرط کو نبھانے سے انکار کی صورت میں پوری بیعت سے نکل جانے کا خطرہ تھا چنانچہ بنی عامر کے مسئلے میں یہی ہوا تھا (جیساکہ پہلے ذکر ہوچکا ہے)\_ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی نظر میں(جن کا نظریہ اسلام کے حقیقی نظریات کاترجمان تھا)، نہایت اہمیت کا حامل تھا اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اس بارے میں کسی قسم کی رو رعایت کیلئے ہرگز آمادہ نہ تھے اگرچہ عظیم ترین خطرات سے دوچار ہی کیوں نہ ہوں\_ بالفاظ دیگر مسئلہ خلافت آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے اختیار میں نہ تھا بلکہ خدا کے اختیار میں تھا تاکہ جسے مناسب سمجھتا خلافت سے سرفراز کرتا\_ یہ وہ امر تھا جس کو پہنچائے بغیر تبلیغ رسالت بے معنی ہوکررہ جاتی\_

اس کے علاوہ ہم یہ نتیجہ بھی اخذ کرسکتے ہیں کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ ابتدا سے ہی ایک خاص اور معینہ ہدف کیلئے راستہ ہموار کررہے تھے وگرنہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ایک طرف سے تو لوگوں کو حکومت و خلافت کے مستحق معینہ افراد سے نزاع نہ کرنے کا حکم دیں لیکن دوسری طرف سے اس مخصوص خلیفہ کی نشاندہی بھول جائیں\_

یہاں اس واقعے کی کڑی کوپہلے ذکر شدہ دعوت ذوالعشیرہ، (جب حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو عذاب الہی سے ڈراتے وقت مذکورہ شخص کی نشاندہی کی تھی) کے واقعے سے ملانااور پھر اس واقعے کو پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم

کی ان پالیسیوں، بیانات اور اشارات خصوصاً غدیر کے واقعہ کے ساتھ جوڑنا ضروری معلوم ہوتا ہے جن کا ذکر بعد میں ہوگا\_

ابھی تک جنگ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا

ایک اور نکتہ کی طرف بھی توجہ ضرور رہے وہ یہ کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے عقبہ میں جمع ہونے والوں کو تلواروں کے ساتھ قریش کا مقابلہ کرنے کی اجازت نہیں دی کیونکہ اس اقدام کا مطلب اس دین اور اس کے مومن طرف داروں کا خاتمہ تھا\_ خصوصاً ان کی قلت اور ایام حج کے پیش نظر جب لوگ ہر طرف سے مکہ میں جمع ہوئے تھے اور وہ سب قریش کے طریقہ و مسلک و مزاج پرتھے نیز دینی، نظریاتی اور فکری نقطہ نظر سے قریش کے تابع تھے\_ یہاں تک کہ ان کے مفادات بھی قریش سے وابستہ تھے\_ ان حالات میں انصار کیلئے اپنے دشمنوں پر خود ان کے علاقے میں فتح حاصل کرنے کا کوئی راستہ نہ تھا\_

قریش کی نظر میں مدینہ کی بڑی اہمیت تھی خاص کر اس لحاظ سے کہ مدینہ شام کی طرف جانے والے قریش کے تجارتی قافلوں کی اہم گزرگاہ تھی\_ اسی وجہ سے انہوں نے سعد بن عبادہ کو رہا کیا تھا لیکن یہی قریش انصارکے اس موقف پر خاموش نہ رہ سکتے تھے یوں قریش کے سامنے سوائے اس کے کوئی چارہ نہ رہتا کہ تمام حاجیوں حتی مدینہ کے مشرکین کی موجودگی میں انصار پرفیصلہ کن اور مہلک وار کرتے کیونکہ جنگ کرنے کی صورت میں انصار متجاوز محسوب ہوتے اور قریش کیلئے اپنی صوابدید کے مطابق مناسب کیفیت اور کمیت کے ساتھ اس تجاوز کا مقابلہ کرنا ضروری ہوتا\_

پانچواں باب

مکہ سے مدینہ تک

پہلی فصل : ہجرت مدینہ کا آ غاز

دوسری فصل : ہجرت رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم

تیسری فصل : قبا کی جانب

چوتھی فصل : مدینہ تک

پہلی فصل

ہجرت مدینہ کا آغاز

وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے \_

آئمہ معصومینعليه‌السلام سے منقول ہے کہ ''حب الوطن من الایمان'' (1) یعنی وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے\_ پہلی نظر میں اس جملے کا کوئی درست اور قابل قبول مفہوم بنتا نظر نہیں آتا کیونکہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وطن کی محبت کیونکر ایمان کا حصہ قرارپائے؟ کیا اس خاک کو جس پر انسان کی ولادت ہوئی اور جس کی فضاؤں میں اس نے زندگی گزاری ہے صرف خاک ہونے کے ناطے اس قدر اہمیت اور احترام حاصل ہے کہ اس کی محبت ایمان کا حصہ قرار پائے؟ خواہ جغرافیائی طور پر اس کی حالت کتنی ہی بدتر کیوں نہ ہو؟ کیا اس محبت کے فقدان کی صورت میں انسان کا ایمان ناقص اور مطلوبہ اثرات سے عاری ہوگا؟

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے ہمیں یہ نکتہ ملحوظ خاطر رکھناہوگا کہ اسلام کی نظر میں اہمیت کی حامل اس محبت سے مراد ایسی اندھی محبت نہیں ہوسکتی جس کا کوئی مقصد یا فائدہ نہ ہو یا اسلام کی مخالف سمت میں ہو بلکہ اس سے مراد ایسی محبت ہے جو اسلام کے عظیم اہداف سے ہم آہنگ ہو\_ نیز حقیقی ایمان اور دینی بنیادوں پر استوار ہو\_ اس قسم کی محبت ہی ایمان کا حصہ ہوسکتی ہے\_

علاوہ براین وطن (جس کی محبت کو ایمان قرار دیا جارہا ہے) سے مراد وہ جگہ بھی نہیں جہاں انسان کی پیدائشے واقع ہو بلکہ اس سے مراد وہ عظیم اسلامی وطن ہے جس کی حفاظت دین اور انسانیت کی حفاظت شمار ہوتی ہو کیونکہ یہ دین کی تقویت اور اعلاء کلمة اللہ کا باعث ہے\_

نیز یہی وطن اسلام کی طاقت کا مرکز ہے کیونکہ وہ امن و سکون کی آماجگاہ، نیز فکری و روحانی اور مادی

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سفینة البحار ج 2 ص 668\_

تربیت گاہ ہے اور پھر یہیں سے بہتر اور مثالی مراحل کی طرف انتقال کا عمل شروع ہوتا ہے لیکن اس وطن سے دوری اور استقلال اورسکون کے فقدان کی صورت میں (تعمیری) قوتیں ضائع ہوجاتی ہیں کیونکہ وہاں انسان کو اپنی حقیقت اور اپنے مستقبل کے بارے میں غوروفکر کی فرصت ہی نہیں ملتی اور اگر اس کا موقع مل بھی جائے تو مرکزیت جو منظم اور ٹھوس پیشرفت نیز استحکام اور عمل پیہم کا موقع فراہم کرتی ہے، کے فقدان کے باعث وہ اپنے فیصلوں کو عملی جامہ نہیں پہنا سکتا\_

خلاصہ یہ کہ وطن، دین اور حق کے دفاع نیز برگزیدہ وبلند اہداف تکے پہنچنے کا وسیلہ ہونے کے علاوہ کچھ بھی نہیں\_ بنابریں اصل چیز دین اور انسان ہیں \_رہا وطن اوردیگر چیزیں توان کو دین وانسانیت کی خدمت کا وسیلہ سمجھنا چاہیئے\_

پس جو شخص اسلام کی حفاظت یا اس سے محبت کے پیش نظر اپنے وطن کی محافظت یا اس سے محبت کرتا ہے اسے ایمان کا حصہ قرار دیا جاسکتا ہے\_

لیکن اگر وطن شرک وکفر وانحراف اور انحطاط انسانیت کی سر زمین ہو تو اس قسم کے وطن کی حفاظت یا اس سے محبت درحقیقت شرک کی تقویت اور حفاطت ہوگی\_ اور اس محبت کا تعلق کفر وشرک سے ہوگا نہ کہ ایمان اور اسلام سے\_

اس لئے قرآن اور اسلام نے ان لوگوں کو جو بلاد شرک میں رہتے ہوں (اوران کا وہاں رہنا دین وایمان کی کمزوری کا باعث ہو) حکم دیا کہ وہ وہاں سے ہجرت کر کے بلاد ایمان واسلام کی طرف چلے جائیں جہاں وہ اپنے دین نیز تخلیقی صلاحتیوں سے مالا مال عظیم انسانیت کی خاطرخواہ اور مؤثر حفاظت کرسکیں\_ ارشاد الہی ہے (ان الذین توفاهم الملائکة ظالمی انفسهم قالوا فیم کنتم قالوا کنا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن ارض الله واسعة فتهاجروا فیها فا ولئک ما واهم جهنم وسائت مصیرا) (1)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ نساء آیت 97 \_

یعنی فرشتے جن لوگوں کی روحیں قبض کرتے ہیں اوران سے پوچھتے ہیں تم کس حال میں تھے، وہ کہیں گے ہم زمین میں کمزور اور مجبور تھے\_ فرشتے کہیں گے کیا خدا کی زمین وسیع نہ تھی تاکہ تم اس میں ہجرت کرتے، یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور بڑا ہی برا ٹھکانہ ہے\_

بلکہ اگرکسی انسان کا وطن جہاں وہ پیداہوا ہو دین حق کے مقابلے پر اور نور الہی کو بجھانے کی کوشش میں ہو تو اس کو برباد کرنا ہر ایک کے اوپر لازم ہے\_ یہاں تک کہ خود اس شخص پر بھی، جس کی وہاں ولادت ہوئی ہو اور زندگی گزری ہو\_ (1)

بنابریں ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ اور اصحاب کی مکہ سے مدینہ کو ہجرت فطرت انسانی، عقل سلیم اور صحیح طرزفکر کے تقاضوں کے عین مطابق تھی\_ کیونکہ صحیح فکر کے سامنے اچھے اور بلند اہداف ہوتے ہیں نیز اس کی نظر میں ہر چیز کی قدر وقیمت اتنی ہی ہوتی ہے جس قدر ان اہداف کے ساتھ سازگار اور ان تک رسائی میں مددگار ثابت ہو\_

آیئےب ہم دیکھتے ہیں کہ مدینہ کی طرف ہجرت کن حالات میں، کن اسباب کی بناپر، اور کس طرح ہوئی؟

ہجرت مدینہ کے اسباب

مکہ سے مدینہ ہجرت کے اسباب بیان کرتے ہوئے ہم درج ذیل نکات کی طرف اشارہ کرسکتے ہیں:

1\_ مکہ دعوت اسلامی کیلئے مناسب جگہ نہ تھی\_ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کیلئے مکے میں کامیابی کی جتنی گنجائشے تھی وہ حاصل ہو چکی تھی اور اب اس بات کی امید نہیں تھی کہ مزید لوگ کم ازکم مستقبل قریب میں، اس نئے دین کو اپنائیں گے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ علامہ محقق شیخ علی احمدی کا خیال ہے کہ معصومین کے قول ''حب الوطن من الایمان'' کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کو اپنے وطن سے محبت ہو وہ اس وطن کو انحرافات سے نجات دینے، اس کی مشکلات کو دور کرنے اور وہاں کے معاشرے کو حق و ایمان اور اسلام کی طرف رہنمائی کرنے کیلئے کوشاں ہوتا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ یہ ایمان کا تقاضا ہے\_

جب تک لوگوں کے قبول اسلام کے باعث اس کی تقویت واعانت کی امید تھی مصائب ومشکلات کو برداشت کرنے کی معقول وجہ موجود تھی\_لیکن اب مکہ اپنا سب کچھ دے چکا تھا\_

مومن جوانوں اور مستضعفین کی کافی تعداد اسلام قبول کرچکی تھی\_ لہذا اب مکہ میں وہی لوگ رہ گئے تھے جو اطاعت خدا کیلئے سد راہ تھے\_ اسلام کی ترقی کی راہ میں رکاوٹیں ڈال رہے تھے اور اس کے پھیلاؤ کو روک رہے تھے\_ ان حالات میں مزید وہاں ٹھہرنا نہ صرف بے دلیل ہوتا بلکہ اسلامی دعوت کے ساتھ خیانت اور اس کے خلاف جنگ میں مدد اور اس کی شکست کا باعث ہوتا\_ خاص کر ان حالات میں جبکہ قریش راہ خدا سے لوگوں کو روکنے اور نور الہی کو بجھانے کیلئے اپنی قوتوں کو مجتمع کر رہے تھے حالانکہ خدا کو بس یہ منظور تھا کہ وہ اپنے نور کو کامل کرے اگرچہ مشرکین کو یہ بات نا پسند ہو\_

جی ہاں اب یہ بات ناگزیر ہوگئی تھی کہ ایک نئے مرکز کی طرف منتقل ہواجائے، جہاں سکون واطمینان کے ساتھ مشرکین کے دباؤ اور ان کے زیر تسلط اور زیر اثر علاقوں سے دور رہ کر زبانی اور عملی طور پر آزادی کے ساتھ تبلیغ دین کرنے کی ضمانت فراہم ہو\_

ادھر ہم مشاہدہ کرچکے ہیں کہ مشرکین رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھے ہوئے تھے\_ وہ مسلمانوں کو دھمکیاں دیتے بلکہ اس نئے دین میں داخل ہونے والے ہر شخص کو سزائیں دیتے اور جن لوگوں کے مسلمان ہونے کا خطرہ ہوتا انہیں ڈراتے تھے\_

2\_اسلام اور اس کے داعی اور نمائندہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے کسی محدود کامیابی پر اکتفا کرنا ممکن نہ تھا کیونکہ اسلام پوری انسانیت کا دین تھا، ارشاد الہی ہے (وما ارسلناک الا کافة للناس) (1) ہم نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو تمام انسانوں کیلئے (بشیر ونذیر بناکر) بھیجا ہے \_

واضح ہے کہ اب تک جو کامیابیاں نصیب ہو چکی تھیں وہ اسلام کی تعلیمات کو عملًا نافذ کرنے اور اس کے سارے اہداف کو حاصل کرنے کیلئے ناکافی تھیں خصوصاً لوگوں کے معاشرتی واجتماعی مسائل وغیرہ کے حل

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ سبا آیت 28 \_

سے متعلق پہلوؤں کے نقطہ نظرسے کہ (قانون اور نظام کی موجودگی میں)جن کو نافذ کرنے کیلئے طاقت اور قوت کی ضرورت ہوتی ہے\_

ادھر بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی ذات کو تو دشمنوں کے شرسے بچانے کی ضمانت دے سکتے تھے لیکن وہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے اصحاب اور اس نئے آسمانی دین میں داخل ہونے والوں کی حفاظت کے ضامن نہیں بن سکتے تھے ،خاص کراس صورت میں کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ بوقت ضرورت اسلامی تعلیمات کے فروغ کو ان پر ضروری قرار دینے کی کوشش فرماتے\_ کیونکہ اس صورت میں تو وہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی معمولی سی حمایت بھی نہ کرپاتے\_

حضرت ابوطالب علیہ السلام کی وفات کے بعد تو حالات نے خودرسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے خلاف بھی خوفناک شکل اختیار کرلی تھی جیساکہ ہم ملاحظہ کرچکے اورآئندہ بھی ملاحظہ کریں گے\_

3\_دائرہ اسلام میں داخل ہونے والے مسلمان سالہاسال سے آزار اور مظالم کو سہتے چلے آرہے تھے یہاں تک کہ کچھ مسلمان اپنے دین کی حفاطت کے پیش نظر مکہ سے بھاگ کر دوسرے علاقوں میں چلے گئے ...

جو مسلمان مکہ میں باقی رہے قریش ان کو گمراہ کرنے کیلئے ظلم و زبردستی اور دھوکہ و فریب کے مختلف حربے استعمال کرتے رہے اور یہ مسلمان ان کا سامنا کرتے رہے\_

اللہ اور رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے شیر (حمزہعليه‌السلام ) نیز بعض دوسرے معدود مسلمانوں ( جنہیں اپنے قبیلوں کی حمایت حاصل تھی)(1) کے علاوہ باقی مسلمان غالباًغریب اور بے چارے لوگ تھے جن کیلئے سختیوں پر صبر وتحمل کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا \_اگر یہ لوگ آلام و مشکلات کا یونہی سامنا کرتے رہتے اور امیدکی کوئی کرن بھی نظر نہ آتی تو پھر خواہ ان کا ایمان کتنا ہی قوی کیوں نہ ہوتا، فطری بات تھی کہ ان حالات میں وہ مایوسی کا شکار ہوجاتے، اس قسم کی زندگی سے اکتا جاتے اور زودگزر خواہشات ان پر غلبہ پا لیتیںیوں وہ خود بھی ہلاک ہوجاتے اور

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ حتی کہ یہ لوگ بھی نفسیاتی اور روحانی کرب و آزار نیز تلخ اجتماعی منافرت سے محفوظ نہ تھے بسا اوقات یہ حالت بعض مسلمانوں کیلئے (شعور و آگاہی اور تیزبینی میں دوسروں سے ممتاز ہونے کی وجہ سے) جسمانی ایذا رسانی سے بھی سخت بات تھی\_

دوسروں کو بھی ہلاک کرتے، کیونکہ مصائب و مشکلات کے ساتھ پوری زندگی گزارنا ان کے بس کی بات نہ تھی چنانچہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ جب جنگ احد میں یہ افواہ پھیلی کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا شہید ہوچکے ہیں تو بعض لوگ دوبارہ مشرک ہوجانے کی سوچنے لگے اور مشرکین کے ساتھ صلح کا راستہ، ڈھونڈنے لگے\_ اس بارے میں قرآن کی یہ آیت اتری جس کی تلاوت قیامت تک ہوتی رہے گی\_

(وما محمد الا رسول قدخلت من قبله الرسل ا فان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب منکم علی عقبیه فلن یضرالله شیئا، وسیجزی الله الشاکرین)

یعنی محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم تو بس اللہ کے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ہیں ان سے پہلے بھی متعدد رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم گزرچکے ہیں توکیا اگران کی موت واقع ہو یا قتل ہوجائیں تو تم الٹے پاؤں پھرجاؤگے؟ یاد رکھوتم میں سے جو شخص الٹے پاؤں پھر جائے وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا\_البتہ اللہ اپنے شکر گزار بندوں کو جزائے خیر دے گا\_ (1)

4\_قریش آخر کار اس نتیجے پر پہنچے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کو قتل کرنے کی ایک ایسی راہ موجود ہے جس میں بنی ہاشم کے سامنے ان پر کوئی واضح ذمہ داری عائدنہیں ہوگی بالفاظ دیگر بنی ہاشم پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے خون کا مطالبہ نہ کرسکیں گے کیونکہ ان کے منصوبے کے مطابق آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو دس آدمی ملکر قتل کرتے جن کا تعلق مختلف قبائل سے ہوتا\_ یوں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کاخون بہت سے قبائل کے درمیان تقسیم ہوجاتا کیونکہ بنی ہاشم ان سب کا مقابلہ نہیں کرسکتے تھے\_ اگر بنی ہاشم ان سب سے لڑتے تو خود مصیبت میں پھنس جاتے\_ لیکن اگر دیہ (یا خون بہا) قبول کرلیتے تو یہ قریش کیلئے اور بھی اچھا ہوتا\_ پس جب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ قتل ہوجاتے تو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے پیروکاروں کو ختم کرنا بہت آسان ہوجاتا اور قریش کو کوئی خاص پریشانی پیش نہ آتی بلکہ اگر مسلمانوں کو یونہی چھوڑ دیتے تب بھی وہ خود بخود ختم ہوجاتے\_

یہ تھا قریش کا خیال اور منصوبہ، یاد رہے کہ نبی اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پر اگرچہ خدا کا لطف و کرم تھا اور اس کی توجہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پرتھی لیکن بدیہی بات ہے کہ اگر قریش اپنے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرتے تو خواہ ان کو

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ آل عمران آیت 144 \_

کامیابی ہوتی یا ناکامی نتیجتاً بنی ہاشم اور قریش کے روابط نہایت کشیدہ ہوجاتے اور رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے مکہ میں رہنے کی صورت میں حالات بدترہوجاتے\_ ادھر خدا کا قانون یہ رہا ہے کہ وہ کسی شخص کو اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہنانے سے جبری طور پر نہیں روکتا\_ ہاں جب دین اور انسانیت کی حفاظت کیلئے نبی کی حفاظت ضروری ہو تو اس صورت میں اللہ کی عنایات نبی کے شامل حال ہوتی ہیں اور دشمن اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہنانے سے عاجز رہتے ہیں\_

خلاصہ یہ کہ ان حالات میں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے اصحاب کیلئے مکہ سے نکل کر کسی ایسے پرامن مقام کی طرف جانا ضروری ہوگیا تھا جہاں وہ زیادہ بہتراور جامع صورت میں اپنی دعوت کو پھیلانے اور اپنے مشن کو لوگوں تک پہنچانے کی جدوجہد کرسکتے\_

مدینہ کے انتخاب کی وجہ

رہا یہ سوال کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدانے دوسرے مقامات مثلاً حبشہ وغیرہ کو چھوڑ کر مدینہ کو کس بنا پر اپنی ہجرت اور اپنی دعوت کا مرکز منتخب کیا؟

اس سوال کے جواب میں کئی ایک اسباب کا ذکر کیا جاتا ہے \_یہاں ان میں سے درج ذیل کا تذکرہ کرتے ہیں:

1\_مکے کو لوگوں کے ہاں ایک خاص روحانی مقام حاصل تھا \_بنابریں مکے پر تسلط حاصل ہوئے بغیر، نیز بت پرستوں کے اثر ونفوذ کوختم کر کے اس کی جگہ اسلام کی قوت کو جاگزین کئے بغیر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی دعوت کامیابی سے ہمکنار نہ ہوتی اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی تمام کوششیں رائیگاں جاتیں\_ کیونکہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی دعوت کو مکے کی اسی قدر ضرورت تھی جس قدر مکے کو اس دعوت کی\_

اسلئے مکے سے قریب ہی ایسے مقام کا انتخاب ضروری تھا جہاں سے بوقت ضرورت مکے پر اقتصادی وسیاسی بلکہ فوجی دباؤ بھی ڈالاجاسکتا ہو کیونکہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو مکے پر تسلط حاصل کرنے کی ضرورت تھی\_

ادھرمدینہ ہی وہ مناسب جگہ تھی جہاں اس مطلوبہ دباؤ کے سارے لوازمات موجود تھے\_ مدینہ اہل مکہ کو اقتصادی بحران میں مبتلا کرسکتا تھا\_کیونکہ مدینہ مکہ کے تجارتی قافلوں کی گزرگاہ تھا، اور قریش کا گزارہ بھی بنیادی طور پرتجارت پرہی تھا\_

چنانچہ پہلے بیان ہوچکا کہ مشرکین قریش نے بیعت عقبہ کے وقت عبداللہ بن ابی سے کہا تھا ''ہماری ناپسندیدہ ترین جنگ جو چھڑ سکتی ہے وہ تم لوگوں سے ہی ہے''\_

نیز اس بات کا بھی تذکرہ ہوچکا ہے کہ جب قریش نے بیعت عقبہ کے بعد سعد بن عبادہ کو پکڑکر سزادی تو حارث بن حرب اور جبیر ابن مطعم نے آکر نجات دی\_ کیونکہ وہ ان کے مال تجارت کی حفاظت کرتا تھا\_

واضح ہے کہ جب اکیلے حضرت ابوذر کے ہاتھوں قریش کی جو شامت آئی سوآئی تو پھر اہل مدینہ کی طرف سے مستقبل میں ان کی جو شامت آتی وہ زیادہ شدید اور دور رس اثرات کی حامل ہوتی\_

2\_ان بیانات کی روشنی میں ہم پر واضح ہوا کہ مدینے کی طرف ہجرت کئے بغیر کوئی چارہ کار نہ تھا کیونکہ اگر طائف کی طرف ہجرت کی جاتی تو کوئی فائدہ نہ ہوتا چنانچہ ہم دیکھ چکے کہ جب آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے وہاں ہجرت کی تواہل طائف نے منفی جواب دیا\_ اس کی وجہ یہ تھی کہ اہل طائف کے خیال میں مکہ والے ان پر اقتصادی دباؤ ڈال سکتے تھے اور مکہ والوں کو ان کی اتنی ضرورت نہیں تھی جس قدر انہیں اہل مکہ کی\_ نیز آئندہ (کم از کم مستقبل قریب میں) ان کیلئے سوائے اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ سیاسی طور پر اہل مکہ کی متابعت کرتے اور ان کے زیر تسلط رہتے\_ رہے عرب کے دیگر قبائل تو آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم آزما چکے تھے کہ وہ لوگ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی دعوت قبول کرنے اور اس کی حفاظت کرنے کیلئے آمادہ نہ تھے\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے انہیں اگرنقصان دہ نہیں پایا تھا تو کم از کم اس نتیجے پر ضرور پہنچے تھے کہ وہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے کسی کام نہیں آسکتے\_

ادھر یمن، فارس، روم اور شام کے علاقوں پر نظر کریں تو وہ ان دو بڑی سلطنتوں کے آگے سر تسلیم خم تھے جن سے پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اسلام کو سوائے مشکلات اور عظیم خطرات کے کچھ حاصل نہیں ہوسکتا تھا\_

ہم نے اس کتاب کے باب اول کے اواخر میں اسلام کی اشاعت اور کامیابی کے اسباب کا ذکر کرتے

ہوئے اس سلسلے میں کچھ بحث کی تھی\_ آگے چل کر ہم دیکھیں گے کہ جب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے کسری کو اسلام کی دعوت دینے کیلئے اپنا ایلچی بھیجا تھا تو اس نے آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی رسالت کے خلاف ایک خطرناک کاروائی کرنے کی کوشش کی تھی\_ رہی حبشہ کی بات توواضح ہے کہ حبشہ ایسا ملک نہیں تھا جو اقتصادی، سیاسی اور عسکری نقطہ نظر سے (بلکہ فکری وسماجی حوالے سے بھی) ایک عالمگیر اور جامع انقلاب کی قیادت کرسکتا\_

لہذا صرف اور صرف مدینہ ہی باقی رہ جاتا تھا\_ چنانچہ ہجرت کیلئے اسی سر زمین کا انتخاب ہوا\_

3\_مذکورہ اسباب کے علاوہ مدینہ زرعی نقطہ نظر سے مکے کی نسبت زیادہ خود کفیل تھا\_ بالفاظ دیگر اگر ان کو کسی قسم کے تجارتی دباؤ کا سامنا کرنا پڑتا (اگرچہ مکہ والے ایسا نہیں کرسکتے تھے) تو وہ اغیار کی خواہشات کے آگے سر تسلیم خم کئے بغیر اس دباؤ کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنا گزارہ کر سکتے تھے اگرچہ بمشکل ہی سہی\_

زرعی پہلو کے علاوہ دیگر پہلوؤں سے بھی مدینے کو ترجیح حاصل تھی\_ نیز پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اسلام کی دعوت کیلئے وسیع فعالیت اور ہمہ گیر جد وجہد کی ضرورت تھی کیونکہ یہ عالمی سطح پر ایک جامع انقلاب کی قیادت کرنے والی تھی\_ علاوہ بریں اس دعوت کو داخلی طور پر اقتصادی استحکام کی ضرورت تھی تاکہ اس کی بدولت اس دعوت کے علمبرداروں کو اپنے دین کی اشاعت اور اپنے مشن کے پھیلاؤ کی جدوجہد کا موقع میسر ہوسکتا\_

4\_چونکہ حج اسلام کے اہم ترین احکام میں سے ایک تھا بنابریں جب تک مکے پر بت پرستوں کا تسلط رہتا حج کی افادیت جاتی رہتی\_ نیز عرب قبائل کے درمیان قریش کا وسیع اثر ونفوذ باقی رہتااوران قبائل کے دلوں میں مشرکین مکہ کو ایک قسم کا تقدس بھی حاصل رہتا\_ بنابریں مکے کوان کے ہاتھوں سے چھڑانا ضروری تھا تاکہ لوگوں کے نزدیک ان کو جو روحانی مقام حاصل تھا اس کاخاتمہ ہوجاتا اور اس نئے دین کیلئے لوگوں کے دلوں کے دروازے پوری طرح کھل جاتے اورمسلمان کسی رکاوٹ کے بغیر مکمل آزادی کے ساتھ اس عظیم دینی فریضے کو ادا کرسکتے\_

اس بات کی دلیل طبرانی وغیرہ کی روایت ہے کہ جب نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ذی الجوشن ضبابی کو اسلام کی دعوت دی تو اس نے اس وقت تک اسلام کو قبول کرنے سے انکار کیا جب تک وہ اپنی آنکھوں سے کعبے پر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا

غلبہ نہ دیکھ لے\_ ایک اور روایت میں مرقوم ہے کہ اس نے آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے کہا:''میں نے دیکھا کہ آپ کی قوم نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو جھٹلایا اور نکال باہر کیا نیز آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھ مقابلہ کیا\_ اب میں دیکھتا ہوں کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کیا کرتے ہیں\_ اگر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو ان پر فتح حاصل ہوئی تو میں مسلمان ہوجاؤں گا اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی اطاعت کروں گا، لیکن اگر انہیں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پرغلبہ حاصل ہوا تو پھر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی اطاعت نہیں کرونگا''\_ (1)

علاوہ ازیں مکہ سے قریب ترین اور مناسب جگہ مدینہ تھی\_ مدینہ اقتصادی طاقت کے ساتھ ساتھ اچھی خاصی افرادی قوت کابھی حامل تھا\_ اورمکے والوں کے خلاف اپنی ذمہ داریاں بطریق احسن انجام دینے پر قادر تھا\_ مکے کے قریبی علاقوں میں سے مدینے کے علاوہ کوئی بھی علاقہ ان خصوصیات کا حامل نہ تھا\_

5\_گذشتہ معروضات کے علاوہ مدینہ والے اصل میں یمن کے تارکین وطن تھے اور یمن قدیم زمانے کی ابتدائی تہذیب وتمدن کاکچھ حد تک حامل رہا تھا\_ بنابریں وہ عرب نہیں تھے کہ ان کے دل قساوت سے لبریز ہوتے\_ نیز قریش کی طرح اس علاقے میں ان کیلئے اقتدار یابڑے مفادات کا مسئلہ بھی در پیش نہ تھا\_ نہ ہی وہ کسی خاص قسم کے نفسیاتی ماحول میں زندگی گزارتے تھے جس طرح قریش والے عدنانیوں کے درمیان اپنی خاندانی حیثیت، مکہ کی سرداری اور بیت اللہ کے متولی ہونے کے باعث ایک خاص قسم کے نفسیاتی ماحول میں رہ رہے تھے\_

ان باتوں کے ساتھ ساتھ عدنانیوں اور قحطانیوں کے درمیان واضح اختلاف کا مسئلہ بھی تھا\_ قحطان رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کو دشمنوں کے حوالے کرنے کیلئے (دینی یا نظریاتی جذبات سے قطع نظر) آمادہ نہیں ہوسکتے تھے\_ اس بات کی دلیل یہ ہے کہ پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اسلام کی وفات کے بعد بھی اس اختلاف کے آثار دیکھنے میں آتے ہیں اسی بنا پر حضرت عمرنے بیت المال کی تقسیم میں عدنانیوں کو قحطانیوں پر ترجیح دی\_ اس بات نے امویوں کیلئے اس روش سے استفادہ کرنے نیز یمنیوں اور قیسیوں کے درمیان فتنوں کی آگ بھڑکانے کا راستہ ہموار کیا\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ مجمع الزوائد ج 2 ص 68 یہاں یوں مذکور ہے، اسے عبداللہ بن احمد اور اس کے والد نے نقل کیا ہے لیکن اس کا متن ذکر نہیں کیا\_ طبرانی سے بھی اسے نقل کیا ہے\_ (ان دونوں کے راوی بخاری کے راوی ہیں) نیز ابوداؤد نے اس کا کچھ حصہ نقل کیا ہے\_

جبکہ دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ امیرالمومنین علیہ السلام کی نظر میں اولاد اسماعیل کو اولاد اسحاق پر کوئی ترجیح حاصل نہ تھی\_ (بہرحال یہ اس بحث کا مقام نہیں)\_

6\_پھراہل مدینہ نے انحراف وگمراہی کا مزہ نہایت اچھی طرح سے چکھا تھا\_ جنگوں نے ان کو تباہ وبرباد کر ڈالا تھا\_ وہ مستقل طور پر خوف ودہشت کے زیر سایہ زندگی گزار رہے تھے\_ یہاں تک کہ وہ شب وروز مسلح رہتے تھے اور اپنے بدن سے اسلحوں کوجدا نہ کرتے تھے (جس کا ذکر ہو چکا ہے)\_ یہ بھی بیان ہوچکا کہ خزرج والے قریش کو اپنا حلیف بنانے کیلئے مکہ بھی گئے تھے لیکن قریش نے ان کی بات نہ مانی\_ اہل مدینہ اپنے دل کی گہرائیوں سے یہ چاہتے تھے کہ وہ اس گھٹن کی فضا سے نکلیں\_ یہاں تک کہ اسعد بن زرارہ نے اس امر پر اپنے غم وافسوس کا اظہار کیا \_چنانچہ جب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے اس کو اسلام کی دعوت دی تو اس نے یوں عرض کیا:'' ہمارا تعلق یثرب کے قبیلہ خزرج سے ہے\_ ہمارے اور اوسی بھائیوں کے درمیان تعلقات منقطع ہیں\_اگر اللہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ذریعے ان تعلقات کو بحال کردیتا ہے تو کیا ہی اچھی بات ہے\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے زیادہ صاحب عزت اور کوئی نہیں ''\_ (ان باتوں کا تذکرہ پہلے ہوچکا ہے) \_

اس کے علاوہ مدینے میں اسلام کے پہنچنے کے بعد وہاں کے مسلمانوں کی حفاظت اور اعانت ضروری تھی تاکہ اس دین کی حمایت اور اعلاء کلمہ حق کا سلسلہ جاری رکھ سکتے\_

7\_آخری نکتہ یہ کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے ظہور کا زمانہ قریب ہونے کے بارے میں یہودیوں کی پیش گوئیوں کے باعث سارے لوگ اس دین کو قبول کرنے کیلئے آمادہ تھے\_ لیکن ان کو مناسب فرصت اور حوصلہ افزائی کی ضرورت تھی\_ان حالات میں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا انہیں کیسے نظر انداز کرسکتے تھے\_ اور ان کیلئے قبول اسلام کا موقع فراہم کرنے سے کیسے چشم پوشی کرسکتے تھے جبکہ اہل یثرب بیعت عقبہ کر کے خود ہی رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کو مدینہ آنے کی دعوت دے رہے تھے\_

یہ تھے وہ نکات جن کی طرف فرصت کی کمی کے سبب صرف اشارہ کرناہی ہم نے کافی سمجھا\_

مہاجرین کے درمیان بھائی چارے کا قیام

چونکہ ہجرت کی وجہ سے مسلمانوں کو بظاہر بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا جس کیلئے اعلی سطح پر ایک دوسرے کی مدد اور تعاون کی ضرورت تھی بنابریں ہجرت کی تیاری کے طورپر مواخات (بھائی چارے) کا اقدام عمل میں آیا، جس کا مقصد انسانی روابط کو مصلحتوں اور مفادات کی سطح سے بلند کر کے ایک ایسے برادرانہ رابطے کی شکل دینا تھا جو خدا پر ایمان کی بنیادوں پر استوار ہو\_

تاکہ اس کی بدولت مسلمانوں کے باہمی تعلقات حقیقت سے قریب تر، منظم تر اور نفسیاتی رجحانات سے دورتر ہوں جو بسااوقات مدد کرنے والے یا مدد لینے والے کے ذہن میں ایسے خیالات پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں جن سے روابط میں (کم از کم نفسیاتی طور پر) پیچیدگی پیدا ہوتی ہے\_

بہرحال رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے مہاجرین کے در میان حق اور ہمدری کی بنیادوں پر بھائی چارہ قائم کیا\_آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے در میان، حضرت حمزہ اور حضرت زید بن حارثہ کے درمیان حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمن بن عوف کے د ر میان، حضرت زبیر اور حضرت ابن مسعود کے درمیان حضرت عبادة بن حارث اور حضرت بلال کے درمیان، حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت سعد بن ابی وقاص کے درمیان، حضرت ابوعبیدہ اور حضرت سالم (غلام ابوحذیفہ) کے درمیان، حضرت سعید بن زید اور حضرت طلحہ کے درمیان اور حضرت علیعليه‌السلام اور اپنے درمیان بھائی چارہ قائم کیا اور حضرت علیعليه‌السلام سے فرمایا: ''اے علی عليه‌السلام کیا تم نہیں چاہتے کہ میںتمہارا بھائی قرار پاؤں؟'' عرض کیا :''کیوں نہیں اے اللہ کے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم میں تو راضی ہوں''\_ فرمایا:'' پس تم میرے بھائی ہو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی''\_ (1) (اس دوران عثمان کے حبشہ میں ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا جیساکہ ہجرت کے بعد والے مواخات کی بحث میں اس کا تذکرہ ہوگا انشاء اللہ ) \_

ہم انشاء اللہ جلدہی بتائیں گے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے ہجرت کے بعد مہاجرین اور انصار کے درمیان

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سیرت حلبیہ ج 2 ص 20 نیز دحلان کی سیرت نبویہ ج 1 ص 155 از استیعاب نیز تاریخ الخمیس ج 1 ص 353، مستدرک الحاکم ج 3 ص 14 اور تلخیص مستدرک ذہبی\_

بھائی چارہ قائم کیا تھا\_ وہاں ہم حدیث مواخات کے بعض مآخذ کابھی ذکر کریں گے نیز ابن تیمیہ وغیرہ کی طرف سے حدیث مواخات کے انکار اور اس کے جواب کا بھی تذکرہ کریں گے\_ اس کے علاوہ حدیث مواخات پراپنی صوا بدید کے مطابق مناسب تبصرہ بھی کریں گے انشاء اللہ \_

مدینہ کی طرف مسلمانوں کی ہجرت کا آغاز

کہتے ہیں کہ عقبہ کی دوسری بیعت رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی مدینہ کی طرف ہجرت سے تین ماہ پہلے ہوئی تھی\_ نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے عقبہ کی پہلی بیعت مدینہ والوں سے لی تو چونکہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے اصحاب مشرکین کی ایذاء رسانیوں کے باعث مکہ میں ٹھہرنے اور ان کے مظالم کو برداشت کرنے پر قادر نہ تھے\_ بنابریں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ا نہیں مدینہ جانے کی اجازت دی\_

لیکن خود رسول اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم مکے میں ہی حکم خدا کے منتظر رہے\_ یوں مسلمان مختلف ٹولیوں کی شکل میں خارج ہوئے\_ یہاں تک کہ خدانے اپنے نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو بھی ہجرت کی اجازت دی (جیساکہ بعد میں ذکر ہوگا)\_

بے مثال نمونہ:

یہاں اس حقیقت کو ملاحظہ کرنا ضروری ہے کہ حقیقی مسلمانوں نے اپنے وطن( جس میں ان کی پرورش ہوئی اور زندگی گزری )اور دنیا کے تمام مال ومتاع (جو انہیں حاصل ہوا) نیز اپنے معاشرتی و خاندانی رشتوں کو انہوں نے کس طرح قربان کردیا اور دین کے بدلے تمام لوگوں (یہاں تک کہ اپنے باپ بھائیوں اور بیٹوں) کے ساتھ دشمنی مول لی\_ یوں وہ اپنے ہدف، اپنے دین اور اپنے عقیدے کی راہ میں وطن سے نکلے اور ایسے مستقبل کی طرف بڑھے جس کے بارے میں ان کو علم تھا کہ وہ خطرات اور حادثات سے بھر پور ہوگا\_ یہ بے مثال اور حیرت انگیز نمونہ ہمیں ہجرت میں دکھائی دیتا ہے\_ خواہ ہجرت مدینہ ہو یا ہجرت حبشہ\_

عمر ابن خطاب کی ہجرت

ایک چیز جس کی طرف یہاں ہماری توجہ مبذول ہوتی ہے وہ حضرت عمر ابن خطاب کے قبول اسلام کی کیفیت سے متعلق کہی گئی بات ہے\_ چنانچہ بعض لوگ حضرت علی عليه‌السلام سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:''جہاں تک میں جانتا ہوں تمام مہاجرین نے چھپ کر ہجرت کی سوائے عمر بن خطاب کے\_ کیونکہ جب حضرت عمر نے ہجرت کا ارادہ کیا تو انہوں نے اپنی تلوار گلے میں لٹکائی\_ اور کمان دوش پر ڈالی اپنے ہاتھوں میں چند تیر اٹھائے ایک نوک دار ڈنڈا بھی ساتھ لیا\_ کعبہ کی طرف چل پڑے قریش کی ایک جماعت کعبہ کے احاطے میں بیٹھی تھی پھرحضرت عمر نے کعبہ کا سات بارطواف کیااور مقام ابراہیم میں دو رکعت نماز پڑھی \_اس کے بعد ایک ایک کر کے لوگوں کے آگے کھڑے ہوگئے اور کہا\_ خدا بگاڑدے ان چہروں کو\_ خدا ان ناکوں کو خاک میں ملا دے \_ (یعنی ان کو ذلیل وخوار کرے گا) پس جویہ چاہتا ہے کہ اس کی ماں اس کے سوگ میں روئے یا اس کا فرزند یتیم ہوجائے\_ یا اس کی بیوی بیوہ ہوجائے\_ تو اس وادی کے اس پار میرے سامنے آئے''\_ پھر علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ '' کوئی بھی عمر کے پیچھے نہیں گیا اور اس نے اپنا سفر جاری رکھا''\_ (1)

ہمیں یقین حاصل ہے کہ یہ بات درست نہیں ہوسکتی کیونکہ حضرت عمر اس قسم کی شجاعت کے مالک نہ تھے \_ اس کی دلیل درج ذیل امور ہیں:

1\_حضرت عمر کے قبول اسلام کے متعلق بخاری وغیرہ سے نقل کیا جاچکا ہے کہ جب وہ مسلمان ہوئے تو ڈرکے مارے اپنے گھر میں چھپے رہے\_ یہاں تک کہ عاص بن وائل آیا اور انہیں امان دی \_اس کے بعد حضرت عمر اپنے گھر سے نکلے\_

2\_جنگوں میں حضرت عمر کا عام طور پر جوبزدلانہ رویہ رہا اس کے پیش نظر اس قسم کی باتوں کی تصدیق کرنے کی جرا ت ہم میں پیدا نہیں ہوسکتی\_ چنانچہ جنگ بدر کے موقع پر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کریم اور مسلمانوں کو بزدلی پر

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ منتخب کنز العمال حاشیہ مسند احمد ج 4 ص 387 از ابن عساکر، السیرة الحلبیة ج 2 ص 21\_ 2 اور نور الابصار ص 15 میں بھی اس کی جانب اشارہ کیا گیا ہے نیز کنز العمال ج14 ص 221 و 222 از ابن عساکر\_

اکسانے والی ایسی گھٹیا بات کی جسے سن کر نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے چہرہ اقدس سے غصہ کے آثار ظاہر ہوئے\_ جنگ احد میں وہ بھاگ گئے، حنین میں بھی بھاگ گئے حالانکہ وہ دیکھ رہے تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطرہ در پیش ہے\_ لیکن انہوں نے کوئی توجہ نہ کی اور فقط اپنی جان بچانے کی سوچی\_ادھر خیبر میں ان کا فرار تو اور بھی باعث تعجب ہے کیونکہ وہاں ان کے ساتھ ان کا بچاؤ کرنے والے بھی تھے\_ رہا غزوہ خندق تو وہاں وہ عمرو بن عبدود کے مقابلے پرنکلنے کی جرا ت ہی نہ کرسکے\_ادھر جنگ احدمیں جب نبی اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے تلوار ہاتھ میں لے کر فرمایا\_ کون ہے جو اس تلوار کو لے اوراس کا حق ادا کرے تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے وہ تلوار مانگی لیکن آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ان دونوں کو نہ دی بلکہ اسے ابودجانہ کے حوالے فرمایا\_ ان کے علاوہ اور بھی مثالیں ملتی ہیں جن کے ذکر کی یہاں گنجائشے نہیں ہے \_ان میں سے بعض واقعات کی طرف ہم آئندہ صفحات میں اشارہ کریں گے انشاء اللہ تعالی\_

عجیب بات تو یہ ہے کہ حضرت عمر حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان تینوں نے کسی ایک شخص کو بھی ( میدان جنگ میں ) قتل نہیں کیا اور نہ ہی کسی سے (دو بدو) جنگ کی ہے ، اور اس بارے میں مذکور واقعات کو ہم ثابت کر چکے ہیں کہ وہ صحیح نہیں ہیں\_ اسی طرح انہوں نے راہ خدا میں کوئی بھی زخم نہیں کھا یا حتی کہ ان کی انگلیوں سے بھی خون کے قطرے تک نہیں ٹپکے جبکہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کے بزرگ صحابہ نے راہ خدا میں مصیبتیں بھی اٹھائیں اور شہید بھی ہوئے\_ ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات اپنوںمیں تو بہادر بنتے تھے لیکنبوقت جنگ ہرگز بہادر نہیں تھے\_

3\_ہم قبل ازیں اشارہ کرچکے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے سال وہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کا پیغام لے کر مکہ والوں کے پاس جانے کی ہمت نہ کرسکے اور بہانہ یہ بنایا کہ اگراس کو ایذاء دی گئی تو بنی عدی اس کی مدد نہیں کریں گے\_ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو شخص مذکورہ کارکردگی اوربہادری کا حامل رہا ہو اسے بنی عدی یا کسی اور کی ضرورت ہی کیاتھی؟

4\_فتح مکہ کے دوران ابوسفیان اور عباس مسلمانوں کے جھنڈوں کا جائزہ لے رہے تھے انہوں نے

حضرت عمر کو گزرتے دیکھا جبکہ ان کے ساتھ لوگوں کی ایک جماعت تھی اس وقت ابوسفیان نے عباس سے کہا: '' اے ابوالفضل یہ کون ہے جو بات کر رہا ہے؟ ''عباس نے جواب دیا :''یہ عمر بن خطاب ہے''\_ابوسفیان بولا : ''واللہ بنی عدی کو ذلت وپستی اور قلت عدد کے بعد عزت مل گئی''\_ عباس بولا :''اے ابوسفیان اللہ جس کسی کا مقام جس طریقے سے چا ہے بلند کردیتا ہے اور عمر بھی ان لوگوں میں سے ایک ہے جس کا مقام اسلام کی بدولت بلند ہوا ہے''\_ (1)

5\_یہ لوگ اسی بات پر متفق ہیں کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ سارے لوگوں سے زیادہ شجاع تھے\_ بلکہ (جلدہی ذکر ہوگا کہ) ان میں سے بعض حضرات نے اس بات کا دعوی کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت ابوبکر تمام صحابہ سے زیادہ شجاع تھے( جبکہ بعدمیں ہم یہ دیکھیں گے کہ حقیقت اس کے برعکس ہے) ہجرت کے واقعے میں ہم دیکھتے ہیں کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ غار میں چھپ گئے اور حضرت ابوبکر ڈرکے مارے روتے رہے حالانکہ وہ نبی اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھ تھے جن کی حفاظت اور حمایت کی ذمہ داری خدانے لے رکھی تھی\_اور اس بات کے ثبوت میں بہت سے معجزات بھی دیکھنے میں آئے ہیں\_ خدانے بھی قرآن میں حضرت ابوبکر کے حزن وغم کا ذکر کیا ہے جبکہ حضرت ابوبکر کے چاہنے والوں کا کہنا ہے کہ وہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کریم کے بعد سب سے زیادہ بہادر شخص تھے\_ پس یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ یہ دو تو ڈریں لیکن حضرت عمر نہ ڈریں؟

پھر حضرت عمر نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا دفاع کرتے ہوئے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو مکہ سے مدینہ کیوں نہیں پہنچایا؟

نیز حضرت عمرنے یہ کیسے گوارا کرلیا کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا اس قدرمشکلات اور مصیبتیں جھیلتے رہیں یہاں تک کہ بعد میں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خود ہی مشکلات کے گرداب سے نکلنے میں کامیاب ہوئے بلکہ حضرت عمر میں اتنی شجاعت اور طاقت تھی تو پھر نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو ہجرت کی ضرورت ہی کیوں پڑی؟ اس سورما کو چاہیئےتھا کہ وہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی حمایت وحفاظت کرتا اور قریش کی ایذاء رسانیوں سے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو محفوظ رکھتا\_

ان باتوں کے علاوہ ہم نہیں سمجھ سکے کہ تاریخ نے حضرت حمزہ کے بارے میں اس قسم کے مردانہ اقدام کا

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ مغازی الواقدی ج 2 ص 821 و از کنز العمال ج 5 ص 295 از ابن عساکر اور واقدی\_

ذکر کیوں نہیں کیا جبکہ حضرت حمزہعليه‌السلام اللہ اور رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے شیر تھے\_ انہوں نے ہی ابوجہل کا سر پھوڑا تھا اور مسلمانوں کو ان کے قبول اسلام سے سرفرازی حاصل ہوئی تھی\_

نیز کیا وجہ تھی کہ حضرت عمر نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ اوربنی ہاشم کو شعب ابیطالب میں چھوڑے رکھا یہاں تک کہ وہ بھوک سے قریب المرگ ہوگئے تھے اور کوئی شخص ان تک کھانے کا سامان پہنچانے کی جرا ت نہ کرتا تھا جبکہ مذکورہ لوگوں کے نزدیک حضرت عمر شعب ابوطالب کے محاصرے سے قبل مسلمان ہوچکے تھے( اگرچہ ہم قبل ازین قطعی طور پر یہ ثابت کرچکے ہیں کہ حضرت عمر ہجرت سے کچھ ہی مدت پہلے مسلمان ہوئے تھے)\_

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے سوالات ابھرتے ہیں جن کا کوئی معقول اور قابل قبول جواب ان لوگوں کے پاس موجود نہیں\_

حقیقت

حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ دھمکی امیرالمومنین علیعليه‌السلام نے اس وقت دی تھی جب وہ ہجرت کر رہے تھے اورضجنان کے مقام پر ان کی سات مشرکین سے مڈبھیڑ ہوگئی تھی\_ اس قصے کا تفصیلی ذکر رسول اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی ہجرت کے بعد امیرالمومنین علی عليه‌السلام کی ہجرت کے بیان میں ہوگا\_ لیکن حضرت علی عليه‌السلام کے دشمن ان کی یہ فضیلت برداشت نہ کرسکے خاص کراس حقیقت کے بعد کہ وہ اپنی یہ شجاعت شب ہجرت بستر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پر سوکر ثابت کرچکے تھے\_

وہ حضرت علی عليه‌السلام کے بستر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پر سونے کا انکار تو نہیں کرسکے اس لئے اپنی عادت کے مطابق انہوں نے آپ عليه‌السلام کی دوسری فضیلت پرڈاکہ ڈال کر کسی اورکی طرف اس کی نسبت دے دی\_ غار والے واقعے میں حضرت ابوبکرکی شان کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا (جیساکہ بعد میں ذکر ہوگا)\_ بلکہ وہ تو سوائے اس کے کسی بات پر راضی نہ ہوئے کہ حضرت عمر کی فضیلت خود حضرت علیعليه‌السلام کی زبانی بیان کی جائے جیساکہ ہمیں اس قسم کے موقعوں پر ان کے اس وطیرہ کا باربار مشاہدہ کرنے کی عادت ہوچکی ہے\_ کیونکہ یہ طریقہ دلوں پر زیادہ اثر

کرتا ہے\_ شکوک وشبہات سے دورتراورزیادہ قابل قبول ہوتا ہے\_

لیکن اللہ تعالی فرماتا ہے (نقذف بالحق علی الباطل فیدمغه فاذا هو زاهق) (1)یعنی ہم حق کو باطل پر دے مارتے ہیں یوں باطل ذلیل ہوکر نابود ہوجاتا ہے\_ چنانچہ ایساہی ہوا\_

ہجرت مدینہ کا راز

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا اور یہ امر خود آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی ہجرت کا مقدمہ تھا\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ان سے فرمایا :''خداوند عالم نے تمہارے لئے غم خوار بھائیوں اور امن وسکون سے رہنے کیلئے گھروں کا بندو بست کیا ہے''\_ پس مسلمانوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی \_کچھ چھپ چھپا کرچلے گئے اور کچھ اعلانیہ\_ انہوں نے اس مقصد کیلئے اپنے وطن، اپنے تعلقات اور بہت سوں نے مال و دولت اور معاشرتی حیثیت کی قربانی دی\_ یہ سب کچھ انہوں نے اپنے دین اور عقیدے کی راہ میں انجام دیا\_

بالفاظ دیگر دین اور نظریے کی حیثیت ہر چیز سے زیادہ اہم اور بالاتر ہے\_ پس وطن، مال اور جاہ و مقام وغیرہ کی اس وقت کوئی قیمت نہیں رہتی جب دین کو خطرہ لاحق ہو کیونکہ دین حق کی حفاظت میں ہی وطن، مال اور دیگر چیزوں کی حفاظت کاراز پوشیدہ ہے \_اگر دین حق محفوظ نہ رہے تو ہر چیز اگر ایک مصیبت یا بہت سے موقعوں پر انسان کیلئے خطرناک نہیں تو کم از کم زوال پذیر ضرور ہوجاتی ہے\_

قریش اور ہجرت

ہجرت حبشہ کا ذکر کرتے ہوئے ہم نے ہجرت اور اس کے مقابلے میں قریش کی پالیسی سے متعلق تھوڑی سی گفتگو کی تھی\_ چنانچہ یہاں اس کا اعادہ نہیں کرتے\_یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب قریش نے ہجرت

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ انبیاء آیت 18\_

حبشہ کی اس قدرسخت مخالفت کی تھی یہاں تک کہ مسلمانوں کوارض حبشہ سے واپس لانے کی کوشش کی تو پھر ہجرت مدینہ کے مقابلے میں ان کا موقف کیا ہوگا ؟جبکہ انہیں مسلمانوںکی اس ہجرت میں اپنے مفادات، اپنے وجوداوراپنے مستقبل کیلئے زبردست خطرات نظر آرہے تھے\_

چنانچہ قریش نے مختلف طریقوں سے مسلمانوں کو ہجرت سے روکنے کی کوشش کی\_ اگر کوئی مسلمان ان کے ہاتھ لگتا تو وہ اس کو قید کرتے اسے اپنے دین سے برگشتہ کرنے کی کوشش اور اس کے خلاف ظلم وتشددکے مختلف ہتھکنڈے استعمال کرتے تھے\_ لیکن انہیں کامیابی حاصل نہ ہوسکی\_ دوسری طرف قریش اکثر مسلمانوں کا صفایاکرنے سے بھی اپنے آپ کو عاجز پاتے تھے کیونکہ اکثر مہاجرین کا تعلق مکی قبائل سے تھا اور ان میں سے کسی کا بھی قتل خود قریش کے درمیان خانہ جنگی کا باعث بن جاتا اور اس بات میں شک کی گنجائشے نہیں کہ یہ کام کسی صورت میں بھی قریش کے مفادمیں نہ تھا\_

ہمارے ان عرائض کی تائید ابوسلمہ کے واقعے سے ہوتی ہے چنانچہ جب وہ اپنی بیوی اور بیٹے کے ساتھ وہاں سے نکلا تو بنی مغیرہ کے بعض مردوں نے اس کا رخ کیا اور اس کی بیوی کو چھین لیا کیونکہ اس کی بیوی کا تعلق ان کے قبیلے سے تھا\_ اس بات کے نتیجے میں ابوسلمہ کا قبیلہ بنی عبدالاسد جوش میں آگیا اور انہوں نے سلمہ (ابوسلمہ کے بیٹے) کو اس کی ماں سے چھین لیا\_ یہ واقعہ تاریخ اور رجال کی کتابوں میں معروف ہے\_(1)

قریش اس نتیجہ پر پہنچ گئے تھے کہ اس بڑی ہجرت کے بعد خود رسول اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم بھی اس لئے ہجرت کرجائیں گے تاکہ وہاں زیادہ وسیع اور گہری بنیادوں پر مکمل آزادی کے ساتھ قیادت و رہبری اور ہدایت کا عمل انجام دے سکیں اور مدینہ والے بھی تمام تر وسائل کے ساتھ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی حمایت کریں گے\_ بنابر ایں انہیں سوائے اس بات کے کسی اور چیز کی فکر نہ تھی کہ ہر ممکنہ طریقے اور حیلے سے اس عمل کا راستہ روکا جائے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ البدایة ج 3 ص 169، السیرة النبویہ ابن ہشام ج 2 ص 112 اور السیرة النبویة ابن کثیر ج 2 ص 215 ، 216\_

دوسری فصل

رسول اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی ہجرت

سازش:

قریش کے رؤسا''دار الندوة'' میں جمع ہوئے\_ اس اجتماع میں بنی عبد الشمس، بنی نوفل، بنی عبدالدار، بنی جمح، بنی سہیم، بنی اسد، اور بنی مخزوم وغیرہ کے رؤسا موجود تھے\_انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ان کی مجلس میں کوئی تہامی شامل نہ ہو کیونکہ تہامیوں کی ہمدردیاں حضرت محمدصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھیں\_ (1)

انہوں نے اس بات کو بھی مدنظر رکھا کہ ان کے درمیان ہاشمیوں یا ان سے مربوط افراد کا کوئی جاسوس موجود نہ ہو\_ (2)

روایات کے مطابق ابلیس بھی نجدی شیخ کی صورت میں ان کے درمیان موجود تھا(3)\_ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے\_ بعض شرکاء نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو لوہے میں جکڑ کر قید کرنے کا مشورہ دیا لیکن ان کو یہ خطرہ نظر آیا کہ کہیں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے مددگار آپ کو چھڑا نہ لیں\_ پھر یہ تجویز پیش ہوئی کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو وطن سے نکال کر کسی اور علاقے میں بھیج دیا جائے لیکن اس میں یہ خامی دیکھی کہ اس سے تو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو اپنے دین کی اشاعت میں مدد مل سکتی ہے\_ آخر کار ابوجہل یا شیطان کی تجویز کے مطابق یہ فیصلہ ہوا کہ ہر قبیلے سے ایک مضبوط اور باہمت جوان چن لیا جائے جو اپنی قوم میں شریف النسب، صحیح النسب اور ممتاز ہو\_ ان میں سے ہر ایک کوایک ایک شمشیر آبدار تھمائی جائے تاکہ وہ اپنی تلواریں لیکر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ آور ہوں اور مل کر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو قتل کریں\_ اس طرح آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم قتل ہوجائیں گے اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے خون کی ذمہ داری سارے قبائل میں تقسیم ہوجائے گی \_ کیونکہ بنی عبد مناف ان سب قبائل کا مقابلہ نہیں کرسکتے نتیجتاً وہ دیت قبول کرنے پر مجبور ہوجائیں گے جو تمام قبائل مل کر انہیں دیں گے اور یوں معاملہ صاف ہوجائے گا\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1،2\_ تاریخ الخمیس ج 1 ص 321 اور سیرت حلبی ج 2 ص 25 نیز رجوع کریں نور الابصار ص 15\_

3\_ تاریخ الامم والملوک ج 2 ص 68 ، البدایہ والنہایہ ج3 ص 175 نیز تاریخ الخمیس ج1 ص 321 و 322\_

واضح ہے کہ ان دس افراد کیلئے جو شرائط رکھی گئیں تھیں ان کا مقصد یہ تھا کہ کوئی قبیلہ دوسرے قبیلے کو اس امرمیں تنہا نہ چھوڑے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو یہ امر قریش پر ضرب لگانے کیلئے بنی ہاشم کی قوت میں اضافے کا باعث بن سکتا تھا خواہ وہ ضربت کتنی ہی محدود پیمانے پر کیوں نہ ہوتی\_

اس کے علاوہ یہ شرائط اس بات کا باعث بنتیں کہ اس جرم کے ارتکاب کیلئے آمادہ ہونے والے زیادہ اطمینان اور شجاعت کے ساتھ اس خطرناک مہم کو انجام دیتے جس میں شک وتردید اور بزدلی کی کوئی گنجائشے باقی نہ رہتی\_

بہرحال خدانے وحی کے ذریعے اپنے نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو اس سازش سے باخبر کیا اور یہ آیت نازل فرمائی: (واذ یمکربک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک ویمکرون و یمکر اللہ واللہ خیرالماکرین) (1) یعنی جب کافروں نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے خلاف سازش کی تاکہ وہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو قید کریں یا قتل کریں یا نکال باہر کریںتو وہ اپنی چالیں چل رہے تھے اور اللہ اپنی چال چل رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر چال چلنے والا ہے\_ خدائی مکر کسی دوسرے کی چال کو پوشیدہ طریقہ سے ناکام بنانے والی تدبیر کا نام ہے\_

علی عليه‌السلام کی نیند اور نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی ہجرت:

مورخین کہتے ہیں کہ جن لوگوں کو قریش نے منتخب کیا تھا وہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے دروازے پر جمع ہوئے یعنی بعض روایات کی بنا پر عبد المطلب کے دروازے پر جمع ہوئے (2) اور گھات لگا کر بیٹھ گئے اور آپکے سونے کا انتظار کرنے لگے وہ افراد یہ تھے: حکم ابن ابی العاص، عقبہ بن ابی معیط، نضر بن حارث، امیہ بن خلف، زمعة بن اسود، ابولہب، ابوجہل، ابوالغیطلہ، طعمہ بن عدی، ابی ابن خلف، خالد بن ولید، عتبہ، شیبہ، حکیم بن حزام، اور حجاج کے بیٹے نبیہ و منبہ\_ (3)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ انفال آیت 30 \_

2\_ بحار ج 19 ص 73 از الخرائج والجرائح ...

3\_ ان کے ناموں کا ذکر السیرة الحلبیة ج 2 و بحارالانوار ج 19 ص 72 و 31 اور مجمع البیان وغیرہ میں کہیں مکمل طور پر اور کہیں جزوی طور پر ہوا ہے \_

یوں قریش نے اپنے ان پندرہ قبائل میں سے دس یا پندرہ افراد بلکہ اس سے بیشتر کا انتخاب کیا (بنابر اختلاف اقوال) تاکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوایک ساتھ وار کر کے قتل کر دیں\_ ایک ضعیف قول کی بنا پر ان کی تعداد سوتھی (1) لیکن ہماری نظر میں یہ روایت حقیقت سے دور ہے کیونکہ دیگر روایات کی مخالف ہے\_

خلاصہ یہ کہ وہ جمع ہوگئے اور اللہ نے اپنے نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو ان کے مکر سے آگاہ فرمایا\_

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیرالمؤمنین حضرت علی عليه‌السلام کو قریش کے منصوبے سے آگاہ فرمانے کے بعد حکم دیا کہ وہ رات کو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے بستر پر سو جائیں\_ حضرت علیعليه‌السلام نے عرض کیا ''اے اللہ کے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کیا میرے وہاں سونے سے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی جان بچ جائے گی''\_

فرمایا ہاں\_ یہ سن کر حضرت علیعليه‌السلام خوشی سے مسکرائے اور زمین پر سجدہ ریز ہوگئے تاکہ اللہ کا شکرادا کریں\_ یوں وہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے بستر پر سوگئے اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی حضرمی چادر اوڑھ لی\_ اس کے بعد رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ رات کے پہلے حصے میں خارج ہوئے جبکہ قریش کے افراد گھر کے اردگرد گھات لگائے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے منتظر بیٹھے تھے\_

آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم یہ آیت پڑھتے ہوئے نکلے (وجعلنا من بین ایدیهم سدا ومن خلفهم سدا فاغشیناهم فهم لایبصرون) (2) یعنی ہم نے ایک دیوار ان کے آگے کھڑی کردی ہے اور ایک دیوار ان کے پیچھے ہم نے انہیں ڈھانک دیا ہے اب انہیں کچھ نہیں سوجھتا\_

آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے دست مبارک میں ایک مشت مٹی تھی\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے وہ مٹی ان کے سروں پر پھینک دی\_ اور ان کے درمیان سے گزرگئے\_ اور انہیں احساس تک نہ ہوا پھر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے غار ثور کی راہ لی\_

ادھر امیرالمؤمنینعليه‌السلام سوئے ہوئے تھے اور حضرت ابوبکر آئے اور کہا :''اے اللہ کے رسول''\_ وہ یہ سوچ رہے تھے کہ سونے والے اللہ کے نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ہیں حضرت علی عليه‌السلام نے ان سے فرمایا :''رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ چاہ میمونہ کی طرف

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ السیرة الحلبیة ج 2 ص 280 اور نور الابصار ص 15

2\_ سورہ ی س آیت 9 و امالی شیخ طوسی ج 2 ص 80\_81

چلے گئے ہیں پس ان کی خدمت میں پہنچ جاؤ''\_ چنانچہ حضرت ابوبکر چلے گئے اور حضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھ غار میں داخل ہوئے \_(1)

کہتے ہیں کہ مشرکین نے حضرت علیعليه‌السلام کو پتھر مارنے شروع کئے جس طرح وہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کو مارتے تھے\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم درد سے تڑپتے اور پیچ وتاب کھاتے رہے\_ آپ نے اپنے سر کو کپڑے میں لپیٹ رکھا تھا اورصبح تک اس سے باہر نہ نکالا\_ پھر مشرکین ان پر ٹوٹ پڑے\_ جب حضرت علیعليه‌السلام نے ان کو تلوار سونتے اپنی طرف آتے

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ آخری جملوں کیلئے رجوع کریں مناقب خوارزمی حنفی ص 73 و مستدرک الحاکم ج 3 ص 133 و تلخیص مستدرک (ذہبی) حاشیہ کے ساتھ ان دونوں نے اسے صحیح قرار دیا ہے، مسند احمد ج 1 ص 321 و تذکرة الخواص (سبط ابن جوزی) ص 34، شواہدالتنزیل ج 1 ص 99\_100،101، تاریخ طبری ج 2 ص 100، تفسیر برہان ج 1 ص 207 ابن صباغ مالکی کی کتاب فصول المہمة ص 30، و نسائی کی خصائص امیرالمومنین مطبوعہ نجف ص 63 و السیرة الحلبیة ج 2 ص 35 مجمع الزوائد ج 9 \_ص 120 از احمد (اس کے سارے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں سوائے ایک راوی کے جو ثقہ ہے و از طبرانی درکبیر و اوسط\_ بحار ج 19 ص 78\_93 از طبری و احمد، عیاشی اور کفایة الطالب، فضائل الخمسة ج 1 ص 231، ذخائر العقبی ص 87 اور کفایة الطالب ص 243 اس کتاب میں مذکور ہے کہ ابن عساکر نے اسے اربعین طوال میں ذکر کیا ہے\_

نیز رجوع کریں : الامام علی بن ابیطالب در تاریخ ابن عساکر بہ تحقیق المحمودی ج 1 ص 186 و 190 محمودی نے اسے اپنے حاشیے میں احمد بن حنبل کی کتاب الفضائل (حدیث نمبر 291) نیز غایة المرام (ص 66) سے طبرانی ج 3 (ورق نمبر 168 ب) کے واسطے سے نقل کیا ہے علاوہ بریں کفایة الطالب کے حاشیے میں ریاض النضرة ج 2 ص 203 سے نقل ہوا ہے\_ رہے آخری جملے تو وہ احادیث و تاریخ کی مختلف کتب میں موجود ہیں\_

بحار ج 19 ص 61 و امالی شیخ طوسی ج 2 ص 81 میں مذکور ہے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے حضرت ابوبکر اور ہند بن ہالہ کو حکم دیا کہ وہ غار کے راستے میں ایک معینہ مقام پر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا انتظار کریں\_ اور بحار ج 19 ص 73 میں الخرائج و الجرائح سے منقول ہے حضور روانہ ہوئے جبکہ وہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو نہیں دیکھ رہے تھے\_ پھر حضرت ابوبکر کو دیکھا جو رات کے وقت آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی تلاش میں نکلے تھے\_ وہ قریش کے منصوبے سے آگاہ ہوچکے تھے چنانچہ حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم حضرت ابوبکر کو اپنے ساتھ غار کی طرف لے گئے\_

اگر اس بات کو صحیح تسلیم کرلیں تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر نے نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو ان کے منصوبے سے کیوں آگاہ نہیں کیا؟ مگر یہ کہ کہا جائے وہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو اطلاع دینے آئے تھے\_ اس سے بھی اہم سوال یہ کہ قریش نے حضرت ابوبکر کو اپنے منصوبے سے کیونکر آگاہ کیا جبکہ وہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے ساتھ معمولی سے روابط رکھنے والے سے بھی اس کو چھپانے کی زبردست کوشش کرتے تھے جبکہ دیار بکری وغیرہ کا صریح بیان اس سے قبل گزر چکا ہے\_

دیکھا جبکہ خالد بن ولید آگے آگے تھا تو حضرت علیعليه‌السلام اس پرجھپٹ پڑے اور اس کے ہاتھ پر مارا خالد بچھڑے کی طرح اوپر نیچے چھلانگیں لگانے اور اونٹ کی طرح بلبلانے لگا\_

آپعليه‌السلام نے اس کی تلوار چھین لی اورمشرکین پر حملہ آور ہوئے\_ مشرکین چوپایوں کی طرح خوفزدہ ہو کر گھرسے باہر بھاگ نکلے\_ پھر انہوں نے غورسے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ تو حضرت علیعليه‌السلام ہیں\_ وہ بولے'' کیا تم علی عليه‌السلام ہو؟''\_ انہوں نے فرمایا:'' ہاں میں علی عليه‌السلام ہوں'' مشرکین نے کہا: ''ہمیں تم سے کوئی غرض نہ تھی\_ یہ بتاؤ کہ تمہارا ساتھی کہاں گیا؟'' فرمایا :''مجھے کوئی خبر نہیں''\_ (1)

قریش پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی تلاش میں

قریش نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے پیچھے اپنے جاسوس چھوڑ دیئےور وہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے تعاقب میںسخت جان اور تا بعدار سواریوں پر سوار ہوکر نکل کھڑے ہوئے\_ وہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے قدموں کے نشانات دیکھتے گئے\_ یہاں تک کہ کھوجی (جو قدموں کے نشانات معلوم کرنے کا ماہر ہوتا ہے) اس جگہ پہنچا جہاں ابوبکر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے ملحق ہوئے تھے\_ اس نے مشرکین کو بتایا کہ وہ جس شخص کو تلاش کر رہے ہیں یہاں سے ایک اور شخص بھی اس کے ساتھ ہوگیا ہے\_ بہرحال وہ قدموں کے نشانات دیکھتے گئے یہاں تک کہ غار کے دھانے پر پہنچ گئے لیکن اللہ نے انہیں لوٹا دیا کیونکہ مکڑی نے غار کے دھانے پر جالا بن لیا تھا\_ اور ایک جنگلی کبوترنے غار کے اندر داخل ہونے کے راستے میں ہی انڈے دے دیئے تھے اور اسی طرح کی دوسری باتیں جو تاریخ میں مذکورہیں\_ چنانچہ ان لوگوں نے یہ نتیجہ اخذ کیاکہ یہ غار متروکہ ہے اور اس میں کوئی داخل نہیں ہوا وگرنہ مکڑی کا جالاکٹ جاتا اور انڈے ٹوٹ جاتے، اور جنگلی کبوتر بھی غار کے دھانے پر بسیرا نہ کرتا(2)\_

ادھر امیرالمؤمنینعليه‌السلام نے رات تک انتظار فرمایااور پھر رات کی تاریکی میں ہند ابن ابی ہالہ کو ساتھ لیکر چلے گئے یہاں تک کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے پاس غار میں داخل ہوگئے\_ پھر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا نے ہند کو حکم دیا کہ وہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اور

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ امالی شیخ طوسی ج 2 ص 82\_83\_

2\_ تاریخ الخمیس ج1 ص 328 ، سیرہ حلبیہ ج2 ص 37 اور البدایہ والنہایہ ج3 ص 181 و 182\_

آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھی کیلئے دو اونٹ خرید کرلائے\_

اس وقت حضرت ابوبکر نے کہا :''اے اللہ کے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم میں نے اپنے اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کیلئے دو سواریوں کا بندوبست کر رکھا ہے آپ انہیں ساتھ لیکر یثرب کا سفر کیجئے''\_

آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا:'' قیمت اداکئے بغیرمجھے ان دونوں کی ضرورت ہے نہ ان میں سے ایک کی''\_

ابوبکر نے عرض کیا :''پس آپ قیمت دیکر ان کو لیجئے''\_

آپ کے حکم سے حضرت علیعليه‌السلام نے حضرت ابوبکر کو قیمت ادا کردی(1)\_

اس کے بعد رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے حضرت علیعليه‌السلام کو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی ذمہ داریاں نبھانے اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی امانتیں ادا کرنے کی نصیحت کی کیونکہ قریش اور حج کے ایام میں مکہ آنے والے عرب حجاج اپنا مال و متاع رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے پاس بطور امانت رکھتے تھے\_ آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے حضرت علیعليه‌السلام کو حکم دیا کہ وہ صبح و شام مکے میں پکار پکار کر یہ اعلان کریں ''جس کسی کی کوئی امانت محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے پاس ہو وہ آکر ہم سے وصول کرے''\_ آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے اس وقت یعنی جب آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا تعاقب ختم ہوچکا تو حضرت علیعليه‌السلام سے فرمایا:''یا علی عليه‌السلام وہ لوگ آپ کے خلاف کوئی ایسی حرکت نہ کرپائیں گے جو آپ کو ناپسند ہویہاں تک کہ آپ میرے پاس پہنچ جائیں گے\_ پس میری امانتیں کھلے عام ادا کرو، میں اپنی بیٹی فاطمہ کو آپ کے حوالے کرتا ہوں اور آپ دونوں کواللہ کے حوالے کرتا ہوں اور اس سے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم دونوں کی حفاظت کا طلبگار ہوں''\_

ہجرت کا خرچہ

پھر حضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے آپعليه‌السلام کو حکم دیا کہ اپنے اور فواطم (فاطمہ کی جمع ہے) یعنی فاطمہ زہراعليه‌السلام ، فاطمہ بنت اسد (مادر حضرت علی عليه‌السلام ) اور فاطمہ بنت زبیر جن کا ذکر ہجرت علیعليه‌السلام کے بیان میں ہوگااور ان کے علاوہ بنی ہاشم کے ان افراد کیلئے جو ہجرت کا عزم رکھتے ہوںسواریاں خرید لیں\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ بحارالانوار ج19 ص 62 ، امالی شیخ طوسی ج 2 ص 83 ، آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا حضرت ابوبکر سے قیمت ادا کئے بغیر سواریوں کا نہ لینے کا واقعہ سیرت النبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پر لکھی جانے والی تقریباً تمام کتابوں میں ملے گا\_ نیز مراجعہ ہو : وفاء الوفاء ج1 ص 237\_

ابو عبیدہ کا بیان ہے: میں نے ابوعبداللہ (یعنی ابن ابی رافع) سے کہا کیا رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ اس قدر خرچ کرنے پر قادر تھے؟

اس نے جواب دیا میرا باپ مجھ سے یہی بات (جو تونے بتائی) نقل کیا کرتا تھا اور میں نے اس سے یہی سوال کیا تھا جو تم نے مجھ سے کیا\_ میرے باپ نے جواباً کہا\_ تو پھر حضرت خدیجہ (س) کا مال کہاں چلاگیا\_ میرے باپ نے کہا رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے فرمایاہے : ''خدیجہ کے مال نے مجھے جتنا فائدہ پہنچایا ہے کسی اور مال نے نہیں پہنچایا'' رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ حضرت خدیجہ کے مال سے لوگوں کا قرض ادا کرتے اور قیدیوں کو چھڑاتے تھے، ضعیفوں کی مدد کرتے تھے، سختیوں کے وقت خرچ کرتے تھے، مکہ میں اپنے فقیر اصحاب کو سہارا دیتے تھے اور ہجرت کا ارادہ رکھنے والوں کی بھی اعانت فرماتے تھے(1)\_

رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ تین دن غار کے اندر گزارنے کے بعد مدینہ کی طرف روانہ ہوئے\_ (2)

امیرالمؤمنینعليه‌السلام نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے بستر پر جورات گزاری اس کا تذکرہ آپعليه‌السلام نے یوں کیا ہے\_

وقیت بنفسی خیر من وطا الحصا---- ومن طاف بالبیت العتیق وبالحجر

محمد لما خاف ان یمکروا به---- فوقاه ربی ذوالجلال من المکر

وبت اراعیهم متی ینشروننی---- وقد وطنت نفسی علی القتل والاسر

وبات رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم الله فی الغار آمنا---- هناک وفی حفظ الاله وفی ستر

اقام ثلاثا ثم زمت قلائص---- قلا ئص یفرین الحصا ایما یفری

اشعار کاترجمہ:

میں نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے اس شخص کی حفاظت کی جوزمین پر چلنے والوں اور کعبہ و حجر اسود کا طواف کرنے والوں میں سب سے بہتر تھا\_ جب محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو دشمنوں کی چال سے خطرہ محسوس ہوا تو خدانے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو ان کے مکر سے محفوظ رکھا\_ میں نے رات اس انتظار میں گزاری کہ وہ کب مجھے قتل کر دیں گے\_ میں نے

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1 \_ لیکن اسی روایت کو خواہشات نفسانی کے پیروکاروں نے روایت کرکے حضرت خدیجہ کے نام کو حضرت ابوبکر کے نام سے بدل دیا ہے تا کہ اس کے لئے ایک فضیلت ثابت کرسکیں جس کی کوئی بھی روایت، نص اور کوئی حقیقت تایید نہیں کرتی بلکہ اس کے برعکس ،واقعات اس کے برخلاف دلالت کرتے ہیں\_

2\_ امالی شیخ طوسی ج 2 ص 81\_82 و البحار ج 19 ص 61\_62\_

اپنے نفس کو قتل یا اسیر ہونے کیلئے آمادہ کر رکھا تھا\_ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے غار میں امن وسکون کے ساتھ اور خدا کی پناہ میں رات گزاری، آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے غار میں تین دن گزارے پھر جوان اونٹوں پر سفر شروع ہوا\_ یہ اونٹ ریگزاروں کو اس طرح طے کر رہے تھے جو دیکھنے کے قابل تھا\_

جذبہ قربانی کے بے مثال نمونے

علامہ سید ہاشم معروف الحسنی کہتے ہیں ''جان نثاری وقربانی کی تاریخ کا عمدہ ترین قصہ یہیں سے شروع ہوتا ہے\_ ٹھیک ہے کہ بہادر اور سورما لوگ دشمن کے سامنے جنگوں میں ڈٹ جاتے ہیں اور اپنے ہاں موجود اسلحے اور سامان جنگ کے ساتھ اپنے حامیوں اور مدد گاروں کے جھرمٹ میں لڑتے ہیں\_ کبھی میدان جنگ ہی ان کو ثابت قدم رہنے پر مجبور کرتا ہے، اور وہ بھی اکیلے نہیں، لیکن کسی انسان کا اپنی مرضی اور خوشی سے کسی اسلحے یا سامان کے بغیر موت کے مقابلے میں یوں جانا گویا وہ کسی نرم ونازک بدن والی خوبرو عورت سے معانقہ کیلئے نکلا ہو اور ایسے بستر پر سونا جو خطرات میں گھرا ہوا ہو\_ حالانکہ ایمان، خدا پر توکل اوراپنے رہبر کی سلامتی کی آرزو کے علاوہ اس کے ہمراہ کچھ بھی نہ ہوجیساکہ حضرت علی عليه‌السلام کے ساتھ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب آپعليه‌السلام کے ابن عم حضرت محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے آپ کو اپنے بستر پر رات گزارنے کیلئے کہا تاکہ وہ خود قریش کی سازشوں سے بچنے میں کامیاب ہو جائیں تو یہ وہ بات ہے جس کی مثال بہادری اور مردانگی کی تاریخ میں نہیں ملتی اور عقیدہ و ایمان کی راہ میں لڑی جانے والی جنگوں میں کسی نے اس کا ثبوت نہیں دیا\_ پھر کہتے ہیں کہ شب ہجرت علیعليه‌السلام کا سونا پہلا واقعہ نہ تھا\_ شعب ابوطالب میں محاصرے کے دوران بھی ابوطالبعليه‌السلام علیعليه‌السلام کو بستر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پر سلایا کرتے تھے تاکہ اگر کوئی قاتلانہ اقدام ہو تو نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی بجائے علیعليه‌السلام کو نقصان ہو\_ انہوں نے اس کام سے کبھی بھی گریز نہ کیا بلکہ وہ برضا و رغبت ایسا کرتے تھے\_ (1)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سیرت المصطفی ص 252\_250\_

بستر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پر سونا اور مسئلہ خلافت

یہاں تعجب کی بات یہ ہے کہ ایک ایسا شخص جس کا ناصبی اور علیعليه‌السلام و محبان علیعليه‌السلام کا دشمن ہونا مشہور ہے، یہ کہنے پر مجبور ہوتا ہے کہ شب ہجرت حضرت علیعليه‌السلام کا بستر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پر سونا ان کی خلافت کا واضح اشارہ ہے\_ چنانچہ وہ کہتا ہے:

''شب ہجرت حضرت علیعليه‌السلام کے اس اقدام کو بعد میں ان کی زندگی میں پیش آنے والے حالات کے تناظر میں دیکھا جائے تو دیکھنے والے کو اس بات کے واضح اشارات ملتے ہیں کہ اس رات جس منصوبے پر عمل ہوا وہ حضرت علیعليه‌السلام کے حوالے سے کوئی اتفاقی یا عارضی بات نہ تھی بلکہ اس کے پیچھے خاص آثار ونتائج کی حامل حکمت کارفرما تھی\_ بنابریں ہم یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ:

کیا رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کا اس رات حضرت علیعليه‌السلام کو اپنی شخصیت کے روپ میں پیش کرنا اس بات کا اشارہ نہیں کہ آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اور حضرت علیعليه‌السلام کے درمیان ایک قسم کی یگانگت موجود ہے جو ان دونوں کے درمیان موجود رشتہ داری والی یگانگت سے ما وراء ہے\_ کیا ہم یہاں سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کرسکتے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے بعد حضرت علیعليه‌السلام ہی وہ ہستی ہیں جو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی مسند پر بیٹھنے کے لئے آمادگی رکھتے ہیں اور یہ کہ آپ ہی رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی نمائندگی کرنے والے اور آپ کے قائم مقام ہیں\_ میرا خیال ہے کہ کسی نے ہم سے قبل مذکورہ واقعے کا اس زاویے سے جائزہ نہیں لیا یہاں تک کہ حضرت علیعليه‌السلام کے شیعوں نے بھی اس نکتے کو ہماری طرح نہیں سمجھا'' \_(1)

قریش اور علی عليه‌السلام:

1\_آخر میں ہم اس نکتے کی طرف اشارہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ قریش نے حضرت علیعليه‌السلام پر اپنے چچا زاد بھائی کی جگہ بتانے کے سلسلے میں زورنہیں دیا اور اصرار سے کام نہیں لیا، اس کی وجہ بس یہی تھی کہ وہ اس کام کو

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ عبدالکریم خطیب کی کتاب علی ابن ابیطالب ص 105 کی طرف رجوع کریں \_

بے فائدہ سمجھتے تھے کیونکہ جو شخص اس حدتک مخلص ہو اوراس طرح کی بے مثال اور تاریخی قربانی دے وہ ان کے سامنے ہرگز اپناراز فاش نہیں کرسکتا تھا \_اس راز کی حفاظت کیلئے تو اس نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا تھا\_ اسی لئے ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علیعليه‌السلام کو چھوڑ دیا اور مایوسی کے عالم میں وہاں سے چلے گئے\_ (1)

2\_پیغمبر اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے بارے میں علیعليه‌السلام کا طرزعمل انسانیت کااعلی ترین نمونہ تھا\_انہوں نے لوگوں کو اخلاص وقربانی کے مفہوم اورایمان کی حقیقت سے روشناس کرایاکیونکہ وہ اپنی شہادت کو ہر صورت میں قطعی دیکھ رہے تھے\_ ان کے خیال میں وہ یا تو اس لئے قتل ہوجاتے کیونکہ مشرکین انہیں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سمجھ رہے تھے یا پھر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ ، (جنہوں نے قریش کے باطل نظریات کو جھٹلایا تھا، ان کے معبودوں کی عیب جوئی کی تھی اور ان کی صفوں کو پراکندہ کر دیا تھا) کو بچانے کے جرم میں بطور انتقام قتل کردیئے جاتے\_ قریش اس بات سے بھی آگاہ تھے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ علیعليه‌السلام کو کس قدر چاہتے ہیں اور آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ہاں ان کا کیا مقام ہے\_ ان کا قتل حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے چچازاد بھائی اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پر جان نچھاور کرنے والے مخلص انسان کا قتل تھا\_ (2) اور حقیقت کے واضح ہونے کے بعد ان کا حضرت علی عليه‌السلام کو چھوڑ دینا یا تو خوف کے سبب تھا کیونکہ انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ حضرت عليه‌السلام نے خالد بن ولید کا کیا حشر کیا تھا \_ اور یا اس وجہ سے تھا کہ وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ پہلے اپنے اصلی اور اہم دشمن کا کام تمام کردیں، ان کو ختم کرنے کے لئے ابھی وقت بہت ہے\_

قریش اور شب ہجرت علیعليه‌السلام کا کارنامہ

کچھ لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ ''ہجرت کی رات حضرت علی عليه‌السلام نے قریش کو جو کھلا چیلنج دیا اور ان کو جس طرح ذلیل کیا، نیز اس کے بعد تین دن تک جس طرح ان کے درمیان چلتے پھرتے رہے ،اس داغ کو قریش کبھی بھی نہ بھلا سکتے تھے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ رجوع کریں حیات امیرالمومنین مصنفہ محمد صادق صدر ص 106\_105\_

2\_ رجوع کریں حیات امیرالمومنین ص 107 اور 108 \_

اگر اس دن ان کو قتل کرنے میں قریش کو ایسے فتنے کا خطرہ محسوس نہ ہوتا جو ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کردیتا اور دوسری طرف سے وہ یہ دیکھ لیتے کہ اس طرح وہ محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے بارے میں اپنے مقصد کو بھی حاصل نہیں کرسکیں گے تو وہ انہیں قتل کر کے ضرور دل کی بھڑاس نکال لیتے \_یوں وہاں قریش ان سے دست بردار ہوئے لیکن بعد میں ان کا حساب چکانے کیلئے روز شماری کرنے لگے''\_ (1)

جی ہاں درحقیقت یہ ایک سخت حساب تھا جو حضرت علیعليه‌السلام کو چکانا تھا\_ خصوصاً اس بات کے پیش نظر کہ انہوں نے بعد میں ان کے بزرگوں اور سرداروں کو خاک مذلت میں ملادیا تھا اور اپنے چچازاد بھائی کے شمشیرزن بازو کی حیثیت سے بوقت ضرورت کبھی یہاں اور کبھی وہاں متکبر اور جابر لوگوں پر کاری ضرب لگاتے رہے تھے\_ قریش نے حضرت علیعليه‌السلام سے مذکورہ سخت حساب چکانے کا سلسلہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی وفات کے فوراً بعدہی شروع کردیا، یہاں تک کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے غسل وکفن اور دفن سے بھی پہلے\_

موازنہ

امیرالمومنینعليه‌السلام کے بستر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پر رات گزارنے کے نتیجے میں قریش نے یہ موقع گنوادیا اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جو سازش تیار کی تھی وہ ناکامی سے دوچار ہوئی\_ اس کے علاوہ اس عمل سے دین اسلام کی بنیادیں مضبوط ہوئیں اور کلمہ حق کو فروغ حاصل ہوا\_

اس واقعے کا ذبح اسماعیل علیہ السلام پر قیاس کرنا صحیح بات نہیں ہے کیونکہ حضرت اسماعیل عليه‌السلام نے تو ایک مہربان اور شفیق باپ کے آگے سرتسلیم خم کیا لیکن حضرت علیعليه‌السلام نے اپنی جان ان دشمنوں کے حوالے کردی جو ان پر رحم نہ کرتے اور جن کے دل کی بھڑاس ان کا خون بہائے بغیر نہیں نکل سکتی تھی\_ نیز ان کا غصّہ جان لیوا شماتت، سخت ترین تشدد اور ایذاء رسانی کے بغیر نہ نکل سکتا تھا\_

اسکافی نے جاحظ کی تصنیف عثمانیہ کے جواب میں اس واقعے پر تبصرہ کیا ہے\_ (اس کا کلام شرح نہج

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ علی ابن ابیطالب (از عبدالکریم خطیب) ص 106 \_

البلاغہ معتزلی کی تیرہویں جلد میں مرقوم ہے)\_ وہاں رجوع کریں اگر ہم اس نکتے کی تشریح کرنے بیٹھیں تو ہماری بحث طولانی ہوجائے گی\_

ارادہ الہی

کیا یہ ممکن نہ تھا کہ اللہ اپنے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی مدد کچھ اس طرح سے فرماتا کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ غار میں چھپنے پر مجبور نہ ہوتے اور نہ حضرت علیعليه‌السلام کو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے بستر پر سونا پڑتا\_ وہ یوں کہ اللہ اپنی قدرت کی واضح نشانیوں اور حیرت انگیز معجزات کے ذریعے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی مدد کرتا\_

اس کا جواب منفی ہے کیونکہ خدا کی منشا یہ ہے کہ سارے امور حسب معمول اور طبیعی اسباب کے مطابق انجام پائیں (ہاں انسان کی طاقت سے باہر معاملات میں اس کی رہنمائی اور عنایات شامل حال ہوں) تاکہ یہ ہم سب کیلئے بھی نمونہ عمل اور مفید درس ثابت ہوں\_ ہم بھی دین وعقیدے کی راہ میں جدوجہد کریں اور آسمانی معجزات کے منتظر نہ رہیں\_ اسی صورت میں اللہ کا وعدہ (لینصرن اللہ من ینصرہ) اور (ان تنصروا الله ینصرکم) عملی شکل اختیار کرے گا\_

مصلحت اندیشی اور حقیقت

مشرکین مکہ ایک عجیب تضاد کا شکار ہوئے وہ یہ کہ ایک طرف تو رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کو جھٹلاتے اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پر تہمتیں لگاتے تھے یہاں تک کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو مجنون، ساحر، شاعر اور کاہن کہہ کر پکارتے تھے\_ لیکن دوسری طرف اپنے اموال اور اپنی امانات آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے سپرد کرتے تھے اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو معتمد اور امین سمجھتے تھے یہاں تک کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اپنے چچازاد بھائی (علی عليه‌السلام ) کو مکہ چھوڑ جانے پر مجبور ہوئے کہ وہ تین دن تک اعلان عام کرتے رہیں تا کہ لوگ آکر اپنی امانتیں واپس لے جائیں\_ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی دعوت پر ان کا ایمان نہ لانا ہٹ دھرمی اور تکبر و عناد کے باعث تھا، نہ اس لئے کہ وہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے پیغام کو دلی طور پر غلط سمجھتے تھے ارشاد

الہی ہے: (وجحدوا بها واستیقنتها انفسهم)(1) \_

یعنی انہوں نے آیات الہی کا انکار کیا جبکہ قلبی طورپراس کو مانتے تھے\_ بالفاظ دیگر وہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی دعوت کے اس لئے منکر تھے کہ وہ بزعم خود اس طرح سے اپنے ذاتی مفادات اور مستقبل کی حفاظت کرنا چاہتے تھے یا اس لئے کہ وہ اپنے آباء و اجداد کی اندھی تقلید کرنے کے خواہشمند تھے یا اپنی امتیازی حیثیت اور مراعات کی حفاظت کے طالب تھے یا حسد اور دیگر وجوہات کی بنا پر ایسا کررہے تھے\_

حضرت علیعليه‌السلام کو ان حساس اور خطرناک حالات میں لوگوں کی امانتیں لوٹانے کیلئے مکے میں چھوڑ جانا ایک ایسے انسان کامل کا بہترین نمونہ پیش کرتا ہے جو اپنے اصولوں پر کاربند اور اپنے نظریات کا پاسبان ہو \_ایسا کامل انسان جو خدا کے معین کردہ راستے سے بال برابر بھی منحرف نہ ہوتا ہو اور بہانوں کی تلاش میں نہ پھرتا ہو\_ بلکہ وہ اپنے عظیم اصولوں اور مقاصد کیلئے جیتا ہو اور اصولوں کو ذاتی مفادات کے حصول کا ذریعہ قرار نہ دیتا ہو\_

ہاں وہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو امین کہہ کر پکارتے تھے اور یہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی واضح ترین صفات میں سے ایک صفت تھی حتی بعثت سے پہلے بھی\_ یہی امین ہیں جو اب ان کی امانتیں واپس کررہے ہیں جبکہ وہ ان کے خون کے درپے ہیں لیکن یہ بات آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو لوگوں کی امانتوں کا خیال رکھنے سے نہیں روکتی خواہ وہ اچھے ہوں یا برے\_ اگر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ان کی امانتیں واپس نہ کرتے تو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو پورا پورا بہانہ حاصل تھا\_

ایک محقق کا کہنا ہے کہ اس عظیم صفت کی کوئی خاص اہمیت اہلسنت کی احادیث کے اندر دیکھنے میں نہیں آتی حالانکہ یہ صفت (حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی امانتداری) انسانیت کی بنیاد ہے\_ بالکل اسی طرح جس طرح رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی وفات کے بعد سے احادیث ''حکمت'' خلفاء کی خواہش پر عمداً محو کی گئیں\_ وگرنہ وہ چیز کہاں گئی جس کے بارے میں خدانے سات آیتوں میں یہ خبردی ہے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی ذمہ داری لوگوں کو کتاب وحکمت کی تعلیم دینا ہے\_ ہم جانتے ہیں کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے لوگوں کو کتاب کی تعلیم دی جس کی خدانے حفاظت کی اور اب تک باقی

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ نمل آیت 14

ہے\_(انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون) (1) یعنی ہم نے ہی قرآن نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں\_

لیکن ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ وہ حکمت کہاں گئی جو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے امت کو سکھائی؟ ہم دیکھتے ہیں کہ علماء و محدثین کے نزدیک ان میں سے فقط تقریباً پانچ سو کے لگ بھگ احادیث رہ گئی ہیں وہ بھی فقہ احکام، اخلاق اور حکمت سب کے بشمول(2)\_ ان میں سے کتنی احادیث فقط حکمت سے مربوط ہیں اس کا حشر آپ کے سامنے ہے\_

البتہ ہم آئمہ معصومینعليه‌السلام کی احادیث میں کثیر مقدار میں حکمت کی باتیں پاتے ہیں\_ ان کی ایک بڑی تعداد امانت اور صداقت کے متعلق ہے\_ انہوں نے امانت کو عملی اخلاق کا بنیادی محور قرار دیا ہے اور اسے زبردست اہمیت دی ہے\_

زمین اور عقیدہ

ہم نے دیکھ لیا کہ اسلام کی نظر میں انسان کا حقیقی مقصد زمین نہیں بلکہ خود اسلام ہے کیونکہ جب کسی سرزمین پرزندگی گزارنا اور اس کی حفاظت کرنا ذلت وخواری، محرومیت اور عظیم دینی اہداف (جو انسان کی سعادت کا باعث ہیں) کے پورا نہ ہونے کا باعث بنے تو بہتری، اصلاح، مستقبل کی تعمیر اور حقیقی سعادت وعزت کے حصول کے پیش نظر اس سرزمین کو چھوڑ کر کہیں اور جانا چاہیئے\_ پس پہلے تو خود انسان اور پھر تمام باقی چیزیں اسلام کی خاطر اور اس کی خدمت کیلئے ہیں\_

درس ہجرت

ہجرت کا واقعہ ہمیں یہ درس دیتا ہے کہ مسلمانوں پرایک دوسرے کی مدد واجب ہے\_ نیز نسلی تعصبات

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ حجر آیت 9 \_

2\_ مناقب شافعی ج1 ص 419 نیز عن الوحی المحمدی ص 243\_

سے مکمل طور پر مبرا ہوکر اغیار کے مقابلے میں متحد ہونا بھی ضروری ہے\_ اور یہ کہ ان کے باہمی تعاون والفت اور آپس کی رحمدلی و ہمدردی کی بنیاد دین اور عقیدہ ہو نہ کہ نسلی و خاندانی تعلقات یا مفادات پر مبنی روابط وغیرہ\_

علاوہ ازیں واقعہ ہجرت ہمیں حسن تدبیر، باریک بینی اور صحیح منصوبہ بندی کا بھی درس دیتا ہے جسے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے پیش نظر رکھاکیونکہ جب آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے گھر کا محاصرہ کرنے والوں کو کسی نے آکر یہ خبر دی کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم گھرسے نکل گئے ہیں تو اس وقت جس چیزنے ان کو حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی بستر پر موجودگی کے بارے میں مطمئن رکھا وہ علیعليه‌السلام کا بستر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پر رات گزارنا تھا\_ (1)

ابوطالبعليه‌السلام اور حدیث غار

بعض روایات میں مذکور ہے کہ جب قریش نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے خلاف سازش کی تو ابوطالب علیہ السلام نے آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے عرض کیا:'' آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو علم ہے کہ انہوں نے کیا سازش کی ہے؟'' آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے جواب دیا:'' وہ چاہتے ہیں کہ مجھے قید کریں یا قتل کریں یا وطن سے نکال باہر کریں''\_ حضرت ابوطالبعليه‌السلام نے عرض کیا ''آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو کس نے خبردی؟ ''فرمایا: ''میرے رب نے''\_ حضرت ابوطالبعليه‌السلام بولے: ''آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا رب سب سے بہترین رب ہے''\_ (2)

لیکن واضح ہے کہ یہ روایت درست نہیں ہوسکتی کیونکہ قریش کی سازش ہجرت سے کچھ ہی مدت پہلے عقبہ کی دوسری بیعت کے بعد ہوئی تھی یعنی بعثت کے تیر ہویں سال\_ حالانکہ حضرت ابوطالبعليه‌السلام بعثت کے دسویں سال وفات پاچکے تھے یعنی شعب ابیطالب سے مسلمانوں کے خارج ہونے کے بعد\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ تاریخ طبری ج 2 ص 100 \_

2\_ درمنثور ج 3 ص 279 نے سنید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ سے نقل کیا ہے \_

آیت غار

خداوند عالم نے فرمایا (الا تنصروه فقد نصره الله اذ اخرجه الذین کفروا ثانی اثنین اذهما فی الغار اذ یقول لصاحبه لاتحزن ان الله معنا فانزل الله سکینته علیه وایده بجنود لم تروها وجعل کلمة الذین کفروا السفلی وکلمة الله هی العلیا والله عزیز حکیم) (1)

یعنی تم نے اگر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی مدد نہ کی تو کوئی پروا نہیں\_ اللہ اس کی مدد اس وقت کرچکا ہے، جب کافروں نے اسے نکال دیا تھا\_ جب وہ دومیں سے دوسرا تھا، دونوں غار میں تھے اور وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا'' غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے''\_ پس اللہ نے اس پر اپنی طرف سے سکون قلب نازل کیا اور اس کی مدد ایسے لشکروں سے کی جوتم کو نظر نہ آتے تھے اوراس نے کا فروں کا بول نیچا کردیا اور اللہ کا تو بول بالاہی ہے اور اللہ زبردست دانا و بینا ہے\_

کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ یہ آیت درج ذیل وجوہات کی بنا پر حضرت ابوبکر کی فضیلت کو ثابت کرتی ہے\_

(الف) آیت نے حضرت ابوبکر کو ''ثانی اثنین'' (دو میں سے دوسرا) کے الفاظ سے یاد کیا ہے بنابریں حضرت ابوبکر فضیلت کے لحاظ سے دو افراد میں سے ایک ٹھہرے اور اس سے بڑی فضیلت اور کیا ہوسکتی ہے کہ حضرت ابوبکر حضرت پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اسلام کے قرین قرار پائیں\_

(ب) آیت کی رو سے حضرت ابوبکر پیغمبراکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھی قرار پائے\_ اس عظیم موقعے پر پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا ساتھی بن جانا بہت بڑا اعزاز ہے\_

(ج) رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا، خدا ہمارے ساتھ ہے\_ یعنی اللہ کی نصرت اور اس کا نظر کرم ان دونوں پر ہے\_ بنابریں جو شخص اللہ کی طرف سے ہونے والی مدد میں نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا شریک ٹھہرے اس کا شمار عظیم ترین لوگوں میں ہوگا\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ توبہ آیت 40 \_

(د) اللہ تعالی نے فرمایا ''اور اللہ نے اس پر سکون قلب نازل کیا''\_ پس یہ سکون قلب جس پر نازل ہوا وہ حضرت ابوبکر تھے اس لئے کہ اس کی ضرورت ابوبکر کو تھی( کیونکہ ان کا دل گھبرا گیا تھا) نہ کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کو کیونکہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو تو علم تھا ہی کہ اللہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو محفوظ رکھے گا\_ (1)

لیکن یہ ساری باتیں نادرست ہیں کیونکہ:

الف: حضرت عائشہ کہتی ہیں\_ خدانے ہمارے بارے میں قرآن کی کوئی آیت نازل نہیں کی سوائے اس کے کہ اس نے میرے عذر کا ذکر کیا\_ (2)

ہماری تحقیق کی رو سے ثابت ہوا ہے کہ حضرت عائشہ کے عذر کے بارے میں بھی کسی آیت کا اترنا صحیح نہیں ہوسکتا جیساکہ ہم نے اپنی کتاب ''حدیث الافک'' میں ذکر کیا ہے\_

ب: حضرت ابوبکر کے بارے میں ثانی اثنین ''کہنے سے کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ ان الفاظ میں عدد بیان کرنے کے سوا کچھ بھی نہیں دوسرا فرد کوئی بچہ یا جاہل یا مؤمن یا فاسق وغیرہ بھی ہوسکتا ہے\_ نیز واضح ہے کہ قرآن کی رو سے فضیلت کا معیار فقط تقوی ہے نہ کہ عدد میں دوسرے نمبر پر قرار پانا\_ جیساکہ فرمایا ہے (ان اکرمکم عند الله اتقاکم) یعنی تم میں سب سے زیادہ صاحب عزت، اللہ کے ہاں وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو\_

شیخ مظفر (رحمة اللہ علیہ) اضافہ کرتے ہیں کہ اگر دو کا بیان فضیلت و شرف کے نقطہ نظر سے ہو تو پھر حضرت ابوبکر کا مقام پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اسلام سے بھی زیادہ ہوگا\_ کیونکہ آیت کی رو سے حضرت ابوبکر پہلے اور پیغمبر اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم دوسرے (ثانی) ہیں\_ (3)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ رجوع ہو ، دلائل الصدق ج 2 ص 404 و 405 \_

2\_ بخاری مطبوعہ 1309 ج 3 ص 121 و تفسیر ابن کثیر ج 4 ص 159 و فتح القدیر ج 4 ص 21 و الدر المنثور ج 6 ص 41 نیز ملاحظہ ہو الغدیر ج8 ص 247\_

3\_ دلائل الصدق ج 2 ص 404\_

ج:علاوہ بریں یہ بات بھی واضح ہے کہ یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اسلام کس قدر سخت حالات سے دوچار تھے اور یہ کہ اس وقت آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی حفاظت یا حمایت کرنے والا کوئی نہ تھا\_ رہا آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا ساتھی تو وہ نہ صرف یہ کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی حفاظت نہیں کر رہا تھا بلکہ پریشانی اور خوف و ہراس کے باعث آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کیلئے ایک سنگین بوجھ بن چکا تھا\_ بنابریں وہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا بوجھ ہلکا کرنے اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی اعانت کرنے کی بجائے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی طرف سے دلجوئی کا محتاج تھا\_ کم ازکم یہ بات تو مسلم ہے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی حمایت و حفاظت اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو درپیش مشقتوں میں تخفیف کے سلسلے میں حضرت ابوبکر نے کچھ بھی نہ کیا، ہاں اس نے تعداد میں اضافہ کیا یوں ایک کی بجائے دو افراد ہوگئے\_

د: رہا حضرت ابوبکر کو نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا مصاحب قرار دینا تو اس میں بھی فضیلت کا کوئی پہلو نظر نہیں آتاکیونکہ مصاحبت سے تو فقط اتنا ثابت ہوتا ہے کہ وہ دونوں باہم اور ایک مقام پر جمع تھے اور یہ امر عالم وجاہل، صغیر وکبیر، مومن وغیر مومن وغیرہ کے درمیان بھی واقع ہوسکتا ہے\_ چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے: (وما صاحبکم بمجنون) (1) یعنی اے اہل مکہ، تمہارا ساتھی مجنون نہیں ہے\_ نیز فرمایا ہے (قال له صاحبه وهو یحاوره اکفرت بالذی خلقک) (2) یعنی اس کے ساتھی نے اس سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کیا تو انکار کرتا ہے اس ذات کا جس نے تجھے پیدا کیا\_

بنابریں مصاحبت برائے مصاحبت کوئی فضیلت نہیں رکھتی\_

ھ: ادھر خدا کا قول (ان اللہ معنا) حضرت ابوبکر کو تسلی دینے کیلئے آیا تھا تاکہ ان کاحزن جاتا رہے\_ یوں حضرت ابوبکر کو بتایا جارہا ہے کہ خداوند عالم انہیں مشرکین کی نظروں سے محفوظ رکھے گا\_ اس میں فضیلت کا کوئی پہلو موجود نہیں\_ بلکہ اس میں یہ خبردی جارہی ہے کہ اللہ ان کو دشمنوں کے شرسے نجات دے گا\_ یعنی رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی حفاظت کے پیش نظر حضرت ابوبکر کی بھی حفاظت کرے گا\_یہ بالکل اس آیت کی طرح ہے'' و ما کان اللہ لیعذبہم و انت فیہم '' یعنی جب تک آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ان لوگوں کے درمیان موجود ہیں خدا انہیں

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ تکویر آیت 22 \_

2\_ سورہ کہف آیت 37 \_

عذاب میں مبتلاء نہیں کرے گا \_ پس رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کی وجہ سے یا کسی مومن کی موجودگی سے عذاب الہی سے مشرکین کی نجات ان کی فضیلت کا باعث نہیں بنتی \_

و: مورخین کے بقول حضرت ابوبکر محزون ہوئے تھے جبکہ وہ خدا کی واضح نشانیاں اور ایسے صریح معجزات دیکھ چکے تھے جن سے انسان کو یقین ہوجاتاہے کہ اللہ اپنے نبی کی حفاظت کرے گا اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو دشمنوں کے شرسے نجات دے گا\_ حضرت ابوبکر کو معلوم تھا کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ قریش کے (شمشیر زنوں کے) درمیان سے گزرکر نکلے تھے لیکن وہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو نہیں دیکھ سکے تھے\_ نیز غار کے دہانے پر مکڑی کا جالا بنانا اور کبوتر کا انڈے دے کر بیٹھ جانا بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا\_ اس کے علاوہ اور چیزوں کا بھی مشاہدہ کیا تھا مثال کے طور پر یہ کہ حضورعليه‌السلام فرمایا کرتے تھے ''کہ اللہ جلد ہی ان کے ہاتھوں قیصر وکسری کے خزانوں کے دروازے کھول دے گا\_ اپنے دین کو غالب کرے گا\_ اور اپنے نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی مدد کرے گا'' بنابریں ان حالات میں ان کا محزون ہونا اور اللہ کی مدد پر بھروسہ نہ کرنا جبکہ وہ خداکی جانب سے اس قدر معجزات کا مشاہدہ کرچکے تھے، ایک غیر پسندیدہ اور ممنوع عمل ہونا چاہیئے اور ممنوعیت بھی مولی ہونے کے اعتبار سے (1) ہونی چاہیئے یعنی جناب کا رونا ناجائز تھا\_ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک اللہ کی جلالت وعظمت کا احساس ان کے دل میں راسخ نہیں ہوا تھا\_

کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے کہا :''اے اللہ کے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم میرا حزن آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے بھائی علی ابن ابیطالب کے بارے میں ہے کہ کہیں ان کو کچھ ہوانہ ہو''\_ نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا:'' خدا ہمارے ساتھ ہے''\_ (2)

ز: رہا یہ دعوی کہ خدا کی نصرت ان دونوں کے شامل حال ہوئی تھی لہذا وہ اس مدد میں نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے حصہ دار تھے اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے تو یہ بھی غلط ہے اور قرآن کی آیت صریحاً اس بات کی نفی کرتی ہے کیونکہ آیت نے تو اللہ کی مدد کو نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھ مختص قرار دیا ہے (شاید اس لئے کہ اللہ نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو کفار کے شر سے نجات دی)\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ نہی مولوی وہ ہے جس کی مخالفت باعث عقاب ہو (مترجم) \_

2\_ کراجکی کی کتاب کنز الفوائد ص 205 \_

چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے (الا تنصروه فقد نصره الله اذ اخرجه) یعنی اگر تم لوگوں نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی مدد نہ کی تو کوئی بات نہیں، اللہ اس کی مدد کرچکا ہے جب کافروں نے اسے نکال دیا تھا\_ یہاں ضمیر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی طرف پلٹتی ہے\_ بنابریں اللہ کی مدد فقط رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے ساتھ مختص ہوئی ہے\_ ابوبکر تو بس طفیلی کی حیثیت رکھتے تھے\_اللہ کی مدد کا حضرت ابوبکر کے شامل حال ہونا پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھ ایک مقام پر موجود ہونے کی وجہ سے تھا\_ اور یہ بات حضرت ابوبکر کی کسی فضیلت کو ثابت نہیں کرتی\_ (1) بالفاظ دیگر اللہ کا حضرت ابوبکر کی حفاظت کرنا رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی حفاظت کے پیش نظر تھا، جیساکہ ہم عرض کرچکے ہیں\_

ح: نزول سکینہ (اطمینان قلبی) کے بارے میں بھی ان کا یہ دعوی باطل ہے کہ سکون حضرت ابوبکر پر نازل ہوا تھا\_ حقیقت یہ ہے کہ سکینہ (سکون قلب) کا نزول فقط رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ پر ہوا کیونکہ اس سے قبل اور اس کے بعد کی ساری ضمیریں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی طرف پلٹتی ہیں اور اس بات پر سب کا اتفاق ہے\_( تنصروہ، نصرہ، یقول، اخرجہ، لصاحبہ، ایدہ کے الفاظ میں)\_ بنابریں ایک ضمیر کا کسی اور کی طرف پلٹنا خلاف ظاہر ہے اور قرینہ قطعیہ کا طالب ہے\_

جاحظ کا بیان اور اس پر تبصرہ

جاحظ اور دوسروں نے مذکورہ باتوں پر تنقیدکی ہے\_ (2) اور کہا ہے: ''کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کو اطمینان قلبی کی ضرورت ہی نہیں تھی کہ اس کا نزول آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پر ہوتا''\_ گویا یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اس بات کے بہانے، لفظ کو اس کے ظاہری مفہوم سے جدا کریں\_

لیکن ان کا دعوی غلط ہے کیونکہ:

الف: خدانے سورہ توبہ کی آیت 26 میں جنگ حنین کے بارے میں فرمایا ہے: (ثم انزل الله سکینته

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ دلائل الصدق ج 2 ص 405 \_

2\_ العثمانیة ص 107 \_

علی رسوله وعلی المؤمنین)یعنی اللہ نے اپنا سکینہ (اطمینان قلبی) اپنے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اور مومنین پر نازل کیا\_ نیز سورہ فتح کی آیت 26 میں ارشاد فرمایا ہے\_ (فانزل الله سکینته علی رسوله و علی المؤمنین) یعنی پس اللہ نے اپنے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اور مومنین پر سکینہ نازل کیا\_

اسی طرح اللہ نے مومنین پرنزول سکینہ کے بارے میں یوں ارشاد فرمایا ہے:( هوالذی انزل السکینة فی قلوب المومنین لیزدادوا ایماناً) (1) یعنی اللہ ہی ہے کہ جس نے مومنین کے دلوں میں اطمینان نازل کیا تاکہ ان کے ایمان میں اضافہ ہو\_

نیز یہ بھی فرمایا: (فعلم ما فی قلوبهم فانزل السکینة علیهم واثابهم فتحا قریبا) (2) یعنی اللہ نے ان کے دل کی بات جان لی پس ان پر اطمینان قلبی نازل کیا اور ان کو بطور انعام قریبی فتح عنایت کی\_

بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر کو سکون کی نعمت سے محروم کرنے کا راز کیا تھا؟ حالانکہ خدانے یہاں اپنے نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پر اور دیگر مقامات پر نبی کریم اور مومنین پر اسے نازل فرمایا ہے؟ میری عرض یہ ہے کہ شاید اس کاجواب یوں دیا جائے کہ یہاں فقط رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پر اس کا نزول کافی تھا کیونکہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی نجات میں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ہم سفر کی بھی نجات تھی لیکن یہ ایک کمزور جواب ہے کیونکہ ''سکینہ'' اطمینان قلب کا موجب ہے اور پریشانی کے زائل ہونے کا باعث ہے\_ نجات پانے اور بچ جانے سے اس کا کوئی سروکار نہیں\_ یوں مذکورہ سوال تشنہ جواب ہی رہ جاتا ہے\_

ب: سکینہ (اطمینان قلب) اللہ کی ایک نعمت ہے اور یہ ضروری نہیں کہ نزول نعمت کے وقت پیغمبر اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اس کی ضد (نعمت کے فقدان) سے متصف ہوں\_ اسی لئے ایک نعمت کے بعد دوسری نعمت نازل ہوتی ہے\_

ج: انہیں کہاں سے علم حاصل ہوا کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کو نزول سکینہ کی ضرورت نہ تھی؟ جبکہ آیت اس بات پر دلالت نہیں کرتی\_بنابریں یہ آیت بھی جنگ حنین کے بارے میں اترنے والی آیت کی طرح ''سکینہ'' کیلئے یہ اعلان کر رہی ہے کہ شدید خطرہ اب ٹل چکا ہے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ فتح آیت 4 \_

2\_ سورہ فتح آیت 18 \_

نیز رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ حضرت ابوبکر کے حزن، خوف و ہراس اور رونے کی وجہ کچھ اور ہے\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اگرچہ یہ جانتے تھے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو آخر کار اس خطرے سے نجات مل جائے گی لیکن حضرت ابوبکر کی روش مشکلات اور مسائل پیدا کرے گی اور وہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کیلئے ان مقاصد اور اہداف تک پہنچنے میں تاخیر کا باعث بنیں گے جن کا مرحلہ ابھی دور تھا\_

د: علامہ طباطبائی کا نظریہ یہ ہے کہ اس آیت سے قبل اللہ کی طرف سے ان حالات میں اپنے نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی مدد کا ذکر ہوا ہے جبکہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھ کوئی فرد ایسا نہ تھا جو آپ کی مدد کرسکتا\_ اس مدد کی ایک صورت نزول سکینہ اور خدائی لشکروں کے ذریعے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی تقویت تھی\_لفظ (اذ) کا تین بار تکرار اس بات کی دلیل ہے\_ ان میں سے ہرایک پہلے والے کی کسی نہ کسی صورت میں توضیح کرتا ہے\_ یہ لفظ اس مقام پر کبھی نصرت الہی کا وقت بیان کرنے کیلئے، کبھی آپ کی حالت بیان کرنے کیلئے اورکبھی اس حالت کا وقت بیان کرنے کیلئے استعمال ہوا ہے\_ بنابریں خدائی لشکروں کے ذریعے اس شخص کی تائید کی گئی جس پر سکون کا نزول ہوا تھا\_(1)

محقق محترم سید مہدی روحانی کہتے ہیں: ''چونکہ حضرت ابوبکر نے غم نہ کھانے اور خوف نہ کرنے کے بارے میں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے حکم کی تعمیل نہ کی، اس لئے سکینہ کا نزول فقط رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ پر ہوا\_ اور ابوبکر (اطمینان قلبی سے) محروم ہی رہے\_ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر اللہ کے اس فضل وکرم کے اہل ہی نہ تھے''\_

شیخ مفید کا بیان اور اس کا جواب

شیخ مفید اور دیگر افراد کہتے ہیں کہ اگر حضرت ابوبکر کا حزن اطاعت خدا کیلئے تھا تو رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ اطاعت الہی سے منع کریں\_ بنابریں ایک راہ رہ جاتی ہے وہ یہ کہ مذکورہ عمل حرام تھا، اسی لئے

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ تفسیر المیزان ج 9 ص 280 مطبوعہ بیروت\_

رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے اس سے منع کیا\_ (1)

حلبی وغیرہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ خدانے اپنے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے کہا ہے (ولایحزنک قولہم) ان لوگوں کی باتوں سے محزون نہ ہو، یہاں خدا کے نبی کو حزن و پریشانی سے منع کرنا بس آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی دلجوئی اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو خوشخبری دینے کیلئے تھا\_ بالکل یہی حال نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی طرف سے ابوبکر کو منع کرنے کا تھا\_ (2)

ہمارے خیال میں حلبی کا جواب غیر مناسب ہے\_ اسکی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کا حزن اور اللہ کی مدد پر ان کاشک کوئی مستحسن اور قابل تعریف امر نہ تھا جسکی طرف رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کا(ان اللہ معنا) کہنا اشارہ کر رہا ہے\_ ان کو تو اللہ کی طرف سے اپنے پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی مدد کا یقین حاصل ہوناچاہیئے تھا کیونکہ وہ ان واضح معجزات اور صریح نشانیوں کو دیکھ چکے تھے جن سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ اللہ اپنے نبی کو جلد ہی مشرکین کے شر سے نجات دے گا\_

بنابریں یہ کہنا درست نہیں کہ یہ آیت ان کی تعریف و تمجید میں نازل ہوئی\_ پس اس سے اس کا ظاہری مفہوم ہی مراد لینا چاہیئے کیونکہ ظاہری معنی سے ہٹ کر کسی اور معنی میں استعمال کیلئے قرینے کی ضرورت ہوتی ہے\_ بلکہ ہم نے جو کچھ عرض کیا وہ اس بات کا قرینہ ہے کہ یہی ظاہری معنی ہی مراد ہے\_

حضرت ابوبکر کے حزن کو نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے حزن کے مشابہ قرار نہیں دیا جاسکتا\_ جس کی طرف اللہ نے یوں اشارہ کیا ہے\_(ولایحزنک قولهم) یعنی ان کی باتیں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو دلگیر و محزون نہ کریں\_ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا تو بس اس لئے محزون ہوتے تھے کیونکہ آپ اپنی قوم کی ہٹ دھرمی اور کفر وطغیان کے باعث اپنی دعوت اور دین اسلام کی راہ میں مشکلات اور رکاوٹوں کا مشاہدہ کرتے تھے لہذا آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اور حضرت موسی عليه‌السلام کو خدا کی جانب سے جو ممانعت ہوئی ہے وہ نہی تحریمی نہیں ہے بلکہ اس نہی کا مقصد آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی دلجوئی اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو اس بات کی بشارت دینا ہے کہ دین اسلام کو جلد فتح نصیب ہوگی نیز یہ بتاناہے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم دشمنوں کی

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ الافصاح فی امامة امیرالمومنین علیعليه‌السلام ص 119 و کنز الفوائد کراجکی ص 203\_

2\_ سیرت حلبی ج 2 ص 38\_

بات پر توجہ نہ دیں اور ان کا غم نہ کھائیں کیونکہ وہ اس کے لائق نہیں ہیں\_ لہذا یہاں نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا حزن وغم آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ایمان کی گہرائی اور فنا فی اللہ ہونے کی علامت ہے\_ اس حزن کا قیاس اس شخص کے حزن پر نہیں کیا جاسکتا جو فقط اپنی ذات کیلئے محزون ہوتا ہو\_

قرآن کی آیات ہمارے عرائض پر صریحاً دلالت کرتی ہیں چنانچہ ایک آیت کہتی ہے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اپنی قوم کو کفر کی طرف لپکتے دیکھ کر محزون ہوتے تھے\_ ارشادہوتا ہے (ولا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر) (1) یعنی کفر کی طرف سبقت کرنے والوں کو دیکھ کر آپ غمگین نہ ہوں\_

اور دوسری آیت کہتی ہے کہ آپ کا حزن ان کی طرف سے اپنی تکذیب کے باعث تھا فرمایا ہے (قدنعلم انه لیحزنک الذی یقولون فانهم لایکذبونک) (2) یعنی ہم جانتے ہیں کہ آپ ان کی باتوں سے محزون ہوتے ہیں\_

نیز ارشاد ہے: (ومن کفر فلا یحزنک کفره) (3) یعنی جو کافر ہوجائے اس کے کفر سے محزون نہ ہوں\_ایک اور آیت یہ کہتی ہے کہ آپ اس لئے محزون ہوتے تھے کیونکہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسری چیزوں کو پوجتے تھے\_ چنانچہ ارشاد ہوا (فلا یحزنک قولهم انا نعلم ما یسرون وما یعلنون) (4) اس کے علاوہ دیگر آیات بھی موجود ہیں جو صاحب نظر افراد سے پوشیدہ نہیں\_

خلاصہ یہ کہ ان آیات کی مثال اس آیت کی طرح ہے\_ (فلا تذهب نفسک علیهم حسرات) (5) یعنی ان لوگوں پر افسوس کرتے کرتے خواہ مخواہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی جان نہ گھلے\_

ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ اگر ہم حضرت ابوبکر کے حزن کی علت کو نہ بھی جان سکیں تب بھی ان کے حزن کو معصوم نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے حزن کی طرح قرار نہیں دے سکتے بلکہ ہمیں تو نہی الہی کے

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ آل عمران 176 و سورہ مائدہ 41 \_

2\_ سورہ انعام آیت 33 \_ 3\_ سورہ لقمان آیت 23 \_

4\_ سورہ ی س آیت 76 \_ 5\_ سورہ فاطر آیت 8 \_

ظاہری معنی کوہی لینا چاہیئے یعنی ''حرمت حزن'' کیونکہ ظاہری معنی سے صرف نظر کرنے کیلئے قرینے اور دلیل کی ضرورت ہوتی ہے\_

ایک جواب طلب سوال

آیات ومعجزات کا مشاہدہ کرنے کے باوجود جب حضرت ابوبکر محزون ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور صاحب یقین صابروں کا اجر حاصل کرنے کیلئے صبر نہ کرسکے تو پھر اگر انہیں اس رات امیرالمومنینعليه‌السلام کی جگہ بستر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پر سونا پڑتا تو پتہ نہیں ان کا کیا حال ہوتا؟ کیا وہ ان مشکل لمحات میں قریش کے مکر کے سامنے گھٹنے نہ ٹیک دیتے اور ان کی طاقت وجبروت کے آگے ہتھیار نہ ڈال دیتے، یوں حالات بالکل پیچھے کی طرف پلٹ جاتے\_

یہ سوال خود بخود سامنے آیا ہے اور شاید اس کا کم از کم مستقبل قریب میں شافی جواب ہرگز نہ مل سکے\_

سوال دیگر: کیا اس کے بعد ہم اس دعوے کی تصدیق کرسکتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اصحاب میں سب سے زیادہ شجاع تھے؟

غزوہ بدر کی بحث کے دوران اس (دو سرے) سوال سے مربوط بعض پہلوؤں کا ذکر آئے گا انشاء اللہ تعالی\_ لہذا اس بحث کو وہاں پر موقوف کرتے ہیں\_

نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی محافظت کی سخت مہم

لیکن یہاں یہ جاننا ضروری ہے کہ ان کا یہ قول کس حد تک صحیح ہے کہ غار کی طرف جاتے ہوئے حضرت ابوبکر کبھی رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے آگے چلنے لگ جاتے تھے کبھی آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے پیچھے، نیز کبھی دائیں جانب اور کبھی بائیں جانب\_ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا نے اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے عرض کیا:'' اے اللہ کے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم جب مجھے دشمن کے گھات کا خطرہ یاد آتا ہے تو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے آگے ہوجاتا ہوں اور جب ان کے تعاقب کا خطرہ محسوس ہوتا ہے تو پیچھے چلا جاتا ہوں پھر کبھی دائیں اور کبھی بائیں چلنے لگتا ہوں مجھے آپ کے بارے میں (دشمن کا) خطرہ محسوس

ہوتا ہے''\_ (1)

یہ کلام نادرست ہے کیونکہ (ان معجزات الہیہ کا مشاہدہ کرنے کے باوجود جنہیں اس روایت کے راویوں نے ہی نقل کیا ہے) حضرت ابوبکر کا محزون ہونا اور خوف کھانا پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اسلام کی کدورت خاطر کا باعث بنا یہاں تک کہ آپ خدا کی طرف سے نزول سکینہ کے محتاج ہوئے\_

اس بات سے قطع نظر، دشمن کی طرف سے گھات کا خوف معقول نہیں کیونکہ قریش مطمئن تھے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ ان کے محاصرے میں ہیں اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ان کے مکر وفریب سے بچ کرہرگز نہیں نکل سکتے پھر حضرت ابوبکر کے پاس کونسا اسلحہ تھا جس کے ذریعے وہ اپنی یا رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی کسی طرح حفاظت کرتے؟

ان باتوں کے ساتھ اس بات کا بھی اضافہ کرتا چلوں کہ حضرت ابوبکر احد، حنین اور خیبر میں بھاگ گئے تھے\_ جس کا ہم آگے چل کر انشاء اللہ مشاہدہ کریں گے\_ ان کے علاوہ حضرت ابوبکر کی جانب سے کسی شجاعانہ اقدام کا کوئی نام ونشان دکھائی نہیں دیتا\_البتہ ہمیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ در اصل جناب ابوبکر دائیں بائیں اور آگے پیچھے اس لئے پھرتے تھے کہ انہیں دلی اطمینان اور مقام امن کی تلاش تھی جو انہیں تو نہیں مل سکی لیکن واقعہ کو تحریف کرکے دوسرے رخ کے ساتھ پیش کیا گیا\_

حضرت ابوبکر کی پرزور حمایت کا راز

ہمیں تو تقریباً یقین حاصل ہے کہ ان کوششوں کا مقصد حضرت ابوبکر کی شان میں اس فضیلت کی کمی کو پوری کرنا ہے جو بستر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پر سونے کی وجہ سے حضرت علیعليه‌السلام کو حاصل ہوئی اور جس پر اللہ تعالی نے فرشتوں سے اظہارمباہات کیا تھا\_ جیساکہ ہم آگے چل کر ذکر کریں گے انشاء اللہ تعالی\_

من یشری نفسه ابتغاء مرضات الله :

روایت ہے کہ اللہ تعالی نے جبرئیل عليه‌السلام اور میکائیل عليه‌السلام سے کہا میں نے تم دونوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ تاریخ الخمیس ج 1 ص 326 اور سیرت حلبی ج 2 ص 34 \_

دیا\_ اور ایک کی عمر دوسرے سے زیادہ قرار دی اب تم دونوں میں سے کون ہے جو اپنے ساتھی کو اپنے اوپر ترجیح دے تاکہ وہ زیادہ زندہ رہے؟ جواباً ان دونوں نے زندہ رہنے، کی خواہش کی\_ اس وقت پروردگارعالم نے ان سے فرمایا کیا تم دونوں علی ابن ابیطالبعليه‌السلام جیسے نہیں بن سکتے؟ میں نے اس کے اور محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا\_ پس وہ اس پر اپنی جان قربان کرنے کیلئے اس کے بستر پر سوگیا اور اس کی زندگی کو اپنی زندگی پر ترجیح دی ہے اب تم دونوں زمین پر اترجاؤ اور دشمنوں سے اس کی حفاظت کرو\_ چنانچہ وہ دونوں زمین پر اترآئے\_ جبرئیلعليه‌السلام ان کے سرکی جانب اور میکائیل ان کے پیروں کی طرف، جبرئیلعليه‌السلام یہ پکار رہے تھے ''شاباش ہو آپ جیسے افراد پر یا علیعليه‌السلام ابن ابیطالب \_اللہ تمہاری وجہ سے فرشتوں کے سامنے فخر ومباہات کرتا ہے\_ اس وقت اللہ کی جانب سے یہ آیت نازل ہوئی:

(ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات الله ، والله رؤوف بالعباد) (1)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ بقرہ آیت 207 اور روایت کیلئے رجوع کریں اسد الغابة ج 4 ص 25 و المستجاد (تنوخی) ص 10 و ثمرات الاوراق ص 303 و تفسیر البرہان ج 1 ص 207 و احیاء العلوم ج 3 ص 258 و تاریخ یعقوبی ج 2 ص 39 و کفایة الطالب ص 239 و شواہد التنزیل ج 1 \_ص 97 و نور الابصار ص 86 و فصول المہمة (ابن صباغ مالکی) ص 31 و تذکرة الخواص ص 35 از ثعلبی و تاریخ الخمیس ج 1 ص 325 اور 326، بحار ج 19 ص 39 و 64 اور 80 ثعلبی سے کنز الفوائد سے نیز از فضائل احمد ص 124\_125، از الروضة ص 119، المناقب خوارزمی ص 74، ینابیع المودّة ص 92 از ابن عقبہ ، نیز حبیب السیر ج2 ص 11 میں کہا گیا ہے کہ یہ واقعہ تاریخ اور سیرت کی اکثر کتابوں میں مذکور ہے \_ التفسیر الکبیر ج5 ص 204 ، الجامع لاحکام القرآن ج3 ص 21 ، سیرت حلبی ج3 ص 168 ، سیرہ نبویہ دحلان ج1 ص 159 ، فرائد السمطین ج1 ص 330 ، مستدرک حاکم ج 3 ص4 نیز اسی کے حاشیہ پر تلخیص مستدرک ذہبی بالکل اسی صفحہ پر ، مسند احمد ج1 ص 331 ، دلائل الصدق ج2 ص 81 \_ 82 ، المواہب اللدنیہ ج1 ص 60 ، اللوامع ج2 ص 376 ، 375 ، 377 از مجمع البیان ، المبانی، ابونعیم ،ثعلبی و غیرہ و از البحر المحیط ج2 ص 118 نیز معارج النبوة ج1 ص 4 و مدارج النبوة ص 79 ، روح المعانی ج2 ص 73 از امامیہ و دیگر افراد، نیز از مرآة المؤمنین ص 45 ، امتاع الاسماع ص 38 ، مقاصد الطالب ص 7 و سیلة النجاة ص 78 ، المنتقی کا زرونی ص 79 مخطوط و دیگر معروف و غیر معروف کتب\_ اور امالی شیخ طوسی ج 2 ص 84 سے نقل کیا ہے\_ ابن شہر آشوب کا کہنا ہے کہ اس حدیث کو ثعلبی نے نیز ابن عاقب نے ملحمہ میں، ابوالسعادات نے فضائل عشرہ میں اور غزالی نے احیاء العلوم اور کیمیاء السعادة میں (عمار سے) روایت کیا ہے علاوہ ازیں ابن بابویہ، ابن شاذان، کلینی، طوسی، ابن عقدہ، برقی، ابن فیاض، عبدلی، صفوانی اور ثقفی نے اپنی اسناد کے ساتھ ابن عباس، ابورافع اور ھند ابن ابوھالہ سے روایت کیا ہے\_ نیز رجوع کریں الغدیر ج 2 ص 48 ( گذشتہ بعض منابع سے )نیز نزھة المجالس ج 2 ص 209 (از سلفی) محمودی نے شواہد تنزیل کے حاشیہ میں، مذکورہ مآخذ میں سے نیز ابوالفتوح رازی (ج 2 ص 152) و غایة المرام باب 45 ص 346 سے نقل کیا ہے اسی طرح سیرت مغلطای ص 31، المستطرف اور کنوز الحقائق ص 31 میں بھی اس کی طرف اشارہ ہوا ہے\_

لوگوں میں و ہ بھی ہے جو رضائے الہی کی طلب میں اپنی جان کا سودا کرتا ہے\_ ایسے بندوں پر اللہ بہت مہربان ہے\_

اسکافی کہتے ہیں کہ: تمام مفسرین نے روایت کی ہے کہ (ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات الله ) والی آیت شب ہجرت حضرت علیعليه‌السلام کے بستر (رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ) پر سونے کے بارے میں اتری ہے\_(1)

جھوٹے کامنہ کالا

یہیں سے فضل ابن روزبہان کے اس جھوٹ کا بھی پول کھل جاتا ہے کہ اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت زبیر اور مقداد کے بارے میں نازل ہوئی ہے جب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے ان کو اس لئے مکہ بھیجا تھا کہ وہ خبیب بن عدی کو پھانسی کے تختے سے اتاریں\_ اس تختے کے اردگرد چالیس مشرکین موجود تھے لیکن ان دونوں نے جان ہتھیلی پر رکھ کر اسے اتارا چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی\_

اس بات کی تکذیب اسکافی کے مذکورہ بالا بیان کے علاوہ ان مآخذ سے بھی ہوتی ہے جن کا ذکر اس آیت کے حضرت علیعليه‌السلام کی شان میں اترنے کے بیان میں ہوا ہے\_

شیخ مظفر فرماتے ہیں کہ مفسرین نے اس بات (فضل کی بات ) کا ذکر نہیں کیا یہاں تک کہ سیوطی رازی اور کشاف نے بھی اس کا تذکرہ نہیں کیا حالانکہ رازی نے اپنی تفسیر میں ان کے تمام اقوال کو جمع کیا ہے اور سیوطی نے ان کی تمام روایات کو\_

الاستیعاب میں ''خبیب'' کے حالات زندگی میں مذکور ہے کہ جس شخص کو رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے (خبیب) کی لاش اتارنے کیلئے بھیجا وہ عمر بن امیہ ضمری تھے\_ (2) اس پرمزید تحقیق آئندہ بیان ہوگی\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ رجوع کریں شرح نہج البلاغة ج 13 ص 262 \_

2\_ رجوع کریں دلائل الصدق ج 2 ص 82 \_

ابن تیمیہ کیا کہتا ہے:

ابن تیمیہ نے امیرالمؤمنین علیہ السلام کی شان میں اس آیت کے نزول سے انکار کرتے ہوئے کہا ہے کہ محدثین اور سیرت نگاروں کا اس کے جھوٹ ہونے پر اتفاق ہے اس کے علاوہ حضرت علی عليه‌السلام کو صادق (رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ ) کے اس قول سے ''کہ ان کی طرف سے تجھے کوئی پریشانی لاحق نہیں ہوگی'' اطمینان قلبی حاصل ہوگیا تھا\_ بنابریں جان کی قربانی یا فداکاری کا مسئلہ ہی در پیش نہ تھا\_ یہ آیت سورہ بقرہ میں مذکور ہے جس کے مدنی ہونے پر سب کا اتفاق ہے بلکہ کہا گیا ہے کہ یہ آیت صہیب کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی جب انہوں نے ہجرت کی\_ (1)

ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ:

الف: اگر حضرت علی عليه‌السلام کی بہ نسبت یہ آیت مدنی ہے تو صہیب کے متعلق بھی تو یہ آیت مدنی ہے\_ بات تو ایک ہی ہے\_

ب: اسکافی معتزلی نے جاحظ کے دعوے ''کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے علیعليه‌السلام سے فرمایا (تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے گی'' کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے یہ واضح طورپر جھوٹ اور جعلی حدیث ہے جوبات معروف ہے اور منقول بھی\_ وہ یہ ہے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے حضرت علیعليه‌السلام سے فرمایا :''میرے بسترپر سوجاؤاور میری حضرمی چادر اوڑھ لو\_ آئندہ یہ لوگ (مشرکین) مجھے نہ پاسکیں گے\_ اور میرا بستر نہ دیکھ سکیں گے شاید یہ لوگ تمہیں دیکھ کر صبح تک مطمئن ہوجائیں\_ پس جب صبح ہوجائے تو میری امانت کی ادائیگی کے پیچھے چلے جانا''\_

جاحظ نے جوبات کی ہے اسے کسی نے نقل نہیں کیا فقط ابوبکر اصم (بہرے) نے اسے گھڑا ہے اور جاحظ نے اس سے اخذ کیا ہے جبکہ اس کی کوئی بنیادہے ہی نہیں\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ السیرة الحلبیة ج 2 ص 27 \_

اگر (رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ سے منسوب) یہ بات صحیح ہوتی تو حضرت علیعليه‌السلام کو مشرکین کی طرف سے کوئی تکلیف نہ پہنچتی\_ حالانکہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ انہیں مارا گیا اور انہیں پہچاننے سے قبل ان کی طرف پتھر پھینکے گئے، یہاں تک کہ وہ درد سے پیچ وتاب کھاتے رہے اور انہوں نے ان سے کہا ہم نے تمہارا پیچ وتاب کھانا دیکھا\_ (1)

اسکے علاوہ پہلے گزر چکا ہے کہ جب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے حضرت علی عليه‌السلام سے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے بستر پر رات گزارنے کے بعد غار میں ملاقات کے دوران امانتوں کو واپس کرنے اور مکہ میں اس کا اعلان کرنے کا حکم دیا تو اس وقت فرمایا تھا کہ ان کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی اور یہ اطمینان دلایا تھا کہ تمہارا یوں اعلان کرنا مشکلات اور مسائل پیدا کرنے کا باعث نہیں بنے گا\_

ج: ہماری بات کی دلیل یہ ہے کہ:

1) اگر ابن تیمیہ کی بات درست ہوتی تو پھر ان کا اپنے اس اقدام پر فخر کرنے کا کیامطلب رہ جاتا ہے؟ چنانچہ روایت ہے کہ جب حضرت عائشہ نے اپنے باپ اور غارمیں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے ساتھ ان کی مصاحبت پر فخرکیا تو عبداللہ بن شداد بن الہاد نے کہا:'' تیرا علی بن ابیطالبعليه‌السلام سے کیا مقابلہ جو تلواروں کے سائے میں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی جگہ پر سوگئے''\_ یہ سن کر حضرت عائشہ خاموش ہوگئی اور ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا\_ (2)

2) حضرت انس سے منقول ہے کہ حضرت علی عليه‌السلام نے اپنے نفس کو قتل ہونے کیلئے آمادہ کرلیا تھا\_(3)

3) بلکہ علیعليه‌السلام نے خود اس بات کی تصریح فرمائی اور ان اشعار کے ذریعے ہرقسم کے شبہات دور کردیئے جن کا تذکرہ ہوچکا ہے انہوں نے فرمایا تھا:

وقیت بنفسی خیر من وطئی الثری ...

میں نے اپنی جان پیش کر کے اس شخص کو بچایا جو اس زمین پر چلنے والوں میں سب سے بہتر تھا\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ شرح نہج البلاغة معتزلی ج 13 ص 263 \_

2\_ امالی شیخ طوسی ج 2 ص 62 اور بحار الانوار ج 19 ص 56 (از امالی)

3\_ امالی شیخ طوسی اور بحارالانوار

نیز یہ بھی فرمایا\_

وبت اراعیهم متی یثبتوننی

وقد وطنت نفسی علی القتل والاسر

وبات رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم الله فی الغار آمنا

هناک وفی حفظ الاله وفی ستر (1)

میں نے رات اس انتظار میں گزاری کہ وہ کب مجھے گرفتار کرتے ہیں\_ میں نے اپنے نفس کو قتل یا اسیر ہونے کیلئے آمادہ کر رکھا تھا ادھر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے غار میں امن وسکون سے اور اللہ کی پناہ میں چھپ کر رات گزاری\_

د:امام علی عليه‌السلام ہی سے نقل ہوا ہے کہ ''آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے مجھے اپنے بستر پر سونے اور اپنی جان کے بدلے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی حفاظت کا حکم دیا\_ پس میں نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی اطاعت میں اس کام کی طرف شتاب کیا\_ میں اندر سے خوش تھا کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے بدلے میں قتل ہو جاؤں گا\_ یوں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اپنے سفر پر نکل پڑے اور میں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے بستر پرسوگیا\_ قریش کے مرد اس یقین کے ساتھ کہ وہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کو قتل کریں گے\_ جب گھر میں داخل ہوئے جہاں میں موجود تھا \_میرا اور ان کا آمنا سامنا ہواتو میں نے اپنی تلوار سے ان کی خبرلی اور جس طرح میں نے ان سے اپنا دفاع کیا اسے اللہ اور لوگ بخوبی جانتے ہیں''\_ پھر انہوں اپنے اصحاب کی طرف رخ کیا اور فرمایا:'' کیا میرا بیان درست نہیں؟'' وہ بولے ''کیوں نہیں اے امیرالمومنینعليه‌السلام ''\_ (2)

یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے علی عليه‌السلام کو مارا اور کچھ دیر قید رکھا اور پھر چھوڑ دیا\_ (3)

ابن تیمیہ کا یہ دعوی کہ جبرئیل کی طرف سے ان کی حفاظت اور اس بارے میں نزول آیت والی روایت تمام محدثین اور سیرت نگاروں کے نزدیک جھوٹی ہے،یہ کسی صورت میں صحیح نہیں ہوسکتا کیونکہ ابن تیمیہ کے

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ نور الابصار ص 86، شواہد التنزیل ج 1 ص 102، مستدرک الحاکم ج 3 ص 4، تلخیص مستدرک (ذہبی) اسی صفحے کے حاشیے پر، نیز امالی شیخ ج 2 ص 83 تذکرة الخواص ص 35 و فرائد السمطین ج 1 ص 330 و مناقب خوارزمی ص 74\_75 و فصول المہمة (ابن صباغ) ص 31، بحار الانوار ج 19 ص 63 اور تاریخ الخمیس ج 1 ص 325 نیز اس شعر کے منابع بھی بہت زیادہ ہیں جن کی جستجو کی گنجائشے نہیں ہے\_

2\_ بحارالانوار ج 19 ص 45 میں، خصال ج 2 ص 14\_15 سے نقل ہوا ہے \_

3\_ تاریخ الخمیس ج 1 ص 325 \_

علاوہ کسی نے بھی اس روایت کو نہیں جھٹلایا ہے \_بنابریں اس نے ان لوگوں کی طرف ایسی بات کی نسبت دی ہے جن کا خود ان کو علم نہیں اور وہ اس سے بری ہیں بلکہ حاکم اور ذہبی کی طرف سے اس روایت کو صحیح قرار دینے کی بات آپ پہلے پڑھ چکے ہیں\_ اس کے علاوہ ایسے بہت سے لوگوں کا بھی ذکر ہوچکا ہے جنہوں نے بڑے بڑے علماء اور حفاظ سے اس روایت کو بغیر کسی ردوکد کے نقل کیا ہے لیکن ممکن ہے کہ ابن تیمیہ کے شیطان نے اس پر وحی کی ہو کہ وہ ان لوگوں کی طرف ایسی چیز منسوب کرے جس سے وہ بری ہیں\_

ھ: حلبی نے ابن تیمیہ کے اعتراض کا یوں جواب دیا ہے\_''اس نے امتاع میں یہ نہیں بتایا کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے حضرت علی عليه‌السلام سے مذکورہ بات کہی تھی\_ بنابریں ان کا نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی حفاظت کیلئے اپنی جان کی قربانی پیش کرنا تو واضح ہے اور دوسری طرف سے یہ ممکن ہے کہ مذکورہ آیت ایک دفعہ حضرت علیعليه‌السلام کے حق میں اور ایک دفعہ حضرت صہیب کے بارے میں اتری ہواس صورت میں حضرت علیعليه‌السلام کے بارے میں لفظ شراء سے مراد بیچنا ہوگا یعنی انہوں نے اپنی جان نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی جان کے بدلے بیچ دی اور حضرت صہیب کے بارے میں اس لفظ سے مراد ''خریدنا'' ہوگا\_ صہیب نے مال دے کر اپنی جان خرید لی\_ رہا اس آیت کا مکی ہونا تو یہ بات سورہ بقرہ کے مدنی ہونے کے منافی نہیں کیونکہ سورتوں کا مکی یا مدنی ہونا آیات کی اکثریت کے پیش نظر ہوتا ہے\_(1)

لیکن حلبی کے اس جواب کی بعض باتیں قابل تنقید ہیں کیونکہ لفظ شراء ''کو ایک دفعہ بیچنے'' کے معنی میں اور ایک دفعہ خریدنے کے معنی میں استعمال کرناقابل قبول نہیں کیونکہ لفظ مشترک کے ایک سے زیادہ معانی میں استعمال کا موجب بنتا ہے جبکہ علماء کی ایک جماعت نے اس سے منع کیا ہے\_ علاوہ ازیں صہیب کو اپنا مال خرچ کرنے کی وجہ سے دوسروں پر کوئی ترجیح حاصل نہیں ہوتی\_ کیونکہ بہت سے مہاجرین ہجرت کے باعث اپنے اموال سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے\_ وہ ان کو مشرکین کے پاس چھوڑ کر راہ خدا میں مکہ سے نکل گئے تھے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ السیرة الحلبیة ج 2 ص 27 \_

صہیب کا واقعہ اور ہمارا نقطہ نظر

نقل کرتے ہیں کہ جب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے غار کی طرف حرکت کا ارادہ فرمایا تو حضرت ابوبکر کو دو یا تین بار صہیب کے پاس بھیجا\_ انہوں نے صہیب کو نماز پڑھتے پایا چنانچہ انہیں اچھا نہ لگا کہ وہ نماز توڑ دیں\_ جب واقعہ ہوچکا تو صہیب حضرت ابوبکر کے گھر آئے اور اپنے دونوں بھائیوں (ابوبکر اور رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ ) کے بارے میں پوچھا\_ چنانچہ انہیں واقعے کے بارے میں بتایا گیا\_ نتیجتاً وہ اکیلے ہی ہجرت کیلئے آمادہ ہوگئے لیکن مشرکین نے انہیں نہ چھوڑا یہاں تک کہ انہوں نے اپنا مال ومتاع ان کے حوالے کردیا\_ جب قباء کے مقام پر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے ساتھ مل گئے تو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا صہیب فائدے میں رہا صہیب فائدے میں رہا\_ یا فرمایا اس کی تجارت سود مند رہی چنانچہ خداوند عالم نے یہ آیت اتاری (ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات الله ) (1)

اس روایت کے الفاظ مختلف ہیں جیساکہ تفسیر درمنثور اور دیگر تفاسیر کی طرف رجوع کرنے سے معلوم ہوتا ہے \_یہاں اتنا کہناہی کافی ہے کہ ان میں سے ایک روایت کے مطابق یہ آیت اس وقت اتری جب مشرکین نے صہیب کو سزا دینے کیلئے پکڑ لیا\_ اور صہیب نے کہا میں ایک بے ضرربوڑھا آدمی ہوں خواہ میرا تعلق تم سے ہو یا تمہارے غیر سے\_ کیا تم میرا مال لیکر مجھے اپنے دین کے معاملے میں آزاد نہیں چھوڑ سکتے؟ نتیجتاً انہوں نے ایسا ہی کیا\_ (2)

ایک اور روایت نے اس کا تذکرہ اس واقعے کی طرح کیا ہے جو حضرت علیعليه‌السلام کے ساتھ ہجرت کے وقت پیش آیا یعنی جب مشرکین انکی دھمکی سے ڈر کر واپس چلے گئے تھے\_ (3)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ الاصابة ج 2 (صہیب کے ذکر میں)، السیرة الحلبیة ج 2 ص 23 و 24، الدر المنثور ج 1 ص 204 از ابن سعد، ابن ابی اسامہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم و ابونعیم '' الحلیة '' میں اسی طرح ابن عساکر، ابن جریر، طبرانی، حاکم، بیہقی در الدلائل اور ابن ابی خیثمہ سے (عبارات میںکچھ اختلاف ہے) \_

2\_ السیرة الحلبیة ج 3 ص 168 \_

3\_ السیرة الحلبیة ج 3 ص 168 \_

لیکن یہ قصہ صحیح نہیں کیونکہ:

1) رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کا ان حالات میں صہیب کے پاس تین بار حضرت ابوبکر کو بھیجنا معقول بات نہیں خصوصاً ان حالات میں جبکہ انہی کے بقول مشرکین رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے ساتھ حضرت ابوبکرکو بھی تلاش کررہے تھے اور انہیں تلاش کرنے والے کیلئے سو اونٹوں کاانعام مقرر کیا تھا(1)\_( اگرچہ ہماری نظر میں یہ بھی درست نہیں جیساکہ آپ آئندہ صفحات میں مشاہدہ کریں گے) لیکن بہرحال اس بات میں شک کی گنجائشے نہیں کہ قریش کی کوشش اس لئے تھی کہ حضرت ابوبکر کے ذریعے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کا سراغ لگایا جائے\_

2) حالت نماز میں صہیب کو رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کا پیغام پہنچانے سے ان کی نماز کیوں ٹوٹتی کیونکہ حضرت ابوبکر کیلئے یہ ممکن تھا کہ اپنی بات صہیب سے کہتے اور ان کی نماز توڑے بغیر لوٹتے یا ایک دو منٹ ٹھہر کر اس کا نماز سے فارغ ہونے کا انتظار کر لیتے\_ پھر اس قسم کا اتفاق نہایت ہی کم ہوتا ہے\_لہذا کیسے ہوسکتاہے کہ وہ دو یا تین بار آئیں اور صہیب پھر بھی مشغول نماز ہوں\_

3) کیا وجہ ہے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے صہیب کو تو اہمیت دی لیکن دوسرے بے چارے مسلمانوں کو نظر انداز کردیا؟ (جن کے اوپر قریش ہرقسم کا تشدد روا رکھتے تھے) اور ان کے پاس تین بار تو کیا ایک بار بھی کسی کو نہ بھیجا؟ کیا یہ بات امت کے بارے میں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے عادلانہ رویہ اور عطوفت ومہربانی سے ہم آہنگ ہے؟ ہاں مگر یہ کہا جائے کہ شاید صہیب کے علاوہ دوسرے مسلمانوں پر مشرکین کی کڑی نظر تھی یا یہ کہ صہیب دوسروں سے زیادہ گرفتار بلا تھے یا اسی طرح کے دیگر احتمالات جن کی طرف بعض لوگوں نے اشارہ کیا ہے\_

4) ہم بعض ایسی روایات بھی پاتے ہیں جن کے مطابق حضرت ابوبکر نے (نہ کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے) صہیب سے کہا تھا اے صہیب تیری تجارت سود مند رہی (1) جیساکہ ابن ہشام نے بھی اس واقعے کو ذکر کیا ہے لیکن اس نے نزول آیت کا تذکرہ نہیں کیا\_ (2)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_تاریخ الخمیس ج1 ص 330 سیرت حلبی ج 2 ص 39 البدایہ والنہایہ ج3 ص 182 اور ارشاد الساری ج6 ص 218\_

2\_ مجمع البیان ج 6 ص 361، بحار الانوار ج 19 ص 35، السیرة الحلبیة ج 2 ص 24 نیز ملاحظہ ہو صفین (منقری) ص 325\_\_

3\_ سیرہ ابن ہشام ج 2 ص 121 \_

ایک اور روایت میں ہے کہ یہ آیت مقداد اور زبیر کے بارے میں اتری تھی\_ جب وہ خبیب کی لاش سولی سے اتارنے مکہ گئے تھے\_ (3)

5) آیت میں اس شخص کی تعریف ہوئی ہے جو اپنی جان کو راہ خدا میں فدا کرے نہ اس شخص کی جو اپنا مال قربان کرے جبکہ صہیب والی روایت مؤخر الذکر سے متعلق ہے نہ کہ اول الذکر کے متعلق\_

6)جیساکہ ہم پہلے بھی عرض کرچکے ہیں فقط صہیب نے ہی راہ خدا میں اپنا مال نہیں دیا تھا لہذا یہ اعزاز فقط ان کے ساتھ کیسے مختص ہوسکتا ہے\_

7) یہی لوگ نقل کرتے ہیں کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی ہجرت کے بعد حضرت علیعليه‌السلام اور حضرت ابوبکر کے علاوہ کوئی مہاجر مکے میں نہ رہا مگر وہ جو کسی کی قید میں یا کسی مشکل میں مبتلا تھے\_ (4)

8) وہ روایت جو کہتی ہے کہ صہیب بوڑھے تھے اور مشرکین کیلئے بے ضرر تھے خواہ ان کے ساتھ ہوں یا دوسروں کے ساتھ، وہ صحیح نہیں ہوسکتی کیونکہ صہیب کی وفات سنہ 38 یا 39 ہجری میں ستر سال کی عمر میں ہوئی\_ (1) بنابریں ہجرت کے وقت ان کی عمر 31 یا 32 سال بنتی ہے\_ اس لحاظ سے وہ اپنی جوانی کے عروج پر تھے اورانکی عمر وہ نہ تھی جو مذکورہ جعلی روایت بتاتی ہے\_

یہ ساری باتیں ان تضادات کے علاوہ ہیں جو صہیب سے مربوط روایات کے درمیان موجود ہیں\_علاوہ ازیں ان روایات میں سے بعض میں صہیب کے حق میں نزول آیت کا ذکر نہیں ہوا \_نیز یہ روایات یا تو خود صہیب سے ہی مروی ہیں یا ایسے تابعی سے جس نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کا زمانہ نہیں دیکھا مثال کے طور پر عکرمہ، ابن مسیب اور ابن جریح\_ ہاں فقط ایک روایت ابن عباس سے مروی ہے جو ہجرت سے صرف تین سال پہلے پیدا ہوئے تھے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سیرہ حلبی ج 3 ص 168 \_

2\_ سیرہ ابن ہشام ج 2 ص 123 اور سیرہ مغلطای ج 31 \_

3\_ الاصابة ج 2 ص 196 \_

یاد رہے کہ صہیب کا تعلق رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے بعد حکمراں طبقے کے حامیوں اور امیرالمؤمنینعليه‌السلام علیہ السلام کی بیعت سے انکار کرنے والوں میں سے تھا\_ وہ اہلبیت رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم (علیھم السلام) سے عداوت رکھتا تھا\_ (1) شاید صہیب کی ہجرت کے ذکر سے ان کا مقصد یہ ہو کہ جو فضیلت صرف حضرت علی عليه‌السلام کے ساتھ خاص ہے اور ان کے لئے ہی ثابت ہے اسے صہیب کے لئے بھی ثابت کریں یوں وہ ایک تیر سے دوشکار کرنا چاہتے تھے کیونکہ ان کے شیطانوں نے انہیں یہ مکھن لگا یا کہ علی عليه‌السلام تو خسارے میں رہے جبکہ آپ عليه‌السلام کے دشمن فائدے میں رہے\_

ہ:رہا ابن تیمیہ کا یہ کہنا کہ سورہ بقرہ مدنی ہے\_ اگر وہ آیت علیعليه‌السلام کے حق میں اتری ہوتی تو اس سورہ کو مکی ہونا چاہیئے تھا\_ اس کا جواب واضح ہے کیونکہ اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ مذکورہ آیت شب ہجرت ہی اتری تھی (جب حضرت علی عليه‌السلام بستر نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پر سوئے تھے) تو ظاہر ہے کہ اس وقت رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا غار میں تھے اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھ سوائے حضرت ابوبکر کے اور کوئی نہ تھا\_ بنابر ایں آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو مدینہ پہنچ کر وہاں ساکن ہونے سے پہلے نزول آیت کے اعلان کا موقع ہی نہ مل سکا\_ اس کے بعد مناسب موقعے پر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو اپنے چچازاد بھائی اور وصی کی اس عظیم فضیلت کے اظہار کی فرصت ملی\_ اس لحاظ سے اگر اس آیت کو مدنی اور سورہ بقرہ کا جز سمجھ لیا جائے تو اس میں اعتراض والی کونسی بات ہے؟ جبکہ سورہ بقرہ ،جیساکہ سب جانتے ہیں ہجرت کے ابتدائی دور میں نازل ہوا تھا\_اس کے علاوہ اگر کسی مکی آیت کو کسی مدنی سورہ کا حصہ بنا دیا جائے تو اس میں کوئی حرج ہے کیا؟

ادھر حلبی کا یہ بیان کہ یہ آیت دوبار نازل ہوئی، ایک بے دلیل بات ہے بلکہ مذکورہ دلائل اس بات کی نفی کرتے ہیں\_

ابوبکر کو صدیق کا لقب کیسے ملا؟

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ خدائے تعالی نے واقعہ غار میں حضرت ابوبکر کو صدیق کا لقب دیا جیساکہ

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ رجوع کریں قاموس الرجال ج 5 ص 135\_137 (حالات صہیب) \_

''شواھد النبوة'' نامی کتاب میں یوں منقول ہے: ''جب اللہ نے اپنے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو ہجرت کی اجازت دی تو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے جبرئیل عليه‌السلام سے پوچھا میرے ساتھ کون ہجرت کرے گا؟ حضرت جبرئیلعليه‌السلام نے کہا ابوبکر صدیق''\_ (1)

لیکن ہمارے نزدیک یہ بات مشکوک ہے کیونکہ:

الف: حضرت ابوبکر کو صدیق کا لقب دینے کے بارے میں روایات میں اختلاف ہے\_ اس کے سبب اور وقت کے بارے میں بھی روایات مختلف ہیں\_

کوئی یہ کہتا ہے کہ یہ واقعہ غار ثور میں ہوا (جیساکہ یہاں ذکر ہوا) اور کوئی کہتا ہے کہ جب نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے معراج کے سفر سے واپس آکر لوگوں کو بیت المقدس کے بارے میں بتایا اور حضرت ابوبکر نے اس سلسلے میں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی تصدیق کی تو یہ لقب ملا\_ (2)

تیسرے قول کے مطابق بعثت نبوی کے دوران جب حضرت ابوبکر نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی تصدیق کی تو یہ لقب حاصل ہوا\_ (3)

چو تھا قول یہ ہے کہ جب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے آسمانوں کی سیر فرمائی تو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے وہاں بعض جگہوں پر حضرت ابوبکر کا لقب ''صدیق'' لکھا ہوا دیکھا(4) پھر نہیں معلوم کون سی بات صحیح ہے\_

ب: ہمارے ہاں متعدد روایات موجود ہیں جو سند کے لحاظ سے صحیح ''یا حسن'' ہیں\_ ان کا ذکر دسیوں مآخذ میں موجود ہے\_ یہ روایات صریحاً کہتی ہیں کہ ''صدیق'' سے مراد امیر المؤمنین علیعليه‌السلام ہیں نہ کہ حضرت ابوبکر\_ ان میں سے چند ایک کاہم یہاں ذکر کرتے ہیں\_

1) امام علی عليه‌السلام سے سند صحیح (امام بخاری ومسلم کے معیار کے مطابق) کے ساتھ مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''میں خدا کا بندہ اور رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا بھائی ہوں، میں ہی صدیق اکبر ہوں\_ میرے بعد اس بات کا دعوی کوئی

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ تاریخ الخمیس ج 1 ص 323، شواہد النبوة سے اور السیرة الحلبیة ج 2 ص 29 \_

2،3\_ السیرة الحلبیة ج 2 ص 29 اور ج 1 ص 273 وغیرہ واقعہ معراج میں اس کا ہم ذکر کر چکے ہیں اور اس کے بعض مآخذ کا بھی\_

4 \_ کشف الاستار ج3 ص 163، مسند احمد ج 4 ص 343، مجمع الزوائد ج9 ص 41 ، تہذیب التہذیب ج5 ص 38 اور الغدیر ج5 ص 326 ، 303 از تاریخ الخطیب\_

نہ کرے گا مگر وہ جو سخت جھوٹا اور افترا پرداز ہوگا میں نے دیگر لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھی ہے''\_(1)

بظاہر حضرت علی عليه‌السلام کی مراد یہ ہے کہ آپ عليه‌السلام سن رشد کو پہنچنے کے بعد اور بعثت سے قبل کے زمانے سے اسلام کے عام ہونے اور '' فاصدع بما تؤمر '' والی آیت کے نزول تک رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے ساتھ دین حنیف کے مطابق عبادت کرتے تھے\_ یوں ابن کثیر کایہ کہنا کہ'' یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضرت علیعليه‌السلام لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھتے؟ لہذا یہ بات بالکل نامعقول ہے'' (2) باطل ہوجاتا ہے\_

2) قرشی نے شمس الاخبار میں ایک لمبی روایت نقل کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے شب معراج حضرت علیعليه‌السلام کو صدیق اکبر کا لقب دیا\_ (3)

3) ابن عباس سے منقول ہے کہ صدیق تین ہیں حزقیل مومن آل فرعون، حبیب نجار صاحب آل یاسین، اور علی ابن ابیطالب علیہ السلام\_ ان میں سے تیسرا سب سے افضل ہے\_

اسی مضمون سے قریب قریب وہ روایت ہے جو سند حسن کے ساتھ ابولیلی غفاری سے منقول ہے جیساکہ

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ مستدرک الحاکم ج 3 ص 112 و تلخیص مستدرک (ذہبی) اسی صفحے کے حاشیے میں نیز الاوائل ج 1 ص 195، فرائد السمطین ج 1 ص 248 و شرح نہج البلاغہ معتزلی ج 13 ص 228 اور ج 1 ص 30، البدایة و النہایة ج 3 ص 26، الخصائص (نسائی) ص 46 (ثقہ راویوں سے) سنن ابن ماجہ ج 1 ص 44 (صحیح سند کے ساتھ) تاریخ طبری ج 2 ص 56، الکامل (ابن اثیر) ج 2 ص 57، ذخائر العقبی ص 60 از خلفی و الارحاد و المثانی (خطی نسخہ نمبر 235 کوپرلی لائبریری) و معرفة الصحابة (مصنفہ ابونعیم خطی نسخہ نمبر 497 کتابخانہ طوپ قپوسرای) ج 1 تذکرة الخواص ص 108 (ازاحمد در مسندالفضائل) حاشیہ زندگی نامہ امام علیعليه‌السلام (تاریخ ابن عساکر بہ تحقیق محمودی) ج 1ص 44\_45 نقل از کتاب المصنف ابن ابی شیبہ ج 6 ورق نمبر 155الف کنزالعمال ج 15 ص 107 (طبع دوم) از ابن ابی شیبہ و نسائی و ابن ابی عاصم (السنة میں) و عقیلی و حاکم و ابونعیم نیز عقیلی کی کتاب الضعفاء ج 6 صفحہ نمبر 139 سے علاوہ ازیں معرفة الصحابة (ابونعیم) ج 1 ورق نمبر 22 الف و تہذیب الکمال (مزی) ج 14 ورق نمبر 193 ب اور از تفسیر طبری، مسند احمد (الفضائل میں حدیث نمبر 117 ) سے وہ احقاق الحق ج 4 ص 369 اسی طرح میزان الاعتدال ج 1 ص 417 ج 2 ص 11 اور 212 سے، الغدیر ج 2 ص 314 میں مذکورہ مآخذ میں سے کئی ایک نیز ریاض النضرة ص 155\_158 اور 127 سے منقول ہے نیز مراجعہ ہو اللآلی المصنوعة ج1 ص 321\_

2\_ البدایة و النہایة ج 3 ص 26 \_

3\_ الغدیر ج 2 ص 313\_314\_

سیوطی نے بھی اس کی تصریح کی ہے\_ (1) اسی طرح حسن بن عبد الرحمان بن ابولیلی سے بھی منقول ہے\_(2)

بنابریں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کا صدیقین کو فقط تین افراد میں منحصر کرنا اس بات کے منافی ہے کہ حضرت ابوبکر کو بھی صدیق کانام دیا جائے\_ اس طرح سے تو تین کی بجائے چار ہوجائیں گے یوں حصر غلط ٹھہرے گا\_

4) معاذہ کہتی ہیں ''میں نے علی عليه‌السلام سے (بصرہ کے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے )سنا کہ انہوں نے فرمایا:''میں ہی صدیق اکبر ہوں\_ میں ابوبکر کے مسلمان ہونے سے پہلے مومن تھا اور ابوبکر کے قبول اسلام سے پہلے اسلام لا چکا تھا'' (3)بظاہر لگتا یہی ہے کہ آپ عليه‌السلام حضرت ابوبکر کے لوگوں کے درمیان معروف ہونے والے

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ جامع الصغیر ج 2 ص 50 از کتاب معرفة الصحابة (ابونعیم) ابن نجار، ابن عساکر و صواعق محرقہ (مطبوعہ محمدیہ) ص 123 اور تاریخ بغداد ج 14 ص 155، شواہدالتنزیل ج 2 ص 224 و ذخائرالعقبی ص 56 و فیض القدیر ج 4 ص 137، تاریخ ابن عساکر حالات امام علیعليه‌السلام بہ تحقیق محمودی ج 2 ص 282 اور ج 1 ص 80، کفایہ الطالب ص 123\_187 اور 124، الدرالمنثور ج 5 ص 262 از تاریخ بخاری، ابوداؤد، ابونعیم، دیلمی، ابن عساکر اور رازی (سورہ مومن کی تفسیر میں)، منافب خوارزمی ص 219 و مناقب امام علی (ابن مغازلی) ص 246\_247 و معرفة الصحابة (ابونعیم) قلمی نسخہ نمبر 497 کتابخانہ طوپ قپوسرای، نیز کفایة الطالب کے حاشیہ میں کنز العمال (ج6 ص 152) سے بواسطہ طبرانی، ابن مردویہ اور ریاض النضرة ج 2 ص 152 و گذشتہ مآخذ میں سے چند ایک کا محمودی نے تاریخ ابن عساکر میں امام علیعليه‌السلام کے حالات زندگی کے حاشیے میں ذکر کیا ہے، رجوع کریں ج 1 ص 79\_80، مذکورہ مآخذ میں سے بعض سے منقول ہے نیز از سیف الیمانی المسلول ص 49 و الفتح الکبیرج ص 202 و غایة المرام ص 417 \_647و مناقب علی امام احمد کی کتاب الفضائل میں حدیث نمبر 194\_239 نیز مشیخ-ة البغدادیة (سلفی) ورق نمبر 9 ب اور 10 ب و الغدیر ج 2 ص 312 مذکورہ مآخذ سے نیز حاشیہ شواہد التنزیل از الروض النضیر ج 5 ص 368 سے منقول ہے\_

2\_ مناقب خوارزمی حنفی ص 219 \_

3\_ ذخائر العقبی ص 56 از ابن قتیبہ، شرح نہج البلاغہ معتزلی ج 13 ص 228، انساب الاشراف (محمودی کی تحقیقات کے ساتھ) ج 2 ص 146 و الآحاد المثانی (قلمی نسخہ نمبر 235 کتابخانہ کوپرلی) البدایة و النہایة ج 7 ص 334، المعارف (ابن قتیبہ) ص 73\_74، الغدیر ج 2 ص 314 جو گزشتہ مآخذ میں سے بعض نیز ابن ایوب اور عقیلی سے بواسطہ کنز العمال ج 6 ص 405 چاپ اوّل مروی ہے\_ نیز رجوع کریں الغدیر ج 3 ص 122 از استیعاب ج 2 ص 460 و از مطالب السئول \_ ص 19 (جس میں کہا گیا ہے کہ آپ اکثر اوقات اس بات کا تکرار فرماتے تھے)، نیز الطبری ج 2 ص 312 از ریاض النضرة ج 2 ص 155 اور 157 اور عقد الفرید ج 2 ص 275 سے\_ ابن عباس اور ابویعلی غفاری والی بات کے بارے میں رجوع کریں\_ الاصابة ج 4 ص 171 اور اس کے حاشیے الاستیعاب ج 4 ص 70 1 اور میزان الاعتدال ج 2 ص 3 اور 417 کی طرف\_

لقب کی نفی کرنا چاہتے ہیں\_

5) حضرت ابوذر اور ابن عباس سے مروی ہے کہ ان دونوں نے کہا :''ہم نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کو علیعليه‌السلام سے یہ فرماتے سنا کہ انت الصدیق الاکبر وانت الفاروق الذی یفرق بین الحق والباطل یعنی تمہی صدیق اکبر ہو اور تمہی حق وباطل کے درمیان فرق کو واضح کرنے والے فاروق ہو''\_ (1) اسی روایت سے تقریبا مشابہ روایت ابولیلی غفاری سے مروی ہے\_

6) حضرت ابوذراور حضرت سلمان سے منقول ہے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے حضرت علیعليه‌السلام کا ہاتھ پکڑکرفرمایا:'' یہ سب سے پہلا شخص ہے جو مجھ پر ایمان لے آیا\_ یہی شخص سب سے پہلے روز قیامت مجھ سے مصافحہ کرے گا\_ صدیق اکبر یہی ہے اوریہی اس امت کا فاروق ہے جو حق وباطل کے درمیان فرق کو واضح کرے گا''\_ (2)

7) ام الخیر بنت حریش نے صفین میں ایک طویل خطبے میں امیرالمومنینعليه‌السلام کو ''صدیق اکبر'' کے نام سے یاد کیا ہے\_ (3)

8) محب الدین طبری کہتے ہیں کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے حضرت علیعليه‌السلام کو صدیق کانام دیا\_ (4)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ شرح نہج البلاغة معتزلی ج 13 ص 228، فرائد السمطین ج 1 ص 140 نیز تاریخ ابن عساکر (حالات زندگی امام علیعليه‌السلام باتحقیق محمودی) ج 1 ص 76\_78 (کئی ایک سندوں کے ذریعہ سے) اس کے حاشیے جاحظ کی کتاب عثمانیہ کے جواب میں (جو اس کے ساتھ مصر میں چھپی ہے) اسکافی سے ص 390 پر منقول ہے\_ نیز رجوع کریں اللئالی المصنوعة ج 1 ص 324 وملحقات احقاق الحق ج 4 ص 29\_31 اور 34، الغدیر ج 2 ص 313 از ریاض النضرة ج 2 ص 155 از حاکمی و از شمس الاخیار (قرشی) ص 30 و از المواقف ج 3 ص 276 و از نزھة المجالس ج 2 ص 205 و از حموینی ...

2\_ مجمع الزوائد ج 9 ص 102 از طبرانی اور بزار، الغدیر ج 2 ص 313 و ج10 ص49 از بزار اور کفایة الطالب ص 187 بواسطہ ابن عساکر، شرح نہج البلاغة( معتزلی) ج 13 ص 228 اور اکمال کنز العمال ج 6 ص 156 بیہقی، ابن عدی، حذیفہ، ابوذر اور سلمان سے منقول نیز الاستیعاب ج2 ص 657 والاصابہ ج4 ص 171 سے بھی منقول ہے \_

3\_ العقد الفرید مطبوعہ دار الکتاب ج 2 ص 117، بلاغات النساء ص 38، الغدیر ج2 ص313 میں ان دونوں سے نیز صبح الاعشی ج 1 ص 250 اور نہایة الارب ج 7 ص 241 سے نقل کیا گیا ہے\_

4\_ الغدیر ج 2 ص 312 از الریاض النضرة ج 2 ص 155 وغیرہ \_

9) خجندی کا کہنا ہے کہ وہ (حضرت علیعليه‌السلام ) یعسوب الامہ اور صدیق اکبر کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے\_ (1)

10) ایک اور روایت میں مذکور ہے ''پس عرش کے اندر سے ایک فرشتہ انہیں جواب دیتا ہے اے انسانو یہ کوئی مقرب فرشتہ نہیں نہ کوئی پیغمبراور نہ عرش کو اٹھانے والا ہے\_ یہ تو صدیق اکبر علیعليه‌السلام ابن ابیطالب ہیں ...'' (2)

11) قرآن کی آیت (اولئک ہم الصدیقون) حضرت علیعليه‌السلام کے بارے میں نازل ہوئی\_ اسی طرح (الذی جاء بالصدق وصدق بہ) والی آیت نیز (اولئک الذین انعم الله علیهم من النبیین والصدیقین ...) والی آیت بھی حضرت علیعليه‌السلام کے حق میں اتری ہیں\_ (3)

12) انس کی ایک روایت میں مذکور ہے ''واما علیعليه‌السلام فہو الصدیق الاکبر'' ... (4)

یعنی حضرت علیعليه‌السلام ہی صدیق اکبر ہیں\_

گذشتہ باتوں کی روشنی میں ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ''صدیق'' کا لقب امام علیعليه‌السلام ہی کے ساتھ مختص ہے کسی اور کیلئے اس کا اثبات ممکن نہیں\_

علاوہ ان باتوں کے علامہ امینی نے ''الغدیر'' کی پانچویں جلد کے صفحہ نمبر 327، 328، 321، 334اور 35 نیز ساتویں جلد کے صفحہ نمبر 244، 245 اور 246 پر ایسی روایات کا تذکرہ کیا ہے جن کی رو سے حضرت ابوبکر صدیق کہلائے گئے ہیں\_ اس کے بعد جواباً حقیقت کو یوں بیان کیا ہے کہ ان کے جعلی اور بے بنیاد ہونے میں

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ الغدیر ج 2 ص 312 از الریاض النضرة ج 2 ص 155 وغیرہ \_

2\_ کنز العمال ج 15 ص 134 چاپ دوم\_

3\_ بطور مثال رجوع کریں : شواھد تنزیل ج 1 ص 153\_154\_155 ، اور ج 2 ص 120 اس کے حاشیوں میں متعدد مآخذ مذکور ہیں\_ نیز حالات امام علیعليه‌السلام در تاریخ دمشق بہ تحقیق محمودی ج 2 ص 418 اور اس کے حاشیے ملاحظہ ہوں\_ نیز مناقب ابن مغازلی ص 269، غایة المرام ص 414، کفایة الطالب ص 333، منہاج الکرامة (حلی)، دلائل الصدق (شیخ مظفر) ج 2 ص 117، درالمنثور ج 5 ص 328 اور دسیوں دیگر مآخذ\_

4\_ مناقب خوارزمی حنفی ص 32 \_

کسی قسم کاشک باقی نہیں رہتا کیونکہ بڑے بڑے ناقدین اور محدثین مثال کے طور پر ذہبی، خطیب، ابن حبان، سیوطی، فیروز آبادی اور عجلونی وغیرہ نے ان کے جعلی اور بے بنیاد ہونے کی تصدیق کی ہے\_ جو حضرات اس مسئلے سے آگاہی کے خواہشمند ہوں وہ الغدیر کی طرف رجوع کریں جس میں تحقیق کی پیاس بجھانے اورشبہات کا ازالہ کرنے کیلئے کافی مواد موجود ہے\_

یہ القاب کب وضع ہوئے؟

بظاہر یہ اور دیگر القاب اسلام کے ابتدائی دور میں ہی چوری ہوئے یہاں تک کہ امیرالمومنین امام علیعليه‌السلام منبر بصرہ سے یہ اعلان کرنے اور بار بار دہرانے پر مجبورہوئے کہ آپ ہی صدیق اکبر ہیں نہ کہ ابوبکر اور جوبھی اس لقب کا دعویدار ہو وہ جھوٹا اور افترا پرداز ہے لیکن طویل عرصے تک امت کے اوپر حکم فرما اور ان کے افکار واہداف پر مسلط رہنے والی سیاست کے باعث یہ القاب انہی افراد کیلئے استعمال ہوتے رہے اور کوئی طاقت ایسی نہ تھی جو اس عمل سے روکتی یا کم از کم مثبت اور پرامن طریقے سے اس پر اعتراض کرتی\_

دو سواریاں

کہتے ہیں کہ جب مسلمانوں نے مدینہ کو ہجرت کرنا شروع کی اور رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے حضرت ابوبکر کو بتایا کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم بھی خدا کی طرف سے اجازت کی امید رکھتے ہیں تو حضرت ابوبکر نے اپنی جان رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کیلئے وقف کردی اور آٹھ سو درہم میں دو سواریاں خریدیں\_ (وہ ایک مالدار شخص تھے) اور انہیں چار ماہ (1) یا چھ ماہ (2) تک (اختلاف اقوال کی بنا پر) پھول کے پتے یا درختوں کے جھاڑے ہوئے پتے کھلاتے رہے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ ملاحظہ ہو: الوفاء الوفاء ج1 ص 237 ، الثقات (ابن حبان) ج1 ص 117 ، المصنف (عبدالرزاق) ج5 ص 387 اور بہت سے دیگر مآخذ \_ حضرت ابوبکر کے صاحب مال ہونے کے متعلق مراجعہ ہو سیرہ ابن ہشام ج1 ص 128\_

2\_ نور الابصار ص 16 از الجمل ( علی الھزیمہ) و کنز العمال ج8 ص 334 از بغوی( سند حسن کے ساتھ عائشہ سے)\_

پھر جب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو یہ دونوں سواریاں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو پیش کیں لیکن آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے قیمت اداکئے بغیر ان کو لینے سے انکار کیا\_ لیکن ہماری نظر میں چار ماہ یا چھ ماہ تک سواریوں کو چارہ کھلاتے رہنے والی بات صحیح نہیں ہوسکتی کیونکہ:

1) رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے اپنی ہجرت سے فقط تین ماہ قبل اصحاب کو ہجرت کا حکم دیا تھا\_ بعض حضرات تو یہ کہتے ہیں کہ تحقیق کی رو سے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نےہجرت سے اڑھائی مہینے قبل ایسا کیا (1)، بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بیعت عقبہ ہجرت سے دوماہ اور چند دن پہلے ہوئی تھی (2) اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے اپنے اصحاب کو اس کے بعد ہجرت کا حکم دیا جیساکہ معلوم ہے\_ بنابریں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کی طرف سے اصحاب کو ہجرت کا حکم ملنے کے بعد چھ یا چار ماہ تک حضرت ابوبکر کیونکر ان سواریوں کو پالتے رہے؟

2) ایک روایت صریحاً کہتی ہے کہ امیرالمؤمنین علیعليه‌السلام نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کیلئے تین اونٹ خریدے اور اریقط بن عبداللہ کو مزدوری دیکر ان اونٹوں کو غار سے نکلنے کی رات رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی خدمت میں بھیجا\_ (3) البتہ ممکن ہے انہوں نے یہ اونٹ حضرت ابوبکر سے خریدے ہوں اور ان کو اپنی تحویل میں لینے کے بعد اریقط کے ہمراہ پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اکرم کے پاس بھیجے ہوں\_

حقیقت حال

لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب ان لوگوں نے دیکھا کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے قیمت ادا کئے بغیر حضرت ابوبکر سے وہ سواریاں نہیں لیں تو انہیں اس میں خلیفہ اول کی سبکی نظر آئی\_ اس کے مقابلے میں انہوں نے دیکھا کہ حضرت علیعليه‌السلام نے اللہ کی راہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا تو انہوں نے اس کے بدلے حضرت ابوبکر کیلئے یہ فضیلت تراشی کہ وہ اس قدر طویل عرصے تک ان سواریوں کو چارہ کھلاتے رہے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ فتح الباری ج 7 ص 183اور 177 و السیرة الحلبیة ج 2 ص 25\_ 55\_

2\_ سیرة مغلطای ص 32 وفتح الباری ج 7 ص 177 نیز ملاحظہ ہوالثقات لابن حبان ج 1 ص 113 و غیرہ \_

3\_ تاریخ ابن عساکر ج 1 ص 138 (امام علیعليه‌السلام کے حالات میں محمودی کی تحقیقات کے ساتھ) اور در منثور نیز تیسیر المطالب ص75 البتہ اس میں آیاہے کہ آپ عليه‌السلام نے تین سواریاں کرایہ پر لیں\_

ان معروضات کی روشنی میںیہ معلوم ہوا کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کا ان دو سواریوں کو خریدنا یا امیرالمؤمنین کا تین سواریاں خریدنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے خرچے پر سفر کیا نہ کہ اپنے خرچے پر\_

خانہ ابوبکر کے دروازے سے خروج

کہتے ہیں کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ ابوبکر کے گھرکے عقبی دروازے سے نکل کر غار کی طرف روانہ ہوگئے جیساکہ سیرت ابن ہشام وغیرہ میں اس بات کی تصریح ہوئی ہے(1)\_ بخاری میں مذکور ہے کہ (آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ظہر کے وقت ابوبکر کے پاس گئے اور وہاں سے غار ثور کی طرف روانہ ہوئے)(2)\_

یہاں ہم یہ عرض کریں گے کہ:

1\_ حلبی نے اس بات کا انکار کیا ہے اور کہا ہے: ''زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اپنے گھرسے ہی (غار کی طرف) روانہ ہوئے'' \_(3)

2\_ پہلے ذکر ہوچکا ہے کہ حضرت ابوبکر نبی اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے گھر آئے تو حضرت علیعليه‌السلام کو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی جگہ سوتے ہوئے پایااور حضرت علیعليه‌السلام نے ان کو رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی روانگی سے مطلع کیا اور فرمایا کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم بئر میمون (ایک کنویں کا نام) کی طرف چلے گئے ہیں\_ پس وہ راستے میں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے جاملے\_ بنابریں یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ دونوں ابوبکر کے گھر کے عقبی دروازے سے غار کی طرف روانہ ہوئے ہوں؟ اور وہ بھی ظہر کے وقت؟

3\_ان تمام باتوں سے قطع نظر ساری روایات کہتی ہیں کہ مشرکین حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے گھر کے دروازے پر صبح تک بیٹھے رہے اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم رات کے ابتدائی حصّے کی تاریکی میں ان کے درمیان سے نکل گئے جبکہ حضرت علیعليه‌السلام آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی جگہ سوتے رہے\_ یہ اس بات کے منافی ہے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ظہر کے وقت خارج ہوئے\_

4\_ یہ بات کیسے معقول ہوسکتی ہے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ابوبکر کے گھر سے خارج ہوئے ہوں جبکہ یہی لوگ کہتے ہیں

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_تاریخ الخمیس ج1 ص 324 ، تاریخ الامم والملوک ج2 103 ، سیرہ حلبیہ ج2 ص 34 و البدایہ والنہایہ ج3 ص 178\_

2\_ ملاحظہ ہو: تاریخ الامم والملوک ج 2 ص 153 ، البدایہ والنہایہ ج3 ص 178 ، تاریخ الخمیس ج1 ص 323 و سیرہ حلبیہ ج2 ص 30 نیز بخاری، ارشاد الساری ج6 ص 17 کے مطابق\_ 3\_ سیرة حلبیة ج 2 ص 34 عن سبط ابن الجوازی\_

کہ کھوجی رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے قدموں کے نشانات دیکھتا جارہا تھا یہاں تک کہ جب وہ ایک مقام پر پہنچا تو کہنے لگا یہاں سے ایک اور شخص بھی محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھ مل چکا ہے بلکہ بعض حضرات نے تو صریحاً یہ کہا ہے کہ مشرکین کو پتہ چل گیا تھا کہ وہ ابوبکر ابن قحافہ کے نشان قدم تھے\_ (1) وہ یونہی چلتے گئے یہاں تک کہ غار کے دھانے پر پہنچ گئے\_

ان عرائض سے معلوم ہوتا ہے کہ در منثور اور السیرة الحلبیة میں منقول یہ بات درست نہیں کہ آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اس رات انگلیوں کے بل چلتے رہے تاکہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے قدموں کے نشان ظاہر نہ ہوں یہاں تک کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے پاؤں گھس گئے\_ (گویا مسافت اس قدر زیادہ تھی) اور حضرت ابوبکر نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو اپنے کندھے پر اٹھالیا یہاں تک کہ غار کے دھانے تک پہنچ کر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو اتارا\_ ایک اور روایت کے مطابق آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اپنے اونٹ جدعاء پر سوار ہوکر حضرت ابوبکر کے گھر سے غار تک گئے\_(2)

قریش اور حضرت ابوبکر کی تلاش

کہتے ہیں کہ قریش نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ (کی گرفتاری) کیلئے سو اونٹوں اور حضرت ابوبکر کیلئے بھی اس قدر اونٹوں کی شرط رکھی(3)\_ جاحظ وغیرہ نے اس بات کا ذکر کیا ہے\_

اسکافی معتزلی نے اس کا جواب یوں دیا ہے ''قریش حضرت ابوبکر کی گرفتاری کے واسطے مزید سو اونٹوں کا نذرانہ کیوں پیش کرتے حالانکہ انہوں نے اس کی التجائے امان کو ٹھکرایا تھا\_اور وہ قریش کے درمیان بے یار ومددگار تھے\_ وہ ان کے ساتھ جو چا ہتے کرسکتے تھے\_ بنابریں یا تو قریش دنیاکے احمق ترین افراد تھے یا عثمانی ٹولہ روئے زمین کی تمام نسلوں سے زیادہ جھوٹا اور سب سے زیادہ سیہ رو تھا\_ اس واقعے کا ذکر نہ سیرت کی کسی کتاب میں ہے نہ کسی روایت میں نہ کسی نے اسے سنا تھا اور نہ ہی جاحظ سے قبل کسی کو اس کی خبر تھی''\_(4)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ بحارالانوار 19 ص 74 از الخرائج نیز رجوع کریں ص 77 اور 51 ، اعلام الوری ص 63 و مناقب آل ابیطالب ج 1 ص 128 اور تفسیر قمی ج 1 ص 276 کی طرف رجوع کریں \_ 2\_ سیرت حلبی ج 2ص 34 \_38 اور تارخ الخمیس ج 1 ص 328 والدر المنثور\_

3\_ تاریخ الخمیس ج1 ص 330 ، البدایہ والنہایہ ج3 ص 182 و سیرہ حلبیہ ج2 ص 39\_

4\_ شرح نہج البلاغہ (معتزلی) ج13 ص 269\_

یہاں ہم اس بات کا بھی اضافہ کرتے چلیں کہ جب (ان لوگوں کے بقول) حضرت ابوبکر کے قبیلے نے پہلے ان کی حمایت کی تھی تو اب ان کو بے یار و مددگار کیوں چھوڑ دیا؟ نیز جب وہ قریش کے نچلے طبقے سے تعلق رکھتے تھے (اس بات کا ذکر حبشہ کی طرف ابوبکر کی ہجرت کے حوالے سے گزر چکا ہے) تو پھر قریش والے ان کیلئے سو اونٹوں کی شرط کیوں رکھنے لگے جس طرح خود رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کیلئے سو اونٹوں کی شرط رکھی تھی؟ قریش نے حضرت ابوبکر کی کڑی نگرانی کیوں نہیں کی اورانکے پیچھے جاسوس کیوں نہیں چھوڑے یا جس طرح رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا پر شبخون مارنے کی کوشش کی تھی ان پر بھی شبخون مارنے کیلئے افراد روانہ کیوں نہ کئے؟ اسی طرح قریش حضرت ابوبکر کے پیچھے اس قدر دولت کیونکر داؤ پر لگا رہے تھے جبکہ وہ شخص جس کے باعث رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ ان کے چنگل سے نکل گئے تھے، علیعليه‌السلام تھے اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ان کے درمیان بے خطر رہ رہے تھے اور کسی شخص نے انہیں چھیڑا اور نہ ہی کسی قسم کی نا خوشگوار گفتگو کی\_ حقیقت یہ ہے کہ ان باتوں کا اصل مقصد حضرت ابوبکر کی منزلت کو بلند کر کے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے ہمدوش قرار دینا ہے اور ساتھ ساتھ بستر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پر حضرت علیعليه‌السلام کے سونے کے سارے اثرات کو مٹانا ہے تاکہ حضرت ابوبکر کی عظمت اور منزلت کے سامنے حضرت علیعليه‌السلام کی طرف کسی کی توجہ ہی مبذول نہ ہو\_

تا صبح انتظار کیوں

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ مشرکین نے شب ہجرت صبح تک انتظار کیوں کیا؟ اس کے جواب میں بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کا ارادہ دیوار پھلانگنے کا تھا\_ لیکن گھر سے ایک عورت چیخی\_ یہ سن کر ان میں سے کسی نے کہا''اگر لوگ کہیں کہ ہم نے اپنی چچا زاد بہنوں کے گھر کی دیوار پھاند لی ہے تو یہ عربوں کے درمیان شرمناک بات ہوگی\_ (1)

یا شاید اس کی وجہ یہ ہو (جیساکہ کہا گیا ہے) کہ ابولہب رات کو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے قتل پر راضی نہ تھا کیونکہ اس میں

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سیرت حلبی ج 2 ص 28، الروض الانف ج2 ص 229 ، سیرہ ابن ہشام ج2 ص 127 مع حاشیہ اور ملاحظہ ہو: تاریخ الہجرة النبویہ (ببلاوی) ص 116\_

عورتوں اور بچوں کو خطرہ تھا(1)\_ ممکن ہے کہ ان دونوں باتوں کے پیش نظر انہوں نے صبح تک انتظار کیا ہو\_ یا اس لئے بھی کہ لوگ (دن کی روشنی میں) دیکھ لیں کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو سارے قبائل نے ملکر قتل کیا ہے یوں یہ بات بنی ہاشم کے خلاف ایک بہانہ ہوتی اور بنی ہاشم آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے خون کا انتقام نہ لے سکتے(2)\_

حضرت ابوبکر کا غلاموں کو خریدنا اور ان کے عطیات

کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر روانہ ہوئے تو اپناسارا مال جو پانچ ہزار یا چھ ہزار درہم پر مشتمل تھا ساتھ لے کر چلے\_ ان کے والد ابوقحافہ (جن کی بینائی چلی گئی تھی) اپنے بیٹے کے اہل خانہ کے پاس آئے اور کہا خدا کی قسم میں تو یہ مشاہدہ کررہا ہوں کہ اس نے اپنے مال اور اپنی جان کے سبب تم پر مصیبت ڈھادی ان کی بیٹی اسماء بولی :'' نہیں بابا وہ ہمارے لئے بہت کچھ چھوڑ کرگئے ہیں'' \_ (اسماء کہتی ہے) پس میں نے کچھ پتھر اٹھائے اور ان کو گھرکے ایک روشن دان ... میں رکھا جہاں میرا بابا اپنا مال رکھتا تھا \_پھر میں نے اس پر ایک کپڑا ڈال دیا اور اس کا ہاتھ پکڑکر کہا اے بابا اپنا ہاتھ اس مال پر رکھ\_ وہ کہتی ہے کہ اس نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا اور کہا:'' کوئی بات نہیں اگر اس نے تمہارے لئے یہ چھوڑا ہے تو اچھا کیا ہے\_ یہ تمہارے لئے کافی ہوگا حالانکہ واللہ اس نے ہمارے لئے کچھ بھی نہ چھوڑا تھا لیکن میں چاہتی تھی کہ بوڑھے کو تسلی دوں''\_ (3)

یہ بھی کہتے ہیں کہ عامر بن فہیرہ کو خدا پرستی کے جرم میں ایذائیں دی جاتی تھیں\_ پس حضرت ابوبکر نے اس کو خرید کر آزاد کر دیا\_ پس جب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ اور حضرت ابوبکر غار میں تھے تو عامر ابوبکر کی دودھ دینے والی بکریاں لیکر ان کے پاس آیا تھا وہ ان کو چراتا تھا\_ اور شام کو ان کے پاس آتا تاکہ ان کیلئے دودھ دوہ لے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ بحار الانوار ج19 ص 50\_

2\_ سیرہ حلبیہ ج2 ص 28 \_ 26\_

3\_ سیرت ابن ہشام ج 2 ص 133، کنز العمال ج 22 ص 209 البدایة و النہایة ج 3 ص 179 و الاذکیاء از ابن جوزی ص 219، حیات الصحابة ج2 ص 173\_174، مجمع الزوائد ج 6 ص 59 طبری اور احمد سے نقل کیا ہے\_ ابن اسحاق کے علاوہ اس کے سارے راوی صحیح بخاری والے راوی ہیں اور ابن اسحاق نے بھی خود اپنے کانوں سے سننے پر تاکید کی ہے\_

ادھر اسماء بنت ابوبکر شام کے وقت ان کیلئے مناسب کھانا لیکر آتی تھی(1)\_

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر نے نبی اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پر چالیس ہزار درہم خرچ کئے\_ ایک جگہ دینار کا لفظ آیا ہے(2)\_ یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص نے اپنی ہم نشینی اور مدد کے ذریعے میرے اوپر اتنا احسان نہیں کیا جس قدر ابوبکر نے کیا اور اتنا مجھے کسی کے مال نے فائدہ نہیں پہنچایا جتنا ابوبکر کے مال نے پہنچایا ہے\_یہ سن کر حضرت ابوبکر رو پڑے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم میں اور میرا مال کیا آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے سوا کسی اور کیلئے ہیں؟(3)

یا یہ کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص نے ابوبکر سے زیادہ اپنے مال یا اہل کے ذریعے مجھ پر احسان نہیں کیا اور ایک اور روایت میں مذکور ہے مجھ پر کسی نے اپنی مصاحبت اور مال کے ذریعے ابوبکر سے زیادہ احسان نہیں کیا\_ اگر اللہ کے علاوہ کسی اورکو اپنا دوست بنانا ہوتا تو میں ابوبکر کو دوست منتخب کرتا\_ لیکن اسلام والی برادری اور محبت موجود ہے\_ تمام گھروں کے دروازے جو مسجد میں کھلتے تھے بند کردیئے گئے سوائے حضرت ابوبکر کے دروازے کے(4)\_

حدیث غار میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ہم نے ان دونوں کیلئے جلدی میں زاد راہ تیار کیا اور چمڑے کی ایک تھیلی میں ان کیلئے کھانے کا سامان رکھا\_ واقدی کہتے ہیں اس دستر خوان میں ایک پکی ہوئی بکری تھی\_ اسماء بنت ابوبکر نے اپنا کمربند پھاڑکر اس کے دو حصے کئے\_ ایک حصے سے تھیلی کا منہ بند کیااور دوسرے حصے سے پانی کی مشک کا منہ بند کیا\_ اسی وجہ سے اسے ذات النطاقین کا لقب ملا(5)\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ تاریخ الخمیس ج1 ص 330 ، سیرہ حلبیہ ج2 ص 32 و 40 و التراتیب الاداریہ ج 2 ص 87 ، اس کے دیگر مآخذ بعد میں ذکر ہوں گے\_

2\_ تاریخ الخمیس ج 1 ص 326 ، سیرہ حلبیہ ج2 ص 32 و 40 والتراتیب الاداریہ ج 2 ص 87، اس کے دیگر مآخذ بعد میں ذکر ہوں گے\_

3\_ ملاحظہ ہو: سیرہ حلبیہ ج2 ص 22 و لسان المیزان ج2 ص 23 ، اس کے دیگر مآخذ کا ذکر بعد میں ہوگا\_

4\_ مراجعہ ہو صحیح بخاری ( مطابق ارشاد الساری) ج6 ص 214، 215 تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ، الجامع الصحیح (ترمذی )ج5 ص 608 ، 609 ، نیز عامر بن فہیرہ والی حدیث سے قبل کی حدیث میں مذکور منابع\_

5\_سیرت حلبیہ ج2 ص 33 و تاریخ الخمیس ج1 ص 323 و 330\_

ترمذی میں آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے منقول ہے کہ حضرت ابوبکر نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو اپنی بیٹی دی، آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو دار ہجرت (مدینہ) پہنچایا اور غار میں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھ رہے\_ ایک اور روایت میں مذکور ہے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا کہ جس کسی کا ہم پر کوئی حق تھا اسے ہم نے ادا کردیا سوائے ابوبکر کے جس کا ہمارے اوپر حق ہے اور قیامت کے دن اللہ اسے اس کی جزا دے گا\_ (1)

ہمارا نظریہ یہ ہے کہ یہ ساری باتیں مشکوک ہیں بلکہ کسی صورت میں بھی صحیح نہیں ہوسکتیں جس کی درج ذیل وجوہات ہیں\_

1\_ عامر بن فہیرہ

ابن اسحاق واقدی اور اسکافی وغیرہ کا کلام اس بارے میں ذکر ہوچکا کہ عامر بن فہیرہ ابوبکر کا آزاد کردہ غلام نہ تھا\_ چنانچہ انہوں نے کہا ہے کہ نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ہی اس کو خرید کر آزاد کیا تھانہ کہ حضرت ابوبکر نے\_

2\_ نابینا ابوقحافہ

جو روایت یہ کہتی ہے کہ اسماء نے اس جگہ پتھر رکھے تھے جہاں اس کا باپ اپنا مال رکھتا تھا تاکہ ابوقحافہ اس کو چھو کر مطمئن ہوجائے، اس روایت کی نفی درج ذیل امور سے ہوتی ہے\_

الف: فاکہی ابن ابوعمر کہتا ہے کہ سفیان نے ابوحمزہ ثمالی سے ہمارے لئے نقل کیا کہ عبداللہ نے کہا کہ جب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ غار کی طرف روانہ ہوئے تو میں جستجو کی غرض سے نکلا کہ شاید کوئی مجھے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے بارے میں بتائے\_ پس میں حضرت ابوبکر کے گھر آیا\_ وہاں میں نے ابوقحافہ کو پایا وہ ہاتھ میں ایک ڈنڈا لئے میری طرف بڑھا جب اس نے مجھے دیکھا تو وہ یہ کہتے ہوئے میری طرف دوڑا'' یہ ان گمراہوں میں سے ہے جس

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ ان تمام باتوں کے سلسلے میں تاریخ خمیس ج1 ص 323 \_ 330 سیرت حلبی ج2 ص 32،33،40اور 39، الجامع الصحیح (ترمذی) ج5 ص 609، السیرة النبویة ( ابن ہشام) ج2، صحیح بخاری باب ہجرت ، فتح الباری ج7 صحیح مسلم ، صحیح ترمذی ، الدرالمنثور والفصول المہمة ( ابن صباغ) ، السیرة النبویہ ( ابن کثیر) ، لسان المیزان ج/2 ص 23 اور البدایة والنہایة ج5 ص 229 و مجمع الزوائد ج9 ص 42 از طبرانی اور الغدیر \_ان کے علاوہ بہت سارے دیگر مآخذ موجود ہیں جن کے ذکر کی گنجائشے نہیں ، ان کی طرف رجوع کریں\_

نے میرے بیٹے کو میرا مخالف بنا دیا ہے''\_ (1)

یہ روایت واضح کرتی ہے کہ ابوقحافہ اس وقت تک نابینا نہ ہوا تھا\_ اس حدیث کی سندبھی ان لوگوں کے نزدیک معتبر ہے\_

ب: ہم یہ نہ سمجھ سکے کہ حضرت ابوبکر نے کس وجہ سے اپنے گھر والوں کیلئے کچھ بھی نہ چھوڑا\_ ان پر حضرت ابوبکر کی طرف سے یہ کیسا ظلم تھا؟ نیز ابوقحافہ (جو ان کے بقول نابینا تھا) کو کہاں سے علم ہوا کہ وہ سارا مال ساتھ لے کر چلے گئے تھے جو وہ یہ کہتا: ''اس نے اپنی جان اور اپنے مال کے سبب تم پر مصیبت ڈھادی ہے''؟

ج: یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ اسماء نے یہ کارنامہ کیسے انجام دیا؟ کیا وہ اس وقت زبیر کی بیوی نہ تھی؟ اور کیا اس نے زبیر کے ساتھ پہلے ہی مدینہ کی طرف ہجرت اختیار نہ کی تھی؟ کیونکہ اس وقت مکہ میں حضرت علیعليه‌السلام اور حضرت ابوبکر کے علاوہ اصحاب پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا تھا سوائے ان لوگوں کے جو کسی مشکل یا مصیبت میں مبتلا تھے\_اس وقت حضرت ابوبکر کی بیویاں کہاں گئی تھیں؟

3\_ اسماء وغیرہ کے کارنامے

رہایہ دعوی کہ اسماء شام کے وقت کھانا لیکر غار میں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ اور حضرت ابوبکر کے پاس جاتی تھی نیز اس نے ان دونوں کیلئے زاد سفر تیار کیا تھا اور اسی نے ان کیلئے دو سواریاں بھیج دی تھیں، اس طرح اس کو ذات النطاقین کا لقب ملا تھا تو اس پر درج ذیل اعتراضات وارد ہوتے ہیں\_

اولًا: یہ کہ اس کے مقابلے میں وہ کہتے ہیں نبی اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اور حضرت ابوبکر کے چلے جانے کے تین دن بعد تک بھی کسی کو پتہ ہی نہ تھا کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کہاں گئے ہیں یہاں تک کہ ایک جن نے اپنے اشعار میں اس کا اعلان کیا تو لوگوں کو علم ہوا \_ اگر کوئی یہ کہے کہ تین دن سے مراد غار سے خارج ہونے کے بعد والے تین دن ہیں\_ تو یہ بھی

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ الاصابة ج 2 ص 260 \_261 یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قحافہ کی نظر میں اس کا بیٹا دین سے نکلا ہوا انسان تھا اور یہ کہ حضرت ابوبکر عبداللہ و غیرہ کے بعد مسلمان ہوئے\_ یہ روایت اس بات کی بھی نفی کرتی ہے کہ حضرت ابوبکر سب سے پہلے مسلمان ہوئے تھے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے \_

درست نہیں، کیونکہ ان لوگوں نے صریحاً بیان کیا ہے کہ غار سے خارج ہونے کے دو دن بعد ان کو علم ہوا کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم مدینہ چلے گئے ہیں\_ (1) حلبی شافعی نے اسی طرح ذکر کیا ہے\_ اور اس کی صحت وسقم کی ذمہ داری خود اسی کی گردن پر ہوگی\_

مغلطای کہتے ہیں کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے مکے سے خارج ہونے کا علم حضرت علی عليه‌السلام اور حضرت ابوبکر کے سوا کسی کو نہ تھا چنانچہ وہ دونوں غار ثور میں داخل ہوئے\_ (2)

ثانیاً: منقول ہے کہ امیرالمومنین علیعليه‌السلام ہی نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کیلئے سامان خورد و نوش غار تک پہنچاتے تھے(3)

بلکہ یہ بھی مروی ہے کہ نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے حضرت علی عليه‌السلام کو پیغام بھیجا کہ وہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کیلئے زاد راہ اور سواری کا بندوبست کریں\_ چنانچہ حضرت علی عليه‌السلام نے اس کی تعمیل میں سواری اور زاد راہ کا بندوبست کیا اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی خدمت میں ارسال کی\_ ادھر حضرت ابوبکر نے اپنی بیٹی کو پیغام بھیجا تو اس نے زاد سفر اور دو سواریاں بھیجیں یعنی اس کے اور عامر بن فہیرہ کیلئے جیساکہ روایت میں مذکور ہے اور شاید حضرت علیعليه‌السلام نے ان سے یہ سواری بھی خرید لی ہو\_ (4) جیساکہ حضرت علیعليه‌السلام نے شوری والے دن اسی بات سے استدلال کیا اور فرمایا کہ میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں کیا میرے علاوہ تم میں سے کوئی رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کیلئے غار میں کھانا بھیجتا تھا یا آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو خبروں سے مطلع کرتا تھا؟ وہ بولے:'' نہیں''\_ (5)

یہاں سے یہ قول بھی غلط ثابت ہوتا ہے کہ عبداللہ بن ابوبکر غار میں ان دونوں کے پاس مکہ کی خبریں پہنچایا کرتا تھا\_ (6)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ السیرة الحلبی ج 2 ص 51\_

2\_ سیرت مغلطای ص 32 \_

3\_ تاریخ دمشق (حالات امام علیعليه‌السلام بہ تحقیق محمودی) ج 1 ص 138 نیز اعلام الوری ص 190 اور بحار الانوار ج 19 ص 84 از اعلام الوری نیز تیسیر المطالب فی امالی الامام علی بن ابی طالب ص 75\_\_

4\_ اعلام الوری ص 63 و بحار الانوار ج 19 ص 70 اور ص 75 از اعلام الوری و از خرائج و از قصص الانبیاء \_

5\_ احتجاج طبرسی ج 1 ص 204 \_

6\_ السیرة الحلبیة ج 2 ص 39، سیرت ابن ہشام اور کنز العمال ج 22 ص 210 از بغوی اور ابن کثیر \_

ثالثاً: نطاق اور نطاقین والی حدیث بھی ایک طرف سے تو اختلاف روایات کا شکار ہے (1) اور دوسری طرف سے مقدسی نے پہلے قول کو ذکر کرنے کے بعد یوں کہا ہے'' ... کہا جاتا ہے کہ جب چادر والی آیت اتری تو اس نے اپنا ہاتھ اپنے کمربند پر ڈالا اور اس کے دو برابر حصے کر دیئے\_ ایک حصے سے اپنا سر چھپا لیا''\_(2)

یہ بھی کہتے ہیں کہ اسماء نے حجاج سے کہا میرے پاس ایک کمربند تھی جس کے ذریعے میں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے کھانے کو بھڑوں سے محفوظ رکھتی تھی اور عورتوں کیلئے ایک کمربند کی بھی تو بہرحال ضرورت ہوتی ہی ہے\_(3)

حدیث سد ابواب اور حضرت ابوبکر سے دوستی والی حدیث

حدیث باب اور ابوبکر سے دوستی والی حدیث ''لوکنت متخذا خلیلا لاتخذت ابابکر خلیلا '' (اگر مجھے کسی سے دوستی کرنی ہوتی تو ابوبکر کو دوست بنالیتا) کے سلسلے میں ہم تفصیلی گفتگو کرنا نہیں چاہتے بلکہ (ابن ابی الحدید) معتزلی کے بیان کو ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں\_ اس نے کہا '' ان احادیث کے مقابلے میں حضرت ابوبکر کے مریدوں نے اپنے پیر کی شان میں احادیث گھڑی ہیں مثال کے طور پر '' لوکنت متخذا خلیلا '' والی حدیث \_انہوں نے یہ حدیث، بھائی چارے والی حدیث کے مقابلے میں گھڑی ہے\_ نیز سد ابواب والی حدیث جو درحقیقت حضرت علیعليه‌السلام کے بارے میں تھی لیکن حضرت ابوبکر کے پرستاروں نے اس کو ابوبکر کے حق میں منتقل کردیا''\_(4)

علاوہ ازیں یہ حدیث ان کی نقل کردہ اس حدیث کے منافی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ اس تضاد کے بعض پہلوؤں سے آگاہی کیلئے الاصابة ج 4 ص 230 اور الاستیعاب (الاصابہ کے حاشیے پر) ج 4 ص 233 کی طرف رجوع کریں \_

2\_ البدء و التاریخ ج 5 ص 78 \_

3\_ الاصابة ج 4 ص 230 اور الاستیعاب حاشیة الاصابة ج 4 ص 233 \_

4\_ شرح نہج البلاغة معتزلی ج 11 ص 49 و الغدیر ج 5 ص 311 \_

ابوبکر کو اپنا دوست چن لیا تھا جیساکہ علامہ امینی نے الغدیر میں اس کا تذکرہ کیا ہے\_ (1) اب آپ ہی بتائیں کہ ہم کس کو ما نیں اور کس کو نہ مانیں؟

سد ابواب والی حدیث کے بارے میں شاید ہم کسی مناسب جگہ پر بحث کریں\_ اسی طرح دوستی والی حدیث کے بارے میں حدیث مواخاة پر بحث کے دوران گفتگو ہوگی انشاء اللہ تعالی\_

5\_ حضرت ابوبکر کی دولت

حضرت ابوبکر کی دولت اور ان کی چالیس ہزار درہم یا دینار نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پر خرچ کرنے وغیرہ کے بارے میں عرض ہے کہ اسماء اور ابوقحافہ کے درمیان ہجرت کے دوران ہونے والی مذکورہ گفتگو اور دیگر باتوں کے صحیح نہ ہونے کے بارے میں گزشتہ پانچ صفحوں میں ذکر شدہ عرائض کے علاوہ ہم درج ذیل نکات کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں:

الف: وہ حدیث جس میں مذکور تھا کہ ''اپنی مصاحبت اور مال کے ذریعے جتنا احسان ابوبکر نے مجھ پر کیا ہے کسی اور نے نہیں کیا اوریہ کہ ہمارے ساتھ احسان کرنے والے ہرفرد کا حق ہم نے ادا کردیا ہے سوائے ابوبکر کے جس کے احسان کا بدلہ خدادے گا'' یہ حدیث درج ذیل وجوہات کی بنا پر صحیح نہیں ہے:

1\_ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہما کی فدا کاریوں، مالی قربانیوں اور راہ اسلام میں ان کی امداد نیز جان مال اور اولاد کے ذریعے آپ کے ساتھ اظہار ہمدردی کا بدلہ کب دیا ؟ اسلام کی راہ میں ان دونوں نے جس قدر مال خرچ کیا اور قربانی دی کیاوہ تمام دوسرے انسانوں کی طرف سے اسلام کی راہ میں دی گئی قربانیوں اور دولت سے زیادہ نہ تھی؟ اس کے علاوہ اس دین کیلئے حضرت علیعليه‌السلام کی واضح خدمات تھیں جن سے سوائے کسی سرکش اور ضدی دشمن کے کوئی انکار نہیں کرسکتا\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ ریاض النضرة ج1 ص 126 ،ارشاد الساری ج6 ص 86 از حافظ السکری ، الغدیر ج8 ص 34 مذکورہ دونوں مآخذ سے و از کنز العمال ج6 ص138\_140 طبرانی اور ابونعیم سے\_

2\_ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ پر منت والی حدیث بھی عجیب ہے کیونکہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو مکہ میں کسی کی ضرورت نہ تھی کیونکہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے پاس حضرت خدیجہعليه‌السلام بلکہ حضرت ابوطالبعليه‌السلام کے اموال موجود تھے\_ (1) آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ہجرت کے وقت تک ان کو مسلمانوں پر خرچ فرماتے تھے اور شروع شروع میں حضرت ابوطالب کا بوجھ کم کرنے کیلئے حضرت علیعليه‌السلام کا بھی خرچہ برداشت کرتے تھے\_ منقول ہے کہ حضرت عمر نے اسماء بنت عمیس کی سرزنش کی اور کہا کہ مجھے تو ہجرت نصیب ہوئی لیکن تجھے نصیب نہیں ہوئی\_ اسماء نے جواب دیا ''تم لوگ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے مال کے ساتھ اپنے بھوکوں کو کھلانے اور اپنے جاہلوں کی ہدایت میں مشغول تھے''\_ اس کے بعد اسماء نے اس کی شکایت رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے پاس کی\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا کہ حبشہ کو ہجرت کرنے والے دو ہجرتوں سے سر افراز ہوئے جبکہ ان لوگوں نے فقط ایک ہجرت کی ہے\_ (2)

3\_ یہاں یہ بتانا کافی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے مذکورہ ایک یا دو اونٹ ہجرت کے وقت قیمت کے بغیر قبول نہ فرمائے اور قیمت کی ادائیگی بھی فوراً کی، جبکہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سخت ترین حالات سے دوچار تھے\_ پس جب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے اس مقام پر حضرت ابوبکر کاہدیہ قبول نہ فرمایا تو یہی حال حضرت ابوبکر کی طرف سے نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پر مال خرچ کرنے کے بارے میں مروی دیگر روایات کا بھی ہے\_

4\_ ان باتوں کے علاوہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا نے مکہ میں کوئی لشکر ترتیب نہیں دیا اور نہ کوئی جنگ کی جو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو لشکر کی تیاری نیز سواریوں اور سامان حرب پر وسیع پیمانے پر خرچ کرنے کی ضرورت پڑتی\_ نیز آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم عیش وعشرت پر بھی مال خرچ نہ فرماتے تھے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ ابتدائے بحث میں بیان ہوچکا ہے کہ حضرت ابوطالب شعب ابوطالب میں بنی ہاشم پر اپنا مال خرچ کرتے تھے\_ رہی بات حضرت خدیجہعليه‌السلام کی دولت تو وہ اپنی شہرت کی بنا پر محتاج بیاں نہیں حضرت خدیجہ کے اموال کے بارے میں ابن ابی رافع کا کلام پہلے گزر چکا ہے\_

2\_ رجوع کریں : الاوائل ج 1 ص 314 و البدایة و النہایة ج 4 ص 205 از بخاری و صحیح بخاری ج 3 ص 35 مطبوعہ 1309 ھ، صحیح مسلم ج 7 ص 172، کنز العمال ج 22 ص 206 از ابونعیم اور طیالسی نیز رجوع کریں فتح الباری ج 7 ص 372 اور مسند احمد ج 4 ص 395 اور 412 نیز حیاة الصحابہ ج1 ص 361\_

ہجرت مدینہ کے بعد تو حضرت ابوبکر اپنے مال کے معاملے میں سخت بخیل ہوگئے تھے\_ ان کے پاس اس وقت پانچ ہزار یا چھ ہزار درہم تھے جیساکہ بعض لوگ نقل کرتے ہیں\_ حضرت ابوبکرہرکسی کے ساتھ بخل کرتے تھے یہاں تک کہ اپنی بیٹی اسماء کے ساتھ بھی جو مدینہ آنے کے بعد فقر اور مشکلات کا سخت شکار تھی\_ یہاں تک کہ وہ ایک گھرمیں خدمت کرتی تھی، وہاں کے گھوڑے کی دیکھ بھا ل کرتی اور اونٹ کیلئے گٹھلیاں کوٹتی ،اس کو دانہ پانی کھلاتی اوردوتہائی فرسخ(1) کے فاصلے سے گٹھلیوں کو اپنے سر پر اٹھا کر لاتی تھی\_ آخر کار حضرت ابوبکر نے اس کیلئے ایک نوکر بھیج دیا جس نے گھوڑے کی دیکھ بال کا کام سنبھال لیا جیساکہ وہ خود کہتی ہے\_(2)

اس کے علاوہ خود پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اسلام بھی کئی سال تک مشکلات اور تنگی کا شکار رہے بالخصوص جنگ خیبر سے پہلے\_ یہاں تک کہ بسا اوقات آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم دو یا تین دن تک فاقے کرتے تھے اور نوبت یہاں تک پہنچتی کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اپنے شکم اطہر پر پتھربھی باندھتے تھے\_ (3) انصار باہمی مشورے سے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کیلئے کھانے کا بند وبست کرتے تھے\_ اس وقت حضرت ابوبکر کے وہ ہزاروں درہم اور اموال کہاں گئے تھے جوغزوہ تبوک تک باقی تھے\_کیونکہ ان لوگوں کا یہ دعوی ہے کہ اس وقت وہ اپنی تمام دولت ( چار ہزار درہم) کے ساتھ حاضر ہوئے\_(4)

ب: مذکورہ باتیں اس صورت میں تھیں کہ ان لوگوں کے نزدیک ''منّت'' سے مراد رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ پر مال خرچ کرنا ہو\_ لیکن اگر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پر منت سے مراد اللہ کی راہ میں انفاق ہو تو یہ بات بھی صحیح نہیں کیونکہ ہمیں تاریخ میں اس بات کی کوئی مثال نہیں ملتی بلکہ تاریخی شواہد تو اس کے خلاف گواہی دیتے ہیں کیونکہ حضرت ابوبکر نے

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ یعنی تقریبا چار کلومیٹر کے فاصلے سے (از مترجم)

2\_ حدیث الافک ص 152 \_

3\_ حضرت عائشہ نے حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے گھر والوں کی جو حالت بیان کی ہے اس سے انسان کا دل چھلنی ہو جاتا ہے \_ رجوع کریں طبقات ابن سعد ج 1 حصہ دوم ص 120و ص 112 سے ص 120 تک\_

4\_ حیات الصحابة ج 1 ص 429 از ابن عساکر ج 1 ص 110 \_

اپنے مال کے معاملے میں اس قدر کنجوسی برتی کہ واقعہ ''نجوی'' میں دو درھم بھی صدقہ دینے پر آمادہ نہ ہوئے اور سوائے امیرالمومنین علی عليه‌السلام کے کسی نے یہ اقدام نہ کیا یہاں تک کہ قرآن کی آیت اتری جس میں اللہ تعالی نے اصحاب کے رونے کی مذمت و ملامت کی، ارشاد ہوا (ا اشفقتم ان تقدموا بین یدی نجواکم صدقات فاذلم تفعلوا وتاب الله علیکم ...) (1) یعنی کیا تم اس بات سے ڈرگئے کہ (رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے ساتھ) سر گوشی کرنے سے پہلے تمہیں صدقات دینے ہوں گے\_ اب اگر تم ایسا نہ کرو اور اللہ نے تم کو اس سے معاف کردیا تو ...\_ اگر حضرت ابوبکر دو درہموں کا صدقہ دیتے تو ان لوگوں کی صف میں شامل نہ ہوتے جن کی اللہ نے ملامت کی(بلکہ اور جعلی فضائل کوچھوڑ کر اسی پر مباہات کرتے اور حضرت علی عليه‌السلام سے برتری کا یہ نادر موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے \_ از مترجم)\_

ج: مذکورہ باتوں سے بھی اہم نکتہ یہ ہے کہ خدا کی خوشنودی کیلئے مال خرچ کرنے کے بعد رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا پر احسان جتلانے کا کوئی معنی نہیں بنتا (جیساکہ مذکورہ روایت سے اس کا شائبہ ملتا ہے) چنانچہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا نے بھی اس بات کی خبردی ہے\_ بلکہ منت تو در اصل اللہ اور رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی طرف سے ان پر ہے\_

خدا نے احسان جتلانے سے منع کرتے ہوئے فرمایا ہے (لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی)(2) یعنی احسان جتلاکر یا آزار دے کر اپنے صدقات کو رائیگاں نہ کرو، نیز فرمایا (ولاتمنن تستکثر)(3) یعنی اور احسان نہ جتلاؤ زیادہ حاصل کرنے کیلئے، اس لئے یہ بات ہمارے لئے قابل قبول نہیں ہے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ اس منّت پر، منت کرنے والے کی تعریف کریں خاص کر یہ کہیں کہ اس نے اپنی مصاحبت اور مال کے ذریعے، سارے لوگوں سے زیادہ مجھ پر احسان کیا ہے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ مجادلہ آیت 13 نیز رجوع کریں دلائل الصدق ج 2 ص 120، الاوائل ج 1 ص 297 و حاشیة تلخیص الشافی ج 3 ص 235 اور 37 (جو بہت سے مآخذ سے منقول ہے) کی طرف \_

2\_ سورہ بقرہ آیت 264 \_

3\_ سورہ مدثر آیت 6 \_

ایک اہم اشارہ

انہی وجوہات کی بنا پر بظاہر جب نبی اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ، حضرت ابوبکر کو راہ خدا میں اپنا گھر بار مکہ چھوڑ آنے ،غار میں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھ رہنے ،خطرات جھیلنے اور خوف اعداء سے محزون و پریشان ہونے اور اس قسم کے دیگر طعنے دینے سے نہ روک سکے تو لوگوں کو حضرت ابوبکر کی اس حالت سے آگاہ کرنے پر مجبور ہوئے ،شاید وہ اس طرح اپنے بعض کاموں سے دستبردار ہوجاتے\_ آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے مجبور ہوکر آخری اقدام کے طور پر یہ طریقہ کار اختیار کیا جو تعلیم و تربیت کے اسالیب میں سے ایک اسلوب ہے\_ خصوصاً پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اسلام پر اس قسم کااحسان فقط حضرت ابوبکر نے نہیں کیا تھا کیونکہ سارے مہاجرین اپنے اموال اپنا وطن، اپنی سرزمین چھوڑ کر مدینہ چلے آئے تھے\_ سب نے مشکلات وخطرات کا مقابلہ کیا تھا\_ ان میں سے بہت سوں نے سخت ترین قسم کی ایذا رسانیوں اور سزاؤں کا سامنا کیا تھا\_ غار میں حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی مصاحبت کے بارے میں واضح رہے کہ امیرالمومنین کو در پیش خطرہ ان کو در پیش خطرے سے کہیں زیادہ تھا\_ بنابریں یہ احسان حضرت ابوبکر کا حصہ کیوں بن جائے؟ یہاں تک کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ ان کو اپنا سب سے بڑا محسن قرار دیں؟

د: طوسی اور مفیدکے بقول ابتدا میں حضرت ابوبکربچوں کے معلم تھے\_ پھر درزی کا کام کرنے لگے\_ بیت المال سے ان کا حصہ دوسرے مسلمانوں کے برابر تھا اسی لئے وہ انصار کی مدد کے محتاج ہوئے ان کے والد شکاری تھے پھر اپنا پیٹ بھرنے اور بدن چھپانے کیلئے ابن جدعان (1)کے دسترخوان پر مکھیاں اڑانے اور لوگوں کو بلانے کا کام کرنے لگے\_ (2) ان حالات میں فطری بات ہے کہ حضرت ابوبکر پانچ ہزار درہم کے کیسے

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ ابن جد عان کے متعلق بظاہر کہا یہی جاتا ہے کہ وہ ایک مالدار یہودی آدمی تھا\_ (از مترجم)

2\_ تلخیص الشافی ج 3 ص 238 دلائل الصدق ج 2 ص 130 و الافصاح ص 135 اور الغدیر ج 8 ص 51\_ محقق سید مہدی روحانی نے ابوبکر کے معلم ہونے کو درست نہیں سمجھا کیونکہ بچوں کو مکتب میں جمع کر کے پڑھانے کی رسم بعد میں نکلی ہے اور ایام جاہلیت میں مکہ کے اندر یہ رسم نہ تھی نیز وہ یہ سوال کرتے ہیں کہ اگر وہ معلم تھے تو ان کے شاگرد کون تھے؟ اس مکہ کے اندر چند معدود افراد کے علاوہ پڑھے لکھے افراد کیوں نہیں پائے جاتے تھے\_ جیساکہ کتاب کی ابتدا میں اس کا ذکر ہوچکا ہے\_بلکہ جرجی زیدان نے اپنی کتاب تاریخ تمدن میں لکھا ہے کہ حضور کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی بعثت کے وقت پورے مکہ میں صرف سات پڑھے لکھے آدمی تھے\_

مالک ہوسکتے تھے، چالیس ہزار درہم یا دینار تو دور کی بات ہے کیونکہ اس قسم کی دولت یا تجارت سے حاصل ہوتی ہے یا زراعت سے، حضرت ابوبکر اس طرح کے پیشوں سے تعلق نہیں رکھتے تھے، بنابریں بعض لوگ کیسے یہ دعوی کرتے ہیں کہ ان کا شمار قریش کے رؤسا، مالداروں اور صاحبان جاہ ومقام میں سے ہوتا تھا؟ اگر ان کی یہ حالت تھی تو پھر اپنی بیٹی (اسمائ) کی خبر کیوں نہ لی اور خاص کر اپنے باپ کو ابن جدعان کے پاس کیوں رہنے دیا؟\_

ھ: جب امیرالمومنینعليه‌السلام نے تھوڑا سا مال بطور صدقہ دیا (جیساکہ آپ نے یتیم، مسکین اور اسیر کو کھانا کھلا کر اس کا ثبوت دیا) تو اس کے بارے میں قرآن کی یہ آیت اتری:

(ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا ویتیما واسیرا انما نطعمکم ...) (1) اور جب انہوں نے اپنی انگوٹھی بطور صدقہ دی تو یہ آیت نازل ہوئی (انما ولیکم الله ورسوله والذین آمنوا الذین یقیمون الصلاة ویوتون الزکاة وهم راکعون) (2) نیز جب انہوں نے ایک درہم چھپاکر

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ انسان (دھر) آیت 8 اور روایات کے منابع یہ ہیں : المناقب (خوارزمی) ص 189 ، 195 ، ریاض النضرةج3 ص 208 و 209 ، التفسیر الکبیر ج30 ص 234 \_244 از واحدی و الزمخشری ، غرائب القرآن (حاشیہ جامع البیان پر مطبوع،) ج29 ص 112، 113، کشاف ج4 ص 670،نوادرالاصول ص 64 ، 65 ، الجامع لاحکام القرآن ج19 ص 131 از نقاش ، ثعلبی، قشیری و دیگر مفسرین، کشف الغمہ ج1 ص 169 ، تفسیر نورالثقلین ج5 ص469\_477 از امالی شیخ صدوق، قمی ، طبرسی و ابن شہر آشوب ، ذخائر العقبی ص 89 وسائل الشیعہ ج16 ص 190 ، فرائد السمطین ج2 ص 54 تا 56 ، مجمع البیان ج10 ص404 ، 405 ، المناقب ( ابن مغازلی) ص 273 ، الاصابہ ج4 ص 378 ، شرح نہج البلاغہ معتزلی ج1 ص 21، اور اسدالغابہ ج5 ص 530 ، 531 اور دیگر کثیر منابع\_

2\_ سورہ مائدہ آیت 55 اور حدیث کے مآخذ یہ ہیں : الکشاف ج1 ص 649 ، اسباب النزول ص 113 ، تفسیر المنار ج6 ص 442 نیز کہا ہے کہ کئی طریقوں سے روایت کی گئی ہے ، تفسیر نورالثقلین ج 1 ص 533 و 337 از الکافی ، احتجاج ، خصال، تفسیر قمی اور امالی شیخ صدوق، تفسیر الکبیر ج12 ص 26، الدرالمنثور ج2 ص 293 ، 294 از ابوشیخ، ابن مردویہ ، طبرانی، ابن ابی حاتم، ابن عساکر ، ابن جریر و ابونعیم و غیرہ ، فتح القدیر ج2 ص53خطیب کی کتاب المتفق و المفترق سے ، الجامع لاحکام القرآن ج6 ص 221 ، شواہد التنزیل ج1 ص 173 \_ 184 کنز العمال ج15 ص 146 ، الفصول المہمہ ( ابن صباغ) ص 108 ، تذکرة الخواص ص 15 ، المناقب خوارزمی ص 186 ، 187 ، ریاض النضرة ج 3 ص 208 ، ذخائر العقبی ص 102 از واقدی و ابو الفرج ابن جوزی اور وسائل الشیعہ ج6 ص 334 ، 335 و دیگر منابع \_

اور ایک درہم اعلانیہ نیز ایک درہم رات کو اور ایک درہم دن کو صدقہ دیا تو اللہ تعالی نے یوں توصیف فرمائی (الذین ینفقون اموالهم باللیل و النهار سرا وعلانیة فلهم اجرهم عند ربهم) (1) اسی طرح آیہ نجوی پر بھی سوائے حضرت علی عليه‌السلام کے کسی اور نے عمل پیراہو کر نہیں دکھایا(2)\_

ان ساری باتوں کی روشنی میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت ابوبکر نے چالیس ہزار درہم یا دینار راہ خدا میں خرچ کئے ہوتے اور نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پر ان کا اتنا بڑا احسان ہوتا کہ جس کا بدلہ خدا ہی دیتا یہاں تک کہ کسی کے مال نے حضرت ابوبکر کے مال کی مانند آپ کو فائدہ نہ پہنچایا ہوتا تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ خدا قرآن میں اس کا ذکر ہی نہ کرے اور تاریخ یا حدیث کی کتابوں میں کم از کم اس کا ایک نمونہ بھی ایسا دکھائی نہ دے جو قابل اثبات ہو؟ کیا مورخین اور محدثین نے حضرت ابوبکر کے فضائل سے عمداً چشم پوشی کی؟ اگر ہاں تو پھر اس

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ بقرہ آیت 274 روایات ان کتابوں میں موجود ہیں : الکشاف ج1 ص 319 ، تفسیر المنار ج3 ص 92 از عبدالرزاق و ابن جریر وغیرہ ، التفسیر الکبیر ج7 ص 83 ، الجامع لاحکام القرآن ج 3 ص 347 ، تفسیر قرآن العظیم ج1 ص 326 از ابن جریر ، ابن مردویہ و ابن ابی حاتم، فتح القدیر ج 1 ص 294 از عبد الرزاق ، عبد بن حمید و ابن منذر، طبرانی اور ابن عساکر و غیرہ ، الدرالمنثور ج1 ص 363 ، لباب النقول ص 50 مطبوعہ دار احیاء العلوم، اسباب النزول ص 50 ، تفسیر نورالثقلین ج1 ص 341 از عیاشی والفصول المہمہ (ابن صباغ) ص 107 ، نظم درر السمطین ص 90 ، ذخائر العقبی ص 88 ، تفسیر البرہان ج4 ص 412 ، المناقب ابن مغازلی ص 280 ، ینابیع المودة ص 92 ، روضة الواعظین ص 383 و 105 او ر شرح نہج البلاغہ معتزلی ج1 ص 21\_

2\_ ملاحظہ ہو: المناقب خوارزمی ص 196 ، ریاض النضرة ج 3 ص 180 ، الصواع المحرقہ ص 129 ا زواقدی ، نظم در ر السمطین ص 90، 91 ، تفسیر القرآن العظیم ج4 ص 327، 326، جامع البیان ج28 ص 14 ، 15 ، غرائب القرآن (حاشیہ جامع البیان پر) ج28 ص 24 ، 25 ، کفایة الطالب ص 136 ، 137 ، احکام القرآن جصاص ج 3 ص 428 ، مستدرک حاکم ج2 ص 482 ، تلخیص مستدرک ( ذہبی ، مطبوعہ حاشیہ مستدرک) ج2 ص 673، 675، لباب التاویل ج4 ص 224، مدارک التنزیل( مطبوعہ حاشیہ لباب التاویل) ج4 ص 224، اسباب النزول ص 235، شواہد التنزیل ج2 ص 231 \_240، الدر المنثور ج6 ص 185 ، از ابن ابی شیبہ ، عبد بن حمید، ابن منذر ، ابن مردویہ ، ابن ابی حاتم، عبدالرزاق، حاکم( جس نے اسے صحیح قرار دیا ہے ) ، سعید بن منصور و ابن راہویہ، فتح القدیر ج5 ص 191 ، التفسیر الکبیر ج29 ص 271 ، الجامع لاحکام القرآن ج17 ص 302 ، الکشاف ج4 ص 494 ، کشف الغمہ ج1 ص 168 ، احقاق الحق ( حصہ ملحقات) ج3 ص 129 تا 40 1 و ج14 ص 200 ، 217 و ج20 ص 181 ، 192 مذکورہ بعض مآخذ سے نیز دیگر کثیر منابع سے اور اعلام الوری ص 188 البتہ یہ بات ذہن نشین رہے کہ جگہ کی کمی کے پیش نظر اس حدیث اور گذشتہ تین روایات کے اکثر منابع و مآخذ ذکر نہیں کئے گئے وگرنہ مذکورہ منابع سے کہیں زیادہ کتب میں یہ روایات ملتی ہیں\_

سلسلے میں حضرت علی عليه‌السلام کے فضائل سے چشم پوشی کیوں نہیں کی؟

کیا حکمرانوں، بادشاہوں، ان کے ما تحتوں اور بڑے علماء نے حضرت ابوبکر پر ظلم کرتے ہوئے لوگوں کو ان کے فضائل بیان کرنے یا نقل کرنے سے روکا؟ (جس طرح حضرت علی عليه‌السلام پر ظلم کیا تھا؟) البتہ انہوں نے یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوبکرنے مکہ میں مجبور اور ستم دیدہ غلاموں کو آزاد کیا تھا لیکن ہم عرض کرچکے کہ اس کا اثبات ناممکن ہے\_ چنانچہ اسکافی معتزلی نے اس کا انکار کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان کی قیمت اس زمانے میں سو درہم بھی نہ تھی (بشرطیکہ روایت کی صحت کو تسلیم کرلیاجائے) \_

کیا خدا کی عدالت کا تقاضا یہ تھا کہ حضرت علی عليه‌السلام کے صدقات کا (کم ہونے کے باوجود) قرآن اور نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی زبانی ذکر ہو لیکن حضرت ابوبکر کے عطیات کا کئی ہزار کی حد تک پہنچنے کے باوجود، تذکرہ نہ ہو؟ کیا یہ عدل ہے؟ منزہ ہے وہ اللہ جو بادشاہ بھی ہے، حق بھی اور عدل مبین بھی، جس کے ہاں کسی پر ذرہ بھر بلکہ اس سے بھی کم ظلم نہیں ہوتا\_

اب کیا یہ کہنا صحیح نہیںہوگا کہ حضرت ابوبکر کے عطیات خالص خدا کی رضا کیلئے نہ تھے؟ اور اگر یہ سب ان کے فطری جود وسخاوت کا نتیجہ تھا ا ور اسی لئے اللہ نے ان کو نظر انداز فرمایا تھا تو پھر کم از کم خدا اسی خصلت کی ہی تعریف فرماتا اور اگر ان کے عطیات کی کوئی قدر وقیمت ہی نہ تھی تو پھر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے کیونکر فرمایا کہ اللہ بہت جلد اس کی جزا عنایت کرے گا؟ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے سوالات ابھرتے ہیں جن کا کوئی مفید، قانع کنندہ اور قابل قبول جواب آپ کو نہیں ملے گا\_

ان ساری باتوں سے قطع نظر حضرت ابوبکر کی مالداری کا ذکر فقط ان کی بیٹی حضرت عائشہ سے منقول ہے( جیساکہ شیخ مفید علیہ الرحمةنے کہا ہے )اوراس کے راویوں میں شعبی جیسے افراد بھی موجود ہیں جو رضائے بنی امیہ کے حصول کی خاطر تعصب اور اپنی دروغ گوئی اور افترا پردازی کے باعث معروف اور مشہور ہیں\_ (1)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ الافصاح فی امامة امیرالمومنینعليه‌السلام ص 131\_133 \_

ماہر چوروں کا تذکرہ

یہاں روتوں کو ہنسانے والی سب سے عجیب بات یہ ہے کہ بعض کے بقول چور جب حضرت ابوبکر کے چار سوا ونٹ اور چالیس غلاموں کو چوری کر کے لے گئے اور نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ا نہیں غمگین دیکھا تو ان سے اس کا سبب پوچھا \_ جب انہوں نے چوری کا واقعہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو بتایا تو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ان سے فرمایا:''(اچھا یہ بات ہے) میں سمجھا تھا کہ تم سے کوئی نماز قضا ہوگئی ہے ...''(1) لیکن مجھے سمجھ نہیں آتی کہ ان ماہر چوروں نے غلاموں اوراونٹوں کی اتنی بڑی مقدار کو کہاں چھپایا تھا؟ پھر ان میں سے ایک غلام نے بھی وہاں سے بھاگ کر جناب ابوبکر کو خبر دار نہیں کیا ؟ پھر کیسے ہوا کہ اس دور کی تاریخ کے سب سے بڑے قافلے کے چلنے کی آواز نے مکہ اور مدینہ کے کسی فرد کو بھی نہیں جگایا؟ پھر یہ بھی نہیں معلوم کہ حضرت ابوبکر کے پاس اتنی زیادہ ثروت کہاں سے آگئی؟ پھر وہ جزیرة العرب کے سب سے زیادہ متمول آدمی کے طور پر چاردانگ عالم میں مشہور کیوں نہیں ہوئے؟ آخر کار ہمیں یہ پتا بھی نہیں چل سکا کہ جناب ابوبکر مسروقہ چیزوں کو دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب بھی ہوسکے یا نہیں؟

حضرت ابوبکر کی دولت سے مربوط اقوال پر آخری تبصرہ

ہمارا نقطہ نظر یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کی دولت مندی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اسے خرچ کرنے کے بارے میں جو اقوال موجود ہیں وہ خلیفہ اول کے حامیوں کے شدید رد عمل کا نتیجہ ہیں کیونکہ وہ دیکھ رہے تھے کہ ایک طرف سے تو رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ قیمت اداکئے بغیر ان کی پیش کردہ سواری کو قبول کرنے سے انکار کر رہے ہیں (2)اور دوسری طرف سے حضرت علی،عليه‌السلام آپعليه‌السلام کے عطیات اور شب ہجرت اور دیگر مقامات پر آپعليه‌السلام کی

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ نزہة المجالس ج 1 ص 116\_

2\_ صحیح بخاری مطبوعہ مشکولی ج 5 ص 75 تاریخ طبری ج 2 ص 104 سیرت ابن ہشام ج 2 ص 131 طبقات ابن سعد ج 1 حصہ اول ص 153 البدایة والنہایة ج 3 ص 184\_188 مسند احمد ج 5 ص 245 الکامل ابن اثیر اور دیگر بہت سارے مآخذ کے علاوہ سیرت حلبی ج 2 ص 32 کی طرف رجوع کریں \_

قربانیوں کے بارے میں قرآن کی آیتیں اتر رہی ہیں\_

بنابریں ضروری تھا کہ وہ حضرت ابوبکر کیلئے عظیم فضائل اور قربانیاں ثابت کرنے کی جد وجہد کرتے\_

اس کے بعد یہ لوگ سواری والے واقعے کی تاویل یوں کرتے ہیں کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ اپنی جان اوراپنے مال کے ساتھ راہ خدا میں ہجرت کرنا چاہتے تھے\_ (1)

لیکن جب وہ ہجرت کے واقعات میں زاد راہ والی چمڑے کی تھیلی، پکی ہوئی بکری اور گوسفند کے دودھ کا تذکرہ کرتے ہیں تو اس تاویل کو بھول جاتے ہیں اور اپنی گفتار کے اندر موجود واضح تضاد سے غافل ہوجاتے ہیں کہ ایک طرف تو رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا اپنی جان اور فقط اپنے مال کے ساتھ ہجرت کا ارادہ فرمائیں اور دوسری طرف آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم حضرت ابوبکر کی طرف سے دیئے گئے مال، زاد راہ اور دودھ وغیرہ سے استفادہ کریں\_

جی ہاں اگر (نعوذ باللہ )رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے افعال واقوال میں تضاد نظر آئے تو کوئی فرق نہیں پڑتا بشرطیکہ حضرت ابوبکر کی فضیلت میں کمی یا فضائل سے ان کی محرومی کا باعث نہ بنے\_

دروغ پردازی اور جعل سازی

حقیقت یہ ہے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے اموال کے بارے میں فرمایا تھا ''ما نفعنی مال قط مثل ما نفعنی مال خدیجة '' (مجھے کسی مال نے اتنا فائدہ نہیں پہنچایا جتنا خدیجہ کے مال نے) جیساکہ ذکر ہوچکا ہے\_ لیکن اس حدیث کو حضرت ابوبکر کے حق میں تبدیل کردیا گیا ہے\_ اس کو مختلف شکلوں اور عبارتوں میں ڈھالاگیا ہے جو ایک ہی مقصد کی حامل اور ایک ہی واضح ہدف کی غماز ہیں اور وہ ہے حضرت ابوبکر کیلئے فضیلت تراشی اور بس\_ دیگر بہت ساری ان روایات کی مانند جن کا ذکر ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ امیرالمومنین حضرت علیعليه‌السلام کے فضائل کے مقابلے میں حضرت ابوبکر کے معتقدین کی وضع کردہ ہیں جیساکہ تحقیق اور موازنہ کرنے کی صورت میں ہر کسی کیلئے واضح ہے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ فتح الباری ج 7 باب الہجرة ص 183 و السیرة الحلبیة ج 2 ص 32 \_

ابوبکر اور دیدار الہی

حضرت انس سے مروی ہے کہ جب حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم غار سے خارج ہوئے تو حضرت ابوبکر نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی رکاب تھام لی رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا نے ان کی طرف نظر کی اور فرمایا :''اے ابوبکر تجھے خوشخبری نہ دوں؟'' بولے :''کیوں نہیں میرے ماں باپ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پر قربان جائیں''\_ فرمایا: ''بیشک خدا روز قیامت تمام لوگوں کے سامنے اپنا دیدار عام کرائے گا لیکن تمہارے لئے بطور خاص اپنی تجلی دکھائے گا''\_(1) یہاں پہلے تو ہم نہیں سمجھے کہ اس تجلی سے کیا مراد ہے\_ مگر یہ کہ مذہب مجسّمہ (جو ایک گمراہ مذہب ہے) کی رو سے اس کا معنی کیا جائے\_ اس کے علاوہ فیروز آبادی نے اس حدیث کو حضرت ابوبکر کے حق میں گھڑی گئی مشہور و معروف جعلی احادیث میں شمار کیا ہے جن کا باطل ہونا عقل سلیم کے نزدیک بدیہی اور واضح امر ہے\_ خطیب نے نقلی علوم کے ماہرین کے نزدیک اس کے جعلی ہونے کی تصدیق کی ہے\_ اس کے علاوہ ذہبی، عجلونی، ابن عدی، سیوطی، عسقلانی اور قاری وغیرہ نے بھی اس کے جعلی اور بے بنیاد ہونے کا فیصلہ دیا ہے\_ (2)

فضائل کے بارے میں ایک اہم یاددہانی

مدائنی کہتے ہیں معاویہ نے ہر جگہ اپنے عاملوں کو لکھا کہ کسی شیعہ کی شہادت قبول نہ کی جائے\_ نیز یہ بھی لکھا :''اپنے درمیان عثمان کے طرفداروں، دوستوں اور چاہنے والوں کو تلاش کرو، جو اس کے فضائل ومناقب بیان کریں ان کی مجالس میں حاضری دو، انہیں اپنے قریب لاؤ، ان کا احترام ملحوظ رکھو اور ان میں سے ہر کسی کی روایتوں کے ساتھ اس کا نام نیز اس کے باپ اور خاندان کے نام لکھ کر میرے پاس بھیج دو'' چنانچہ انہوں نے اس حکم کی تعمیل کی یہاں تک کہ حضرت عثمان کے فضائل و مناقب کی حد کردی کیونکہ معاویہ

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ الغدیر ج5 ص 301 \_ 302 اور دیگر مآخذ اگلے حاشیہ میں ذکر ہوں گے نیز ملاحظہ ہو: سیرہ حلبیہ ج2 ص 41\_

2\_ تاریخ خطیب بغدادی ج 2 ص 288 اور ج 12 ص 19 و کشف الخفاء ج 2 ص 419 اللئالی المصنوعة ج 1 ص 148، لسان المیزان ج 2 ص 64 میزان الاعتدال ج 2 ص 21، 232 اور 269 اور جلد سوم ص 336 اور الغدیر ج 5 ص 302 جو مذکورہ مآخذ کے علاوہ اسنی المطالب ص 63 سے ماخوذ ہے\_

ان کو انعام و اکرام عطیات، وظائف اور خلعتوں سے نوازتا تھا خواہ وہ عرب ہوں یا غیر غرب\_ یوں ہر شہر میں یہ کام عام ہوگیا اور لوگ دنیوی مال و مقام حاصل کرنے کیلئے اس کام میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرنے لگ گئے\_ معاویہ کا کوئی عامل ایسا نہ تھا جس کے پاس کوئی شخص آکر حضرت عثمان کی شان میں کوئی فضیلت یا منقبت بیان کرتا مگر یہ کہ وہ اس کا، اس کے رشتہ داروں، اور اس کی بیوی کا نام فہرست میں شامل کرلیتا\_ یہ سلسلہ ایک عرصے تک چلتارہا\_

پھر معاویہ نے اپنے عمال کو لکھا کہ اب حضرت عثمان کی شان میں احادیث کی شہرت ہر شہر اور ہر جگہ پہنچ چکی ہے\_ لہذا جب میرا یہ خط تمہیں ملے تو لوگوں کو صحابہ اور خلیفہ اول وخلیفہ دوم کے فضائل بیان کرنے کی دعوت دو\_ ابوتراب علی عليه‌السلام کے بارے میں مسلمانوں کے پاس موجود ایک ایک روایت کے مقابلے میں صحابہ کے دس فضائل میرے پاس لے آؤ کیونکہ یہ بات مجھے بہت زیادہ پسند ہے اور میری آنکھوں کیلئے زیادہ ٹھنڈک کا باعث ہے، نیز یہ عمل حضرت عثمان کے فضائل و مناقب کی بہ نسبت ابوتراب اور اس کے شیعوں کی دلیلوں کے مقابلہ میں بہتراور سخت تر ثابت ہوگا \_

معاویہ کے خطوط لوگوں کو پڑھ کر سنائے گئے\_ یوں صحابہ کی شان میں جعلی احادیث کا تانتا بندھ گیا جن کی کوئی حقیقت نہ تھی\_ لوگ اس قسم کی روایتیں نقل کرنے میں کوشاں ہوگئے\_ یہاں تک کہ منبروں پر ان کا ذکر ہونے لگا\_ قرآن پڑھانے والوں تک بھی یہ احادیث پہنچائی گئیں\_انہوں نے بچوں اور نوجوانوں کو وسیع پیمانے پر یہ احادیث سکھائیں\_ چنانچہ انہوں نے قرآن کی طرح ان کو سیکھ لیا اور دوسروں کیلئے نقل کیا\_

یہاں تک کہ انہوں نے عورتوں، لڑکیوں، اور نوکروں تک کو بھی یہ احادیث سکھا دیں اور اس کام میں عرصہ دراز تک مشغول رہے\_

پھر اس نے تمام شہروں میں اپنے عاملوں کے نام ایک ہی مضمون پر مشتمل فرمان لکھا\_ ''جس شخص کے خلاف یہ شہادت ملے کہ وہ حضرت علیعليه‌السلام اور اس کے اہلبیت سے محبت کرتا ہے تو اس کا نام رجسٹر سے کاٹ لو\_ اس کا وظیفہ اور روزی بند کردو''\_ اس کے بعد ایک اور خط اس کے ساتھ یوں لکھا ''جن لوگوں پر تم ان (علیعليه‌السلام

اور ان کی اہلبیت) کے ساتھ محبت کا الزام لگاچکے ہو\_ان کو عبرت ناک سزائیں دو اور ان کے گھروں کو منہدم کرادو'' اس کے نتیجے میں عراق والوں پر سب سے زیادہ مصیبت ٹوٹ پڑی خصوصاً کوفہ میں\_ یہاں تک کہ جب کسی شیعہ کے پاس اس کا قابل وثوق آدمی آتا اور اس کے گھر میں داخل ہوتا تاکہ اسے راز کی کوئی بات بتائے تو وہ اس کے غلاموں اور نوکروں سے بھی خوف محسوس کرتا تھا اور اس وقت تک اس کے ساتھ بات نہ کرتا جب تک اسے راز محفوظ رکھنے کی قسمیں نہ دے لیتا\_ یوں کثیر تعداد میں جھوٹی احادیث اور بہتانوں کا سلسلہ پھیل گیا\_ علمائ، قاضی اور والی ان پر عمل کرتے تھے \_ اس کام میں سب سے زیادہ ضعیف الایمان اور ریا کار قاری مبتلا ہوئے جو خضوع اور خشوع کا دکھلاوا کرتے تھے اور جھوٹی احادیث گھڑتے تاکہ حکمرانوں سے فائدہ لے سکیں اور ان کی مجالس کی قربت نصیب ہوسکے\_ نیز مال و جائیداد اور مرتبہ و مقام حاصل کرسکیں\_ نوبت یہاں تک پہنچی کہ یہ جھوٹی احادیث دیندار لوگوں تک بھی پہنچیں جو جھوٹ اور بہتان کو جائز نہیں سمجھتے تھے لیکن انہوں نے صحیح سمجھ کر ان کو قبول کیا اور نقل بھی کیا، اگر ان کو علم ہوتا کہ یہ جھوٹی ہیں تو وہ ان کو نقل نہ کرتے اور نہ مانتے\_ یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا یہاں تک کہ امام حسن بن علی علیہما السلام کی شہادت ہوئی اور فتنہ وبلا میں مزیداضافہ ہوگیا ...\_ (1)

انگشت خونین

ایک روایت میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر غار کے اندر سوراخوں کو بند کرنے لگے\_ اس اثنا میں ان کی انگلی زخمی ہوئی اوراس سے خون نکلنے لگا\_ وہ اپنی انگلی صاف کرنے کے ساتھ ساتھ انگلی سے مخاطب ہوکر یہ کہہ رہے تھے\_

ما انت الا اصبع دمیت

وفی سبیل الله مالقیت (2)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_النصایح الکافیہ ص 72\_73 از مدائنی و شرح نہج البلاغہ معتزلی ج11 ص 44\_

2\_ حلیة الاولیاء ج 1 ص 22 البدایة و النہایة ج 3 ص 180 السیرة الحلبیة ج 2 ص 35\_36\_

تو سوائے ایک خونین انگلی کے کچھ بھی نہیں \_ یہ تکلیف تجھے خدا کی راہ میں جھیلنی پڑی ہے\_

یہ روایت بھی غلط ہے کیونکہ یہ عبداللہ بن رواحہ کے ان اشعار میں سے ایک ہے جو انہوں نے اپنی انگلی زخمی ہونے پر جنگ موتہ میں کہے تھے\_ (1) البتہ صحیحین میں جندب ابن سفیان سے منقول ہے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے یہ شعر کسی مجلس میں یا غار میں اپنی انگلی کے زخمی ہونے پر پڑھا\_ (2)

بعض دوسرے لوگوں کا کہنا ہے کہ جب حضرت ابوبکر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے ملحق ہوئے تو اس وقت آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے یہ شعر کہا کیونکہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے یہ سمجھا کہ وہ مشرکین میں سے کوئی ہے چنانچہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے اپنی رفتار بڑھالی نتیجتاً ایک پتھر سے ٹکرا کر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا انگوٹھا زخمی ہوگیا\_ (3) ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دمیت اور لقیتکے الفاظ، ان دونوں کی یاء کو زبر دیکراورتاء کو ساکن کر کے ادا کئے ہوں تاکہ شعر نہ رہے کیونکہ آپ شعر نہیں کہتے تھے اور شعر کہنا آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کیلئے مناسب بھی نہیں تھا\_ بعض مآخذ میں مذکور ہے کہ یہ شعر ولید بن ولید بن مغیرہ نے اس وقت کہا جب مشرکین سے جان چھڑانے کیلئے ہجرت کی تھی یا اس وقت جب وہ ہشام بن عاص اور عباس بن ربیعہ کو چھڑانے کیلئے گیا تھا\_ (4) ایک قول کی رو سے یہ شعر ابودجانہ نے جنگ احد میں کہا\_ (5)

یوں واضح ہوا کہ حقیقت سے قریب بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ مذکورہ الفاظ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے ادا کئے تھے لیکن اس کی جھوٹی نسبت حضرت ابوبکر کی طرف دی گئی تاکہ (حکمران طبقہ کا) قرب حاصل کیا جاسکے اور بس ظاہر ہے یہ بات نہ کسی کمزور کو موٹا بنا سکتی ہے اور نہ کسی بھوکے کو سیر کرسکتی ہے (یعنی کسی کام کی نہیں)\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ السیرة الحلبیة ج 2 ص 69 اور 36 \_

2\_ صحیح مسلم ج 5 ص 181 اور 182 صحیح بخاری ج 2 ص 89 مطبوعہ المیمنیة و حیات الصحابة ج 1 ص 518 \_

3\_ ملاحظہ ہو بحار ج 19 ص 93 از مسند احمد و تاریخ طبری ج 2 ص 100 و السیرة الحلبیة ج 2 ص 36 از ابن جوزی\_

4\_ نسب قریش (مصعب زبیری) ص 324 والمصنف (عبدالزراق) ج 2 ص 447 و سیرت ابن ہشام ج 2 ص 220 \_

5\_ البدء و التاریخ ج 4 ص 202 \_

حضرت ابوبکر کے اہم فضائل

قابل توجہ اور عجیب نکتہ یہ ہے کہ صرف غار میں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی مصاحبت اور عمرکے لحاظ سے بزرگی کو سقیفہ کے دن حضرت ابوبکر کے استحقاق خلافت کو ثابت کرنے کیلئے بنیادی دلیل کے طور پر پیش کیا گیا نہ کہ کسی اور چیز کو\_ چنانچہ حضرت عمرنے سقیفہ کے دن کہا''کون ہے جو ان تین صفات کا حامل ہو\_ غار میں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کا واحد ساتھی ہو ،جب وہ محزون ہوئے تو رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے کہا غم مت کھا، اللہ ہمارے ساتھ ہے''\_

حضرت عمرنے مزید کہا کہ نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی خلافت کا سب سے زیادہ حقدار وہ ہے جو غار میں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا واحد ساتھی تھا، ابوبکر سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والوں میں سے ہیں اور عمر رسیدہ بھی\_عام بیعت کے دن حضرت عمرنے کہا ''ابوبکر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کا ساتھی ہے اور غار میں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھ ان کے سوا کوئی نہ تھا\_ تمہارے امور کی باگ ڈور سنبھالنے کا وہ سب سے زیادہ حقدار ہے\_ پس اٹھو اور انکی بیعت کرو''\_ (1)

حضرت سلمان سے منقول ہے ''اصبتم ذا السن فیکم ولکنکم اخطاتم اهلبیت نبیکم ...'' یعنی تم لوگوں نے عمر رسیدہ شخص کو تو پالیا لیکن اپنے نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی آل سے منحرف ہوگئے\_

جب یہودیوں نے حضرت ابوبکر سے اپنے ساتھی (رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ ) کا تعارف کرانے کی خواہش کا اظہار کیا تو بولے :''اے قوم یہودمیں اپنی ان دو انگلیوں کی طرح غار میں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھ رہا تھا''\_ حضرت عثمان سے مروی ہے ''ابوبکر صدیق (ہمارے خیال میں اس لفظ کا اضافہ بھی راویوں نے مذکورہ وجوہات کی بنا پر کیا ہے) لوگوں میں اس امر کا سب سے زیادہ حقدار ہے، وہ صدیق ہے ، رسول کا یار غار اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا ساتھی ہے ''\_ابوعبیدہ نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے\_

حضرت علیعليه‌السلام اور زبیر سے منقول ہے ''الغار وشرفہ وکبرہ وصلاتہ بالناس'' یعنی غار، ان کا شرف،

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ ان نصوص کیلئے رجوع ہو مجمع الزوائد ج 5 ص 182 از طبرانی (اس کے راوی ثقہ ہیں) بعض ابن ماجہ سے ہیں سیرت ابن ہشام ج 4 ص 311، البدایة و النہایة ج 5 ص 248 از بخاری نیز السیرة الحلبیة ج 3 ص 359، شرح نہج البلاغة معتزلی 6 ص 8، المصنف عبدالرزاق ج 5 ص 438 و الغدیر ج 7 ص 92 مذکورہ مآخذ میں سے بعض سے اور الریاض النضرة ج 1 ص 162\_166 سے\_

ان کا عمر رسیدہ ہونا اور لوگوں کیلئے ان کا نماز پڑھانا\_ (1)

آخر میں عسقلانی یہ کہتا ہے کہ یہ تھے ابوبکر کے وہ چیدہ چیدہ فضائل جن کی بدولت وہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے بعد آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی خلافت کے مستحق ٹھہرے اسی لئے عمر بن خطاب نے کہا ''ابوبکر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے ساتھی اور یار غار ہیں وہ سارے مسلمانوں میں تمہارے امور کی باگ ڈور سنبھالنے کے سب سے زیادہ حقدار ہیں''\_

جب حضرت ابوبکر کے سب سے بڑے فضائل یہی تھے جن کی بناپر وہ مستحق خلافت ٹھہرے اور یہ لوگ ان کے علاوہ کوئی اور فضیلت نہ پاسکے (جبکہ وہ انصارکے مقابلے میں مشکل ترین بحران سے دوچار تھے اور انہیں ایک ایک تنکے کے سہارے کی بھی ضرورت تھی) تو پھر حضرت علیعليه‌السلام اور ان کے عظیم فضائل (جو روز روشن کی طرح واضح تھے) کے مقابلے میں ان کا رد عمل کیا ہوگا؟ کیا ان کے مقابلے میں وہ کوئی قابل قبول دلیل قائم کرسکتے ہیں؟ اور کیا ان کے پاس رعب و دبدبے، دہشت اور طاقت کی زبان استعمال کرنے کے علاوہ کوئی جواب موجود ہے؟

پس جب فضیلت تراشی میں مدعی اس فضیلت کو بھی ثابت کرنے سے عاجز رہا اورخالی ہاتھ رہ گیا، یہاں تک کہ بلال کو ان پر ترجیح دی جانے لگی اور نوبت یہاں تک آپہنچی کہ حضرت بلال اس کی تردید پر مجبور ہوئے (شاید تاریخ اس کی وجہ بیان نہ کرسکی) اور کہا تم مجھے ان پر ترجیح کیسے دیتے ہو جبکہ میں ان کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہوں\_ (2) تو اب حضرت ابوبکر کی آبرو اور حیثیت کی حفاظت کیلئے کیا رہ جاتا ہے؟

ہم اس سوال کا جواب نکتہ دان اور منصف قاری پر چھوڑتے ہیں\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ مذکورہ تمام باتوں یا اس کے بعض حصوں کیلئے رجوع کریں شرح نہج البلاغة معتزلی ج 6 ص 8 و مستدرک الحاکم ج 3 ص 66 و سنن بیہقی ج 8 ص 153 یہ مسئلہ الغدیر ج 5 ص 369 ج7 ص 92 اور ج 10 ص 7 میں مکمل یا جزوی طور پر درج ذیل مآخذ سے منقول ہے: مسند احمد ج 1 ص 35 ،طبقات ابن سعد ج 3 ص 128 و نہایہ ابن اثیر ج 3 ص 247 و صفہ الصفوة ج 1 ص 97 و السیرة الحلبیة ج 3 ص 386 الصواعق المحرقہ ص7 سے، شرح نہج البلاغة معتزلی ج 1 ص 131 اور ج 2 ص 17، الریاض النضرة ج 2 ص 195 و کنز العمال ج 3 ص 140 ازطرابلسی (فضائل صحابہ میں) نیز منقول ہے الکنز ج 3 ص 139، 136 اور 140 سے از ابن ابی شیبہ، ابن عساکر ، ابن شاہین، ابن جریر، ابن سعد اور احمد ،اس کے تمام راوی صحاح والے راوی ہیں\_

2\_ الغدیر ج 10 ص 13 از تاریخ ابن عساکر ج 2 ص 314 اور تہذیب تاریخ دمشق ج3 ص 317\_

حضرت عثمان اور واقعہ غار

ابن مندہ نے ایک بے بنیاد سند کے ساتھ اسماء بنت ابوبکر سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا''جب میرا باپ غار میں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے ساتھ تھا تو میں اس کیلئے کھانا لے گئی تھی اس وقت حضرت عثمان نے آنحضرتعليه‌السلام سے اذن ہجرت مانگا اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ان کو حبشہ ہجرت کرنے کی اجازت دی''\_(1) لیکن یہ بات واضح ہے کہ حضرت عثمان نے واقعہ غار سے آٹھ سال پہلے حبشہ کو ہجرت کی تھی\_ اگر کوئی یہ کہے کہ یہاں غار سے مراد غار ثور نہیں بلکہ کوئی اور غار ہے تو اس کاجواب یہ ہے کہ یہ بات دلیل کی محتاج ہے اور ہم تاریخ میں کوئی ایسی دلیل نہیں پاتے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کسی اور غار میں داخل ہوئے ہوں اور اس میں حضرت ابوبکر کے ساتھ ایک مدت تک رہے ہوں\_ ان باتوں سے قطع نظر پہلے گزر چکا ہے کہ اسماء کا ان دونوں کیلئے غار میں کھانا پہنچانے والی بات ہی بے بنیاد ہے کیونکہ حضرت علی عليه‌السلام ہی آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے لئے غار میں کھانا لے کر جاتے تھے\_

یوم غار اور یوم غدیر

ابن عماد وغیرہ نے کہا ہے کہ شیعہ حضرات کئی صدیوں سے عاشورا کے دن اپنے آپ کو پیٹنے اور رونے دھونے نیز عید غدیر کے دن قبے بنانے، زیب و زینت کرنے اور دیگر مراسم کے ذریعے اپنی گمراہی کا ثبوت دیتے آئے ہیں\_ اس کے نتیجے میں متعصب سنی طیش میں آئے اور انہوں نے یوم غدیر کے مقابلے میں ٹھیک آٹھ دن بعد یعنی 26 ذی الحجہ کو یوم غار منانے کی بنیاد رکھی اوریہ فرض کرلیا کہ نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اور حضرت ابوبکر اس تاریخ کو غار میں پنہاں ہوئے تھے\_ حالانکہ یہ بات جہالت اور غلطی پر مبنی ہے کیونکہ غار والے ایام کا تعلق قطعی طور پر ماہ صفر اور ربیع الاول کی ابتدا سے ہے''\_ (2)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ کنز العمال ج22 ص 208 از ابن عساکر اور الاصابة ج 4 ص 304 \_

2\_ شذرات الذہب ج 3 ص 130 و الامام الصادق و المذاھب الاربعة ج 1 ص 94 و بحوث مع اہل السنة و السلیفة ص 145 و المنتظم (ابن جوزی) ج 7 ص 206 ، البدایہ والنہایہ ج11 ص 325 ، الخطط المقریزیہ ج1 ص 389 ، الکامل فی التاریخ ج9ص 155 ، نہایة الارب (نویری) ج1 ص 185 ، ذیل تجارب الامم (ابوشجاع) ج3 ص 339 ، 340 و تاریخ الاسلام ذہبی (واقعات سال 381\_ 400 ) ص 25\_

یہاں یہ کہنا چاہ یے کہ مذکورہ بات عداوت و جہالت سے عبارت تھی جس نے ان کی آنکھوں کو اندھا کردیا تھا اور بصیرت زائل کردی تھی کیا یوم غار (جس میں حضرت ابوبکر نے اپنی کمزوری اور بے یقینی کو ظاہر کردیا اور ہر ایک کو معلوم ہوگیا کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے بغیر قیمت کی ادائیگی کے ان کا اونٹ قبول نہیں کیا تھا) یوم غدیر کی مانند ہوسکتا ہے (جس دن خدانے اہلبیت کو ثقلین میں سے ایک قرار دیا جن سے تمسک کرنے والا ہرگزگمراہ نہیں ہوسکتا اور علی عليه‌السلام کو مومنین کا مولا اور رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے بعد ان کا امام قرار دیا) ان کے علاوہ دیگر نکات کو محققین اور بڑے بڑے محدثین نے نقل کیا ہے\_

حدیث غار کے بارے میں آخری تبصرہ

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

من کان یخلق ما یقول

فحیلتی فیه قلیلة ...

جو اپنی طرف سے بنا بناکر باتیں کرتا ہے بس اس کے مقابلے میں کوئی چارہ کار نہیں \_

واقعہ غار کے بارے میں بعض لوگوں کی ساختہ وپرداختہ اور پسندیدہ جعلی روایات پر ہم نے جو تبصرہ کیا ہے ،یہاں ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں\_ محترم قارئین نے ملاحظہ کیا ہوگا کہ ہم نے مذکورہ نصوص کے مآخذ کا زیادہ ذکر نہیں کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اس بات کی ضرورت محسوس نہیں کی، کیونکہ ہم نے دیکھا کہ یہ نصوص تاریخ اور حدیث کی مختلف کتابوں میں وافر مقدار میں موجود ہیں اور محترم قارئین کو ان کی تلاش و تحقیق کی صورت میں زیادہ زحمت نہیں کرنا پڑے گی، جس قدر ہم نے عرض کیا شاید قارئین کرام اسی کو کافی سمجھیںگے\_

امید ہے کہ مذکورہ عرائض قارئین کو ان بہت ساری باتوں کے بے بنیاد ہونے سے باخبر کریں گے جن کا ہم نے یہاں تذکرہ نہیں کیا، کیونکہ ان کا کذب وبطلان واضح ہے\_ اب باری ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطر آگین سیرت کے ذکر کی طرف دوبارہ پلٹنے کی\_ تو آیئےل کے سیرت طیبہ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا مطالعہ کرتے ہیں\_

تیسری فصل

قباکی جانب

مدینہ کی راہ میں

حضرت امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے ''جب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ غار سے نکل کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو چونکہ قریش نے آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی گرفتاری پر سواونٹوں کا انعام رکھا تھا اس لئے سراقہ بن جشعم بھی حضور اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی تلاش میں نکلا اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے پاس پہنچ گیا\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے دعا فرمائی ''اے خدا جس طریقے سے تو چا ہے، مجھے سراقہ کے شر سے بچا ''\_نتیجتاًسراقہ کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے جس سے اس کی ٹانگ دوھری ہوگئی اور وہ مشکل میں پڑگیا اس نے کہا اے محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ''اگر تمہیں یقین ہوکہ میرے گھوڑے کی ٹانگوں پر جو مصیبت آئی ہے وہ تیری طرف سے ہے تو خدا سے دعا کرو کہ وہ میرے گھوڑے کو چھوڑ دے\_ مجھے جان کی قسم (اس صورت میں) اگر تم لوگوں کو میری طرف سے کوئی نیکی نہ پہنچی تو کم از کم کوئی بدی بھی نہیں پہنچے گی''\_ چنانچہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا نے دعاکی اور اللہ نے اس کے گھوڑے کو آزاد کردیا لیکن وہ دوبارہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کا تعاقب کرنے لگا\_ یہاں تک کہ تین بار اس واقعے کا تکرار ہوا جب تیسری بار اس کے گھوڑے کی ٹانگیں رہا ہوئیں تو اس نے کہا:'' اے محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم یہ رہا میرا اونٹ جس پر میرا غلام سوار ہے اگر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو سواری یا دودھ کی ضرورت پڑے تو اس سے استفادہ کر لینا اور یہ رہا بطور نشانی اورعلامت میرے ترکش کا ایک تیر\_ اب میں لوٹتا ہوں اور آپ کے تعاقب سے دوسروں کو روکتا ہوں''\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا:'' مجھے تمہاری کسی چیز کی ضرورت نہیں''\_

نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی طرف سے سراقہ کی پیشکش کو ٹھکرانے کی وجہ شاید یہ دلیل ہوکہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نہیں چاہتے تھے کہ کسی مشرک کا آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پر کوئی حق ہواور اس بات کی تائید کرنے والی بعض روایات کا ذکر گزرچکا ہے\_اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سفر جاری رکھا یہاں تک کہ ام معبد کے خیمے تک پہنچ گئے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم وہاں

اتر گئے اور اس عورت کے پاس مہمان بننے کی خواہش کی وہ بولی میرے پاس کچھ بھی موجود نہیں ہے\_ اتنے میں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کی نظر ایک بکری پر پڑی جوکسی تکلیف کے باعث باقی چوپایوں کے ساتھ نہ جاسکی تھی\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا کیا اس کو دوہنے کی اجازت ہے؟ وہ بولی ہاں، لیکن اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے اپنا ہاتھ اس کی پشت پر پھیرا تو وہ تمام بھیڑ بکریوں سے زیادہ موٹی تازی ہوگئی پھر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے اپنا ہاتھ اس کے تھن پر پھیرا تو اس کے تھن حیرت انگیز طریقے سے بڑھ گئے اور دودھ سے لبریز ہوگئے\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ایک برتن مانگ کر دودھ دوہا\_ یوں سب نے اتنا دودھ پیا کہ سیر ہوگئے\_

پھر ام معبد نے اپنا بیٹا آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے حضور پیش کیا جو گوشت کے ایک لوتھڑے کے مانند تھا\_ وہ نہ تو بات کرسکتا تھا اور نہ اٹھ سکتا تھا\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ایک کجھور اٹھا کر چبایا اور اس کے منہ میں ڈال دیا\_ وہ فوراً اٹھ کر چلنے اور باتیں کرنے لگا\_ پھر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے اس کجھور کی گٹھلی زمین میں دبادی تو اسی وقت ایک درخت بن گئی اور تازہ کجھور اس سے لٹکنے لگیں\_ پھر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے اس کے آس پاس کی طرف اشارہ کیا تو وہ زمین چرا گاہ بن گئی\_

اس کے بعد آپ وہاں سے روانہ ہوئے\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی رحلت کے بعد اس درخت نے پھل نہیں دیا\_ جب حضرت علی عليه‌السلام شہید ہوئے تو وہ سوکھ گیااور پھر جب امام حسینعليه‌السلام شہید کئے گئے تو اس سے خون بہنے لگا\_ (1)

جب ابومعبد واپس آیا اور وہاں کا منظر دیکھا تو اس کی علت پوچھی\_ ام معبد بولی قریش کا ایک مرد میرے ہاں سے گزرا ہے اس کے حالات اور واقعات اس قسم کے تھے (ام معبد نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی جو توصیف کی وہ مشہور و معروف ہے)\_ یہ سن کر ابومعبد نے جان لیا کہ وہ نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ہیں\_ چنانچہ وہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے پاس گیا اور اپنے گھرانے کے ساتھ مسلمان ہوگیا\_ (2)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ تاریخ الخمیس ج 1 ص 335 از ربیع الابرار \_

2\_ ام معبد کا واقعہ مورخین کے درمیان مشہور و معروف ہے\_ مذکورہ عبارت ابتدا سے لے کر یہاں تک بحار الانوار ج 19 ص 75\_76 سے نقل ہوئی ہے\_ جو الخرائج و الجرائح سے لی گئی ہے نیز ملاحظہ ہو: تاریخ الخمیس ج1 ص 334، دلائل النبوة بیہقی مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ج1 ص 279 و سیرہ حلبیہ ج2 ص 49 \_ 50 و دیگر منابع و مآخذ\_

مشکلات کے بعد معجزات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی واضح کرامات اور روشن معجزات کے سامنے مذکورہ معجزات کی اتنی زیادہ اہمیت نہیں کیونکہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اشرف المخلوقات تھے اور خدا کے نزدیک تا روز قیامت اولین وآخرین کے مقابلے میں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا مقام سب سے زیادہ معزز و مکرم تھا\_

دوسری طرف سے ہجرت کی دشواریوں کے فوراً بعد ان کرامات کا ظہور اس حقیقت کی تائید کرتا ہے (جس کا ہم پہلے بھی ذکر کرچکے ہیں اور وہ یہ) کہ ہجرت کا عمل معجزانہ طریقے سے بھی انجام پاسکتا تھا لیکن اللہ کی منشا بس یہی ہے کہ سارے امور عام اسباب کے تحت انجام پذیر ہوں تاکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشکلات زندگی سے نبرد آزما ہونے اور دعوت الی اللہ کی سنگین ذمہ داریوں کو( تمام تر سختیوں، مصائب اور کٹھن مراحل میں)بطور احسن نبھانے کے حوالے سے ہر شخص کیلئے نمونہ عمل اور اسوہ حسنہ قرار پائیں\_ علاوہ ازیں یہ امر انسان کی تربیت اور اس کو تدریجاً معاشرے کا ایک فعال، تعمیری اور مفید عنصر بنانے کے عمل میں بھی مددگار ثابت ہوسکتا ہے تاکہ وہ انسان فقط طفیلی یا دوسرے کے رحم وکرم پرہی اکتفا کرنے والا نہ بنا رہے \_ان کے علاوہ دیگر فوائد ونتائج بھی ہیں جنہیں گزشتہ عرائض کی روشنی میں معلوم کیا جاسکتا ہے\_

امیرالمؤمنینعليه‌السلام کی ہجرت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سفر ہجرت جاری رکھا یہاں تک کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم مدینہ کے قریب پہنچے\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سب سے پہلے قبا میں عمرو بن عوف کے گھر تشریف لے گئے\_ حضرت ابوبکر نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے مدینہ میں داخل ہونے کی درخواست کی اور اس پر اصرار کیا\_ لیکن آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے انکار کرتے ہوئے فرمایا:'' میں داخل مدینہ نہیں ہوں گا جب تک میری ماں کا بیٹا اور میرا بھائی نیز میری بیٹی( یعنی حضرت علی عليه‌السلام اور حضرت فاطمہعليه‌السلام ) پہنچ نہ جائیں''\_ (1)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ الفصول المہمة (ابن صباغ مالکی) ص 35 (یہاں نام لئے بغیر ذکر ہوا ہے) امالی شیخ طوسی ج 2 ص 83 نیز اعلام الوری ص 66 بحار ج 19 ص 64، 106، 115، 116 و 75 اور 76 و ج22 ص 366 از الخرائج و الجرائح\_

جب شام ہوئی تو حضرت ابوبکر آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے جدا ہوئے اور مدینہ میں داخل ہوکر کسی انصاری کے ہاں چلے گئے لیکن رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ قبا کے مقام پر ہی کلثوم بن ہدم کے ہاں تشریف فرما رہے\_ (1)

پھر آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے اپنے بھائی حضرت علیعليه‌السلام کو ایک خط لکھا اور انہیں جلدسے جلد آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی طرف آنے کا حکم دیا\_ یہ خط آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ابوواقد لیثی کے ہاتھ ارسال فرمایا\_

جب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کا خط حضرت علی عليه‌السلام کو ملا تو آپعليه‌السلام سفر ہجرت کیلئے آمادہ ہوگئے اور اپنے ساتھ (مکہ میں) موجود بے چارے اور ضعیف مسلمانوں کو اس کی اطلاع دی اور حکم دیا کہ وہ رات کی تاریکی میں خاموشی کے ساتھ جلدی سے ذی طوی کی طرف حرکت کریں\_ امیرالمومنین حضرت علیعليه‌السلام حضرت فاطمہ بنت الرسول، اپنی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم اور فاطمہ بنت زبیر بن عبدالمطلب کو ساتھ لیکر نکلے\_ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے آزاد کر دہ غلام ایمن بن ام ایمن اور ابوواقد بھی ان کے ساتھ ہولئے\_ ابوواقد جانوروں کو ہانک رہے تھے\_ اس نے جب ان سواریوں کے ساتھ تندی برتی تو امیرالمؤمنین علیہ السلام نے اس کو نرمی کا حکم دیا\_ اس نے تعاقب کے خوف کا عذر پیش کیا امیرالمؤمنینعليه‌السلام نے فرمایا اطمینان رکھو، بتحقیق رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے مجھ سے فرمایا ہے (یعنی غار سے روانگی کے وقت ، جیساکہ پہلے بیان ہوچکا ہے) ''اے علی عليه‌السلام اس کے بعد یہ لوگ تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچا سکیں گے''\_

ضجنان کے قریب تعاقب کرنے والے ان تک پہنچ گئے جن کی تعداد سات تھی اور وہ نقاب پہنے ہوئے تھے\_ آٹھواں آدمی حارث بن امیہ کا آزاد کردہ غلام جناح تھا\_

حضرت علی عليه‌السلام نے عورتوں کو اتارا اورتلوار سونت کر ان لوگوں کے پاس آئے ان لوگوں نے انہیں واپس چلنے کیلئے کہا انہوں نے فرمایا: ''اگر میں ایسا نہ کروں تو؟'' وہ بولے :''تمہیں مجبوراً چلنا پڑے گا وگرنہ تمہیں سرکے بالوں سے پکڑ کرلے جائیں گے اور یہ تمہارے لئے موت سے بھی بدتر ہوگا''\_

پھر وہ سوار حملہ کرنے کیلئے سواریوں کی طرف بڑھے لیکن حضرت علی عليه‌السلام ان کے اور سواریوں کے درمیان

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ اعلام الوری ص 66 اور بحار ج 19 ص 106 از اعلام الوری\_

حائل ہوگئے اتنے میں جناح نے اپنی تلوار سے وار کیا لیکن حضرت علی عليه‌السلام نے پہلو بچا کر اس کا وار ضائع کردیا پھرآپعليه‌السلام نے اس کے کندھے پروار کیا، تلوار تیزی سے اترتی چلی گئی یہاں تک کہ اس کے گھوڑے کی پشت تک جاپہنچی اس کے بعد حضرت علی عليه‌السلام درج ذیل رجز پڑھتے ہوئے اپنی تلوار کے ساتھ ان پر ٹوٹ پڑے\_

خلوا سبیل الجاهد المجاهد

آلیت لا اعبد غیر الواحد

اس زحمت کش مجاہد کا راستہ نہ روکو میں نے خدائے واحد کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کرنے کی قسم کھا رکھی ہے\_

یہ دیکھ کر وہ لوگ وہاں سے ہٹ گئے اور کہنے لگے :''اے فرزند ابوطالب ہماری طرف سے بے فکر ہوجاؤ''\_ انہوں نے فرمایا:'' میں اپنے چچا زاد بھائی کے پاس یثرب جارہاہوں\_ جس کی یہ خواہش ہو کہ میں اس کے گوشت کے ٹکڑے کروں یا اس کا خون بہادوں تو وہ میرے پیچھے آئے یا میرے نزدیک آنے کی کوشش کرے''\_پھر حضرت علی عليه‌السلام اپنے دونوں ساتھیوں (ایمن اور ابوواقد) کے پاس آئے اور فرمایا:'' اپنی سواریوں کو آزاد چھوڑ دو''\_ اس کے بعد وہ بے فکر ہو کر سفر کرتے رہے یہاں تک کہ ضجنان پہنچ گئے\_ وہاں انہوں نے تقریباً ایک دن اور ایک رات استراحت فرمائی بعض کمزور اور بے چارے مومنین وہاں پہنچ کر حضرت علیعليه‌السلام سے مل گئے ان میں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی آزاد کردہ کنیز ام ایمن بھی تھیں\_ اس رات انہوں نے کھڑے ہو کر بیٹھ کراور پہلوؤں کے بل لیٹ کر اللہ کی عبادت کی یہاں تک کہ جب صبح ہوگئی تو حضرت علیعليه‌السلام نے ان کے ساتھ نماز فجر پڑھی \_اس کے بعد ان کے ساتھ دوبارہ سفر کا آغاز کیا اور ہرمنزل پر اس عمل کا اعادہ کرتے گئے یہاں تک کہ مدینہ پہنچ گئے\_ ان کی آمد سے قبل ہی ان کی شان میں یوں وحی نازل ہوئی\_ (الذین یذکرون الله قیاما وقعودا وعلی جنوبهم ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت هذا باطلا ... فاستجاب لهم ربهم انی لا اضیع عمل عامل منکم من ذکر او انثی ) (1) یعنی جولوگ کھڑے ہوکر، بیٹھ کر اور پہلوؤں کے بل خدا کو یاد کرتے ہیں اور زمین و آسمان کی خلقت میں غور کرتے

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ آل عمران آیت 191\_195 \_

اور کہتے ہیں خدایا تونے ان کو بے مقصد خلق نہیں کیا پس خدا نے ان کے جواب میں فرمایا: تم میں سے کسی کا عمل ضائع کرنے والا نہیں ہوں، خواہ مرد ہو یا عورت\_

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت علیعليه‌السلام کی آمد کی خبر ملی تو فرمایا :''علی عليه‌السلام کو میرے پاس بلاؤ''عرض کیا گیا :''اے اللہ کے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم وہ چلنے پر قادر نہیں ہیں ''\_یہ سن کر آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خود ان کے پاس آئے اور انہیں اپنے سینے سے لگایا\_ جب ان کے سوجے ہوئے پیروں پر حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی نظر پڑی تو شفقت کی بنا پر گریہ فرمایاکیونکہ ان کے قدموں سے خون ٹپک رہا تھا\_ حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے علی عليه‌السلام سے فرمایا:'' اے علی عليه‌السلام تم ایمان کے لحاظ سے اس امت کے سب سے پہلے مومن ہو اور اللہ اور رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی طرف ہجرت کرنے والے سب سے پہلے لیکن رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا سے ملحق ہونے والے سب سے آخری فرد ہو\_ مجھے قسم ہے اس کی جس کے اختیار میں میری جان ہے تجھ سے محبت نہیں کرے گا مگروہ جو مومن ہوگا اور اس کا ایمان آزمایا جاچکا ہوگا اور تجھ سے بغض نہیں رکھے گا مگروہ جو منافق یا کافر ہوگا''\_ (1)

بنابریں یہ واضح ہوا کہ کھلم کھلا ہجرت کرنے اور ہجرت سے روکنے والوں کو قتل کی دھمکی دینے والے شخص علی ابن ابیطالب تھے نہ کہ عمرابن خطاب\_ حضرت عمر کی طرف اس بات کی نسبت کے غلط ہونے سے متعلق تھوڑی سی بحث پہلے گزر چکی ہے\_ یہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ امیرالمومنین عليه‌السلام کے دیگر بہت سے فضائل کی طرح ان کی اس فضیلت کو بھی دوسروں سے منسوب کرنے کی کوشش کی گئی ہے\_

تبع اول کا خط

بعض لوگ کہتے ہیں کہ تبع اول آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی ولادت سے سینکڑوں سال قبل آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پر ایمان لاچکا تھا\_یہ واقعہ طویل ہے اور ہم اس کے ذکر سے اجتناب کرتے ہیں کیونکہ ہمیں اس کی صحت کے بارے میں اطمینان حاصل نہیں ہے البتہ قرطبی اور ابن حجت حموی نے (قرطبی سے) ثمرات الاوراق (ص 290\_ 291) میں

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ امالی شیخ طوسی ج 2 ص 83\_86 بحار ج 19 ص 64 \_ 67، 83 اور 85 تفسیر برہان ج 1 ص 332\_333 از الشیبانی (در نہج البیان) الاختصاص (شیخ مفید) المناقب (ابن شہر آشوب) ج 1 ص 183\_184، اعلام الوری 190 اور امتاع الاسماع (مقریزی) ج 1 ص 48 \_

اس کا تذکرہ کیا ہے جو حضرات تحقیق کے طالب ہوں وہ ادھر رجوع کریں\_

حضرت ابوبکر معروف بزرگ؟

بعض جگہوں میں ذکر ہوا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ آئے تو حضرت ابوبکر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھ ایک ہی سواری پر سوار تھے اور یہ کہ حضرت ابوبکر ایک جانے پہچانے بزرگ تھے لیکن رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا ایک غیر معروف نوجوان تھے\_ لوگ حضرت ابوبکر سے ملاقات کرتے اور پھر ان سے پوچھتے تھے کہ اے ابوبکر یہ تیرے آگے کون ہے؟ احمد کے الفاظ ہیں'' یہ لڑکا کون ہے جو تیرے آگے ہے؟'' وہ جواباً کہتے تھے :''یہ مجھے راستہ دکھاتا ہے''\_ لوگ یہی سمجھتے تھے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ان کو سفر کے راستے سے آگاہ کرتے ہیں حالانکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم راہ حق دکھانے والے ہیں\_

تمہید میں مذکور ہے کہ ''رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ سواری پر حضرت ابوبکر کے پیچھے بیٹھے تھے اور جب لوگ حضرت ابوبکر سے پوچھتے تھے کہ یہ تمہارے پیچھے کون ہے؟ ... ''

قسطلانی نے صاف الفاظ میں یوں بیان کیا ہے کہ یہ واقعہ بنی عمرو بن عوف کے ہاں سے روانگی یعنی قباسے مدینے کو روانگی کے وقت کا ہے\_

ایک اور روایت میں مذکور ہے کہ ''جب آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم مدینہ تشریف لائے اور مسلمانوں نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا استقبال کیاتو اس وقت حضرت ابوبکر لوگوں کے سامنے کھڑے ہوگئے اور پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم بیٹھ گئے\_ اس وقت حضرت ابوبکر بوڑھے تھے اور پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم جوان\_ جن لوگوں نے رسول اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو نہیں دیکھا تھا ہ حضرت ابوبکر کو رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سمجھ کر ان کے پاس آتے تو وہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کا تعارف کراتے تھے یہاں تک کہ جب سورج کی شعاعیں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ پر پڑنے لگیں تو حضرت ابوبکر نے اپنی چادر سے آپ پر سایہ کردیا تب جاکر لوگوں نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو پہچانا\_ (1)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ ان ساری باتوں یا بعض باتوں کیلئے رجوع کریں ارشاد الساری ج6 ص 214 ، سیرت حلبی ج2 ص 41 ، صحیح بخاری مطبوعہ مشکول باب ہجرت ج6 ص 53 و سیرت ابن ہشام ج2 ص 137 ، مسند احمد ج3 ص 287 ، المواہب اللدنیة ج1 ص 86 ، عیون الاخبار (ابن قتیبہ) ج2 ص 202 والمعارف (ابن قتیبہ) ص 75 ، الغدیر ج7 ص 258 (مذکورہ مآخذ میں سے متعدد کتب نیز الریاض النضرة ج1 ص 78 \_ 80 اور طبقات ابن سعد ج2 ص222 سے منقول)\_

لیکن یہ باتیں درست نہیں ہوسکتیں کیونکہ:

الف: یہ امر قابل قبول نہیں کہ حضرت ابوبکر معروف تھے لیکن رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا غیر معروف\_ کیونکہ آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم مکے آنے والے مختلف قبائل سے سالہا سال تک ملاقاتیں کرتے رہے تھے\_ یوں آپ کا ذکر ہر جگہ پھیل چکا تھا اور اہل مدینہ کے اسّی سے زیادہ افراد صرف تین ماہ قبل آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی بیعت کرچکے تھے پھر کیونکر ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوبکر تو جانی پہچانی شخصیت ٹھہریں لیکن رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا غیر معروف؟(1)اس کے علاوہ حضرت ابوبکر تو قبا پہنچتے ہی رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا سے جدا ہوکر مدینہ چلے گئے تھے اور مدینہ پہنچنے تک آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھ نہیں رہے تھے\_

ب: اہل مدینہ نہایت بے صبری سے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی آمد کے منتظر تھے اور جب آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم تشریف لائے تو تقریباً پانچ سو سواروں (2) نے حرّہ کے اس طرف آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا استقبال کیا تھا\_ اس وقت عورتیں بچے اور جوان اس طرح کا ترانہ الاپ رہے تھے\_

طلع البدر علینا

من ثنیات الوداع ...

ثنیات وداع سے آج ہمارے لئے چودہویں کا چاند نکل آیا ہے\_

آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم قبا میں چند روز لوگوں سے ملتے رہے تھے پھر کیا یہ ممکن ہے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم (بقول قسطلانی) ، قبا سے مدینہ تشریف لاتے وقت غیر معروف ہوجائیں(3)؟ \_

پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم مدینہ میں داخل تو ہوئے ہوں لیکن آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھ قبا یا مدینہ کے رہنے والوں میں سے کوئی بھی نہ ہو تو پھر اس وقت حضرت علی عليه‌السلام کہاں چلے گئے تھے؟ کیا اہل مدینہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے دیدار کے لئے جتھوں کی صوت میں یا اکیلے قبا نہیں آئے تھے؟ پھر انجان لوگوں کو جاننے والوں نے کیوں نہیں بتا یا اور چپ کیوں سادھ گئے؟

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ الغدیر ج7 ص 258 کی طرف رجوع کریں\_

2\_ الثقات ( ابن حیان) ج1 ص 131 و دلائل النبوة ج2 ص 233 وفاء الوفاء ج1 ص 255 از تاریخ صغیر (بخاری) و سیرت حلبی ج2 ص 52 و سیرت نبویہ (دحلان) حاشیہ حلبیہ ج1 ص 325 اور تاریخ الخمیس ج1 ص 326\_

3\_ ارشاد الساری ج6 ص 214\_

ج: رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا ابوبکر سے دوسال اور چند ماہ بڑے تھے کیونکہ آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم عام الفیل میں پیدا ہوئے اور حضرت ابوبکر بھی اپنی خلافت کے آخر میں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی عمر کو پہنچ چکے تھے (جیساکہ ان کا دعوی ہے) کیونکہ ان کی عمر وفات کے وقت رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی عمر کے برابر یعنی ترسٹھ سال ہوچکی تھی\_(1)

بنابریں یہ کیسے معقول ہوسکتا ہے کہ وہ تو عمر رسیدہ بزرگ ہوں لیکن رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا جوان؟ ہماری ان معروضات کی روشنی میں یزید بن اصم (جو دوسری صدی ہجری میں تہتر سال کی عمر میں مرے) سے مروی اس قول کا بطلان بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا نے حضرت ابوبکر سے فرمایا'' میری عمر زیادہ ہوگی یا تمہاری؟'' انہوں نے جواب دیا ''آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی بزرگی اور عزت وشرف مجھ سے زیادہ ہے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم مجھ سے بہتر ہیں لیکن میں عمر میں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے بڑاہوں''\_ (2)

یہ بہانہ کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے بر خلاف حضرت ابوبکر کے چہرے اور داڑھی میں بڑھاپے کے آثار زیادہ نمایاں تھے\_ (3) یا یہ کہ حضرت ابوبکر تاجر تھے اس لئے لوگ ان کو ملک شام جانے آنے کی وجہ سے پہچان چکے تھے\_ درست نہیں کیونکہ بالوں کا سفید ہونا یا نہ ہونا بڑھاپے اور جوانی کو نہیں چھپا سکتا \_حتی کہ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں ''ما ھذا الغلام بین یدیک؟'' (یہ لڑکا کون ہے جو تیرے آگے ہے؟) غور کیجئے ایک ایسے مرد کو جس کی عمر پچاس سال سے زیادہ ہوچکی ہو ''لڑکا'' کہنا کس قدر ستم ظریفی ہے؟

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ المعارف (ابن قتیبہ) ص 75 جس میں اس بات کے متفق علیہ ہونے کا دعوی کیا گیا ہے ، اسدالغابة ج 3 ص 223، مرآة الجنان ج 1 ص 65 و ص 69 ، مجمع الزوائد ج 9 ص 60، الاصابہ ج 2 ص 341 تا 344 الغدیر ج7 ص 271 جس میں مذکورہ مآخذ کے علاوہ درج ذیل مآخذ سے بھی نقل ہوا ہے \_ الکامل ابن اثیر ج1 ص 185 اور ج 2 ص 176 عیون الاثر ج 1 ص 43 و سیرت حلبی ج 3 ص 396 الطبری ج 2 ص 125 اور ج 4 ص 47 الاستیعاب ج 1 ص 335 جس میں کہا گیا ہے کہ اس بات میں کسی کو اختلاف نہیں کہ وفات کے وقت ان کی عمر 63 سال تھی و سیرت ابن ہشام ج 1 ص 205\_

2\_ الغدیر ج7 ص 270 از الاستیعاب ج 2 ص 226 الریاض النضرة ج1 ص 127 تاریخ الخلفاء ص 72 خلیفة بن خیاط، احمد بن حنبل اور ابن عساکر سے\_

3\_ فتح الباری ج7 ص 195 ، الغدیر ج7 ص 260 ،261 \_

اسکے علاوہ ابن عباس نے صحیح سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر نے رسول خدا صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ، آپ تو بوڑھے ہوگئے، فرمایا مجھے سورہ ہود اور سورہ واقعہ نے بوڑھا کردیا ... محدثین نے ابن مسعود اور ابن ابی جحیفہ سے بھی اس قسم کی روایت نقل کی ہے کہ لوگوں نے کہا ''اے اللہ کے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم تو بوڑھے ہوگئے ہیں''\_ فرمایا:'' مجھے ہود اور اس کے ساتھ والی سورتوں نے بوڑھا کردیا ہے''\_ (1) واضح ہے کہ مذکورہ سورتیں مکی ہیں\_ مذکورہ روایات کا مطلب یہ ہے کہ بڑھاپے نے وقت سے پہلے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کو آلیا\_ اسی لئے لوگ اس کے بارے میں سوال کر رہے تھے\_ (2)

رہا یہ کہنا کہ حضرت ابوبکر تاجر تھے اور شام آیا جایا کرتے تھے تو اس سلسلے میں ہم پہلے عرض کرچکے ہیں کہ ایام جاہلیت میں وہ بچوں کو پڑھاتے تھے اور اس کے بعد درزی کا کام کرنے لگے\_ علاوہ ازیں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ بھی تو شام کا سفر کیا کرتے تھے اور خصوصاً آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو قریش اور عربوں کے درمیان حاصل بزرگی و سیادت اور اہل مدینہ کے ساتھ رشتہ داری کی بناپرلوگوں کے درمیان آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی پہچان بدرجہ اولی اور زیادہ ہونی چاہئے\_

ان ساری باتوں کے علاوہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ سالہا سال تک مکہ آنے والے قبائل کے ساتھ بنفس نفیس ملاقاتیں بھی کرتے رہے تھے\_

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات بھی آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی شخصیت کا تعارف کراتی تھیں \_ چنانچہ ام معبد نے اپنے شوہر سے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی صفات کا تذکرہ کیا تو اس نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کوپہچان لیا\_ رہے حضرت ابوبکر تو ان کی صفات کا تذکرہ حضرت عائشہ وغیرہ کی زبانی اس کتاب میں پہلے گزر چکا ہے\_آخر کار ہمیں یہ سمجھ نہیں آتا کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا اور حضرت ابوبکر ایک ہی ناقہ کے سوار کیسے ہوگئے؟ حالانکہ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ دو اونٹ تھے یعنی ہر کسی کے پاس اپنی سواری تھی\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ مستدرک الحاکم ج2 ص 343 و تلخیص مستدرک ذہبی ( اسی صفحے کے حاشیہ میں) نیز اللمع (ابو نصر) ص 280 و تفسیر ابن کثیر ج2 ص 435 و الغدیر ج7 ص 361 مذکورہ مآخذ اور تفسیر قرطبی ج7 ص 1 و تفسیر الخازن ج2 ص 335 نیز جامع الحافظ ترمذی و نواد ر الاصول(حکیم ترمذی) ابویعلی، طبرانی اور ابن ابی شیبہ سے \_

2\_ الغدیر ج7 ص 261\_

علامہ امینی رحمة اللہ علیہ کا نقطہ نظر

علامہ امینی (قدس سرہ) کا نظریہ یہ ہے کہ ''آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم مجھ سے بزرگ ہیں لیکن میں آپ سے زیادہ عمر رسیدہ ہوں'' والی بات رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ اور سعید بن یربوع المخزومی کے درمیان پیش آئی ہے سعید 54 ہجری میں ایک سوبیس سال کی عمر میں چل بسے تھے\_

ان کا یہ بھی خیال ہے کہ سقیفہ کے دن اپنے مخالفین کے مقابلے میں حضرت ابوبکر کی دلیل ان کی بزرگسالی تھی\_ بنابریں ان کے چاہنے والوں نے اس دعوے کی تائید ان کے مذکورہ جعلی قول سے کرنے کی کوشش کی کہ وہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے مقابلے میں عمر رسیدہ لیکن رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ ان کے مقابلے میں زیادہ برگزیدہ ہیں اور یہ کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ ایک غیر معروف جوان بلکہ ایک لڑکے تھے اور حضرت ابوبکر ایک جانے پہچانے بزرگ تھے\_ (1)

مکہ میں منافقت کا کھیل

ہجرت کے بعد کے حالات کا ذکر چھیڑنے سے پہلے مکی زندگی سے مربوط ایک مسئلے کی طرف اشارہ اور اس کے بعض ظاہری پہلوؤں پر اظہار نظر مناسب معلوم ہوتا ہے اگرچہ اس مسئلے کا ہجرت کے بعد مدنی زندگی سے بھی گہرا تعلق ہے\_ وہ مسئلہ یہ ہے کہ کیا ہجرت سے قبل مسلمان ہونے والے مکیوں میں منافقین بھی تھے جن کا ظاہر کچھ اور باطن کچھ اور تھا یا نہیں ؟

اور کیا مکے کی فضا اس قسم کے افراد کو جو بظاہر اسلام قبول کریں اور اندر سے کافر ہی رہیں، وجود میں لانے کیلئے سازگار تھی یا نہیں؟

اس سلسلے میں علامہ طباطبائی کا حاصل کلام یہ ہے\_

ممکن ہے کوئی کہے کہ نہیں مکے میں منافقین کا کوئی وجود نہ تھا کیونکہ وہاں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا اور مسلمانوں کو طاقت اور اثرونفوذ حاصل ہی نہ تھاکہ جس کے باعث لوگ ان سے مرعوب اور خائف ہوتے یا ان سے کسی

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ الغدیر ج 7 ص 271\_

قسم کے مادی یا روحانی فائدے کی امید رکھتے \_پس وہ کیونکر ان کے قرب کے متلاشی ہوتے اور اپنی باطنی کیفیت کے برعکس ایمان کا اظہار کرتے؟

بلکہ مسلمان تو مکے میں کمزور مظلوم اور ستمدیدہ تھے\_ بنابریں ہونا تو یہ چاہ ے تھا کہ قریش کے رؤسا اور بزرگان کے مقابلے میں (خواہ خوف کی بنا پر ہو یا امید ورغبت کی بنا پر) مسلمانوںکی جانب سے اندرونی کیفیت کو چھپانے کی کوشش کی جاتی نہ اس کے برعکس \_

اس کے برعکس مدنی زندگی میں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی پوزیشن مستحکم ہوچکی تھی مسلمانوں کا اثر ونفوذ واضح ہوچکا تھا اور وہ اپنی حفاظت یا اپنا دفاع کرنے کی طاقت حاصل کرچکے تھے\_ مدینہ کے ہر گھر میں آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے اعوان و انصار اور پیروکار موجود تھے جو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے اوامر کی متابعت اور اپنی ہر قیمتی اور نفیس چیز کو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے حکم پر قربان کرتے تھے\_ رہے باقی ماندہ مٹھی بھر لوگ تو وہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی اعلانیہ مخالفت کا دم خم نہ رکھتے تھے\_ چنانچہ انہوں نے اپنی خیریت اسی میں جانی کہ بظاہر مسلمان ہوجائیں اور باطناً کافر ہی رہیں تاکہ جب بھی موقع ملے مسلمانوں کے ساتھ مکر وفریب اور سازش وحیلہ گری سے کام لے سکیں\_

خلاصہ یہ کہ اس انداز میں بعض لوگوں نے ابتدائی مسلمانوں کے درمیان منافقوں کی عدم موجودگی پر استدلال کیا ہے\_ لیکن یہ استدلال جیساکہ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں بے بنیاد ہے\_

کیونکہ مکے میں بھی منافقت کی وجوہات موجود تھیں \_اور اس کام کیلئے وہاں کے ماحول میں بھی گنجائشے موجود تھی\_ ان میں سے بعض اسباب کا ہم یہاں تذکرہ کرتے ہیں:

(الف): منافقت کے اسباب فقط وہی نہیں جن کا اوپر تذکرہ ہوا ہے یعنی صاحب اقتدار کا خوف یا اس سے وابستہ امید اور لالچ کیونکہ ہم مختلف معاشروں میں مختلف قسم کے لوگوں کا مشاہدہ کرتے ہیں جو خوبصورت نعروں پر، ہر قسم کی دعوت پر لبیک کہنے کیلئے آمادہ ہوتے ہیں بشرطیکہ وہ ان کی امیدوں اور آرزوؤں کے ساتھ سازگار ہو، ان کی خواہشات کی برآوری کی امید دلاتی ہو اور اس میں ان کی رغبتوں کا سامان ہو\_ پس وہ اس کی حمایت کرتے ہیں اگرچہ وہ ظالم ترین طاقتوں کے زیرسایہ ہی کیوں نہ ہوں اور

خود، ان کی حالت انتہائی کمزور اور ضعیف کیوں نہ ہو\_ یوں وہ اس کی خاطر اپنے وجود کو بہت سے خطرات میں جھونک دیتے ہیں نیز مشکلات اور سختیوں کو جھیلتے ہیں فقط اس امید میں کہ شاید کسی دن ان کی امیدوں کی کلی کھل جائے اور ان کے اہداف حاصل ہوجائیں جن کے خواب وہ دیکھا کرتے ہیں ،مثال کے طور پر حصول اقتدار اور حصول ثروت وجاہ ومقام وغیرہ\_

جی ہاں وہ یہ سب کر گزرتے ہیں اگرچہ وہ اکثر وبیشتر اس دعوت پر فقط اتنا ہی ایمان رکھتے ہیں جتنا ان کے مذکورہ بالا اہداف واغراض کے حصول کیلئے ضروری ہو اور واضح ہے کہ اس قسم کا لالچی منافق دعوت کی کامیابی کی صورت میں اس دعوت کیلئے بدترین دشمنوں سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہوتا ہے کیونکہ اگر اسے یہ احساس ہو کہ دعوت اس کی تمام آرزؤوں کو پورا نہیں کرسکتی (اگرچہ کسی مصلحت کے تحت ہی سہی) تو وہ منحرف اور خائن ہوجاتا ہے (1) اس کے علاوہ وہ اس دعوت کو انحراف کی طرف لے جانے نیز اسے سابقہ روش اور راہ مستقیم سے ہٹاکر ان غلط راہوں کی طرف لے جانے پر زیادہ قادر ہوتا ہے جن راہوں کی تاریکی اور ظلمت سے فائدہ اٹھا کر وہ اپنی خواہشات تک آسانی سے رسائی حاصل کرسکے\_ پھر ان کاموں کی توجیہہ کے سارے بہانے بھی اسی کے پاس ہی ہوتے ہیں خواہ اس کی توجیہات کتنی ہی کمزور اور بے بنیاد کیوں نہ ہوں\_

لیکن اگر دعوت کو ناکامی کا سامنا ہو تو وہ اپنی پوزیشن مضبوط کرچکنے کی صورت میں اپنے ہم خیال لوگوں سے یہ کہہ سکتا ہے کہ ہم درحقیقت تمہارے ساتھ ہیں ان لوگوں کے ساتھ تو بس مذاق کر رہے تھے\_ بقول قرآن (اناکنامعکم انمانحن مستھزؤون) ان باتوں کی روشنی میں یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ مدینے میں اگر منافقت عام طور پر حفاظتی مقاصد یا مخصوص مفادات وروابط کے بچاؤ کے پیش نظر تھی تو مکہ والی منافقت اسلام ومسلمین کیلئے یقیناً زیادہ خطرناک، زیادہ نقصان دہ اور زیادہ پریشان کن ہوگی جیساکہ ہم پہلے وضاحت کرچکے ہیں\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ تفسیر المیزان ج 19 ص 289 \_

خلاصہ یہ کہ اس بات کا قوی احتمال ہے کہ مکہ میں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے بعض پیروکار اسلام کے مخلص نہیں تھے بلکہ ان کو فقط اپنی ذات سے غرض تھی\_اس بات کی تائید اس حقیقت کو خاص کرملاحظہ کرنے سے ہوتی ہے کہ اسلام نے اپنی دعوت کے روز اول سے ہی قطعی وعدوں کا اعلان کیا تھا کہ اس کے علمبردار بہت جلد زمین کے حکمراں اور قیصر وکسری کے خزانوں کے مالک بن جائیں گے\_ (1)

چنانچہ جب عفیف کندی نے عباس بن عبدالمطلب سے پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ، علی عليه‌السلام اور خدیجہ عليه‌السلام کی نماز کے بارے میں پوچھا تو عباس نے جواب دیا:'' یہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں\_ اس کا دعوی ہے کہ خدانے اسے بھیجا ہے اور قیصر و کسری کے خزانے بہت جلد اس کے ہاتھ لگ جائیں گے''\_ عفیف افسوس کرتا تھا کہ وہ اس دن مسلمان کیوں نہ ہوا تاکہ وہ علی عليه‌السلام کے بعد مسلمانوں میں دوسرے نمبر پر ہوتا\_ (2)

نیز جب آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے چچا حضرت ابوطالبعليه‌السلام نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے قوم کی شکایت کا سبب پوچھا تو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا: ''میں ان کو ایک کلمے (یعنی مقصد) پر متحد کرناچاہتا ہوں جس کے نتیجے میں عرب ان کے مطیع اور عجم ان کے خراج گزار بن جائیں\_ (3)

اسی طرح یہ بھی منقول ہے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے بکر بن وائل سے قبائل کو دعوت اسلام دینے کے سلسلے میں فرمایا: ''اور تم خدا سے یہ عہد کروگے کہ اگر تم زندہ رہو تو ان (عجم)کے گھروں میں داخل ہوگے ان کی عورتوں سے نکاح کروگے اور ان کے بیٹوں کو غلام بنالوگے''\_

شیبان بن ثعلبہ سے بھی آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے تقریباً اسی قسم کی بات اس وقت کی جب آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے اپنے قریبی رشتہ

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ المیزان ج 19 ص 289 \_

2\_ ذخائر العقبی ص 59، دلائل النبوة ج 1 ص 416، لسان المیزان ج 1 ص 395 ابویعلی اورخصائص نسائی سے، الکامل ابن اثیر ج 2 ص 57 مطبوعہ صادر اور تاریخ طبری ج 2 ص 57 نیز حیاة الصحابہ ج1 ص 33 \_

3\_ سنن بیہقی ج 9 ص 88 و مستدرک الحاکم ج 2 ص 432 حاکم اور ذہبی نے تلخیص میں اسے صحیح قرار دیا ہے نیز تفسیر ابن کثیر ج 4 ص 28 و حیات الصحابہ ج 1 ص 33 کہ ترمذی نیز تفسیر طبری، احمد، نسائی اور ابن ابی حاتم سے نقل کیا ہے\_

داروں کو عذاب الہی سے ڈرایا\_ (1)

اس نکتے کی خوب وضاحت اس بات سے ہوتی ہے جو قبیلہ بنی عامر بن صعصعہ کے ایک فرد نے اس وقت کہی جب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ ان کو دعوت اسلام دینے آئے تھے\_ اس نے کہا ''اللہ کی قسم اگر یہ قریشی جوان میرے ہاتھ آتا تو میں اس کے ذریعے عرب کو ہڑپ کرجاتا'' اس کے بعض مآخذ کا پہلے تذکرہ ہوچکا ہے\_

مختصر یہ کہ جب مذکورہ منافقت کا مقصد ذاتی اغراض کیلئے اس دعوت کے قبول کرنے کو آلہ کار قرار دینا ہو تو (اس منافق کیلئے) سوائے اس کے چارہ نہیں کہ وہ اس دعوت کی وہاں تک حفاظت کرے جہاں تک وہ اپنے مفادات ومقاصد کی حفاطت پر مجبور ہو، یعنی جب تک وہ اس دعوت کے ذریعے اپنی آرزؤوں کی تکمیل اور اپنے مقاصد تک رسائی کی امید رکھتا ہوگا تب تک وہ اس دعوت اورتحریک کی حفاظت کرے گا\_

یہیں سے یہ نکتہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ضروری نہیں منافق اس دعوت (جس پر وہ ایمان نہیں رکھتا) کے خلاف مکروسازش کرنے اور اس کو خراب وبرباد کرنے کی کوشش کرے بلکہ بسا اوقات اس کا پورا لگاؤ اس کے ساتھ ہوتا ہے، اس کیلئے مال و متاع اور جاہ و حشمت کی قربانی دیتا ہے ہاں اس صورت میں کہ بعد میں اس سے بہتر نتائج حاصل کرنے کی اسے توقع ہو\_ لیکن جان کی قربانی نہیں دیتا اس حقیقت کا مشاہدہ مکے کے بعض مسلمانوں کی حالت سے بخوبی ہوتا ہے جو دعوت اسلامی کی حمایت اس وقت تک کرتے رہے جب تک موت سے روبرو نہ ہونا پڑا لیکن جب موت کا مرحلہ پیش آیا تو وہ جنگوں سے بھاگ جاتے، پیٹھ پھیرتے اور نبی اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو اپنے حال پر چھوڑ دیتے تھے\_ اس نکتے کا مشاہدہ بہت سے موقعوں پر ہوتا ہے البتہ بعض اوقات اس قسم کے لوگوں میں سے بعض کے اوپر بتدریج جذبہ دینی غالب آتا ہے اور وہ آہستہ آہستہ منزل اطمینان کو پہنچ جاتے ہیں بعد میں ہم غزوہ احد پر بحث کے دوران اس جانب انشاء اللہ اشارہ کریں گے\_ بحث کا نتیجہ یہ نکلاکہ :

(الف):بعض لوگوں کا بنیادی ہدف اور ان کا معیار ذاتی مفاد ہوتا ہے\_ بنابریں جب تک دین کے ذریعے

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ رجوع کریں : الثقات ج 1 ص 88، البدایہ و النہایہ ج 3 ص 140، 142 اور 145 کہ دلائل النبوة (ابن نعیم) حاکم اور بیہقی سے نقل کیا ہے\_ حیات الصحابة ج 1 ص 72 و 80 از البدایة و النہایة اور کنز العمال ج 1 ص 277 سے منقول ہے\_

ان کے مفادات حاصل ہوتے رہیں وہ بھی اس دین کا ساتھ دیتے ہیں لیکن جونہی وہ دین کو اپنے مفادات کی راہ میں رکاوٹ اور ان کیلئے باعث خطر سمجھتے ہیں تو پھر وہ اس کے خلاف مکر وسازش اور اسے تباہ وبرباد کرنے کیلئے کسی قسم کی سعی وکوشش سے دریغ نہیں کرتے اور ہر قسم کا وسیلہ اپناتے ہیں\_

(ب): دوسرے سبب کی طرف علامہ طباطبائی نے یوں اشارہ کیا ہے کہ یہ بات ممکن ہے کہ کوئی شخص ابتدائے بعثت میں ایمان لے آئے پھر وہ کسی ایسے امر سے روبرو ہو جس کے باعث اس کاایمان متزلزل ہو، وہ دین میں شک کرے اور مرتد ہوجائے لیکن اس کی نظر میں اہمیت کے حامل بعض مفادات مثال کے طور پر دشمنوں کی شماتت سے بچاؤ یا خاندانی، قبائلی اور تجارتی روابط کی حفاظت یا نسلی تعصب اور غیرت وغیرہ جن کے باعث سارے یا کچھ مسلمانوں سے رابطہ ضروری ہو یا کسی خاص قسم کے جاہ ومقام یا اس سے مربوط کسی اور مسئلے کی بنا پر اس کی پردہ پوشی کرتا ہو\_ (1)

بسا اوقات ہم تاریخ میں ایسے افراد کا مشاہدہ کرتے ہیں جو اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ وہ اس امر میں اکثر شک کیا کرتے تھے اور یوں وہ مذکورہ حقیقت کی تائید کرتے ہیں\_ یہاں تک کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر وہ ایسے شک کا شکار ہوئے جس کا شکار مسلمان ہونے کے بعد کبھی بھی نہ ہوئے تھے\_(2)

ادھر غزوہ احد میں جب انہوں نے سنا کہ آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم شہید ہوگئے تو وہ معرکہ جنگ سے فرار اختیار کرگئے اور ان میں سے بعض تو یہ کہتے ہیں کہ ہم ان کی طرف (دوستی کا) ہاتھ بڑھاتے ہیں کیونکہ وہ ہماری قوم کے ہی افراد اور ہمار ے چچازاد بھائی ہیں\_ (3)

(ج): مسلمانوں کی مکی زندگی کے دوران منافقوں کی موجودگی پر دلالت کرنے والی بعض آیات کی طرف علامہ طباطبائی نے بھی اشارہ کیا ہے مثال کے طور پر خداوند متعال کا یہ ارشاد: (لیقول الذین فی

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ تفسیر المیزان ج 19 ص 289 \_

2\_ مغازی واقدی ج 2 ص 607 \_

3\_ السیرة الحلبیة ج 2 ص 227 جنگ احد کے واقعے میں اس سلسلے میں مزید گفتگو مآخذ کے ذکر کے ساتھ ہوگی\_

قلوبهم مرض والکافرون ما ذا اراد الله بهذا مثلاً) (1) یعنی تاکہ دل کے بیمار اور کفار یہ کہیں کہ بھلا اللہ کا اس عجیب مثال سے کیا مطلب ہوسکتا ہے؟ یہ آیت ایک مکی سورہ کی ہے\_

نیز اللہ تعالی کا یہ ارشاد (ومن الناس من یقول آمنا بالله فاذا اوذی فی الله جعل فتنة الناس کعذاب الله ولئن جاء نصر من ربک لیقولن انا کنا معکم اولیس الله باعلم بما فی صدور العالمین ولیعلمن الله الذین آمنوا ولیعلمن المنافقین) (2)

یعنی لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو کہتا ہے کہ ہم اللہ پر ایمان لے آئے لیکن جب راہ خدا میں اسے تکلیف دی گئی تو اس نے لوگوں کی طرف سے ڈالی ہوئی آزمائشے کو عذاب الہی کے برابر قرار دیا\_ اب اگر تیرے رب کی طرف سے فتح و نصرت آگئی تو یہی شخص کہے گا ہم تو تمہارے ساتھ تھے کیا دنیا والوں کے دلوں کا حال اللہ کو بخوبی معلوم نہیں\_ اللہ تو ضروریہ جانتا ہے کہ ایمان والے کون ہیں اور منافق کون؟\_

یاد رہے کہ سورہ عنکبوت بھی مکی ہے\_ یہ آیت راہ خدا میں ایذاء رسانی اور آزمائشے کے بارے میں گفتگو کرتی ہے یہ باتیں مکہ کی ہیں نہ کہ مدینہ کی\_ اس آیت میں اللہ کا یہ فرمان (ولئن جاء نصر من ربک) یعنی اگر تیرے رب کی طرف سے فتح و نصرت آگئی اس آیت کے مدنی ہونے پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ فتح ونصرت کی مختلف شکلیں ہوسکتی ہیں\_

یہاں اس نکتے کا اضافہ کرتا ہوں کہ اللہ تعالی اس آیت میں بطور عام مستقبل کے منافقین کی بھی تصویر کشی فرما رہا ہے\_

اس کے بعدعلامہ طباطبائی کہتے ہیں: ''اس بات کا احتمال کہ شاید فتنہ (آزمائشے) سے مراد ہجرت کے بعدمکہ میں مسلمانوں کو پیش آنے والی مشکلات ہوں تو اس کی گنجائشے ہے کیونکہ ہجرت کے بعد مکہ میں ستائے جانے والے لوگ ہجرت سے قبل رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ پر ایمان لاچکے تھے اگرچہ انہیں بعد میں اذیت دی گئی''\_ (3)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ مدثر آیت 31 \_

2\_ سورہ عنکبوت، آیت 11\_

3\_ تفسیر المیزان ج 20 ص 90\_91\_

مذکورہ باتوں پر ایک اہم تبصرہ

علامہ طباطبائی آخر میں یہ تبصرہ کرتے ہیں کہ ''ہم رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی وفات کے وقت تک منافقین کا کوئی نہ کوئی تذکرہ سنتے رہتے ہیں\_ ان میں سے تقریباً اسّی افراد تبوک میں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو چھوڑ گئے\_ ادھر عبداللہ بن ابی، جنگ احد میں تین سو افراد کے ساتھ جدا ہوگیا تھا\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی وفات کے بعد ان منافقین کا بلا واسطہ ذکر ختم ہوگیا اور اسلام و مسلمین کے خلاف ان کی سازشوں، مکاریوں اور حیلوں کے بارے میں کوئی بات سننے میں نہیں آئی\_ کیا آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی وفات کے ساتھ ہی یہ سارے منافقین عادل، متقی، پرہیزگار اور انسان کامل بن گئے؟

اگر یہی بات ہو تو کیا ان کے درمیان رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی موجودگی ان کے مومن ہونے کی راہ میں رکاوٹ تھی؟ جبکہ اللہ نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو رحمة للعالمین بناکر بھیجا تھا؟ (ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں ان غلط باتوں سے جو نزول بلا اور غضب کا باعث ہوں) یا یہ کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی رحلت کے ساتھ ہی یہ منافقین بھی (جن کی تعداد سینکڑوں بتائی جاتی ہے) مرگئے؟ کیا بات ہے کہ تاریخ اس سلسلے میں ہمیں کچھ نہیں بتاتی؟

یا نہیں بلکہ حقیقت یہ تھی کہ ان منافقین کو حکومت کے اندر وہ چیز ملی جو ان کی نفسانی خواہشات سے ہم آہنگ نیز ان کے ہوا و ہوس اور مفادات کے ساتھ سازگار تھی؟ یا اس کی کوئی اور وجہ اور حقیقت تھی؟'' یہ فلسفہ میری سمجھ میں تو نہیں آتا\_ شاید ہوشیار اور زیرک لوگ اس کو سمجھتے ہوں\_

چوتھی فصل

مدینہ تک

آغاز:

مدینہ پہنچنے کے بعد اسلامی معاشرہ کی تشکیل، حکومت کی بنیادیں مضبوط کرنے اور دنیا کے مختلف حصوں میں تبلیغ اسلام کی منصوبہ بندی کرنے کا کام شروع ہوا\_ یوں اسلامی دعوت انفردای اصلاح کے مرحلے سے نکل کر معاشرتی اصلاح، اسلامی عقائد واحکام کے عملی نفاذ اور پوری دنیا سے جاہلیت کے تمام آثار کو مٹانے کے مرحلے میں داخل ہوئی\_

اگر ہم اس سلسلے میں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اقدامات کا تذکرہ کریں تو اس مختصر کتاب میں ان کا تفصیلی ذکر ممکن نہ ہوگا\_ نیز ہم آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی عطرآگین سیرت کے بنیادی واقعات پر بحث کرنے سے رہ جائیں گے\_ اس بناپر ہم یہ کام دوسروں کیلئے چھوڑتے ہیں اور ان چیزوں کے اجمالی بیان پر اکتفا کرتے ہیں جو کسی محقق کیلئے ضروری ہوتی ہیں\_ ہم جزئیات اور تفصیلات فقط اسی حد تک بیان کریں گے جو ہماری نظر میں ضروری اور معقول ہوں\_

اہل مدینہ کے گیت اور(معاذ اللہ) رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کا رقص؟

کہتے ہیں کہ اہل مدینہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی آمد سے اتنے خوش ہوئے کہ اس قدر کسی اور سے خوش نہیں ہوئے تھے\_ حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ جب حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم مدینہ پہنچے تو عورتیں اور لڑکیاں یہ گیت گارہی تھیں:

طلع البدر علینا

من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا

ما دعا لله داع

ایها المبعوث فینا

جئت بالامر المطاع

آج ثنیات وداع نامی جگہ سے چودہویں کا چاند طلوع ہوا\_

جب تک کوئی دعا کرنے والا دعا گو موجود ہے ہم پر خدا کا شکر لازم ہے\_

اے وہ جو ہماری طرف بھیجا گیا ہے تیرا پیغام واجب الاطاعت ہے\_

تب آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم دائیں طرف مڑے اور قبا میں پہنچ کر اتر گئے\_ (1)

ایک روایت کی رو سے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ اپنی آستینوں کے ساتھ ناچنے لگے ( معاذ اللہ)\_ (2)

قبا میں چند دن ٹھہرنے کے بعد آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم شہر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے\_ اس وقت بنی نجار کی

عورتیں دف بجا بجاکر گارہی تھیں\_

نحن نساء من بنی النجار

یا حبذا محمد من جار

ہم بنی نجارکی عورتیں ہیں، خوش نصیب ہیں کہ محمد صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ہمارے پڑوسی بن گئے\_

رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے ان سے فرمایا: ''کیا آپ مجھ سے محبت کرتی ہیں؟ ''وہ بولیں:'' ہاں اے اللہ کے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم '' آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا:'' اللہ کی قسم میں بھی تم سے محبت رکھتا ہوں''\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے یہ جملہ تین بار فرمایا\_ (3) حلبی کہتا ''ہے یہ واقعہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ شادی کے علاوہ دیگر موقعوں پر بھی دف (ڈھولکی) کے ساتھ گانا سننا جائز ہے''\_ (4) ابن کثیر نے صحیحین کی آئندہ آنے والے روایتوں سے استدلال کیا ہے کہ شادیوں اور مسافروں کی آمد کے موقع پر گانا بجانا جائز ہے\_ (5)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ تاریخ خمیس ج1 ص 341\_342 از الریاض النضرة ، و السیرة الحلبیة ج 2 ص 54، و دلائل النبوةبیہقی ج 2 ص 233، و وفاء الوفاء سمہودی ج 1 ص 244 و ج 4 ص1172 و 262 و فتح الباری ج 7 ص 204\_

2\_ نہج الحق الموجود فی دلائل الصدق ج 1 ص 389، (یعنی حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کریم اپنی آستینوں کو نعوذ باللہ تھرکانے لگے \_ از مترجم) فضل بن روز بہان نے بھی اس پراعتراض نہیں کیا بلکہ وہ اس کی توجیہ اور تاویل پیش کرنے لگے( گویا وہ اسے بالکل قبول کرتے ہیں)\_

3\_ وفاء الوفاء ج 1 ص 263 ، فتح الباری ج 7 ص 204 و دلائل النبوة بیہقی ج 2 ص 234 و 235 و تاریخ الخمیس ج 1 ص 341 و سیرت حلبی ج 3 ص 61 اور البدایة و النہایةج 3 ص 200 \_ 4\_ سیرت حلبی ج 2 ص 41 \_ 5\_ البدایة و النہایة ج 1 ص 276\_

لیکن یہ باتیں غلط ہیں:

جسکی وجوہات کچھ یوں ہیں:

(الف): ثنیات الوداع کا محل وقوع مدینے کی جانب نہیں بلکہ شام کی جانب ہے اور مکہ سے مدینہ کی طرف آنے والے کو نظر نہیں آتا اور نہ ہی وہاں سے اس کا گزر ہوتا ہے مگر یہ کہ کوئی شام کا رخ کرے (1) بلکہ سمہودی کے بقول ''میں نے مکہ کی جانب کسی سفر میں ثنیات الوداع کا تذکرہ نہیں دیکھا\_ (2)

''جن لوگوں نے اسے مکے کی جانب قرار دیا ہے بظاہر ان کی دلیل ان عورتوں کا مذکورہ جملہ ہے جو ہجرت کے موقع پر کہا گیا''\_ (3) ثنیة الوداع کے شام اور خیبر کی جانب واقع ہونے کی تائید تبوک کی طرف رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے تشریف لے جانے اور وہاں سے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے لوٹنے سے ہوتی ہے\_ جب آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خیبر اور شام سے لوٹے موتہ، غزوہ عالیہ اور غزوہ غابہ کی طرف گئے، نیز اسب مضمر (وہ گھوڑا جسے گھڑ دوڑ میں شرکت سے پہلے دبلا اور بدن کا چھریرا بنانے کیلئے ایک مدت تک باندھ کر رکھتے ہیں) کی مدت کے بارے میں گھڑ دوڑ والی حدیث میں مذکورہ بات سے بھی اس امرکی تائید ہوتی ہے\_ (4)

سمہودی نے مذکورہ بات کو صحیح قرار دینے کی کوشش اس طرح کی ہے کہ ان لوگوں کے بقول قبا سے مدینہ آتے وقت رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ انصار کے گھروں سے گزرے یہاں تک کہ بنی ساعدہ کے گھروں سے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا گزر ہوا جو شام کی جانب واقع ہے پس آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم شہر مدینہ میں داخل نہیں ہوئے مگر اسی طرف سے\_ (5)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ زاد المعاد ج 3 ص 10 اور رجوع کریں وفاء الوفاء سمہوری ج 4 ص 1170 نیز التراتیب الاداریہ ج2 ص 130\_

2\_ وفاء الوفاء ج 4 ص 1172\_

3\_ وفاء الوفاء ج 4 ص 1172\_

4\_ وفاء الوفاء ج 4 ص 1168و 1172 و 1169 اور ج3 ص 857 و858 از بخاری ، ابن ابی شیبہ ، طبرانی اوسط میں ، ابویعلی ، ابن حبان ، ابن اسحاق ،ابن سعد اور بیہقی و غیرہ نیز ملاحظہ ہو حیاة الصحابہ ج1 ص 603 و 207 اور السنن الکبری ج9 ص 175 و 85\_

5\_ وفاء الوفاء ج 4 ص 1170\_

یہ بات قابل تعجب ہے کیونکہ بنی ساعدہ کے گھروں سے گزرنے کا مقصد یہ نہیں کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم مدینے سے ان کی جانب سے داخل ہوئے کیونکہ عین ممکن ہے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم قبا کی جانب سے داخل ہوئے ہوں اور پھر اونٹنی نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو انصار کے گھروں کے درمیان پھرایا ہو\_ (جیساکہ اس نے صریحاً بیان کیا ہے) یہاں تک کہ وہ بنی ساعدہ کے گھروں تک پہنچی ہو\_

سمہودی کے اس احتمال کی نفی ''طلع البدر علینا'' والی روایت میں ان کے اس صریحی بیان سے ہوتی ہے کہ اہل مدینہ نے اس شعر کے ساتھ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا استقبال کیا پھر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ان کے ساتھ دائیں طرف قبا کی جانب مڑے جیساکہ بیان ہوچکا ہے، بنابریں یہ شعر مکہ سے مدینہ تشریف آوری کے موقع پر کہا گیا نہ کہ قبا سے مدینہ آمد پر\_

ان ساری باتوں کی روشنی میں حقیقت یہ ہے کہ مدینہ والوں نے اس شعر کے ساتھ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا استقبال مکہ سے تشریف آوری کے موقعے پر نہیں بلکہ تبوک سے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی آمد کے موقع پر کیا\_

(ب): حلبی کا اس روایت کی بنیاد پر گانے بجانے کو جائز قرار دینا قابل تعجب امر ہے کیونکہ روایت فقط اتنا کہتی ہے کہ انہوں نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی آمد پر شعر پڑھا \_ اس میں کوئی حرام چیز تو داخل نہیں تھی اور شعر پڑھنا کوئی کار حرام نہیں ہے بلکہ روایت میں ان اشعار کو لے میںپڑھنے کا ذکر بھی نہیں ہے\_ اسی لئے ان کے کسی عالم کا بیان ہے کہ ''حرام اور غلط موسیقی کے حامیوں کا اس (طلع البدر والی روایت) کو دلیل بناکر ہر قسم کی موسیقی کو جائز قرار دینا بالکل اسی طرح ہے جس طرح انگور اور (نشے سے خالی )انگور کے پانی کے حلال ہونے کو دلیل بناکر (اس سے تیار شدہ) نشہ آور شراب کو بھی حلال قرار دیا جائے\_ اس قسم کا قیاس ان لوگوں کے قیاس کی مانند ہے جو کہتے تھے کہ تجارت اور ربا ایک جیسے ہیں''\_ (1)

اور اگر ہم تسلیم بھی کرلیں کہ نامحرم عورت کی آواز کو سننا حرام ہے تو اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ حرمت کا یہ حکم اس وقت نازل ہوچکا تھا کیونکہ اسلام کے اکثر احکام تدریجاً نازل ہوئے جیساکہ شراب کے بارے

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ زاد المعاد (ابن قیم) ج 3 ص 17\_18\_

میں بھی یہی کہا گیا ہے\_ علاوہ برایں ان اشعار کو پڑھنے والیوں میں کسی ایسے فرد کے موجود ہونے کا بھی کوئی ثبوت نہیں جس کی آواز کا سننا حرام تھا\_

اگر ہم ان کی ساری باتیں تسلیم کرلیں پھر بھی اس بات کا احتمال ہے کہ ان حالات میں ان لوگوں کو منع کرنا یا ان کو حکم شرعی سے آگاہ کرنا ممکن نہ تھا\_ اور رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کا سکوت کسی مصلحت کے پیش نظر تھا بنابریں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے سکوت سے ان کے عمل کی تائید پر استدلال نہیں کیا جاسکتا\_

(ج): رہا رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کا (نعوذ باللہ ) اپنی آستینوں کو نچانا تو یہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی شان کے منافی ہے جیساکہ فضل بن روزبہان نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے\_ (1)

شیخ مظفر کہتے ہیں ''یہ عمل واضح بے وقوفی اور بے حیائی ہے اور ایک رہبر کیلئے بہت بڑا عیب ہے\_ نیز ان حالات میں حیا و مروت کے تقاضوں کی زبردست خلاف ورزی اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی رسالت کے سخت منافی ہے (کیونکہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا مقصد لوگوں کی ہدایت، ان کو نقائص اور احمقانہ اعمال سے نجات دلانا اور آخرت کی یاد دلانا تھا)''\_(2)

ان سب باتوں کے علاوہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے واضح طور پر ہر قسم کے لہو ولعب، گانے بجانے اور رقص سے منع فرمایا ہے جیساکہ ہم اس کا جلد تذکرہ کریں گے\_

مذکورہ باتوں کی روشنی میں ایک اور روایت (جو رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کے استقبال کے وقت بنی ساعدہ کی عورتوں کے گانے اور دف بجانے سے متعلق ہے) کے ذریعے ان کے استدلال کی کمزوری بھی معلوم ہوجاتی ہے\_

یہاں ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ غنا اور رقص کے جواز پر ان کے سارے دلائل کو پیش کرنے کے بعد ان پر بحث کی جائے اور پھر اس مسئلے میں قول حق کو بعض دلائل کے ساتھ بیان کیا جائے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ رجوع کریں دلائل الصدق ج 1 ص 393\_390(ترتیب کے ساتھ) \_

2\_ رجوع کریں دلائل الصدق ج 1 ص 393\_390(ترتیب کے ساتھ) \_

حلّیت غنا کے دلائل

گانے بجانے اور رقص کرنے کی حلیت پر مذکورہ باتوں کے علاوہ درج ذیل امور سے استدلال کیا گیا ہے:

1\_حلبی نے ابوبشیر سے نقل کیا ہے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا اور حضرت ابوبکر حبشیوں کے پاس سے گزرے جبکہ کھیل اور رقص میں مصروف تھے اور کہہ رہے تھے: ''یا ایہا الضیف المعرج طارقاً'' (اے رات کے وقت آنے والے مہمان)\_

(حلبی) کہتا ہے: ''آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے انہیں منع نہیں کیا اور ہمارے فقہاء نے رقص کے جواز پر اسی سے استدلال کیا ہے جو اشکال سے خالی ہے کیونکہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کے سامنے دف کے ساتھ یا اس کے بغیر خوبصورت آوازوں کے ساتھ اشعار گائے جانے کے بارے میں صحیح اور متواتر اخبار موجود ہیں\_ انہی روایات کی رو سے ہمارے فقیہوں نے دف بجانے کی حلیت پر استدلال کیا ہے اگرچہ گھونگھرؤوں کے ساتھ ہی کیوں نہ ہوں''\_ (1)

2\_ برید ہ سے مروی ہے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کسی جنگ کیلئے شہر سے خارج ہوئے\_ جب آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم واپس تشریف لائے تو سیاہ رنگ کی ایک لونڈی آئی اور بولی:'' میں نے نذرکی ہے کہ اگر اللہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو صحیح وسالم واپس لوٹائے تو میں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے سامنے دف بجاؤں گی اور گاؤں گی'' آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا:'' اگر تونے نذر کی تھی تو پھر دف بجاؤ وگرنہ نہیں''\_ چنانچہ وہ دف بجانے لگی اس دوران حضرت ابوبکر آئے اس کے بعد حضرت علیعليه‌السلام آئے جبکہ وہ دف بجا رہی تھی پھر حضرت عثمان آئے جبکہ ابھی وہ کنیز دف بجانے میں مشغول تھی اس کے بعد حضرت عمر داخل ہوئے پس اس کنیز نے دف کو اپنے سرین کے نیچے رکھا اور خود اس کے اوپر بیٹھ گئی\_ چنانچہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے فرمایا:'' اے عمر شیطان تجھ سے ڈرتا ہے وہ گارہی تھی حالانکہ میں بیٹھا ہوا تھا پھر ابوبکر آیا

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سیرت حلبی ج2 ص62\_

جبکہ وہ بدستور گاتی رہی تھی ...''\_(1)

3\_حضرت جابر سے منقول ہے حضرت ابوبکر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی خدمت میں پہنچے اس وقت آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے پاس دف بجایا جارہا تھا وہ بیٹھ گئے اور رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کا عمل دیکھ کر کچھ نہ کہا\_ پھر حضرت عمر آئے جب رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے عمر کی آواز سنی تو اس کام سے روکا جب وہ دونوں چلے گئے تو حضرت عائشہ بولیں :''اے اللہ کے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کیا عمر کے آنے سے حلال چیز حرام بن گئی؟ ''آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا:'' اے عائشہ ہر کسی کے ساتھ آزادانہ روش نہیں اپنائی جاسکتی''\_ (2)

4\_بخاری ومسلم وغیرہ نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا میرے پاس تشریف لائے اس وقت میرے پاس دو کنیزیں ایک طرب انگیز گیت گارہی تھیں\_ (مسلم کے بقول وہ دونوں گا بھی رہی تھیں اور دف بھی بجا رہی تھیں) آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم بستر پر لیٹ گئے اور اپنا رخ پھیر لیا\_ اتنے میں حضرت ابوبکر آئے اور مجھے ڈانٹ کر کہا:'' شیطان کی بانسری اور رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے ہاں؟''

رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے ان کی طرف رخ کیا اور فرمایا:'' ان دونوں کو چھوڑ دو''\_ مسلم کی ایک روایت کے مطابق آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا: ''اے ابوبکر ان کو کچھ نہ کہو کیونکہ یہ عید کے ایام ہیں''\_ (3)

بعض روایات میں مزید (جیساکہ بخاری میں ہے) مذکور ہے کہ وہ دونوں صرف گانے والیاں نہیں تھیں\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ اسدالغابة ج4 ص 64 ، نوادرالاصول ( از حکیم ترمذی) ص 58 و مسند احمد ج5 ص 353 \_ 354 ( کچھ اختلاف کے ساتھ) نیز دلائل الصدق ج1 ص 291 \_ 390 از ترمذی ج2 ص 293 جس نے اسے صحیح قرار دیا ہے \_ نیز بغوی نے بھی المصابیح میں اسے صحیح گرداناہے \_ نیز رجوع کریں الغدیر ج8 ص 64 \_65 سیرت حلبی ج 2 ص 62 سنن بیہقی ج10 ص 77 اور التراتیب الاداریہ ج2 ص 131\_

2\_ نیل الاوطار ج 8 ص271 و نوادر الاصول ( حکیم الترمذی) ص 138 ، و الغدیر ج 8 ص 64 \_65 از مشکاة المصابیح ص 55 اور گذشتہ بعض منابع سے\_

3\_ صحیح البخاری ج 1 ص 111 ط المیمنیہ،و صحیح مسلم ج 3 ص 22 ط مشکول، و السیرة الحلبیة ج 2 ص 61\_62 وحاشیہ ارشاد الساری ج 4 ص 195\_197 و لائل الصدق ج 1 ص 389 و سنن البیہقی ج 10 ص 224، و اللمع لابی نصرص 274\_ و البدایة و النہایة ج 1 ص276 و المدخل لابن الحاج ج 3 ص 109 و المصنف ج 11 ص 4 نیز تہذیب تاریخ دمشق ج2 ص 412\_

5\_ایک روایت کے مطابق ایک دفعہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا نے حضرت عائشہ کو ایک حبشی عورت کا ناچ دیکھنے کی دعوت دی\_ چنانچہ حضرت عائشہ آئیں اور اپنی ٹھوڑی رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے کندھے پر رکھ کر دیکھنے لگیں\_ حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اکرم نے اسے فرمایا:'' کیا ابھی جی نہیں بھرا؟ ابھی سیر نہیں ہوئی؟ اب بھی جی نہیں بھرا ؟''وہ کہتی تھیں:'' نہیں ''تاکہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے نزدیک اپنے مقام کا اندازہ لگالے\_ اتنے میں حضرت عمر آنکلے پس لوگ وہاں سے متفرق ہوگئے اس وقت رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے فرمایا: ''میں شیاطین جن وانس کو عمر کے خوف سے بھاگتے ہوئے دیکھتا ہوں''\_ (1)

6\_ ابن عباس سے مروی ہےکہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کےاصحاب خاموش بیٹھے ہوئے تھے اور ایک کنیز سارنگی کے ساتھ یہ گارہی تھی\_ هل علی ویحکم

ان لهوت من حرج

وائے ہو تم پر اگر میں دل بہلانے والا کام کروں تو کیااس میں کیا حرج ہے؟ یہ سن کر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا مسکرائے اور بولے:'' انشاء اللہ کوئی حرج نہیں''\_ (2)

7\_ ربیع بنت معوذ سے مروی ہے کہ جب اسے دلہن بناکر آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے پاس بھیجا گیا تو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اس کے پاس آئے اور بیٹھ گئے\_ اس وقت چھوٹی لڑکیاں دف بجاتی ہوئی بدر میں قتل ہونے والے اپنے آباء پربین کر رہی تھیں\_ یہاں تک کہ ان میں سے ایک نے کہا ''ہمارے درمیان وہ نبی بیٹھا ہوا ہے جو آئندہ کے حالات سے با خبر ہے'' آپ نے فرمایا:'' یوں نہ کہو بلکہ پہلے جو کچھ کہہ رہی تھیں وہی کہو''\_ (3)

8\_ ایک اور روایت میں مذکور ہے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے پاس چند کنیزیں گانے اور کھیلنے میں مشغول تھیں اتنے میں عمر آئے اور اذن چاہا\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ان عورتوں کو خاموش کرایا اور عمر کی حاجت پوری کردی، پس وہ چلے گئے\_ آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے اس شخص کے بارے میں سوال ہوا جس کی آمد پر

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ دلائل الصدق ج 1 ص 390، التاج الجامع (للاصول) ج 3 ص 314 و الغدیر ج 8 ص 65 از صحیح ترمذی ج 2 ص 294 (ترمذی نے اسے صحیح قرار دیا ہے) واز مصابیح السنة ج 2 ص 271 از مشکاة المصابیح ص 550 اور ریاض النضرة ج 2 ص 208 سے حیاة الصحابہ ج 2 ص 760\_761 اور منتخب کنز العمال ج 4 ص 393 از ابن عساکر و ابن عدی اور مشکات ص 272 از شیخین\_ 2\_ السیرة الحلبیة ہ ج 2 ص 61 ، التراتیب الاداریہ ج2 ص 131 \_132 از عقد الفرید و غیرہ اور تہذیب تاریخ دمشق ج4 ص 136\_ 3\_البخاری فتح الباری کے حاشیہ کے ساتھ ج7 ص 244\_

آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے ان (کنیزوں) کو خاموش رہنے کا حکم دیاتھا اور اس کے چلے جانے کے بعد دوبارہ گانا شروع کرنے کیلئے کہا تھا\_ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے جواباً فرمایا:'' یہ وہ شخص ہے جو فضولیات سننے کو ترجیح نہیں دیتا''\_ (1)

9\_ ایک روایت یہ کہتی ہے کہ ایک عورت عائشہ کے پاس آئی\_ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے فرمایا:'' اے عائشہ اسے پہچانتی ہو؟'' وہ بولیں :''نہیں اے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا''\_ فرمایا :''یہ فلان قبیلے کی گلو کارہ ہے\_ کیا تم اس سے گانا سننا چاہتی ہو؟''وہ بولیں:'' ہاں''\_ پس آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے اس کو ایک گول طشتری تھمادی، چنانچہ اس نے عائشہ کیلئے ایک گیت گایا\_ آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا:'' شیطان نے اس کی ناک کی دونوں سوراخوں میں پھونک ماری ہے''\_ (2) ابن ابی اوفی سے مروی ہے کہ نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے پاس حضرت ابوبکر آئے تب بھی ایک لڑکی دف بجاتی رہی پھر حضرت عمر آئے تب بھی وہ بجاتی رہی لیکن جب حضرت عثمان آئے تو تب وہ چپ ہورہی (3) شاعر نیل (محمد حافظ ابراہیم) اپنے دیوان میں خلیفہ ثانی کے فضائل گنتے ہوئے کہتا ہے:

ا خاف حتی الذراری فی ملاعبها ---- وراع حتی الغوانی فی ملاهیها

اریت تلک التی لله قد نذرت ---- انشوده لرسول الله تهدیها

ققالت : نذرت لئن عاد النبی لنا ---- من غزوة لعلی دفی اغنیها

ویممت حضره الهادی و قد ملات ---- نوار طلعته ارجاء و ادیها

و استاذنت ومشت بالدف واندفعت ---- تشجی بالحانها ماشاء مشجیها

و المصطفی و ابوبکر بجانبه ---- لا ینکران علیها ما اغانیها

حتی اذا لاح عن بعد لها عمر ---- خارت قواها وکاد الخوف یردیها

و خبات دفها فی ثوبها فرقا ---- منه ووّدت لون الارض تطوّیها

قد کان علم رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم الله یؤنسها---- فجاء بطش ابی حفص یخشیها

فقال مهبط وحی الله مبتسما ---- و فی ابتسامته معنی یواسیها

قد فر شیطانها لما رای عمرا ---- ان الشیاطین تخشی باس مخزیها

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ نہج الحق (دلائل الصدق کے ضمن میں) ج1 ص 402 از غزالی\_

2\_ مسند احمد ج3 ص 449\_

3\_ مسند احمد ج4 ص 353 \_ 354 اس سے حضرت عمر کی ہیبت کی نفی لیکن حضرت عثمان کا رعب ثابت ہوتاہے \_ مترجم

اس نے اپنے بچوں تک کو کھیلوں کے مقامات پر ڈرایا\_ اور گانے والیوں پر اور لہو و لعب کی جگہوں پر دہشت طاری کرادی\_

کیا تونے اس عورت کا ذکر سنا ہے جس نے خدا کی خوشنودی کیلئے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو ایک گیت سنانے کی نذر کی تھی\_

اس عورت نے کہا میں نے نذر کی تھی کہ اگر پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم جنگ سے واپس آئے تو میں دف بجا کر گاؤں گی\_

وہ کنیز رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے پاس گئی جبکہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے نور نے پوری وادی کو منور کر رکھا تھا\_

اس نے اجازت لی اور دف لےکرچلی پھر اپنی طربناک آواز کا جادو جگانا شروع کیا\_

مصطفی اور ابوبکر اسکے پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے اس کو گانے سے منع نہ کیا\_

یہاں تک کہ جب اسے دور سے عمر نظر آیا تو اس کی قوت ماند پڑنے لگی اور قریب تھا کہ خوف سے ہلاک ہوجاتی\_

اس نے ڈر کے مارے اپنی ڈفلی کپڑے کے اندر چھپالی اور یہ تمنا کی کہ کاش زمین اس کو اپنے اندر چھپا لیتی\_

رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدااپنی دانش کی بنا پر اس کے مونس تھے لیکن ابوحفضہ (عمر) کی سخت گیری نے اسے وحشت زدہ کردیا\_

وحی کے جائے نزول (رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا) نے مسکرا کر فرمایا اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی مسکراہٹ میں اس کیلئے تسلی کا سامان تھا\_

اس کنیز پر مسلط شیطان نے جب عمر کو دیکھا تو بھاگ گیا\_ شیاطین اپنے کو ذلیل کرنے والی طاقت سے ڈرتے ہیں\_

یہ وہ قابل ذکر دلائل تھے جن کے ذریعے ان لوگوں نے گانے بجانے کی حلیت پر استدلال کیا ہے

ہمارے خیال میں یہ ساری باتیں ان کے مدعا کو ثابت کرنے کیلئے کسی کام بھی نہیں آسکتیں\_

حلیت غنا کے دلائل کا جواب

اگر ہم مذکورہ احادیث کے ضعف کو بیان کرنا چاہیں تو ضروری ہے کہ ان کے اسناد سے چشم پوشی کریں وگرنہ بات لمبی ہوجائیگی اور ممکن ہے کچھ لوگ یہ سوچتے ہوں کہ صحاح ستہ میں موجود اسناد پر تنقید کرنے کا کسی کو حق حاصل نہیں، خاص کر بخاری اور مسلم میں جبکہ گذشتہ احادیث میں سے بعض ان کتب میں موجود ہیں\_

ہمارے نزدیک اگرچہ یہ خیال باطل ہے\_ اس موضوع پر علماء خاص کر شیخ محمود ابوریہ نے اپنی کتاب ''اضواء علی السنة المحمدیہ'' میں اور اسی طرح دیگر افراد نے بھی گفتگو کی ہے(1) لیکن اس کے باوجود ہم ان احادیث کی اسناد سے بحث نہیں کرتے (تا کہ ان لوگوں کی دلجوئی ہو اور ان کے جذبات کا احترام عمل میں آئے) بلکہ ان احادیث کے متن سے بحث کرتے ہوئے درج ذیل عرائض پیش کرتے ہیں:

(الف): مذکورہ روایات میں سے بعض کے متون میں زبردست اختلاف ہے خاص کر روایت نمبر2 اور روایت نمبر4 جو صحیح بخاری وصحیح مسلم اور دیگر کتب سے مروی ہیں\_

(ب): یہ روایات غنا کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں نہ کہ اس کی حلیت پر، بطور مثال: \_

1\_روایت نمبر2 میں حضور کا فرمان ''ان الشیطان لیخاف او لیفرق منک یا عمر'' (اے عمر شیطان تجھ سے ڈرتا ہے) گانے بجانے کی حرمت پر دلالت کرتا ہے\_ کیونکہ اگر غنا (گانا بجانا) حلال ہوتا (خاص کر نذر کی صورت میں) تو یہ بات درست نہ ہوتی کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ اس عمل کی مذمت کرتے اور اسے شیطانی عمل قرار دیتے\_

2\_ روایت نمبر 3 بھی عائشہ کی طرف سے اعتراض اور رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی جانب سے جواب کے پیش نظر حرمت پر دلالت کر رہی ہے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ ملاحظہ ہو: اضواء علی السنتہ المحمدیہ ، العتب الجمیل اور الغدیر و غیرہ\_

3\_چوتھی روایت میں اسے شیطانی بانسری قرار دیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ عمل حرام اور ناپسندیدہ تھا بنابریں یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا کیونکر ایسے امر کے مرتکب ہوئے؟

روزبہان نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے حکم خدا سمجھانے کیلئے ایسا کیا\_

لیکن یہ بات درست نہیں کیونکہ اگر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم زبانی طور پر حکم خدا بتادیتے تو کافی بھی ہوتا اور آسان بھی\_ علاوہ اس کے اگر مذکورہ بات درست ہوتی تو آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم عام لوگوں کے سامنے یہ کام انجام دیتے نہ کہ اپنے گھر میں بیٹھ کر اکیلے ہی سنتے\_ پھر جو عمل عقلاء کے نزدیک شیطانی بانسری قرار پائے وہ کیسے حلال ہوسکتا ہے؟

4\_ پانچویں روایت کی رو سے حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا:'' میں شیاطین جن وانس کو عمر کے خوف سے بھاگتے دیکھ رہا ہوں''\_ پس جب یہ کام شیطانوں کے جمع ہونے کا باعث ہو تو پھر اسے حرام ہونا چاہی ے نہ کہ حلال\_

5\_ آٹھویں روایت میں مذکور ہے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے فرمایا: ''یہ شخص فضولیات سننے کو ترجیح نہیں دیتا''یاد رہے کہ جو کام حلال یا مکروہ ہو وہ باطل و فضول نہیں کہلایا جاسکتا\_

6\_ آخری روایت میں رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے مغنیہ کے بارے میں فرمایا:''شیطان نے اس کی ناک کے دونوں سوراخوں میں پھونکا ہے''\_ یہ بات بھی حرمت پر دلالت کرتی ہے\_

(ج): ہم یہ سوال کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ کیسا شیطان تھا جو عمر سے خوف کھاتا تھا لیکن رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ سے نہیں؟ نیز جس کام کے بارے میں شیطان عمر سے ڈرے اس عمل کی نذر کیسے درست ہوسکتی ہے؟ جبکہ نذر میں یہ شرط ہے کہ جس چیز کی نذر کی جارہی ہے وہ خدا کی اطاعت اور پسندیدہ عمل محسوب ہو یا کم از کم نا پسندیدہ چیز نہ ہو جیساکہ بیہقی اور ترمذی جیسی حدیث کی کتابوں میں نذرسے متعلقہ ابواب کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے\_

یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خداتو فضول اور باطل باتیں سننے کو ترجیح دیں لیکن حضرت عمر فضولیات سے پرہیز کریں؟ یہاں پر حضرت عمر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ سے بھی زیادہ با اصول کیسے بن گئے\_؟

نیز یہ کیونکر ممکن ہے کہ شیطان تو اس مغنیہ کی ناک میں پھونکے لیکن دوسری طرف سے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ عائشہ کو

اس کے گیت سننے کی دعوت دیں؟ کیا کوئی بھی صاحب عقل شخص اس قسم کے متضاد اعمال بجالا سکتا ہے؟ چہ جائیکہ معصوم پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی طرف اس کی نسبت دی جائے\_ علاوہ برآن یہ کیسے معقول ہے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا اپنے بعض اعمال کو بعض لوگوں (عمر) سے چھپائیں اور اس عمل سے اس شخص کے باخبر ہونے کو اپنے لئے باعث ہتک حرمت سمجھیں لیکن کچھ لوگوں سے اس کو نہ چھپائیں؟ کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ عمل، قبیح یا کم از کم غیر پسندیدہ اور نا مناسب تھا؟

ایک روایت میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر گانے بجانے سے منع کرتے ہیں لیکن دوسری روایت میں مشاہدہ کرتے ہیں کہ وہ ایسا نہیں کرتے بلکہ عمر اس امر سے منع کرتے ہیں\_

(د): آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم عائشہ کو حبشیوں کا رقص دیکھنے کی دعوت کیسے دے سکتے ہیں جبکہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا چہرہ ان کے چہرے سے ملاہواہو؟ اور ساتھ ہی ان لوگوں کی حوصلہ افزائی کیلئے یہ بھی کہہ رہے ہوں:'' اے بنی ارفدہ اپنا خیال رکھنا ''\_ (1) کیا یہ آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی حیا (جو معروف ہے )کے منافی نہیں ؟ یہاں تک کہ روایات کے مطابق آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پردہ نشین دوشیزاؤں سے بھی زیادہ باحیا تھے\_ کیا مذکورہ عمل اس شخص کو زیب دیتا ہے جو حیا کو ایمان کا حصہ سمجھتا ہو اور جس کی مسکراہٹ ہی اس کا خندہ تھی؟ کیا یہ عمل اس بات کے ساتھ ہم آہنگ ہے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اپنی زوجات کو اندھے کی طرف دیکھنے سے منع فرماتے تھے؟ چنانچہ آپ نے اپنی دو بیویوں سے فرمایاتھا:'' کیا تم دونوں بھی اندھی ہو اور اس کو نہیں دیکھ رہی ہو؟'' (2)

(ھ): دف بجانے اور بدر کے مقتولین پر رونے کے درمیان کونسی مناسبت ہے؟ نیز کیا نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا سکوت (اگر فی الواقع آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم ساکت رہے ہوں) آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی رضا مندی پر دلالت کرتا ہے؟ خاص کر ان حالات میں کہ ان کاموں سے منع کرنے کیلئے تدریجی طریقہ کار کی ضرورت ہو\_

اگر کوئی یہ کہے کہ مذکورہ افعال کے مرتکب افراد آپ کے احکام کی اطاعت کرتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا تو مسلمان ہونا بھی ثابت نہیں ہے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ بخاری مطبوعہ میمنیہ ج 1 ص 111 \_

2\_ رجوع ہو بطرف مسند احمد ج 6 ص 296 و طبقات ابن سعد و مصابیح بغوی مطبوعہ دار المعرفہ ج2 ص 408 ، الجامع الصحیح ج5 ص 102 اور سنن ابوداؤد ج4 ص 63 ، 64\_

(و): چھٹی اور آخری عرض یہ کہ گانے بجانے کی حرمت پر بہت ساری روایات صریح انداز میں دلالت کرتی ہیں\_ یہ روایات یقینی طور پر متواتر ہیں\_یہاں ہم ان روایات میں سے درج ذیل روایتوں کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں\_

1\_ آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے مروی ہے ''میری امت میں ضرور ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو شراب، ریشم اور معازف (بینڈباجوں) کو حلال سمجھیں گے''\_ (1)

2\_ حضرت انس سے مروی مرفوع حدیث (وہ حدیث جس کے راویوں کا ذکرنہ ہو) میں مذکور ہے ''دو آوازیں لعنت اور گناہ کا باعث ہیں ان دونوں سے منع کرتا ہوں ایک بانسری کی آواز اور دوسری طرب انگیز نغمے یا مصیبت کے وقت شیطانی آواز''\_

عبدالرحمان بن عوف سے مروی ہے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا:'' میں نے دو احمقانہ اور گناہ آلود آوازوں سے منع کیا ہے ایک لہو ولعب والے نغمے اور شیطانی بانسریوں کی آواز سے اوردوسری مصیبت کے وقت نکالی جانے والی آواز سے'' حسن سے بھی اسی قسم کے الفاظ نقل ہوئے ہیں\_ (2)

3\_عمر بن خطاب سے مروی ہے'' گانے والی کنیز کی مزدوری حرام ہے اس کا گانا حرام ہے اس کی طرف دیکھنا بھی حرام ہے اس کی قیمت کتے کی قیمت جیسی ہے اورکتے کی قیمت حرام ہے''\_ (3)

4\_ ابن عباس سے منقول ہے'' دف بجانا حرام ہے، باجے حرام ہیں، ڈگڈگی (یا ڈھولکی) حرام ہے اور بانسری بھی حرام ہے''\_ (4)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سنن بیہقی ج 10 ص 221 اور صحیح بخاری و الغدیر ج 18 ص 70 از بخاری از تفسیر آلوسی ج 21 ص 76 مولف کا کہنا ہے کہ اسے احمد، ابن ماجہ و ابونعیم اور ابوداؤد نے اپنی صحیح سندوں کے ساتھ نقل کیا ہے کسی نے اس پر اشکال نہیں کیا بعض لوگوں نے تو اس کو صحیح قرار دیا ہے\_

2\_ المصنف ج 11 ص 6 و نیل الاوطار ج 8 ص 268 و تفسیر شوکانی ج 4 ص 236 و الدر المنثور ج 5 ص 160 والغدیر ج 8 ص 69 جس نے مذکورہ مآخذ سے سوائے پہلے ماخذ کے نقل کیا\_ نیز از کنز العمال ج 7 ص 333 نقد العلم و العلماء (ابن جوزی) ص 248 و تفسیر قرطبی ج 14 ص 530 \_

3\_ نیل الاوطار ج 8 ص 264 و ارشاد الساری ج 9 ص 163 اور الغدیر ج 8 ص 69\_70 از طبرانی و ارشاد الساری\_

4\_ سنن بیہقی ج 10 ص 222 \_

5\_ ابن عباس، انس اور ابوامامہ سے ایک حدیث مرفوع نقل ہوئی ہے کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا:'' اس امت کے اوپر زمین میں دھنسنے ،پتھر برسنے اور مسخ ہونے کی بلائیں نازل ہوں گی\_ یہ اس وقت ہوگا جب لوگ شراب پئیں گے، گانے والیوں سے استفادہ کریں گے اور باجے بجائیں گے''\_ (1)

6\_ انس اور ابوامامہ سے مروی حدیث مرفوع کہتی ہے ''اللہ نے مجھے کائنات کیلئے باعث رحمت بناکر، نیز باجوں بانسریوں اور ایام جاہلیت کے آثار کو مٹانے کیلئے بھیجا ہے''\_ (2)

7\_ابوہریرہ سے مروی حدیث مرفوع میں مذکور ہے ''آخری زمانے میں کچھ لوگ بندروں اور سوروں کی شکل میں مسخ ہوجائیں گے''\_ لوگوں نے اس کی علت پوچھی تو فرمایا:'' وہ باجوں، ڈھولکیوں اور گانے والیوں سے سروکار رکھیں گے''\_

اس قسم کی بات عبدالرحمان بن سابط، غازی بن ربیعہ، صالح بن خالد، انس بن ابی امامہ اور عمران بن حصین سے بھی مروی ہے\_ (3)

8\_ ترمذی نے حضرت علیعليه‌السلام سے (بطریق مرفوع)حدیث رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نقل کیا ہے کہ جب میری امت پندرہ چیزوں میں مبتلا ہوگی تو اس پر بلائیں نازل ہوں گی (ان کے ذکر میں فرمایا) جب وہ گانے والیوں اور باجوں سے بھی سروکار رکھیں گے\_

یہی بات ابوہریرہ سے بھی مروی ہے\_ (4)

9\_ صفوان بن امیہ سے منقول ہے کہ ہم رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے پاس تھے اتنے میں عمر بن قرہ آیا اور عرض کیا:

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ الدر المنثور ج 2 ص 324 وا لغدیر ج 8 ص 70 از در منثور و از تفسیر آلوسی ج 21 ص 76 اسے طبرانی، احمد اورابن ابی الدنیانے نقل کیا ہے\_

2\_ جامع بیان العلم ج 1 ص 153 و نیل الاوطار ج 8 ص 262 و در منثور ج 2 ص 324 و الغدیر ج 8 ص 70\_71 مذکورہ مآخذ سے \_

3\_ الدر المنثور ج 2 ص 324 اسے ابن ابی دنیا، ابن ابی شیبہ، ابن عدی، حاکم، بیہقی، داود اور ابن ماجہ نے بھی نقل کیا ہے نیز رجوع ہو المدخل ج 3 ص 105 و الغدیر ج 8 ص 71 \_

4\_ نیل الاوطار ج 8 ص 263 و المدخل ج 3 ص 105 و الغدیر ج 8 ص 71 از المدخل ونقد العلم و العلماء (ابن جوزی) ص 249 و تفسیر قرطبی ج 14 ص 53 \_

''اے اللہ کے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدانے میری قسمت میں شقاوت لکھ دی ہے اسی لئے میں روزی کما نہیں سکتا مگر اپنے ہاتھوں سے ڈھولکی بجاکر\_ بنابریں مجھے اجازت دیجئے کہ میں بے حیائی والے کا موں سے ہٹ کر گانے بجانے کا کام کروں''\_آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا: ''میں تجھے اجازت نہیں دیتا\_ اس کام میں نہ عزت ہے نہ شرافت\_ اے دشمن خدا تم جھوٹ بولتے ہو\_ اللہ نے تجھے پاکیزہ روزی عطا کی ہے لیکن تونے رزق حلال کاراستہ چھوڑ کرحرام روزی کی راہ اپنائی ہے\_ خبر دار جو دوبارہ یہ بات کہی تو میں تجھے المناک سزا دوںگا''\_(1)

حلبی نے اس روایت پر یوں تبصرہ کیا ہے:'' مگر یہ کہاجائے کہ یہ نہی (بشرطیکہ صحیح ہو) اس شخص کیلئے ہے جو ڈھولکی بجانے کو پیشہ بنالے\_ اس صورت میں یہ عمل مکروہ ہے\_ رہا آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا یہ فرمانا کہ''تم نے راہ حرام کو اختیار کیا'' تو یہ جملہ اس کام کی قباحت کو بیان کرنے میں مبالغہ آرائی کیلئے ہے''\_(2)

لیکن حلبی یہ بھول گئے کہ اگر اس کام کو پیشہ بنانا فقط مکروہ ہوتا تو پھر آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اس کو المناک سزا دینے کی دھمکی کیوں دیتے؟ اور اسے دشمن خدا کیوں قرار دیتے؟

اس کے علاوہ آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا حرام کو ''طیب'' (پاکیزہ وحلال) کے مقابلے میں ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ حرام سے مراد وہی ''خبیث'' ہے جو قرآن کی اس صریح آیت کے مطابق حرام قرار دی گئی ہے (ویحل لهم الطیبات ویحرم علیهم الخبائث) (3) یعنی وہ پاکیزہ چیزوں کو ان کیلئے حلال اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام قرار دیتا ہے\_

10\_ابوامامہ سے مروی ہے گانے والیوں کو نہ بیچو اور نہ ہی خریدو، اور نہ ان کو تعلیم دو، ان کی تجارت میں کوئی خوبی نہیں\_ ان کی قیمت حرام ہے اس قسم کے امور کے بارے میںیہ آیت نازل کی گئی ہے (ومن الناس من یشتری ...) (4)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ السیرة الحلبیة ج 2 ص 63 از ابن ابی شیبہ\_

2\_ السیرة الحلبیة ج 2 ص 62 \_

3\_ سورہ اعراف آیت 157\_

4\_سورہ لقمان، آیت 6\_

ایک اور عبارت میںآیا ہے ''گانے والیوں کو تعلیم دینا جائز نہیں اور نہ ہی ان کو بیچنا\_ ان کی قیمتیں حرام ہیں\_ قرآن کی یہ(مذکورہ) آیت اسی قسم کی چیزوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے ...''\_ (1)

11\_ عائشہ سے مروی ایک حدیث مرفوع کہتی ہے'' خدائے تعالی نے گانے والی کنیزوں، ان کی خریدوفروخت اور قیمت کو حرام قرار دیا ہے \_نیز ان کو تعلیم دینا اور ان کو سننا بھی حرام ہے''\_ پھرآپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے یہ آیت پڑھی (ومن الناس من یشتری لھوالحدیث) (2)

12\_ابن مسعود سے خدا کے اس قول (ومن الناس من یشتری لہوالحدیث) کے بارے میں سوال ہوا تو جواب دیا:'' اللہ کی قسم، اس سے مراد غنا (گانا بجانا) ہے''\_ ایک اور عبارت یوں کہتی ہے ''واللہ اس سے مراد غنا ہے قسم ہے اس اللہ کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں'' \_ اور اس کو تین بار دہرایا\_

جابر سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے کہ اس سے مراد غنا اور اس کا سننا ہے\_

علاوہ ان کے ابن عباس ابن عمر، عکرمہ، سعید بن جبیر، مجاہد، مکحول، عمرو بن شعیب، میمون بن مہران، قتادہ، نخعی، عطائ، علی ابن بذیمہ، اور حسن نے بھی اس آیت کا مقصود غنا ہی کو قرار دیا ہے\_(3)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ نیل الاوطار ج 8 ص 263 و تفسیر شوکانی ج ص 234 و در منثور ج 5 ص 159 و تفسیر ابن کثیر ج 3 ص 442 و ارشاد الساری ج 9 ص 163 و المدخل (ابن حاج) ج 3 ص 104 و تفسیر طبری ج 21 ص 39 و الغدیر ج 8 ص 67 (مذکورہ مآخذ) اور تفسیر قرطبی ج 14 ص 51 و نقد العلم و العلماء ص 247 و تفسیر الخازن ج 3 ص 36 و تفسیر آلوسی ج 21 ص 68 و ترمذی کتاب 12 باب 51 سے ماخوذ \_انہوں نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ درج ذیل محدثین نے بھی اس کو نقل کیا ہے\_ سعید بن منصور، احمد، ابن ماجة، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن ابی شیبة ، ابن مردویہ ،طبرانی و ابن ابی دنیا\_

2\_ الدرالمنثور ج 4 ص 228 و الغدیر ج 8 ص 67 از در منثور از تفسیر آلوسی ج 21 ص 68 \_

3\_ سنن بیہقی ج 10 ص 122 و 223 و 225 و مستدرک الحاکم ج 2 ص 411 و تفسیر طبری ج 21 ص 39\_40 و المدخل (ابن حاج) ج 3 ص 104 و تفسیر ابن کثیر ج 3 ص 441 و ارشاد الساری ج 9 ص 163 و در منثور ج 5 ص 159\_160 و فتح القدیر ج 4 ص 34 و نیل الاوطار ج 8 ص 163 و الغدیر ج 8 ص 68 مذکورہ مآخذ سے نیز تفسیر قرطبی ج14 ص 51\_53 و نقد العلم و العلماء ص 246 و تفسیر الخازن ج 3 ص 46 نیز اس کے حاشیے پر تفسیر نسفی ج 3 ص 460 و تفسیر آلوسی ج 21 ص 67 وغیرہ سے نیز اسے نقل کیا ہے ابن ابی دنیا، ابن ابی شیبہ، ابن المنذر، بیہقی (شعب ایمان میں) ابن ابی حاتم، ابن مردویہ و فاریابی اور ابن عساکر نے \_

13\_ابلیس سے خدا کے خطاب (واستفززمن استطعت منہم بصوتک) (1) (یعنی تو جس جس کو اپنی آواز سے پھسلاسکتا ہے پھسلا لے) کے متعلق\_ ابن عباس اورمجاہد کہتے ہیں کہ اس سے مراد غنا، بانسری اور لہو ہے\_ (2)

14\_حسن بصری نے یزید کی برائیاں گنتے ہوئے کہا ہے ''وہ اکثر اوقات نشے اور شراب نوشی میں مبتلا رہتا تھا، ریشم پہنتا تھا اور طنبورے (ستار) بجاتا تھا''\_ (3)

اہل مدینہ یزید کی جن باتوں کی مذمت کرتے تھے ان میں یہ باتیں بھی شامل تھیں کہ وہ شراب پیتا ہے، طنبور بجاتا ہے، گانے والے اس کے پاس سازبجاتے رہتے ہیں\_ (4)

15\_ابن عباس نے قول خدا ''و انتم سامدون'' کے بارے میں کہا ہے کہ سامدون سے مراد حمیریوں کے لہجے میں گانا ہے\_ (5)

16\_ جابر نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا سے نقل کیا ہے کہ ابلیس ہی سب سے پہلے رویا دھویا اور سب سے پہلے غنا کا مرتکب ہوا\_ (6)

17\_حضرت علی عليه‌السلام نے رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا سے نقل کیا ہے کہ گانے بجانے والے مرد اور عورت کی کمائی حرام ہے\_ زنا کرنے والی عورت کی آمدنی حرام ہے اور خدا کا حق ہے کہ وہ حرام سے اگنے والے گوشت کو جنت میں داخل نہ کرے\_ (7)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سورہ اسراء آیت 64 \_

2\_ فتح القدیر ج 3 ص 241 و تفسیر طبری ج 15 ص 81 تفسیر ابن کثیر ج 3 ص 49، الغدیر ج 8 ص 89 ان سے اور تفسیر قرطبی ج 10 ص 288 سے و نقد العلم و العلماء ص 247 و تفسیرالخازن ج 3 ص 178 اور اس کے حاشیے میں تفسیر نسفی ج 3 ص 178 و تفسیر ابن جزی کلبی ج 2 ص 175 و تفسیر آلوسی ج 15 ص 111 \_

3\_ الغدیر ج 10 ص 225 از تاریخ ابن عساکر ج 5 ص 412 و تاریخ طبری ج 6 ص 157 و تاریخ ابن اثیر ج 4 ص 209 و البدایة و النہایة ج 8 ص 130 و محاضرات الراغب ج 2 ص 214 و النجوم الزہرة ج 1 ص 141 \_

4\_ الغدیر ج 10 ص 255 از تاریخ طبری ج 7 ص 4 و الکامل ابن اثیر ج 4 ص 45 و البدایة و النہایة ج 8 ص 216 و فتح الباری ج 13 ص 59 \_

5،6،7\_ المدخل (ابن حاج) ج 3 ص 104\_107 \_

18\_حضرت علی عليه‌السلام نے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے دف بجانے، طبل بجانے اور بانسری بجانے سے منع فرمایا ہے\_ (1)

یہاں ہم نے جتنا عرض کیا کافی معلوم ہوتا ہے جو حضرات مزید تحقیق کے خواہشمند ہوں وہ ان مآخذ کی طرف رجوع کریں جن کا ہم نے حاشیے میں ذکر کیا ہے\_ (2)

غنا کے بارے میں علماء کے نظریات

الغدیر میں مذکور ہے کہ حنفیوں کے امام نے غنا کو حرام قرار دیا ہے\_ یہی حکم کوفہ کے علماء (یعنی سفیان، حماد، ابراہیم، شعبی اور عکرمہ) کا بھی ہے\_

مالک نے بھی غنا سے منع کیا ہے اور اسے ان عیوب میں شمار کیا ہے جس سے عیب کی حامل کنیز کا سودا فسخ ہوسکتا ہے\_ یہی نظریہ سارے اہل مدینہ کا ہے سوائے ابراہیم بن سعد کے\_

حنبلیوں کی ایک جماعت سے بھی حرمت کا قول نقل ہوا ہے\_ عبداللہ بن احمد بن حنبل سے مروی ہے کہ اس نے اپنے باپ سے غنا کے بارے میں سوال کیا تو جواب ملا''غنا دلوں میں نفاق پیدا کرتا ہے مجھے یہ

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ المدخل (ابن حاج) ج 3 ص 104\_107

2\_ ابن الحاج کی کتاب المدخل ج 3 ص 96 سے 115 تک و تفسیر طبری ج 28 ص 48 و نیل الاوطار ج 8 ص 264 و 263 و سنن بیہقی ج 10 ص 222 و فتح القدیر ج 4 ص 228 و ج 5 ص 115 و تفسیر ابن کثیر ج 2 ص 96 و ج 6 ص 260 و الفائق زمخشری ج 1 ص 305 و الدر المنثور ج 2 ص 317\_324 و ج 5 ص 159 و الغدیر 8 ص 64 اور اس سے آگے (مذکورہ مآخذ سے) نیز قرطبی ج 7 ص 122 و ج 14 ص 53\_54 و الکشاف ج 2 ص 211 و تفسیر آلوسی ج 7 ص 72 و ج 21 ص 68 و ارشاد الساری ج 9 ص 164 و بہجة النفوس (ابن ابی حجرہ) ج 2 ص 74 و تاریخ البخاری ج 4 حصہ اول ص 234 و نقد العلم و العلماء ص 246 و 248 و نہایة ابن اثیر ج 2 ص 95 و تفسیر خازن ج 3 ص 460 و ج 4 ص 212 و نسفی (اس کتاب کے حاشیے پر) ج 3 ص 460 سے نیز اسے نقل کیا ہے سعید بن منصور، عبد بن حمید، عبدالرزاق، فریابی، ابوعبید، ابن ابی الدنیا، ابن مردویہ، ابوالشیخ، بزار، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے\_ رہا ابن زبیر کا یہ قول کہ میں نے مہاجرینتمام کو ترنم کے ساتھ گاتے سنا ہے اس کے متعلق ملاحظہ ہو: المصنف ج1 ص 5 ، 6 نیز سنن بیہقی ج10 ص 225\_ تو اس سے مراد غنا نہیں بلکہ ترنم کے ساتھ شعر پڑھنا ہے جیساکہ ابن الحاج نے ج 3 ص 98 و 108 میں ذکر کیا ہے\_

ناپسندہے'' پھر مالک کا یہ قول نقل کیا کہ اسے فقط فاسق لوگ انجام دیتے ہیں\_

مزنی جیسے مذہب شافعی سے آگاہ شافعیوں کے بارے میں نقل ہوا ہے کہ وہ حرمت کے قائل تھے\_ ان لوگوں نے حلیت کے قائل افراد پر اعتراض کیا ہے مثلاً قاضی ابوطیب نے غنا کی مذمت اور ممانعت کے موضوع پر ایک کتاب تصنیف کی ہے\_ ابوبکر طرطوشی نے بھی غناپر ایک کتاب لکھی ہے\_ طبری کے علاوہ شیخ ابواسحاق نے'' التنبیہ'' نامی کتاب میں اسے حرام قرار دیا ہے\_ محاسبی، نحاس اور قفال نے اسے صریحاً حرام قرار دیا ہے\_ نیز قاسم بن محمد، ضحاک، ولید بن یزید، عمر بن عبدالعزیز اور دیگر بے شمار علماء نے اس سے منع کیا ہے\_

ابن صلاح نے نقل کیا ہے کہ مسلمانوں کے اہل حل وعقد کا اس کی حرمت پر اتفاق ہے\_

طبری نے کہا ہے کہ مختلف شہروں کے رہنے والے اس کی کراہت اور ممنوعیت پر متفق الخیال ہیں سوائے ابراہیم ابن سعد اور عبداللہ عنبری کے، مذکورہ باتوں کیلئے رجوع ہو الغدیر ج 8 ص 72\_74 اور المدخل (از ابن الحاج) ج 3 صفحہ 96 تا 115 کے طرف\_ اس میں مزید باتیں بھی درج ہیں جن کا ہم نے اختصار کی وجہ سے ذکر نہیں کیا\_ جو مزید جستجو کا طالب ہو وہ اس کی طرف رجوع کرے\_

غنا اہل کتاب کے نزدیک

چونکہ غنا کا اسلامی تعلیمات سے کوئی رابطہ نہیں اس لئے یہ سوال ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ کہاں سے بعض مسلمانوں کے ذہنوں میں داخل ہوا یہاں تک کہ وہ اس کی حلیت اور اس پر مداومت کی تاکید کرنے لگ گئے؟ بلکہ بات یہاں تک پہنچی کہ یہ مسئلہ صوفیوں کی امتیازی علامت بن گیا جیساکہ سب کو معلوم ہے\_ اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمانوں نے اس کو اہل کتاب سے اخذکیا ہے\_

چنانچہ ابن کثیرعمران کی بہن مریم ( حضرت موسی عليه‌السلام کے دور میں زندگی بسر کرتی تھی) کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے کہتا ہے:''مریم کا اس دن جو کہ ان کے نزدیک سب سے بڑی عید کا دن تھا دف بجانا اس

بات کی دلیل ہے کہ عید کے دن دف بجانا ہمارے دین سے پہلے جائز تھا''\_ (1)

اس کے بعد ابن کثیر نے مریم والی اس روایت سے استنباط کرتے ہوئے عیدوں اور مسافروں کی واپسی کے مواقع پر جواز کا فتوی دیا ہے\_

جعل سازی کا راز

پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اسلام اور اسلام کی طرف مذکورہ باتوں کی نسبت دینے کی وجہ درج ذیل امور ہوسکتے ہیں\_

1\_ حضرت عائشہ اور حضرت عمر غنا اور موسیقی کو پسند کرتے اور سنتے تھے\_

حضرت عائشہ کے بارے میں تو بخاری وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ وہ اس کام کی حوصلہ افزائی کرتی اور کہتی تھیں ''فاقدروا قدر الجاریة الحدیثة السن، الحریصة علی اللهو'' (2) یعنی اس نوجوان لونڈی کی قدر کرو جو گانے کی شوقین ہو\_

نیز انہوں نے ایک گویے (مرد) کو اجازت دی کہ وہ بعض کمسن لونڈیوں کیلئے گائے البتہ بعد میں انہوں نے اس کو نکال دینے کا حکم دیا تھا\_ (3) ادھر خلیفہ ثانی عمر بن خطاب کے بارے میں ابن منظور نے کہا ہے ''بتحقیق عمرنے بادیہ نشینوں کے غنا کی اجازت دی تھی''\_ (4) خواّت بن جبیر نے حضرت عمرسے گانے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے اجازت دی\_ چنانچہ خواّت نے گانا شروع کیا اور حضرت عمر نے کہا:'' آفرین اے خوات، آفرین اے خوات''\_ (5)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ البدایة و النہایة ج 1 ص 276\_

2\_ عبد الرزاق کی کتاب المصنف ج 10 ص 465 صحیح بخاری مطبوعہ مشکول ج 9 ص 223 و 270 و حیات الصحابة ج 2 ص 761 از مشکاہ ص 372 از شیخین (بخاری و مسلم) و دلائل الصدق ج 1 ص 393 \_

3\_ سنن بیہقی ج 10 ص 224 \_

4\_ لسان العرب ج 15 ص 137 لفظ غنا کی بحث میں \_

5\_ الغدیر ج 8 ص 79 از کنز العمال ج 7 ص 335 \_

نیز انہوں نے یہ بات سنی کہ رباح بن مغترف گاتا ہے چنانچہ انہوں نے اس کی تحقیق کی تو لوگوں نے اس کے بارے میں اطلاع دی، حضرت عمر بولے :''اگر تم یہ کام کرنا چاہتے ہو تو تمہیں چاہیئے کہ ضرار بن خطاب کے اشعار پر توجہ دو''\_ قریب قریب یہی بات خوات کے ساتھ بھی کہی\_(1)

علاء بن زیاد سے مروی ہے کہ عمر اپنے راستے پر جا رہے تھے اس دوران انہوں نے کچھ گایا پھر کہا کہ''جب میں نے گایا تو تم لوگوں نے مجھے کیوں نہیں ٹوکا؟''\_ (2)

شوکانی اور عینی نے عمر اور عثمان کو ان لوگوں میں سے قرار دیا ہے جنہوں نے غنا کو جائز قرار دیا ہے\_ (3)

نیز حضرت عمرنے زید بن سلم اور عاصم عمر سے دوبارہ گانے کیلئے کہا اور اظہار نظر بھی فرمایا جیساکہ ابن قتیبہ نے ذکر کیا ہے\_ (4)

بنابریں گذشتہ روایات میں سے اکثر میں حضرت عمر کے ساتھ اس بات کی جعلی نسبت (کہ وہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے گھر میں گانے والیوں کو منع کرتا تھا) دینے کی وجہ شاید یہ ہو کہ ان (عمر) کے بارے میں معروف بات کو مشکوک بنا دیا جائے یا یہ کہ غنا سے ان کو جو واسطہ رہا تھا اس کی قباحت میں کمی کی جاسکے کیونکہ جب لوگ یہ دیکھ لیں کہ رسول اعظم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم توخود غنا سنتے تھے، اپنے گھر میں شیطانی آلات (بانسری وغیرہ) رکھتے اور لہویات سننے سے شغف رکھتے تھے تو اس کے بعد کوئی اور شخص ان اعمال کا مرتکب ہوجائے تو اس میں کوئی قباحت محسوس نہ ہو\_

2\_ مذکورہ روایات (جو غنا کی حلیت کو ثابت کرنا چاہتی ہیں) کی اکثریت کا مقصد حضرت عائشہ کے کردار کو بیان کرنا ہے یہاں تک کہ ان روایات کی رو سے جب وہ حبشیوں کا رقص دیکھ رہی تھیں تو رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ نسب قریش (مصعب) ص 448 و سنن بیہقی ج 10 ص 224 و الغدیر ج 8 ص 79 از سنن بیہقی واز استیعاب ج 1 ص 86 و 170 و از الاصابة ج 1 ص 502 و 457 و ج 8 ص 209 از کنز العمال ج 7 ص 335 و تاریخ ابن عساکر ج 7 ص 35 نیز الاصابہ ج2 ص 209\_

2\_ الغدیر ج 8 ص 80 از کنز العمال ج 7 ص 335 \_

3\_ نیل الاوطار ج 8 ص 266 و الغدیر ج 7 ص 78 از نیل الاوطار و از عمدة القاری در شرح صحیح بخاری ج 5 ص 160 \_

4\_ عیون الاخبار ج 1 ص 322 \_

ان سے فرما رہے تھے کہ کیاابھی تم سیر نہیں ہوئی؟ اور وہ کہتی تھیں ''نہیں''\_ تاکہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کے نزدیک اپنا مقام دیکھ لیں\_ یہ امر اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ایک (خفیہ) ہاتھ اس کوشش میں مصروف تھاکہ حضرت عائشہ کیلئے فضائل تراشے اور یہ ثابت کرے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ ان کی پسند کا خیال رکھتے اور ان سے محبت کرتے تھے\_ علاوہ بر این ان روایات میں اس بات کے واضح اشارے ملتے ہیں کہ ان میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان کیلئے فضائل ثابت کرنے نیز اسلام سے ان کے تمسک اور ان کی جانب سے اسلام کی حمایت کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے اگرچہ اس مقصد کے حصول کیلئے نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی عزت وشرف اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی عفت وپاکیزگی کو داغدار بنانے کی ضرورت کیوں نہ پڑے\_

3\_ ہم امویوں اور عباسیوں کو بھی نبی اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جھوٹی احادیث وضع کرنے کے عمل سے بری الذمہ قرار نہیں دے سکتے\_ کیونکہ ان کے درمیان ایسے لوگ موجود تھے جو ان کے ہر فعل کو شریعت اور قداست کا لباس پہنانے کی کوشش میں رہتے تھے\_چنانچہ غیاث ابن ابراہیم اور ابوالبختری کے ساتھ مہدی عباسی کا قصہ ہمارے سامنے ہے جب وہ مہدی کے پاس پہنچا تو اسے کبوتربازی میں مشغول پایا\_ اس نے یہ حدیث بیان کی ''لاسبق الا فی خف او نصل او حافر'' یعنی شرط لگانا جائز نہیں مگر ٹاپوں والے حیوانات (مثلا اونٹ) کی دوڑ یا تیر اندازی یا کھروں والے حیوانات (مثلا گھوڑے وغیرہ) کی دوڑ میں پھر اپنی طرف سے اضافہ کرتے ہوئے کہا ''اوجناح'' (یعنی اڑنے والے پرندوں میں بھی جائز ہے) تاکہ یوں مہدی کے شوق کی تسکین ہو\_ چنانچہ مہدی نے اسے پیسوں کی ایک تھیلی دیئے جانے کا حکم دیا\_ جب وہ نکل گیا تو مہدی نے کہا :''میں گواہی دیتا ہوں کہ تیری پشت ایک کذاب کی پشت ہے''\_ (1)

ہم تاریخ وادب کی کتابوں میں گانے بجانے اور لہو ولعب پر اموی اور عباسی خلفاء کی توجہ کے بارے میں عجیب وغریب باتوں کا مشاہدہ کرتے ہیں\_وہ گانے والوں کو دسیوں سینکڑوںبلکہ ہزاروں گنابڑے انعامات

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ الاسرار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة (مصنفہ قاری) ص 469 و اللئالی المصنوعة ج2 ص470 و الموضوعات (ابن جوزی) ج 1 ص 42 و لسان المیزان ج 4 ص 422 و میزان الاعتدال ج 3 ص 338 والمجروحون ج1 ص 66 ، تاریخ الخلفاء ص 275 نیز المنار المنیف ص 107\_

دیتے تھے\_ (1) یہاں تک کہ اسحاق موصلی (جو موسیقی دانوں کا استاد تھا) نے کہا:'' اگرہادی زندہ رہتا تو ہم اپنےگھروں کی دیواریں سونے اور چاندی سے بناتے''\_ (2)

رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کا قبا میں نزول

کہتے ہیں کہ اس پرشکوہ استقبال کے بعد رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ ، قبا کی جانب چلے اور قبیلہ عمرو بن طوف میں کلثوم بن ہدم کے ہاں ٹھہرے\_

اس دن حضرت ابوبکر نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے شہر میں داخل ہونے پر بہت اصرار کیا لیکن آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے انکار فرمایا اور بتایا کہ جب تک آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے چچا کا بیٹا، آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا برادر دینی اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے گھرانے میں آپ کے نزدیک، سب سے عزیز ہستی (جس نے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے بقول اپنی جان کے بدلے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی جان بچائی تھی) نہ پہنچے آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم وہاں سے کوچ نہیں کریں گے\_ یہ سن کر حضرت ابوبکر کی طبیعت ہی مکدر ہوگئی اور پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم سے جدا ہو کراس رات شہر مدینہ میں داخل ہوئے اور رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا وہیں امیرالمومنین علیعليه‌السلام کے منتظر رہے یہاں تک کہ آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم فواطم (فاطمہ کی جمع \_ یعنی فاطمہ زہراعليه‌السلام ، فاطمہ بنت اسد اور فاطمہ بنت زبیر بن عبدالمطلب )اور ام ایمن (3) کے ساتھ نیمہ ربیع الاول کو رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کی خدمت میں پہنچ گئے (4) اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھ کلثوم بن ہدم کے ہاں ٹھہرے\_(5)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ ربیع الابرار ج 1 ص 675 جس میں مذکور ہے کہ اس نے ابراہیم موصل کو بہترین موسیقی کے انعام میں ایک لاکھ،درہم دیئے اس سلسلے میں ابوالفرج نے اپنی کتاب الاغانی میں جن موارد کا ذکر کیا ہے اس کا مطالعہ کافی ثابت ہوگا\_

2\_ حیاة الامام الرضا السیاسیة (از مولف کتاب ہذا) ص 118 از الاغانی مطبوعہ دار الکتب قاھرہ ج 5 ص 163\_

3\_ البحار ج 19 ص 106 و 115،116 و 75،76 و 64 از روضة الکافی ص 340 و اعلام الوری ص 66 و الخرائج و الجرائح نیز رجوع ہو الفصول المھمة (ابن صباغ مالکی )ص 35 و امالی شیخ طوسی ج 2 ص 83\_

4\_ امتاع الاسماع ص 48 \_

5\_ البحار ج 19 و البدایة و النہایة ج 3 ص 197 \_

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ گھر والوں کے ساتھ آنے والے زید بن حارثہ اور ابورافع تھے\_ حلبی نے اس اختلاف کو یوں دور کرنے کی کوشش کی ہے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ نے قباسے جو خط علیعليه‌السلام کے نام لکھا تھا وہ شاید ان دونوں کے ہاتھ ارسال فرمایا تھا\_ پھر یہ دونوں علیعليه‌السلام کے ساتھ ہمسفر ہوئے اور آپ کے ہمراہ واپس آئے\_(1)

یوں بعض لوگوں نے گھرانے کے ساتھ سفر کو ان دونوں کے ساتھ نسبت دے کر امیرالمؤمنین صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے عظیم کارنامے اور ان دونوں کو بچانے میں آپ کے کردار کو جان بوجھ کر نظر انداز کرنے کی کوشش کی ہے\_ تاکہ دل کے اندر پوشیدہ غرض (کینے) کی تسکین ہو\_

مسجد قبا کی تعمیر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبا میں قیام کے دوران مسجد قبا کی بنیاد رکھی جو معروف ہے\_ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس مسجد کی تعمیر کے سلسلے میں حضرت عمار یاسر نے فکری اور عملی طور پر پہل کی تھی\_ (2)

مسجد قبا ہی وہ مسجد ہے جس کے بارے میں یہ آیت اتری (لمسجد اسس علی التقوی من اول یوم احق ان تقوم فیہ) (3) یعنی جو مسجد روزاول سے ہی تقوی کی بنیادوں پر قائم ہوگئی وہ اس بات کیلئے زیادہ موزوں ہے کہ تم اس میں (عبادت کیلئے) کھڑے ہو\_ غزوہ تبوک کی بحث میں ہم انشاء اللہ اس کا ذکر کریں گے\_

اس مقام پر احجار الخلافہ یعنی (خلافت کے پتھروں) والی روایت کا تذکرہ ہوتا ہے\_ نیز مسجد مدینہ کی تعمیر کے سلسلے میں بھی اس کا تذکرہ کرتے ہیں\_ بنابریں اس حدیث پر وہاں بحث کریںگے\_

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ السیرة الحلبیة ج 2 ص 53 \_

2\_ وفاء الوفاء ج 1 ص 250 و السیرة الحلبیة ج 2 ص 55 از ابن ہشام وغیرہ وغیرہ\_

3\_ سورہ توبہ، آیت 108 \_

مسجد قبا اسلام کی پہلی مسجد ہے\_ اس بات کی تصریح ابن جوزی وغیرہ نے کی ہے\_ (1)

حبشہ کی جانب حضرت ابوبکر کی ہجرت اورابن دغنہ کے توسط سے آپ کی واپسی کے ذکر میں اس بات کا ذکر گزر چکا ہے کہ حضرت ابوبکر کو اسلام کی سب سے پہلی مسجد کا بانی قرار دینا صحیح نہیں\_ چنانچہ وہاں رجوع ہو\_

بظاہر کچھ عورتوں نے بھی مسجد قبا کی تعمیر میں حصہ لیا تھا چنانچہ ابن ابی اوفی سے منقول ہے کہ جب اس کی بیوی کی وفات ہوئی تو وہ کہنے لگا:'' لوگو اس کا جنازہ اٹھاؤ اوررغبت سے اٹھاؤ کیونکہ یہ اور اس کے غلام رات کے وقت تقوی کی بنیادوں پر تعمیر ہونے والی مسجد کے پتھر اٹھاتے تھے اور ہم دن کے وقت دو دو پتھر اٹھاتے تھے''\_ (2)

اس کے علاوہ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ مسجد قبا کی تعمیر امیرالمومنینعليه‌السلام کی آمد کے بعد شروع ہوئی چنانچہ منقول ہے کہ آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے حضرت ابوبکر کو حکم دیا کہ وہ اونٹنی پر سوار ہوکر چکر لگائیں تاکہ اونٹنی کے چکر کو دیکھ کر مسجد کی حدود معین کی جائیں\_ لیکن اونٹنی نے حرکت نہ کی پھر حضرت عمر کو حکم دیا لیکن ان کے ساتھ بھی وہی ہوا\_ تب آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے علی عليه‌السلام کو حکم دیا تو اونٹنی نے حرکت کی اور آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو لیکر چکر لگایا\_ اور جہاں تک اس نے چکر لگایا اسی کے مطابق مسجد کی بنیادیں رکھی گئیں اور آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا اس اونٹنی کو خدا کی طرف سے (اس کام کا) حکم دیا گیا تھا\_ (3)

قبا میں نماز جمعہ

کہتے ہیں کہ حضور صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے قبا میں یا قبا سے مدینہ کے راستے میں نماز جمعہ اداکی\_(4)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ وفاء الوفاء ج 1 ص 250 و السیرة الحلبیة ج 2 ص 55 نیز ملاحظہ ہو التراتیب الاداریہ ج2 ص 76\_

2\_ مجمع الزوائد ج 2 ص 10 از بزار و حیات الصحابة ج 3 ص 112 از بزار\_

3\_ وفاء الوفاء ج1 ص 251 و تاریخ الخمیس ج1 ص 338 نیز تاریخ جرجان ص 144 (البتہ عبارت میں غلطی ہے )\_

4\_ سیرہ حلبیہ ج2 ص 59 اور تاریخ المدینہ ( ابن شبہ) ج1 ص 68\_

بلکہ کچھ لوگوں نے یہ کہا ہے کہ جمعہ کی نماز مکہ میں فرض ہوئی تھی لیکن مسلمانوں نے وہاں نماز جمعہ نہیں پڑھی کیونکہ وہ اس پر قادر نہ تھے(1)\_ شاید ابن غرس نے اسی نکتے کو پیش نظر رکھ کر یہ کہا ہے کہ مکہ میں جمعہ کی نماز قائم ہی نہیں ہوئی تھی\_ (2) بلکہ مدینہ کے ابتدائی ایام میں بھی نماز جمعہ کا قیام شاید شک سے خالی نہ ہو کیونکہ سورہ جمعہ ہجرت کے کئی سال بعد نازل ہوئی\_ بلکہ یہ قرآن کی سب سے آخری سورتوں میں سے ایک ہے\_ (3)

لیکن مذکورہ بات کو بنیاد بناکر ایسا شک کرنے کی گنجائشے نہیں کیونکہ سورہ جمعہ کا مقصد نماز جمعہ کو اہمیت دینے کا حکم دینا ہے\_ یہ اس بات کا غماز ہے کہ نماز جمعہ کا حکم اس سے قبل نازل ہو چکا تھا\_ یہاں بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی نماز جمعہ کا حکم دیا گیا\_یعنی سورہ جمعہ میں یہ کہا جارہا ہے کہ جو نماز جمعہ قائم ہو رہی ہے تم اس کی طرف جلدی کرو \_ پس اس میں اصل نماز کی ادائیگی فرض نہیں کی جارہی بلکہ پہلے سے فرض کی گئی نماز کی طرف بلایا جارہاہے\_معلوم ہوتا ہے کہ نماز تو پہلے سے فرض تھی لیکن بعض مسلمان اس کی ادائیگی میں سستی کرتے تھے\_ اور شاید انہی سست لوگوں کو (نماز جمعہ ترک کرنے کی وجہ سے) رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا نے ان کے گھر جلانے کی دھمکی دی تھی (4)\_

یہاں ایک اعتراض باقی رہ گیا اور وہ یہ کہ قبا میں نماز جمعہ قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے دوران سفر جمعہ کی نماز پڑھی (حالانکہ نماز جمعہ مسافر کیلئے ساقط ہوتی ہے)\_

لیکن یہ اعتراض بے محل ہے کیونکہ ممکن ہے اس زمانے میں قبا مدینہ سے بہت نزدیک ہو\_ اور فاصلے کی کمی کے باعث مدینہ کے محلوں میں اس کا شمار ہوتا ہو\_ بنابریں جو شخص قبا پہنچ گیا گویا وہ مدینہ پہنچ گیا اور مسافر نہیں رہا\_اور یہ بھی ممکن ہے کہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم خدا نے یہ جانتے ہوئے کہ حضرت علی عليه‌السلام اور مخدّرات کے ساتھ

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ سیرہ حلبیہ ج2 ص 9 و ص 12 و ص 59\_

2\_ الاتقان ج1 ص 37 و السیرة الحلبیة ج2 ص 59\_

3\_ الاتقان ج1 ص 13 و 11\_

4\_ یہ واقعہ اپنے منابع اور مآخذ کے ساتھ غزوہ بنی نضیر کے واقعہ میں القرار والحصار کے تحت عنوان ذکر ہوگا\_

آنے میں دس دن سے زیادہ لگ سکتے ہیں ، حضرت علی عليه‌السلام کے آنے تک قبا میں قیام کا ارادہ کر رکھا ہو\_ اور مؤرخین نے بھی لکھا ہے کہ آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے قبا میں پندرہ دن قیام فرمایا ہے\_(1)بیعت عقبہ کی فصل میں اس بارے میں کچھ بیان کر چکے ہیں اس کا بھی مطالعہ فرمائیں\_

یہاں اس کتاب کی دوسری جلد کا اختتام ہوتا ہے اس کے بعد تیسری جلد کی باری ہوگی\_

(انشاء اللہ تعالی)

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

1\_ بحارالانوار ج 19 ص 106از اعلام الوری ، سیرہ حلبیہ ج 2 ص 55 از بخاری اورملاحظہ ہو ص 59 اور مسلم سے منقول ہے : آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے چودہ دن قیام فرمایا اور دیگر اقوال بھی ہیں''\_

فہرست

[مقدمہ 5](#_Toc490649235)

[چند اہم نکات 7](#_Toc490649236)

[تیسرا باب 13](#_Toc490649237)

[اعلان نبوت سے لے کر وفات ابوطالب تک 13](#_Toc490649238)

[پہلی فصل 14](#_Toc490649239)

[ہجرت حبشہ تک 14](#_Toc490649240)

[مقدمہ: 15](#_Toc490649241)

[اسلام کے اہداف و مقاصد 15](#_Toc490649242)

[وزیر اور وصی کی ضرورت 17](#_Toc490649243)

[دعوت ذوالعشیرہ 18](#_Toc490649244)

[اندھا تعصّب 20](#_Toc490649245)

[ابن تیمیہ اور حدیث الدار (3) 21](#_Toc490649246)

[ابن تیمیہ کے اعتراضات کا جواب 22](#_Toc490649247)

[پہلے اعتراض کا جواب 23](#_Toc490649248)

[دوسرے اعتراض کا جواب 25](#_Toc490649249)

[تیسرے اعتراض کا جواب 25](#_Toc490649250)

[چوتھے اعتراض کا جواب 26](#_Toc490649251)

[پانچویں اور آخری اعتراض کا جواب 28](#_Toc490649252)

[واقعہ انذار اور چند اہم نکات 29](#_Toc490649253)

[الف\_ غیر معتبر روایتیں 29](#_Toc490649254)

[ب\_ '' خلیفتی فی اھلی ''سے کیا مراد ہے؟ 31](#_Toc490649255)

[ج\_ فقط رشتہ داروں کی دعوت کیوں؟ 32](#_Toc490649256)

[د\_ علی عليه‌السلام اور واقعہ انذار 33](#_Toc490649257)

[ھ\_ ابولہب کا موقف 34](#_Toc490649258)

[و\_ پہلے انذار پھر ... 35](#_Toc490649259)

[ز\_روز انذار رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کا فرمان : 37](#_Toc490649260)

[ح\_ بشارت و انذار 38](#_Toc490649261)

[ط\_ میرا بھائی اور میرا وصی 39](#_Toc490649262)

[فاصدع بما تؤمر 39](#_Toc490649263)

[ناکام مذاکرات 41](#_Toc490649264)

[پہلا مرحلہ: 42](#_Toc490649265)

[دوسرا مرحلہ: 42](#_Toc490649266)

[تیسرا مرحلہ: 43](#_Toc490649267)

[الف: اس ناکامی کے بعد 44](#_Toc490649268)

[ب: قریش کی ہٹ دھرمی کا راز 45](#_Toc490649269)

[مذاکرات کی ناکامی کے بعد 47](#_Toc490649270)

[چنانچہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ مشرکین: 47](#_Toc490649271)

[مکہ کے ستم دیدہ مسلمان 49](#_Toc490649272)

[ذکر مظلوم : 49](#_Toc490649273)

[حضرت ابوبکر نے کن کو آزاد کیا؟ 50](#_Toc490649274)

[کیا حضرت ابوبکر نے بھی تکلیفیں برداشت کیں؟ 55](#_Toc490649275)

[پہلانکتہ : کیا حضرت ابوبکر قبیلہ کے سردار تھے؟ 57](#_Toc490649276)

[دوسرا نکتہ : 59](#_Toc490649277)

[اسلام میں سب سے پہلی شہادت 59](#_Toc490649278)

[عمار بن یاسر 60](#_Toc490649279)

[تقیہ کتاب وسنت کی روشنی میں 61](#_Toc490649280)

[سنت رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم میں تقیہ 62](#_Toc490649281)

[تاریخ سے مثالیں 64](#_Toc490649282)

[تقیہ ایک فطری، عقلی، دینی اور اخلاقی ضرورت 68](#_Toc490649283)

[دوسری فصل 72](#_Toc490649284)

[ہجرت حبشہ اور اس سے متعلقہ بحث 72](#_Toc490649285)

[راہ حل کی تلاش: 73](#_Toc490649286)

[حبشہ کے انتخاب کی وجہ 74](#_Toc490649287)

[حبشہ کا سفر 76](#_Toc490649288)

[جعفر سردار مہاجرین : 77](#_Toc490649289)

[حبشہ کا پہلا مہاجر 77](#_Toc490649290)

[ابوموسی نے حبشہ کی جانب ہجرت نہیں کی 78](#_Toc490649291)

[مہاجرین کے ساتھ عمر کا رویہ 79](#_Toc490649292)

[حضرت ابوبکر نے ہجرت نہیں کی 79](#_Toc490649293)

[عثمان بن مظعون کی فضیلت کی چوری 84](#_Toc490649294)

[قریش کی مایوسانہ کوشش 84](#_Toc490649295)

[قریش اور مستقبل کے منصوبے 87](#_Toc490649296)

[نجاشی کے خلاف بغاوت 89](#_Toc490649297)

[بعض مہاجرین کی واپسی 90](#_Toc490649298)

[غرانیق کا افسانہ (2) 90](#_Toc490649299)

[مسئلے کی حقیقت 99](#_Toc490649300)

[تیسری فصل 102](#_Toc490649301)

[شعب ا بوطالب تک کے حالات 102](#_Toc490649302)

[حضرت حمزہعليه‌السلام کے قبول اسلام کی تاریخ میں اختلاف 103](#_Toc490649303)

[حضرت حمزہ کا قبول اسلام 103](#_Toc490649304)

[حمزہ کا قبول اسلام جذباتی فیصلہ نہ تھا 105](#_Toc490649305)

[ابوجہل نے بزدلی کیوں دکھائی؟ 106](#_Toc490649306)

[عَبَسَ وَ تَوَلّی ؟ 107](#_Toc490649307)

[جرم کسی اورکا: 113](#_Toc490649308)

[ایک سوال کا جواب 113](#_Toc490649309)

[درست روایت 114](#_Toc490649310)

[جناب عثمان پر الزام 115](#_Toc490649311)

[دشمنان دین کا اس مسئلے سے سوء استفادہ 116](#_Toc490649312)

[مزید دروغ گوئیاں 116](#_Toc490649313)

[حضرت عمر بن خطاب کا قبول اسلام 118](#_Toc490649314)

[مزید تمغے 122](#_Toc490649315)

[1\_ عمر کب مسلمان ہوئے؟ 123](#_Toc490649316)

[2\_ حضرت عمر کو فاروق کس نے کہا؟ 127](#_Toc490649317)

[3\_ کیا حضرت عمر کو پڑھنا آتا تھا؟ 128](#_Toc490649318)

[4\_ کیا واقعی حضرت عمر اسلام کی سربلندی کا باعث بنے ہیں؟ 131](#_Toc490649319)

[5\_ حضرت عمر کا غسل جنابت 136](#_Toc490649320)

[6\_ حضرت عمر کا قبول اسلام اور نزول آیت؟ 137](#_Toc490649321)

[آخری نکات 137](#_Toc490649322)

[نتیجہ بحث 138](#_Toc490649323)

[چو تھی فصل 140](#_Toc490649324)

[شعب ابوطالب میں 140](#_Toc490649325)

[بائیکاٹ: 141](#_Toc490649326)

[خدیجہعليه‌السلام کی دولت اور علی عليه‌السلام کی تلوار 143](#_Toc490649327)

[مسلمانوں کے متعلق حکیم بن حزام کے جذبات 145](#_Toc490649328)

[شق القمر 147](#_Toc490649329)

[ایک اعتراض اور اس کا جواب 148](#_Toc490649330)

[شق القمر، مؤرخین اور عام لوگ 151](#_Toc490649331)

[چاند کاشق ہوکر جڑنا، سائنسی نقطہ نظر سے 153](#_Toc490649332)

[شق القمر پر قرآنی آیت کی دلالت 154](#_Toc490649333)

[افسانے 156](#_Toc490649334)

[عہد نامے کی منسوخی 157](#_Toc490649335)

[ابوطالب عقلمندی اور ایمان کا پیکر 158](#_Toc490649336)

[قبیلہ پرستی اور اس کے اثرات 159](#_Toc490649337)

[عہد نامے کی منسوخی کے بعد 160](#_Toc490649338)

[حبشہ سے ایک وفد کی آمد 160](#_Toc490649339)

[جناب ابوطالبعليه‌السلام کی پالیسیاں 162](#_Toc490649340)

[ابوطالبعليه‌السلام کی قربانیاں 164](#_Toc490649341)

[عام الحزن 166](#_Toc490649342)

[محبت وعداوت، دونوں خداکی رضاکیلئے 167](#_Toc490649343)

[پانچویں فصل 169](#_Toc490649344)

[ابوطالب عليه‌السلام مؤمن قریش 169](#_Toc490649345)

[ایمان ابوطالبعليه‌السلام 170](#_Toc490649346)

[ایمان ابوطالبعليه‌السلام پر دلائل 171](#_Toc490649347)

[بے بنیاد دلائل 184](#_Toc490649348)

[1\_ حدیث ضحضاح 184](#_Toc490649349)

[2\_ عقیل اور ارث ابوطالبعليه‌السلام 187](#_Toc490649350)

[3\_ وھم ینہون عنہ، ویناون عنہ 188](#_Toc490649351)

[4\_ مشرک کیلئے طلب مغفرت سے منع کرنے والی آیت 190](#_Toc490649352)

[باقیماندہ دلائل 196](#_Toc490649353)

[ابوطالبعليه‌السلام نے اپنا ایمان کیوں چھپایا؟ 199](#_Toc490649354)

[ایمان ابوطالب عليه‌السلام کو چھپانے کی ضرورت کیا تھی؟ 201](#_Toc490649355)

[ابوطالب عليه‌السلام پر تہمت کیوں؟ 201](#_Toc490649356)

[ابولہب اور پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی نصرت؟ 202](#_Toc490649357)

[یہ روایت کیوں گھڑی گئی؟ 203](#_Toc490649358)

[چوتھا باب 204](#_Toc490649359)

[ہجرت طائف تک 204](#_Toc490649360)

[پہلی فصل 205](#_Toc490649361)

[ہجرت طائف 205](#_Toc490649362)

[نئی جد وجہد کی ضرورت 206](#_Toc490649363)

[ہجرت طائف 207](#_Toc490649364)

[مزید ہجرتیں 209](#_Toc490649365)

[1\_ عداس کا قصہ 209](#_Toc490649366)

[2\_کسی کی پناہ میں آپ صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کا داخل مکہ ہونا: 210](#_Toc490649367)

[3\_ جنوں کے ایک گروہ کا قبول اسلام 212](#_Toc490649368)

[4\_ طائف اور آس پاس والوں سے روابط 213](#_Toc490649369)

[5\_ اسلام دین فطرت 214](#_Toc490649370)

[6\_ کیا یہ ایک ناکام سفر تھا؟ 214](#_Toc490649371)

[دوسری فصل 216](#_Toc490649372)

[بیعت عقبہ تک کے حالات 216](#_Toc490649373)

[قحط 217](#_Toc490649374)

[نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی طرف سے قبائل کو دعوت اسلام 218](#_Toc490649375)

[بنی عامر بن صعصعہ اور نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی حمایت 219](#_Toc490649376)

[1\_ حکومت فقط خداکی 221](#_Toc490649377)

[2\_ ہدف کی بلندی اور تنگ نظری 221](#_Toc490649378)

[3\_ دین وسیاست 222](#_Toc490649379)

[4\_ قبائل کو دعوت اسلام دینے کے نتائج 223](#_Toc490649380)

[حضرت سودہ اور عائشہ سے رسول اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی شادی 223](#_Toc490649381)

[1\_ نکاح کے وقت حضرت عائشہ کی عمر 224](#_Toc490649382)

[جعلی احادیث کا ایک لطیف نمونہ 226](#_Toc490649383)

[حضرت عائشہ کا جمال اور انکی قدر ومنزلت 228](#_Toc490649384)

[(اہل سنت کے تاریخی منابع کے مطابق) 228](#_Toc490649385)

[1\_ حضرت خدیجہ علیہا السلام 230](#_Toc490649386)

[2\_ زینب بنت جحش 231](#_Toc490649387)

[3\_ ام سلمہ رحمہا اللہ 232](#_Toc490649388)

[4\_ صفیہ بنت حیی بن اخطب 233](#_Toc490649389)

[5\_ جویریہ بنت حارث 233](#_Toc490649390)

[6\_ ماریہ قبطیہ 234](#_Toc490649391)

[7\_ سودہ بنت زمعہ 235](#_Toc490649392)

[8\_ اسماء بنت نعمان 235](#_Toc490649393)

[9\_ ملیکہ بنت کعب 236](#_Toc490649394)

[10\_ ام شریک 236](#_Toc490649395)

[11\_ شراف بنت خلیفہ 236](#_Toc490649396)

[12\_ حفصہ بن عمر 237](#_Toc490649397)

[نتیجہ 237](#_Toc490649398)

[مدینے میں دخول اسلام 239](#_Toc490649399)

[1\_ اہل کتاب کی پیشگوئیاں 241](#_Toc490649400)

[2\_ اوس وخزرج کے اختلافات 241](#_Toc490649401)

[3\_ اسلام کی سہل وآسان تعلیمات 242](#_Toc490649402)

[4\_ اہل مدینہ اور اہل مکہ 244](#_Toc490649403)

[تیسری فصل 245](#_Toc490649404)

[بیعت عقبہ 245](#_Toc490649405)

[عقبہ کی پہلی بیعت 246](#_Toc490649406)

[سعد بن معاذ کی اپنی قوم کو دعوت 248](#_Toc490649407)

[بیعت 249](#_Toc490649408)

[نماز جمعہ 250](#_Toc490649409)

[عقبہ کی دوسری بیعت 251](#_Toc490649410)

[بیعت عقبہ میں عباس کا کردار 256](#_Toc490649411)

[حضرت ابوبکر عقبہ میں 258](#_Toc490649412)

[حضرت حمزہ اور حضرت علی عليه‌السلام عقبہ میں 258](#_Toc490649413)

[ملاقات کو خفیہ رکھنے کی وجہ 260](#_Toc490649414)

[بیعت کی شرائط 261](#_Toc490649415)

[نقیبوں کی کیا ضرورت تھی؟ 261](#_Toc490649416)

[مشرکین کا ردعمل 262](#_Toc490649417)

[خلافت کے اہل افراد کی مخالفت 263](#_Toc490649418)

[ابھی تک جنگ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا 264](#_Toc490649419)

[پانچواں باب 265](#_Toc490649420)

[مکہ سے مدینہ تک 265](#_Toc490649421)

[پہلی فصل 266](#_Toc490649422)

[ہجرت مدینہ کا آغاز 266](#_Toc490649423)

[ہجرت مدینہ کے اسباب 269](#_Toc490649424)

[مدینہ کے انتخاب کی وجہ 273](#_Toc490649425)

[مہاجرین کے درمیان بھائی چارے کا قیام 278](#_Toc490649426)

[مدینہ کی طرف مسلمانوں کی ہجرت کا آغاز 279](#_Toc490649427)

[بے مثال نمونہ: 279](#_Toc490649428)

[عمر ابن خطاب کی ہجرت 280](#_Toc490649429)

[حقیقت 283](#_Toc490649430)

[ہجرت مدینہ کا راز 284](#_Toc490649431)

[قریش اور ہجرت 284](#_Toc490649432)

[دوسری فصل 286](#_Toc490649433)

[رسول اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی ہجرت 286](#_Toc490649434)

[سازش: 287](#_Toc490649435)

[علی عليه‌السلام کی نیند اور نبی صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی ہجرت: 288](#_Toc490649436)

[قریش پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی تلاش میں 291](#_Toc490649437)

[ہجرت کا خرچہ 292](#_Toc490649438)

[جذبہ قربانی کے بے مثال نمونے 294](#_Toc490649439)

[بستر رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم پر سونا اور مسئلہ خلافت 295](#_Toc490649440)

[قریش اور علی عليه‌السلام: 295](#_Toc490649441)

[قریش اور شب ہجرت علیعليه‌السلام کا کارنامہ 296](#_Toc490649442)

[موازنہ 297](#_Toc490649443)

[ارادہ الہی 298](#_Toc490649444)

[مصلحت اندیشی اور حقیقت 298](#_Toc490649445)

[زمین اور عقیدہ 300](#_Toc490649446)

[درس ہجرت 300](#_Toc490649447)

[ابوطالبعليه‌السلام اور حدیث غار 301](#_Toc490649448)

[آیت غار 302](#_Toc490649449)

[جاحظ کا بیان اور اس پر تبصرہ 306](#_Toc490649450)

[شیخ مفید کا بیان اور اس کا جواب 308](#_Toc490649451)

[ایک جواب طلب سوال 311](#_Toc490649452)

[نبی کریم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی محافظت کی سخت مہم 311](#_Toc490649453)

[حضرت ابوبکر کی پرزور حمایت کا راز 312](#_Toc490649454)

[جھوٹے کامنہ کالا 314](#_Toc490649455)

[صہیب کا واقعہ اور ہمارا نقطہ نظر 319](#_Toc490649456)

[ابوبکر کو صدیق کا لقب کیسے ملا؟ 322](#_Toc490649457)

[یہ القاب کب وضع ہوئے؟ 328](#_Toc490649458)

[دو سواریاں 328](#_Toc490649459)

[حقیقت حال 329](#_Toc490649460)

[خانہ ابوبکر کے دروازے سے خروج 330](#_Toc490649461)

[قریش اور حضرت ابوبکر کی تلاش 331](#_Toc490649462)

[تا صبح انتظار کیوں 332](#_Toc490649463)

[حضرت ابوبکر کا غلاموں کو خریدنا اور ان کے عطیات 333](#_Toc490649464)

[1\_ عامر بن فہیرہ 335](#_Toc490649465)

[2\_ نابینا ابوقحافہ 335](#_Toc490649466)

[3\_ اسماء وغیرہ کے کارنامے 336](#_Toc490649467)

[حدیث سد ابواب اور حضرت ابوبکر سے دوستی والی حدیث 338](#_Toc490649468)

[5\_ حضرت ابوبکر کی دولت 339](#_Toc490649469)

[ایک اہم اشارہ 343](#_Toc490649470)

[ماہر چوروں کا تذکرہ 347](#_Toc490649471)

[حضرت ابوبکر کی دولت سے مربوط اقوال پر آخری تبصرہ 347](#_Toc490649472)

[دروغ پردازی اور جعل سازی 348](#_Toc490649473)

[ابوبکر اور دیدار الہی 349](#_Toc490649474)

[فضائل کے بارے میں ایک اہم یاددہانی 349](#_Toc490649475)

[انگشت خونین 351](#_Toc490649476)

[حضرت ابوبکر کے اہم فضائل 353](#_Toc490649477)

[حضرت عثمان اور واقعہ غار 355](#_Toc490649478)

[یوم غار اور یوم غدیر 355](#_Toc490649479)

[حدیث غار کے بارے میں آخری تبصرہ 356](#_Toc490649480)

[تیسری فصل 357](#_Toc490649481)

[قباکی جانب 357](#_Toc490649482)

[مدینہ کی راہ میں 358](#_Toc490649483)

[مشکلات کے بعد معجزات 360](#_Toc490649484)

[امیرالمؤمنینعليه‌السلام کی ہجرت 360](#_Toc490649485)

[تبع اول کا خط 363](#_Toc490649486)

[حضرت ابوبکر معروف بزرگ؟ 364](#_Toc490649487)

[علامہ امینی رحمة اللہ علیہ کا نقطہ نظر 368](#_Toc490649488)

[مکہ میں منافقت کا کھیل 368](#_Toc490649489)

[مذکورہ باتوں پر ایک اہم تبصرہ 375](#_Toc490649490)

[چوتھی فصل 376](#_Toc490649491)

[مدینہ تک 376](#_Toc490649492)

[آغاز: 377](#_Toc490649493)

[اہل مدینہ کے گیت اور(معاذ اللہ) رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کا رقص؟ 377](#_Toc490649494)

[حلّیت غنا کے دلائل 382](#_Toc490649495)

[حلیت غنا کے دلائل کا جواب 387](#_Toc490649496)

[غنا کے بارے میں علماء کے نظریات 395](#_Toc490649497)

[غنا اہل کتاب کے نزدیک 396](#_Toc490649498)

[جعل سازی کا راز 397](#_Toc490649499)

[رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اللہ کا قبا میں نزول 400](#_Toc490649500)

[مسجد قبا کی تعمیر 401](#_Toc490649501)

[قبا میں نماز جمعہ 402](#_Toc490649502)

[فہرست 405](#_Toc490649503)